ماہنامہ حنا

JUNE 2011

PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — منیر نیازی — 7
نعت — ناصر کاظمی — 7
پیارے نبی کی پیاری باتیں — سیدا ختر ناز — 8

ناول

میرے ساحر سے کہو — اُم مریم — 26
وہ ستارہ صبح امید کا — فوزیہ غزل — 170

انشانامہ

اندر کیا ہے کچھ بھی نہیں — ابن انشاء — 13

مکمل ناول

چاہت کے رنگ — نازیہ مغل — 50
پھول سا دل، تتلی سے خواب — تحسین اختر — 88

افسانے

محبت دلنواز ہے — ثمینہ شیخ — 19
خدا کتنا مہربان ہے — مہدیہ شیر دل جدون — 194
محبت امر ہوئی — شائستہ ساجد — 209
محبت زیست ہے — عقیلہ ہاشمی — 221

ناولٹ

محبتوں میں حساب کیسا؟ — مدیحہ تبسم — 123
شام محبت — مبشرہ ناز — 144

☆☆☆

انٹرویو

اداکار آصف رضا میر سے ملاقات — عبداللہ — 15

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ — فرزانہ سلیم — 228
بیاض — تسنیم طاہر — 232
رنگ حنا — بلقیس بھٹی — 237
میری ڈائری سے — صائمہ محمود — 241
حنا کی محفل — عین غین — 245
خبرنامہ — عبداللہ — 247
حنا کا دسترخوان — ثمینہ احتشام — 249
کس قیامت کے یہ نامے — فوزیہ شفیق — 254

چوہدری سردار محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "حنا" 205 سرکلر روڈ سے شائع کیا،
خط و کتابت کا پتہ 207 سرکلر روڈ محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور، فون نمبر۔
37321690-37310797 ای میل Monthly hina @ hot mail.com
Monthly hina @ yahoo.com

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! جون 2011ء کا شمارہ حنا پیش خدمت ہے۔

کچھ موسم کی گرمی اور کچھ حالات کی گرمی نے عوام کو پریشان کیا ہوا ہے، سانحہ ایبٹ آباد کے بعد اب کراچی میں پی این ایس مہران پر دہشت گردوں کے حملے نے پاکستان کی سیکیورٹی ایجنسیوں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے، کیا وجہ ہے کہ دشمن اتنی آسانی سے بغیر کسی مذاحمت کے ہمارے شہروں تک پہنچ کر اپنا وار کر جاتا ہے اور ہماری ایجنسیاں منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں، ان کی اس کارکردگی نے پاکستان کے دشمنوں کے حوصلے بلند کر دیئے ہیں، جبکہ پاکستان کے لوگ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں، دنیا بھر میں لوگ اب پاکستانی سیکیورٹی ایجنسیوں کی نا اہلیت کی باتیں کر رہے ہیں اور پاکستان کے مستقبل کے متعلق سوالات اٹھائے جا رہے ہیں، ان حالات کو اگر بین الاقوامی تناظر میں دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ یہ امریکہ کی گریٹ گیم کا حصہ ہے اور اسی کے تحت پاکستان میں ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ پاکستان سیاسی اور معاشی طور پر اتنا کمزور ہو جائے کہ وہ اس خطے میں کوئی کردار ادا کرنے کے قابل نہ رہے اور اگر وہ ایک ملک کے طور پر اپنا وجود برقرار ہی رکھے تو صرف ایک طفیلی ریاست کے طور پر زندہ رہے، ہمارے ارباب واختیار، جو کہ خطرے کو سامنے دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھ بند کر رہے ہیں، کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے وطن کی حفاظت فرمائے اور اسے دشمنوں کے موموم عزائم سے محفوظ رکھے، (آمین)۔

اس شمارے میں:۔ اداکار رضا میر سے ملاقات، نازیہ مغل، تحسین اختر کے مکمل ناول، مدیحہ تبسم اور مبشرہ ناز کے ناولٹ، ثمینہ شیخ، مہدیہ شیر دل جدون، شائستہ ساجد اور عقیلہ ہاشمی کے افسانے، اُم مریم اور فوزیہ غزل کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار محمود

حمد باری تعالیٰ

شام شہروں میں شمعیں جلا دیتا ہے تو
یاد آ کر اس نگر میں حوصلہ دیتا ہے تو

آرزو دیتا ہے دل کو موت کی وقت دعا
میری ساری خواہشوں کا یہ صلہ دیتا ہے تو

حد سے بڑھ کر تیز ہو جاتا ہے جب رنگ زمیں
خاک میں اس نقش رنگیں کو ملا دیتا ہے تو

تیز کرتا ہے سفر میں موج غم کو یورشیں
بجھتے جاتے شعلہ دل کو ہوا دیتا ہے تو

دیر تک رکھتا ہے تو ارض و سما کو منتظر
پھر انہی ویرانیوں میں گل کھلا دیتا ہے تو

اے منیر اس بات کے افلاک پر ہونا ترا
اک حقیقت کو فسانہ بنا دیتا ہے تو

منیر نیازی

نعت رسول مقبول ﷺ

دل کی دنیا میں ہے روشنی آپؐ سے
ہم نے پائی نئی زندگی آپ سے

کیوں نہ نازاں ہوں اپنے مقدر پہ ہم
ہم کو ایماں کی دولت ملی آپ سے

کل بھی معمور تھا آپؐ کے نور سے
ہے منور جہاں آج بھی آپ سے

دشمنوں پر بھی در رحمتوں کا کھلا
راہ و رسم محبت چلی آپ سے

دل کا غنچہ چٹکتا ہے صلِ علیٰ
اپنے گلشن میں ہے تازگی آپ سے

ختم ہے آپؐ پر شان پیغمبری
یہ روایت مکمل ہوئی آپ سے

ناصر کاظمی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سید اختر ناز

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

مسجد حرام اور مسجد نبویؐ میں نماز کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میری اس مسجد میں ایک نماز، مسجد حرام کے سوا کسی بھی مسجد میں پڑھی جانے والی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔''

فوائد و مسائل:۔

دنیا میں سب سے افضل مسجدیں تین ہیں، مسجد حرام جس کے اندر خانہ کعبہ ہے، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ، اس لئے ان تینوں مسجدوں کی زیارت کے لئے اور وہاں عبادت کی نیت سے سفر کرنا جائز اور ثواب کا کام ہے، ان کے علاوہ کسی بھی مقام، مسجد، مزار وغیرہ کی طرف اس نیت سے سفر کر کے جانا جائز نہیں کہ وہاں عبادت کا ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ قبرستان میں تو نماز پڑھنا منع ہے اور دوسری تمام مساجد کا ثواب برابر ہے، لہٰذا سفر کا فائدہ نہیں، البتہ مسجد قباء کی فضلیت بھی دیگر احادیث سے ثابت ہے، اس لئے یہ چوتھی مسجد ہے جس کی مدینے میں ہوتے ہوئے زیارت کے لئے جانا مستحب ہے۔

مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ملے، اس لئے جب مدینہ شریف جانے کا موقع ملے تو زیادہ سے زیادہ نمازیں مسجد نبویؐ میں باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس میں چالیس نمازیں پوری کرنے کی شرط نہیں۔

بعض روایات میں مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر آیا ہے، مثلاً سنن ابن ماجہ حدیث: 1413 لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

بیت المقدس کی مسجد میں نماز کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزاد کردہ خاتون حضرت میمونہ بنت سعدؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، میں نے عرض کیا۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں مسئلہ بتا دیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ حشر نشر کی سرزمین ہے، وہاں جا کر نماز پڑھا کرو کیونکہ اس جگہ میں ایک نماز پڑھنا کسی اور جگہ ہزار نمازیں پڑھنے کی طرح ہے۔''

میں نے عرض کیا۔

''یہ فرمائیے کہ اگر مجھے سفر کر کے وہاں جانے کی طاقت نہ ہو؟'' (تو کیا کروں؟)

فرمایا۔

''اس مسجد کے لئے تیل بھیج دو جس سے اس میں چراغ جلائے جائیں جس نے یہ کام کیا، وہ بھی ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو (زیارت کے لئے) وہاں گیا۔''

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ سے تین چیزیں مانگیں۔

''ایسا فیصلہ جو اللہ کے فیصلے کے مطابق ہو۔''

''ایسی بادشاہت جو ان کے بعد کسی کے شایان نہ ہو۔''

''جو شخص بھی اس مسجد میں صرف نماز کی نیت سے آئے وہ گناہوں سے اسی طرح پاک صاف ہو جائے جس طرح اس دن (گناہوں سے پاک) تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''دو چیزیں تو انہیں مل چکیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی مل ہی گئی ہے۔''

فوائد و مسائل:۔

اللہ کے فیصلے کے مطابق کا مطلب یہ ہے کہ انہیں صحیح فیصلے کرنے کی توفیق ملے اور ان سے اجتہادی غلطی نہ ہو۔

پہلی دو درخواستوں کی قبولیت قرآن میں مذکور ہے، ارشاد ہے، ترجمہ:۔ ''ہم نے اسے حکمت دی اور بات کا فیصلہ کرنا۔'' نیز ارشاد ہے۔ ترجمہ:۔ ''انہوں نے کہا، اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے سوا کسی کے لائق نہ ہو، بلاشبہ تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے، چنانچہ ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا، وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے، نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی اور ہر عمارت بنانے والے غوطہ خور شیاطین (جنات) کو بھی (ان کے ماتحت کر دیا،) اور دوسرے (جنات) کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔''

اس حدیث میں بیت المقدس کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

ثواب کی نیت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کجاوے کس کر صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جا سکتا ہے، مسجد حرام، میری یہ مسجد (مسجد نبویؐ) اور مسجد اقصیٰ۔''

فائدہ:۔

کسی اور مسجد، قبر، پہاڑ یا غار وغیرہ کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا زیارت کے لئے جانا ممنوع ہے، صرف یہ تین مساجد ایسی ہیں جن کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے، حجاج کرام کو چاہیے کہ جب مکہ سے مدینہ جائیں تو نیت مسجد نبویؐ کی ہونی چاہیے نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی، کیونکہ قبر کی نیت سے سفر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کجاوے کس کر سفر کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام کی طرف، مسجد اقصیٰ کی طرف اور میری اس مسجد کی طرف۔''

فائدہ:۔

زیارت کے لئے سفر صرف ان تین مساجد کی طرف جائز ہے، اس کے علاوہ کسی جائز مقصد کے لئے سفر کر کے کسی بھی مقام پر جانا جائز ہے، مثلاً حصول علم کے لئے جہاد کے لئے علماء و صلحاء سے ملاقات کے لئے اقارب اور احباب سے ملاقات کے لئے یا تجارت اور ملازمت کے لئے اسی طرح جو شخص مدینہ میں موجود ہے تو وہ مسجد قباء میں جائے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ سفر نہیں۔

مسجد قباء میں نماز کی فضیلت کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت اسید بن ظہیر انصاریؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مسجد قباء میں ایک نماز ایک عمرے کے برابر ہے۔''

فوائد و مسائل:۔

مسجد قباء وہ مسجد ہے جو ہجرت کے بعد سب

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے پہلے تعمیر ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچنے سے پہلے چند روز قباء تشریف فرما رہے اور وہاں مسجد کی بنیاد رکھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ میں ایک بار وہاں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

مدینہ میں قیام کے دوران میں مسجد قباء کی زیارت کے لئے جانا چاہیے تاکہ عمرے کا ثواب حاصل ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا ثواب بھی مل جائے۔

جامع مسجد میں نماز کا ثواب

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کے برابر ہے اور اس کا قبیلے (یا محلے) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچاس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔''

سب سے پہلے منبر کیسے بنا؟

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔

جب مسجد نبویؐ ایک چھپر کی صورت میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ایک تنے کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، ایک صحابیؓ نے عرض کیا۔

''کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بنا دیں جس پر آپ جمعہ کے دن (خطبہ دینے کے لئے) کھڑے ہوا کریں تاکہ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو سکیں اور آپ کا خطبہ (اچھی طرح) سن سکیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ہاں۔''

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (منبر کے) تین درجے بنا دیے، وہی (تین سیڑھیاں) اب (موجود) منبر کا سب سے بالائی حصہ ہے۔

جب منبر تیار ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے اسے اسی مقام پر رکھا جہاں وہ اب ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر منبر پر جانے لگے تو اس تنے کے پاس سے گزرے جس سے ٹیک لگا خطبہ دیا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے آگے بڑھے تو وہ زور زور سے رونے لگا حتیٰ کہ (شدت غم سے) اس کی آواز پھٹ گئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنے (کے رونے) کی آواز سنی تو (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے، اس (تنے) پر ہاتھ پھیرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر منبر پر تشریف لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، جب مسجد نبوی کو (دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے) مہندم کیا گیا اور مسجد کی عمارت میں تبدیلی (اور توسیع) کی گئی تو وہ تنا حضرت ابی بن کعبؓ نے لے لیا، وہ ان کے پاس ان کے گھر ہی میں رہا، حتیٰ کہ بہت پرانا ہو گیا پھر اسے دیمک نے کھا لیا اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

فوائد و مسائل:۔

خطبہ کھڑے ہو کر دینا مسنون خطبہ منبر پر دینا چاہیے۔

بڑھئی کا پیشہ ایک جائز پیشہ ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری خاتون سے کہا تھا کہ اپنے غلام سے منبر بنوا دو اور اس نے بنوا دیا، ممکن ہے پہلے کسی مرد نے یہ تجویز پیش کی ہو، اس کے بعد اس غلام سے کہا گیا ہو اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اس انصاری خاتون کو یاد دہانی کرا دی ہو، (واللہ اعلم) امام اور قائد کو اپنے متبعین کی اچھی رائے قبول کرنی چاہیے۔

جب منبر پہلے پہل بنایا گیا تو اس کے تین درجے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کے نیچے مزید درجات کا اضافہ کر کے اسے مزید بلند کر دیا گیا۔

بظاہر بے جان نظر آنے والی چیزوں میں شعور اور احساس موجود ہے لیکن ہم اسے محسوس نہیں کر سکتے۔

کھجور کے تنے کا آواز سے اس طرح رونا کہ سب لوگ سنیں، ایک معجزہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھنا درست ہے، بشرطیکہ اس نسبت کی صحت کا یقین ہو۔

مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین، مثلاً شیخ البانیؒ ن اسے حسن اور الموسوعۃ الحدیثیہ کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز انہوں نے کافی تفصیل سے اس روایت کی بابت لکھا ہے، دیکھیے (الموسوعۃ مسند الامام احمد: 172,171,35) لہٰذا مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود قابل عمل اور قابل حجت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر بنوایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کی طرف چلے، تنا (ستون) رو پڑا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اسے سینے سے لگایا، تب وہ خاموش ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر میں اسے گلے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔''

حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ وہ کس چیز (کی لکڑی) سے بنا ہوا تھا؟ چنانچہ وہ حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، انہوں نے فرمایا۔

''یہ بات مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا، وہ غابہ کے جھاڑ سے بنا تھا، اسے فلاں خاتون کے فلاں بڑھئی غلام نے بنایا تھا، وہ اسے لے کر حاضر ہوا، جب وہ (اپنے مقام پر) رکھا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلے کی طرف منہ کیا، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے (آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے) تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت کی پھر رکوع کیا، پھر (رکوع سے) سر اٹھایا پھر آپ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے، حتیٰ کہ زمین پر سجدے کیے پھر دوبارہ منبر پر کھڑے ہو گئے اور قرأت کی، پھر رکوع کیا، پھر قومہ کیا، پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹے، حتیٰ کہ زمین پر سجدے کیے۔''

فوائد و مسائل:۔

''مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔'' یعنی جنہیں زیادہ معلوم تھا، وہ فوت ہو چکے ہیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نماز با جماعت میں امام اگر مقتدیوں سے بلند مقام پر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

نماز کے دوران کسی ضرورت سے پیچھے ہٹنے یا آگے بڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

منبر پر کھڑے ہو کر جماعت کرانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اچھی طرح نماز کا طریقہ دیکھ اور سمجھ لیں۔

نماز میں لمبا قیام کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔

''ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز (تہجد) پڑھی، آپ اتنا عرصہ کھڑے رہے کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کرلیا، (ابو وائل) فرماتے ہیں۔

میں نے کہا۔

''وہ کون سا کام تھا؟''

فرمایا۔

''میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔''

فوائد و مسائل:۔

نماز تہجد با جماعت جائز ہے نماز تہجد میں طویل قرأت افضل ہے

شاگردوں کو تربیت دینے کے لئے ان سے مشکل کام کروانا جائز ہے، اگرچہ اس میں مشقت ہو۔

استاد کا خود نیک عمل کرنا شاگردوں کو اس کا شوق دلاتا اور ہمت پیدا کرتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نیکی کا اس قدر شوق رکھتے تھے کہ افضل کام کو چھوڑ کر جائز کام اختیار کرنے کو انہوں نے ''برا کام'' قرار دیا۔

حضرت ابن مسعودؓ کا ارادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کرنے کا تھا، اب اتباع اور محبت کا تقاضا ہے کہ اس نیکی میں آخر تک ساتھ دیا جائے، اس لئے بیٹھ جانے کو انہوں نے برا سمجھا کہ یہ محبت کے تقاضے کے خلاف ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا، حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، عرض کیا گیا۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ نے آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں (پھر آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں؟)''

فرمایا۔

''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

فوائد و مسائل:۔

پیغمبر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ کوئی گناہ سرزد ہو جائے گا تو اس کو پہلے سے معاف کرنے کا اعلان کر دیا گیا، اس سے مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام کا اظہار ہے یا ''گناہ'' سے مراد وہ اعمال ہو سکتے ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مصلحت کی بنا پر افضل کام کو چھوڑ کر دوسرا جائز کام اختیار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اعلا مقام دے تو اسے چاہیے کہ شکر کا زیادہ اہتمام کرے۔

شکر کا بہترین طریقہ عبادت میں محنت کرنا ہے، خصوصاً نماز اور تلاوت قرآن مجید میں، نماز تہجد میں یہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں۔

☆☆☆

انشاء نامہ

اندر کیا ہے کچھ نہیں

ابن انشا

نیو یارک کی خبر ہے کہ وہاں ایک کتاب چھپی اور مہینے بھر میں اس کی پچیس ہزار جلدیں فروخت ہو گئیں، ایک سو ساٹھ صفحے کی اس کتاب کی قیمت تین ڈالر ہے۔

یعنی تیس روپے، مشاقوں کا ہجوم ایسا ہے کہ پبلشر اس کے دوسرے ایڈیشن کی فکر کر رہے ہیں۔

اور اس کتاب کے اندر کیا ہے، کچھ نہیں، سادہ اوراق ہیں، تحریر نہیں کوئی، تصویر نہیں کوئی۔

☆☆☆

ہمارے لئے اس خبر میں کوئی نئی بات نہیں، ہم نے کئی کتابیں پڑھی ہیں جن میں کچھ نہیں ہوتا، آخر میں کچھ ہاتھ نہیں آتا اور ایسی تو بہت ہیں کہ تین چوتھائی سے زیادہ خالی ہوتی ہیں، کسی میں پلاٹ نہیں ہوتا، کسی میں کردار نگاری نہیں ہوتی، کسی میں آغاز نہیں ہوتا، کسی میں انجام نہیں ہوتا، شاعری کی کتاب ہو تو اکثر وزن نہیں ہوتا۔

اور وزن ہو تو اس میں معنی نہیں ہوتے اور اگر وزن اور معنی دونوں ہوں تو شاعری نہیں ہوتی، قصے، کہانیوں اور شاعری کی تخصیص نہیں اور بہت سے مضامین کی کتابیں ہم نے اندر سے خالی دیکھی ہیں، ان کا مطالعہ استاد ذوق کے قصیدے کے اس شعر کی مثال ہے۔

رات بھر ٹھونگا کیا، انجم کے دانے چرخ پیر
صبح دم دیکھا تو واں اصلا شکم میں کچھ نہ تھا

☆☆☆

اتنا البتہ ہے کہ ہماری ان کتابوں کے ورق سادہ نہیں ہوتے، نیو یارک والی اس کتاب میں ورق سادہ چھوڑ دیے گئے ہیں اور شاید یہی اس کی مقبولیت کی وجہ ہے، یوں تو تحریر کی کبھی کوئی قیمت نہیں رہی، آپ سادے کاغذ کا ریم بازار میں جا کر بیچئے پھر چھپے ہوئے اخبار کا ریم لے جایئے اور فرق دیکھ لیجئے، خواہ اس میں ہمارا کالم ہی کیوں نہ چھپا ہو جس میں بے شمار قیمتی بلکہ انمول اور زریں اقوال اور بے بہا اشعار ہوتے ہیں، ڈیڑھ دو روپے سیر سے زیادہ قیمت نہ پائے گا، سادگی کی قدر کا یہ حال ہے کہ پرانے شاعر سادہ رویوں پہ مرا کرتے تھے، جس کے چہرے پر کوئی تحریر ہو، خط وغیرہ اس کی قدر گر جاتی تھی، محبوبوں تک کو اپنے مصحف رخ ہدیہ کرنے پڑتے تھے، دام دے کر خریدتا کوئی نہ تھا۔

☆☆☆

کتاب کو اندر سے سادہ رکھنے میں کئی خوبیاں ہیں، پبلشر کا تو یہ ہے کہ کتابت بچتی ہے، طباعت یعنی چھپائی کی سیاہی بچتی ہے اور مصنف یعنی مضمون تک بچتا ہے، اچھی خاصی کتاب محض پبلشر اور جلد ساز کے تعاون سے تیار ہو جاتی ہے، معاشرے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والے گمراہ نہیں ہوتے، بے راہ روی نہیں پھیلتی، اس میں سرمایہ داری کی حمایت نہیں ہوتی، سامراج کی وکالت نہیں ہوتی، عریانی نہیں ہوتی، ابہام نہیں ہوتا، جہالت نہیں ہوتی، چرب زبانی نہیں ہوتی، تعصب نہیں ہوتا، غلط بیانی نہیں ہوتی، کچھ بھی تو نہیں ہوتا پھر ایسی کتاب یا کتابیں پڑھنے والے کی نظر خراب نہیں ہوتی، اسے عینک نہیں خریدنی پڑتی، اس سے کوئی ادھار نہیں مانگتا، ایک سو ساٹھ صفحے کی کتاب تیس روپے میں اتنی خوبیوں کے ساتھ قطعی مہنگی نہیں، کم از کم ہمیں مہنگی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

معلوم نہیں ہوتی۔

☆☆☆

بین الاقوامی بھائی چارے کے فروغ میں بھی یہ کتابیں بہت کام آسکتی ہیں، ان کی دنیا میں ہر کوئی پڑھ سکتا ہے، ہر جگہ مقبول ہوں گی، اس سے خواندگی اور ناخواندگی کا مسئلہ بھی خوش اسلوبی سے حل ہو جائے گا، کیونکہ کتابوں کو ناخواندہ لوگ نہیں پڑھ سکتے، ان سے محظوظ نہیں ہو سکتے، خواندہ لوگوں کی حد تک بھی یہ وقت ہے کہ جو انگریزی پڑھا ہے، وہ عربی کتاب نہیں پڑھ سکتا اور عربی خواں کے لئے جاپانی زبان میں چھپی ہوئی کتاب بے معنی ہے، آنکھیں جھپکتا رہ جائے گا، اگر یونیسکو جو خود بھی تکلیف اٹھائی ہے، ہمیں بھی تکلیف دیتی ہے، اس قسم کی کتابوں کو رواج دے تو ہماری پبلشنگ کی صنعت بڑی ترقی کر سکتی ہے اور قارئین کا معیار بھی بلند ہو جائے گا، وہ چھپی ہوئی گھٹیا کتابیں نہ پڑھیں گے، تو ضرور بلند ہو جائے گا۔

☆☆☆

ہمارے ملک میں بھی اس قسم کی کتابوں کو رواج ہونا چاہیے، اس کے انگریزی یا امریکی زبان سے ترجمہ کرنے میں بھی کچھ وقت نہیں، کیونکہ اس کے اندر کچھ ہے نہیں ترجمہ کرنے کو، اس کی پروف ریڈنگ بھی آسان ہے کیونکہ اس کے اندر کوئی تحریر نہیں، جس کے ہجے غلط ہو سکیں، اس کو سمجھنے کے لئے کوئی خلاصہ بھی نہیں چاہیے، کوئی استاد بھی درکار نہیں، کوئی مضمون ہو تو خلاصہ ہو، خلاصہ کا خلاصہ کیا معنی۔

☆☆☆

جن لوگوں کو مطالعے کی عادت نہیں، ان میں مطالعے کو فروغ دینے کے لئے بھی یہ نسخہ اچھا ہے، لوگ مطالعے سے نہیں بھاگتے، صرف تحریر سے بھاگتے ہیں، سفید کورے کاغذ سے کوئی نہیں بھاگتا، ویسے تو یہ بات کوئی کتاب سے خاص نہیں، پرانی مثل ہے، تھوتھا چنا باجے گھنا، جتنا کوئی برتن خالی ہو گا اتنی ہی اس میں سے اچھی آواز آئے گی، آپ کے آس پاس جتنے مقبول عام آدمی ہیں، لوگ جن کے آگے پیچھے پھرتے ہیں، کبھی ان کے اندر جھانک کے دیکھیے خالی ہوں گے، بالکل خالی پس اگر ایک خالی کتاب کی اتنی قدر ہو رہی ہے کہ مہینے بھر میں دوسرا ایڈیشن نکل رہا ہے، جبکہ ادب عالیہ کی کتاب کے ایک ہزار نسخے نکلنے میں پانچ سال لگ جاتے ہیں تو کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے، نظیر اکبر آبادی نے جو بات کورے برتن کے لئے لکھی ہے، کورے کاغذ کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں۔

تازگی ذہن کی تری تن کی
واہ کیا بات کورے کاغذ کی

☆☆☆

دور کیوں جائے، یہ ہمارا کالم ہی ہے، کیا اخبار خریدنے والے سب ہی لوگوں نے پڑھا ہو گا، آپ بھی مارے باندھے ان سطور تک پہنچے ہوں گے، حالانکہ دیکھیے ہم اس میں کیا کیا مضمون کھینچ کر لائے، کیا کیا نکتے پیدا کیے ہیں، اگر اس کی جگہ خالی چھوڑ دی جاتی تو سب پڑھتے، یعنی سب کی نظر سے گزرتی، آئندہ ہم اپنی کتابیں بھی سادہ ہی بازار میں لایا کریں گے، ان کے اندر کچھ چھاپ کر ان کو خراب نہیں کیا کریں گے، لوگ چاہیں ان میں حکمت کے نسخے لکھیں، پسندیدہ اشعار لکھیں، فلمی گانے لکھیں، محبوبوں کے نام اور ٹیلی فون نمبر لکھیں یا کچھ بھی نہ لکھیں، کبھی بچے کی ناک پونچھنی ہو تو اس میں سے ورق پھاڑ سکتے ہیں، ہم اس میں ایسا کاغذ لگائیں گے جو اس مقصد کے لئے موزوں ہو، رومال کا کام دے سکے، قیمت بھی تیس روپے سے کم رکھیں گے کیونکہ ہمارا ملک مقابلتاً غریب ہے۔

☆☆☆

اداکار آصف رضا میر سے ملاقات

عبداللہ

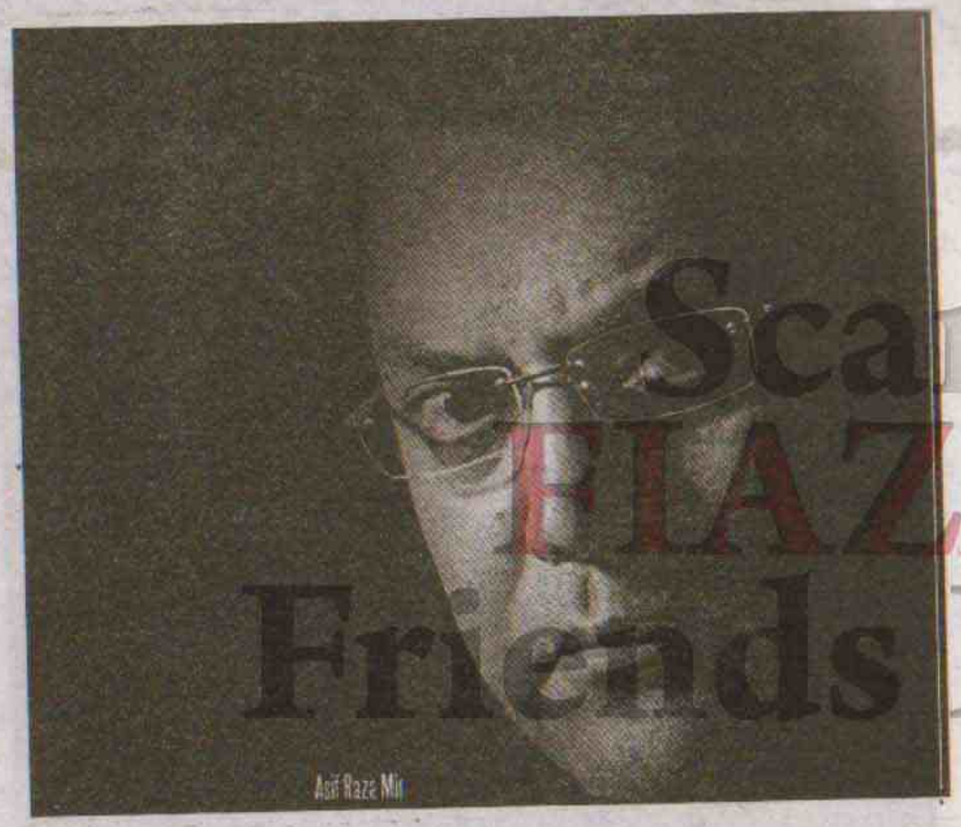

آصف رضا میر ماضی میں پاکستانی فلموں کا ایک معروف ترین ہیرو رہ چکا ہیں، پلے بوائے، مس ہانگ کانگ، ساتھی پرنس وغیرہ آصف رضا میر کی ماضی کی سپر اسٹار اداکارہ بابرہ شریف کی کامیاب ہیرو کے طور پر سپر ہٹ فلمیں تھیں، مگر مقبولیت کے باوجود آصف رضا میر نے اپنے عروج کے دور میں فلموں اور ٹی وی ڈراموں سے ناطہ توڑ کر دیار غیر کینیڈا میں شفٹ ہو گئے اور عرصہ بیس سال تک انہوں نے شوبز کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا مگر چند سال قبل آصف رضا میر نے اچانک شوبز میں انٹری دے کر ایک بار پھر سب کو چونکا دیا، آصف رضا میر جو ماضی میں متعدد پاکستانی فلموں میں ہیرو کے طور پر کام کر چکے ہیں اب ایک بار پھر ٹی وی ڈراموں میں نہ صرف راج کر رہا ہے بلکہ انہوں نے اپنی ذاتی پروڈکشن ہاؤس قائم کیا ہے آج کل ایک نجی چینل پر آصف رضا میر کی پروڈکشن پر مبنی "بیراسائیں" ایک کامیاب ترین سیریل ثابت ہوئی ہے آصف رضا میر جو اس وقت مختلف ٹی وی ڈراموں میں کیریکٹر ایکٹر کے رول نبھانے میں مصروف عمل ہیں ہم نے حنا کے قارئین کی خواہش پر ان سے مختصر انٹرویو قلمبند کیا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

O آصف بھائی! سب سے پہلے یہ بتائیں ہمارے قارئین کو آپ اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے؟

☆ میں روزگار اور اپنے بزنس سیٹل کی غرض سے اپنوں سے کافی دور دنیا کے مختلف ممالک

Scan & PDF FIAZ AHMED Korner.com

میں گزشتہ بیس سال تک رہا اور باوجود اس کہ مجھے ہر وقت اپنوں کی یاد نے تڑپایا اور آج آپ سب کے سامنے ہوں۔

O آپ نے فلمی دنیا میں ایک کامیاب ترین دور گزارا اور ٹی وی کے حوالے سے آپ کا نام آج بھی ناظرین کو یاد ہے مگر آپ نے بام عروج کے دور میں یکا یک سب کو کس کے کہنے پر خیر باد کہا؟

☆ بس میرے دل نے فیصلہ کیا کہ کچھ گھر والوں کی مجبوری تھی اور بزنس (کاروبار) کے حوالے سے مجھے سب کچھ چھوڑنا پڑا۔

O مگر ہم نے سنا ہے کہ آصف نے کسی لڑکی سے شادی کر کے ان کے گھر والوں کی شرائط پر اپنے فن کی قربانی دی تھی کیا یہ بات درست ہے؟

☆ ففٹی ففٹی (قہقہہ)۔

O مطلب آپ نے جس سے محبت کی اس سے آپ کی شادی ہوگئی؟

☆ جی ہاں میں نے زندگی میں جس کو چاہا تھا وہ آج میری شریک حیات ہم سفر ہے۔

O آپ نے اس دوران سب سے زیادہ کس کو مس کیا؟

☆ سچ بتاؤں میں نے پاکستانی ڈراموں کو بہت مس کیا، مجھے ہر وقت اپنے ڈرامے یاد آتے تھے اور میں اپنا یہ شوق وی سی آر پر وارث، سمندر، ان لہی وغیرہ دیکھ کر پورا کرتا تھا۔

O یہ اچانک آپ کو پاکستان آنے کا خیال کیسے آیا؟

☆ مجھے نجانے کیوں دیار غیر میں یہ لگتا تھا کہ میرے پاس سب کچھ ہے مگر باوجود اس کے اپنا فن نہیں، اس لئے میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کر کے ایک بار پھر پاکستان کا رخ کیا اور کراچی میرا چونکہ شروع سے پسندیدہ شہر تھا اور میں نے اپنا مسکن کراچی کو بنالیا اور ٹی

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

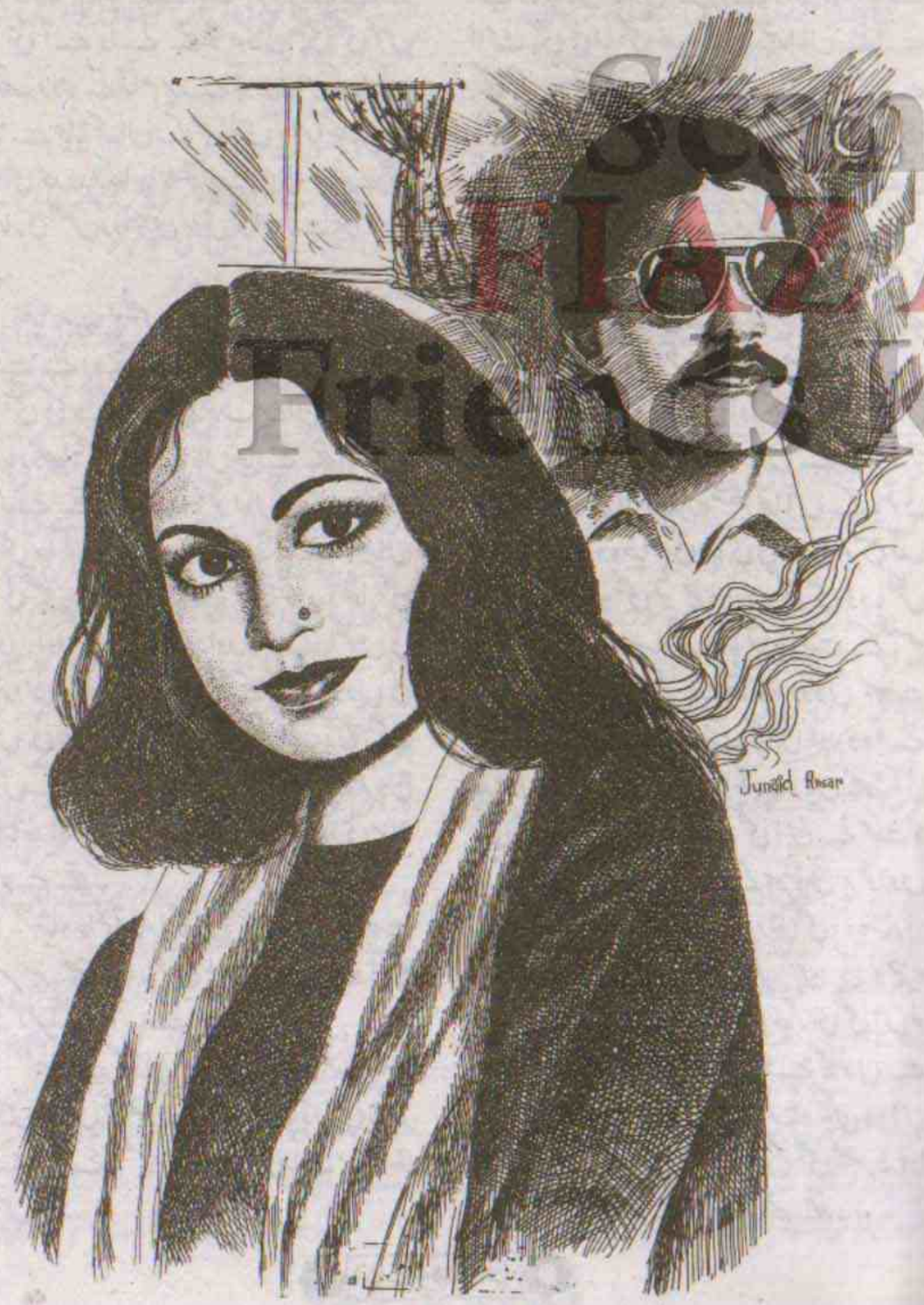

وی ڈراموں میں کام کرنا شروع کیا اور مجھے خوشی ہے کہ ناظرین نے ایک بار پھر مجھے دل سے قبول کیا۔

O آپ کی نظر میں ٹی وی ڈراموں کے حوالے سے ہم نے کوئی ترقی حاصل کی ہے؟

☆ ہمارا ڈرامہ کل کی طرح آب بھی بین الاقوامی سطح پر پاپولر ہے ہم نے واقعی پہلے کے مقابلے میں زیادہ ترقی حاصل کی ہے ہم کل صرف پی ٹی وی کی حد تک محدود تھیں آج ہم سو چینل کے ذریعے دنیا کے بے شمار ممالک میں دیکھے جاتے ہیں اور ہم نے سو فیصد ترقی حاصل کی ہے۔

O آپ آج بھی اسمارٹ نظر آتے ہیں اس کا راز کیا ہے؟

☆ میں کسی سے حسد نہیں کرتا ہوں واک میری کمزوری ہے اور بات رہی اسمارٹ کی میری نظر میں کافی موٹا ہو چکا ہوں پہلے کے مقابلے میں (قہقہہ)۔

O آپ نے اپنا ایک پروڈکشن ہاؤس قائم کیا ہے آپ کی پہلی پروڈکشن ''میرا سائیں'' ایک کامیاب ڈرامہ سیریل ثابت ہوئی اس حوالے سے آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ ''میرا سائیں'' کا موضوع کافی بولڈ تھا اور آپ سب نے میری اس کوشش کو بے حد سراہا اور میرے دوست نعمان اعجاز نے مرکزی کردار میں حقیقت سے قریب تر کردار نگاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناظرین کے دل جیت چکے ہیں۔

O ان فیوچر پلاننگ ز آپ کے پروڈکشن ہاؤس کے حوالے سے کیا ہیں؟

☆ میں اس وقت مزید دو تین ڈرامے لانچ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہوں کچھ میری ذاتی کا پروگرام ہے پاکستان فلم انڈسٹری کو دوبارہ زندہ دیکھنے کا خواب دیکھ رہا ہوں۔

آصف رضا نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہم حنا کے قارئین کے لئے تفصیلی انٹرویو دیں گے،

محبت دلنواز

ثمینہ شیخ

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

آج صبح سے موسم کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے آسمان پر بادل کبھی گہرے ہو کر سارے آسمان پر چھا جاتے اور کبھی مطلع بالکل صاف ہو جاتا اور وہ بڑے انہماک سے گھر کی صفائی میں جتی ہوئی تھی اماں نے کہا بھی تھا موسم ٹھیک نہیں ہے آج صفائی رہنے دو مگر ان کی کون سنتا، شاہ عالم بھیا کے دوست احمر آ رہے تھے اور آج ہی آنے والے تھے تو صفائی یقینی تھی اس ڈرائنگ روم کے تمام پردے بدلے اس کو بڑے سلیقے سے سجایا کہ ان کے مہمانوں کو ڈرائنگ روم تک ہی محدود رکھا جاتا تھا، یہ ان کی روایت تھی اور ہماری بعض روایتیں بڑی خوبصورت ہوا کرتی ہیں۔

بھیا جب پولیس میں بھرتی ہوئے تو وہیں احمر سے ملے وہ چترال سے آیا تھا دونوں کی ذہنی ہم آہنگی کی وجہ سے دوستی خوب پروان چڑھی تھی ایک بار بھیا بھی ان کے ہاں جا چکے تھے اور اب وہ آ رہے تھے وہ جب آیا تو اماں اور ابا بیٹھک میں ہی جا کر مل آئے تھے شاہ عالم نے چھٹیاں لے لی تھیں دوست کو خوب گھمایا جا رہا تھا کبھی کھیتوں اور کبھی آم، امرود اور انار کے باغوں کی سیر کروائی جا رہی تھی، باغ کے اندر پھولوں کی روشیں بنی ہوئیں تھیں ان کے اطراف رنگا رنگ پھولوں کے پودے لہرا رہے تھے بہار اپنے عروج پر تھی تا حد نگاہ ہر رنگ کے پھول اور سبزہ اپنی بہار دکھلا رہے تھے۔

"شاہ عالم تمہارا گاؤں کس قدر خوبصورت ہے سرسبز کھیتوں، باغوں اور پھولوں سے ڈھکا ہوا۔" احمر ایک جوش کے عالم میں بولا۔

"ہمارے گاؤں پر اتنے فریفتہ مت ہونا احمر کہیں اس کی خوبصورتی تمہارے پاؤں کی زنجیر ہی نہ بن جائے۔" تو وہ شاہ عالم کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

احمر کو آئے پانچواں دن تھا وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ گاؤں میں کوئی لڑائی ہوئی تھی پولیس میں ہونے کے ناطے کچھ لوگ شاہ عالم کو بلا کر لے گئے تھے کہ وہ دونوں پارٹیوں کے درمیان تصفیہ کروا دے وہ جانے کے لئے تیار ہو گیا مگر وہ احمر کو کھانے کی تاکید کر گیا تھا، کیونکہ اب وہ واپس جلدی نہیں آنے والا تھا، اچانک لائٹ چلی گئی ابا بھی گھر پر نہیں تھے اماں نے اسے کہا کہ وہ کینڈل جلا کر بیٹھک میں احمر کو دے آئے وہ اندھیرے میں کھانا کیسے کھائے گا، تھوڑش شش و پنج کے بعد وہ موم بتی جلا کر لے گئی تھی دروازے پر دستک دے کر کہا۔

"پلیز کینڈل لے لیں۔" اس دم موم کا ایک قطرہ پگھل کر اس کے ہاتھ پر گرا تو اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور موم بتی ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گری اور بجھ گئی احمر جلدی سے اس کے قریب آیا تھا اور اس نے اپنا لائٹر جلایا تو ایک حیران نظارہ منتظر تھا اس کے یاقوتی لب کھلے تھے وہ خیام کی رباعی کی طرح مرصع لگ رہی تھی اور وہ بھی تو حیران رہ گئی تھی وہ بالکل یونانی شہزادے جیسا لگ رہا تھا یا وقت کے طلسم نے انہیں سحر زدہ کر دیا تھا وہ دونوں مبہوت کھڑے تھے اچانک لائٹ آ گئی اور وہ الٹے قدموں واپس بھاگی مگر اپنا آپ وہیں چھوڑ آئی تھی فنا کا لمحہ ساتھ لے آئی تھی اس نے محبت کا ذائقہ چکھ لیا تھا اس کی نیند کے ہونٹوں پر خوابوں کی خوشبو مسکراتی رقص کرتی پھر رہی تھی، وہ ساری رات سو نہ سکی اس کے الھڑ پن کی نوخیزہ مسکراہٹ گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی اس کو سوچتی تو اپنے دل کی دھڑکنیں اپنے کانوں سے سنتی دل اس کو دیکھنے کی آرزو کرتا، لیکن وہ اس تڑپ کا مزا لینا چاہتی اور پھر موقع بھی میسر نہ ہوا تھا کیونکہ بھیا تو احمر کے ساتھ ساتھ تھے۔

☆☆☆

وہ صحن میں ایک طرف بنے چولہے پر روٹیاں پکا رہی تھی بھیا واش روم میں تھے بیٹھک کی طرف اس کی پشت تھی کہ دل کے لاکھ مجبور کرنے پر اس نے مڑ کر دیکھا تھا، بیٹھک کے پردے کے پیچھے وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا وہ بوکھلا کر سیدھی ہو گئی مگر روٹی ہاتھوں سے الجھ کر گر گئی۔

"اُف!" دانتوں تلے زبان دبالی۔

"وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہونگے میں کس طرح کی لڑکی ہوں بار بار اسے دیکھ رہی ہوں حالانکہ دیکھا تو ایک ہی بار تھا مگر دل ملامت کر رہا تھا، شاہ عالم جیسے خوددار بھائی کی بہن ایسی ہے۔" اور پھر اس نے ایسی نظریں جھکائیں کہ دوبارہ اٹھا نہ سکی، بھیا نے بتایا تھا کل وہ جا رہا ہے یہ سنتے ہی اس کی دھڑکنیں زیر زبر ہوئیں تھیں ایک آس تھی کہ جانے سے پہلے شاید وہ اپنے اقرار کا جگنو اس کی ہتھیلی پہ دھر جائے جس کا نور اس کے سارے وجود کو روشن کر دے۔

☆☆☆

بھیا اور احمر بیٹھک میں سو رہے تھے وہ اماں اور ابا صحن میں چارپائیاں بچھائے سو رہے تھے چاند کی روشنی پورے صحن میں پھیلی ہوئی تھی اوائل گرمیوں کی شب تھی ہوا بھی آہستہ چلتی تو بھی تیز ہو جاتی رات کے وقت باہر کافی ٹھنڈ تھی پورے چاند کی رات تھی اس نے ضد کر کے چارپائیاں باہر بچھائیں تھیں اور پورے چاند کی رات کی تو وہ دیوانی تھی اس کی چارپائی کے سامنے رکھے چولہا نظر آ رہا تھا جس میں اب بھی کچھ کوئلے جل رہے تھے جو ہوا کے چلنے سے جگنوؤں کی طرح چمکتے تھے راکھ ہوا کے ذریعے صحن میں پھیلی ہوئی تھی اس نے سر موڑ کر اماں ابا کو دیکھا وہ سو رہے تھے رات کافی گزر چکی تھی لیکن اس کی نیند آنکھوں سے اڑ چکی تھی اس نے احتیاط سے سرہانے کے غلاف سے سنہری ڈائل والی گھڑی نکالی وہ چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی وہ احتیاط سے گھڑی کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی کبھی اپنی کلائی میں باندھتی کبھی اتار لیتی یہ سب اسے بہت اچھا لگ رہا تھا چاند کی روشنی اور احمر کی گھڑی کی چمک دونوں کی روشنی منعکس ہو کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور یہ گھڑیاں اس کی انمول محبت کی گواہ تھیں۔

آپ کو دیکھ کر لگتا ہے
محبت انمول ہو گی
محبت خوبصورت ہو گی
اگر کبھی ہم سے ٹکرائی تو ہم بھی عرض گزاریں گے
آ کبھی ہمارے دل میں بھی قیام کر
یہیں رہ جا یہیں صبح و شام کر
کر آراستہ میری نیندوں کو میرے رتجگوں کو آباد کر
اے میری محبت دلنواز مجھے تو خود ہی برباد کر

وہ احمر سے یہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ پائی کیونکہ وہ اس کی طرف سے اظہار کی منتظر تھی اچھی کل ہی تو یہ گھڑی اسے غسل خانے سے ملی تھی یاد کرنے پہ اسے یاد آیا تھا کہ یہ گھڑی اس نے احمر کی کلائی میں دیکھا تھا اس نے وہ گھڑی بڑے پیار سے الماری میں رکھ لی تھی سوچا کہ بھیا کو دے دے گی مگر گھر کے کاموں میں لگ کر وہ بھول گئی اور احمر نے بھی گھڑی کا ذکر نہیں کیا تھا اور آج صبح ہی جب بھیا نے احمر سے گھڑی کے متعلق استفسار کیا تھا تو اس نے کہا گھڑی ایک دوست کے پاس ہے، شاہ عالم حیرت زدہ تھے کہ آتے ہی ایسا کون سا دوست بنا لیا۔

"دوستوں کو نایاب اور انمول چیزوں سے ہی نوازا جاتا ہے شاہ عالم!" اس نے شاہ عالم کا کندھا تھپکتے ہوئے بڑے جوش سے کہا تھا۔

"اور وہ گھڑی ہے گواہ ان لمحوں کی کہ میں لوٹ کر دوبارہ آؤں گا۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

"خیریت ہے کیا معاملہ ہے ہم سے چوری

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

چوری ایسا کون سا دوست بن گیا جس کے لئے دوبارہ آؤ گے۔“ شاہ عالم نے ہنستے ہنستے چھیڑا اور اس نے مسکراتے ہوئے چہرہ اوپر کیا تو سامنے دروازے کے پاس وہ کھڑی تھی ہاتھ میں اس کی گھڑی لئے جو بھیا کو دینے آئی تھی۔

تائبہ جسے دیکھ کر وہ چاروں شانے چت ہو گیا تھا جو اسے پریوں کی طرح لگی تھی اتنی خوبصورت اتنی دلکش جیسے شیشے سے بنائی گئی ہو گاؤں کے حسن کو تعلیم نے ایک انوکھا نکھار بخشا تھا، اتنی سادگی میں اس نے ایسا نکھار پہلے کبھی نہ دیکھا تھا وہ وہیں کھڑی تھی وہ آگے بڑھا مگر وہ جلدی سے ہٹ گئی تھی، گھڑی واپس کیے بنا، احمر کی باتیں سن کر وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی اس دن اس کی آنکھوں میں ایک کیف اتر آیا تھا اس پہ سرشاری کی کیفیت وارد ہوئی تھی جس میں بھوک پیاس تک کا احساس مٹ جاتا ہے مست و بے خود۔

☆☆☆

وہ اس کی آنکھیں ویران کر کے چلا گیا تھا احمر کے جاتے ہی شاہ عالم بھی شہر ڈیوٹی پر چلا گیا تو اسے گھر ویران ویران سا لگنے لگا گرمیوں بھری دوپہریں اسے چین نہ لینے دیتیں وہ ماہی بے آب بنی اندر باہر تڑپتی پھرتی محبت نے عجب دھوکہ بازی کی تھی خود تو اس پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تھی مگر محبوب کو دور بہت دور بھیج دیا تھا اور رات رات بھر صحن میں کھڑے اکیلے پیپل کے درخت کے نیچے ٹہلتی رہتی چاندنی میں چاند کو دیکھتی جیسے چاند کے طشت سے وہ ابھی برآمد ہوگا۔

مرقد عشق پر اب اور نہ رویا جائے
رات کا پچھلا پہر ہے چلو سویا جائے

لیکن نیند کہاں تھی شاید پہاڑوں کے اس پار رہنے والے ایک شہزادے کی آنکھوں میں چلی گئی تھی اور یہاں صرف چند لمحے رہ گئے تھے جو اسے ایک پل آنکھیں موندنے نہ دیتے اور کئی شامیں یونہی بے رنگ بے کیف گزر گئیں ہنوز انتظار میں اور بالآخر ایک سال بعد انتظار کا انداز بدل گیا محبت کا انداز بدل گیا شاہ عالم نے احمر کی شادی کے متعلق گھر بتایا تو اس کے دل میں درد کی تیز لہر اٹھی تھی اس نے سب گھر والوں کو مدعو کیا ہے اماں ابا نے کہا لائبہ اور شاہ عالم چلے جائیں، مگر اس نے جانے سے انکار کر دیا اور یوں بھیا اکیلے چلے گئے۔

اس کی واپسی کا انتظار ختم ہو گیا تھا تبھی میں سوچتی تھی احمر پرندے شام کو تنہا کیوں لوٹتے ہیں تمہارا کوئی سندیسہ کوئی پیغام کیوں نہیں لاتے ایک خواب ٹوٹ گیا تھا ایک خواب بچ گیا تھا اب وہ اس کی منتظر نہیں رہی تھی لیکن محبت آکاس بیل کی طرح اس کے روئیں روئیں سے لپٹی ہوئی تھی زمانہ بیت رہا تھا لیکن لیل و نہار کی گردش بھی کبھی رکی ہے، وہ اٹھارہ سے اٹھائیس سال کی ہو گئی تھی بھیا کی شادی ہو گئی تھی وہ اپنے بیوی بچے کے ساتھ شہر میں ہی رہ رہے تھے یہاں گاؤں میں کچے گھر کی جگہ پکی اینٹوں اور ماربل کے فرش والا جدید طرز والا گھر بن گیا تھا جب بچے چھٹیوں میں یہاں آتے تو رونق لگ جاتی، ورنہ وہی ایک سے شب و سحر بے رنگ بے کیف، اماں جو اتنے سال سے اس کی ناں سنتی آ رہی تھی اب اس کی شادی پر زور دینے لگی تھی ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

”تم بے حس اور خود غرض ہو لائبہ اپنا خیال نہیں تو ہمارا خیال کیوں کرو گی تم اس دکھ کی آبیاری کرتی آئی ہو جس کے آخر میں تمہیں کوئی پھل نہیں ملنے والا۔“ ماں کی بات پہ اس نے تڑپ کر سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا تھا۔

”ماں ہوں تمہاری سب جانتی ہوں تمہارا کون سا قدم کہاں پڑ رہا ہے، مائیں تو بیٹیوں کے قدموں کی چال سے اس کا ذہن پڑھ لیتی ہیں تو میں کیسے بے خبر رہتی۔“

”تو آپ نے میرا دکھ کیوں نہ بانٹا مجھے اکیلے میرے دکھ کے ساتھ رونے دیا۔“ وہ شکوہ کرنے لگی۔

”میں تمہاری آنکھوں میں ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں نہیں دیکھ سکتی تھی وہ خواب جنہیں آنکھوں میں بسائے تمہیں مدت ہی کتنی ہوئی تھی۔“ ماں کی باتیں سن کر اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہونے لگی اس کا ضبط جواب دے گیا تو وہ ماں کی گود میں سر رکھ کر رونے لگی ماں اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

”بیٹیاں والدین کے لئے آزمائش ہوتی ہیں لائبہ تم اس آزمائش کو ہمارے لئے سرخروئی بناؤ لائبہ تم صراط مستقیم اپناؤ، تمہیں خود بخود سکون مل جائے گا تم کتنی بڑی بے خبر ہو کہ مشکل وقت میں بھی اپنے رب کو نہیں پکارا تم ”القرآن“ ترجمے کے ساتھ پڑھا کرو اس میں سیدھا راستہ دکھانے والی باتیں ہوتی ہیں بھٹکنے سے بچانے والی۔“ لائبہ کو ماں کتنے مدھم لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔

”مگر میں بھٹکی تو نہیں۔“ وہ تڑپ کر بولی۔

”ہاں مگر اب بھٹک رہی ہو والدین کی نافرمانی کر کے ابھی بھی وقت ہے میری بچی واپس پلٹ آؤ ہمیں بھی اپنے رب کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرنے دو اور خود بھی بیٹی ہونے کے ناطے سرخرو ہو جاؤ۔“ ماں کی باتیں اس کے دل پر اثر کر رہی تھیں واقعی مشکل وقت میں اس نے اپنے رب کو پکارا ہی کب تھا وہ تو سراب کے پیچھے بھاگتی رہی تھی عشق حقیقی کو بھول کر عشق مجازی کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

”لیکن ماں!“ وہ سسکی۔

”لائبہ اچھے ساتھی کا ساتھ زندگی کے سفر کو آسان بنا دیتا ہے۔“ انہوں نے بڑے رسان سے کہا تھا۔

”اگر بچے دکھی ہوں تو والدین سکھی نہیں رہ سکتے اس دنیا میں تو ہم تیری وجہ سے پریشان اور دکھی رہیں گے ہی کیا اگلے جہان میں بھی ہم بے سکون رہیں۔“ اتنا کہنے کے بعد وہ رکی نہیں چلی گئیں تھیں۔

ماں کیا کہہ کر گئی تھیں وہ ٹھیک کہہ گئیں تھیں مگر اس نے محبت بھی تو بلا ارادہ کی تھی محبت اس کے دل پر وحی کی طرح اتری تھی دلکش اور پاکیزہ اسے کیا پتہ تھا دل کے سودے میں خسارہ اس کے نام نکلے گا اور پھر وہ محبت سے لڑنے لگی وہ اس کی محبت کو اسے نوچ کر اپنے دل سے اپنے بدن کے روئیں روئیں سے پھینک دینا چاہتی تھی مگر وہ بہت اذیت میں تھی وہ جتنا اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتی اتنی ہی شدت آ جاتی اس نے اللہ میاں سے عہد کیا تھا وہ محبت سے دستبردار ہو جائے گی، جس سے اس نے خود کو ہی نہیں دوسروں کو بھی دکھی رکھا ہے وہ اسے بھولنے کے سبھی حیلے کر رہی تھی۔

☆☆☆

”احمر میں نے کبھی محبت کے ملنے کی دعائیں نہیں مانگیں میری ہتھیلیوں پر کبھی وصل کے لئے آنسو نہیں گرے لیکن میں آپ کی یاد کو خود سے جدا نہیں کر پا رہی ہوں لیکن میں نے جو اپنے خدا سے عہد کیا ہے اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کروں گی تو میں اس پر ضرور عمل کروں گی۔“ اس نے بڑے عزم سے سوچا تھا اور ایک فیصلے پر پہنچ کر مطمئن ہو گئی تھی۔

کیونکہ آج صبح بھابھی کا بھی فون آیا تھا، انہوں نے کہا تھا۔

”جب نگاہوں کے منظر تبدیل ہو جائیں تو دل کی کیفیات بدل جایا کرتی ہیں تم سفر کا آغاز تو

Scan & PDF
EIAZ AHMED
FriendsKorner.com

کرو، مسافت آسان ہو جائے گی۔'' اس نے بھابھی کی بات سن کر سوچا تھا۔

''بھابھی یہ کہنا آسان ہوتا ہے مگر مسافر پر ہی سفر کی کٹھنائیاں کھلتی ہیں اور پھر جس دن سے وہ عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف بڑھی تھی ایک گونا گوں سکون کی کیفیت وارد ہوئی تھی۔

اور پھر اس کی منگنی کا دن آ پہنچا اداس اداس سا اس کے اندر ایک درد تو تھا مگر اذیت نہیں تھی جو اسے ہر لمحہ بے چین رکھتی تھی لبوں پر اک مسکراہٹ ضرور تھی اس نے اپنے پاؤں ایک نئے رستے پر رکھ دیئے تھے کہ اچانک وہ آ گیا تھا نجانے اسے کیسے خبر ہو گئی تھی اس نے لائبہ کی ماں سے درخواست کی تھی کہ وہ لائبہ سے ملنا چاہتا ہے، تھوڑی پس و پیش کے بعد وہ اسے لائبہ کے پاس لے گئیں تھیں۔

اسے دیکھ کر ایکدم لائبہ کا دل دھڑکا تھا پورے زور سے جیسا بھی بدن کی زنجیریں توڑ کر باہر نکل آئے گا اتنی کاری ضرب تو پہلے نظر کی بھی نہ تھی جتنی آج ہوئی تھی آج شاید قیامت سے پہلے قیامت آ گئی تھی لمحہ حشر اس کے سامنے موجود تھا اور وہ خاموش و حیران۔

''میں سارے فاصلے پاٹ کر آیا ہوں اور ساری زنجیریں توڑ کر، اصولوں کے طوق گلے سے نکال کر پھینک آیا ہوں۔'' وہ بلا تمہید بولا تھا۔

''آج سے دس سال پہلے میری نگاہیں تمہارے انتظار کی راہوں میں الجھ گئیں تھیں تمہاری خوشبو میری سانسوں میں اٹک گئی تھی دس سال سے میں بس اسی اک لمحے میں جی رہی تھی بھلا ایسے بھی کوئی محبت کرتا ہے جیسے میں نے کی ہے اور تم تو دس دن بھی اس محبت کو دامن دل میں نہ رکھ سکے۔'' وہ اس سے یوں شکوہ کناں تھی جیسے ان کے درمیان ذرا بھی تکلف نہ رہا ہو۔

''نہیں یہ جھوٹ ہے میں نے تم سے محبت نہیں عشق کیا ہے تمہاری یاد تمہاری آنکھیں میری آتی جاتی سانسوں کی ضمانت بن گئے تھے بھلے ہی میں کسی اور کے ساتھ جی رہا تھا مگر میری روح ہر پل تمہارے بن تڑپی ہے۔'' احمر یہ الزام سہہ نہ پایا تھا اور اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں تھیں جنہیں دیکھ کر لائبہ کے دل کو بہت تکلیف ہوئی تھی مگر زبان اس کا احتساب کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

''منزل عشق تک پہنچنے کے لئے ہر گام پر آزمائش ہوتی ہے مگر آپ تو بہت کمزور نکلے بڑی جلدی ہار مان لی۔'' وہ خود کو حتی الامکان مضبوط رکھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بھیگا لہجہ سب کچھ عیاں کر رہا تھا۔

''میں کمزور نہیں تھا مگر وقت کی گرفت میں آ گیا۔''

''اور آپ جو ایک خاموش امید اور گونگا لمحہ مجھے تھما گئے تھے انہی کے سہارے میں نے ایک لمبی مسافت طے کی ہے اور تم کیا جانو امید سے بڑھ کر سفاک اور انتظار سے بڑھ کر ظالم کون ہوتا ہے مگر اب میں نے ماضی کی تمام تمنائیں تمام خیالوں کو دل سے بے دخل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' اس کے لہجے کی شکستگی سارا احوال کہہ رہی تھی۔

''لیکن بعض فیصلوں پر عمل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے تم ہاں تو کرو میرا ساتھ دینے کی میں تمہارے والدین اور شاہ عالم سے خود بات کروں گا بھلا انہیں تم سے کچھ عزیز ہو سکتا ہے۔'' وہ رسان سے بولا۔

''وہ میری اور تمہاری خوشی کے لئے مان جائیں گے۔''

''لیکن اب آپ میری خوشی نہیں رہے تو کیا فرق پڑتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور دنیا میں ایک چیز ہوتی ہے عزت جو انسان کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر عزیز ہوتی ہے اور میں اپنے باپ

اور بھائی کا سر نہیں جھکا سکتی اور آپ نے کیسے سوچ لیا برسوں پہلے آپ آئے کسی کو اپنی نظروں کے جال میں الجھایا پھر خاموشی سے چلے گئے اور دس سال بعد لوٹے ہیں اور محبت کے دعوے دار ہیں جبکہ اپنے پیچھے اپنے بیوی بچے چھوڑ کر آئے ہیں لیکن میں اٹھائیس سال کی محبت پہ دس سال نہیں بلکہ دس دن کی محبت کو کیسے فوقیت دوں آپ کیوں آئے، اب آج اس وقت جب سارے فیصلے ہو چکے۔'' وہ بمشکل بول رہی تھی آنکھوں سے آنسو رواں تھے منزل اس کے کتنے قریب تھی مگر انتہائی دور کیا بے بسی سی بے بسی تھی۔

''تم ایک بار مجھ پر اعتبار کر کے تو دیکھو۔'' وہ آگے بڑھا اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ٹھنڈے یخ بے حد سرد ہاتھ۔

''تم ایک بار بھروسہ تو کرو۔'' وہ اس کی آنکھوں میں بے حد غور سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

''آپ چلے جاؤ احمر آپ میرا روزہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں میں نے جو رستہ اپنایا ہے اس پر مجھے ثابت قدم رہنے دو اگر دس سال پہلے یہ ہمت کر لی ہوتی تو سب کچھ تبدیل ہوتا احمر!'' وہ اس کی باتوں پہ تڑپ اٹھا تھا اور اس کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو اپنے پوروں سے چنا تھا اور اس کے سرد ہاتھوں پر پیشانی پر اپنی محبت کی آخری مہر ثبت کی تھی اور پھر پلٹا تھا تو رائیگانی کے ملال نے قدم من من بھر کے کر دیئے تھے۔

''سنیں۔'' لائبہ کی آواز نے اس کے قدم روک لئے تھے وہ وہیں کھڑا تھا تو وہ اس کے سامنے چلی آئی۔

''یہ اپنی نشانی اپنے ساتھ لیتے جائیں۔'' لائبہ نے گھڑی اس کے سامنے کر دی تھی اور احمر نے بھری بھری نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو لائبہ کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

''مجھے لگتا ہے تم مجھے درد کی زنجیر سے آزاد نہ کرنے کا سفاک فیصلہ کر چکی ہو۔'' اور ہاتھ بڑھا کر اس کی سفید ہتھیلی پر سے گھڑی اٹھا لی تھی۔

''شاید میں تمہارے ہاتھوں کی لکیروں میں کہیں نہیں تھا۔'' احمر نے دکھ سے سوچا اس نے گھڑی کو دیکھا تو وہ بند تھی۔

''یہ وہ وقت تھا احمر جب آپ نے مجھے انتظار سونپا تھا انہی ساعتوں میں آپ نے مجھے ایک جھوٹی آس تھمائی تھی آج سب کچھ ختم ہو گیا تو کیا فائدہ اسے اپنے پاس رکھنے کا۔'' وہ تاسف سے گویا ہوئی تھی۔

''میری یادیں دل سے نکال پاؤ گی۔'' احمر کے لب ہلے تھے۔

''کوشش کروں گی ماضی کا سایہ میری آئندہ زندگی پر نہ پڑے۔'' وہ زہریلی ہنسی ہنس دی اور وہ شکست خوردہ قدموں سے وہاں سے نکل گیا اس کی قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی جن میں واضح بار لائبہ نے محسوس کی تھی لیکن کیا کرتی وہ مشرق کی بیٹی تھی والدین کے کیے گئے ایک بار کے فیصلوں سے انحراف برتنا اس کے بس میں نہ تھا اور اس دلنواز محبت نے دونوں کو لوٹ لیا تھا۔

☆☆☆

ہماری مطبوعات

ماں جی	قدرت اللہ شہاب
یا خدا	〃
طیف نثر	ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف غزل	〃
طیف اقبال	〃
انتخاب کلام میر	مولوی عبدالحق
قواعد اردو	〃

لاہور اکیڈمی - لاہور

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

میرے ساحر سے کہو

ام مریم

پچھلی قسط کا خلاصہ

نگین باپ کی بیماری کا سن کر خود کو روک نہیں پاتی اور ہاسپٹل ان سے ملنے چلی جاتی ہے جہاں عنایت علی شاہ ضمیر کی عدالت میں پیش ہیں، وہیں نگین کی ملاقات شہریار کے ساتھ زوحا، صوحا اور سلطان شاہ سے بھی ہوتی ہے، وہ سب کو اپنے اور داؤد کے رشتے کا بتاتی ہے۔

وقاص، نگین کی تاکید پہ عنایت علی شاہ کی خبر گیری کو ہاسپٹل آتا ہے تو زوحا سے اس کا پہلا ٹکراؤ ہوتا ہے، زوحا کو وہ اپنے لئے دیئے انداز اور بے نیازی کے ساتھ بہت بھاتا ہے وہ اسے قدم قدم پہ تنگ کرتی ہے۔

رابیل کو نا چاہتے ہوئے بھی شہریار کے ساتھ ہاسپٹل جانا پڑتا ہے مگر راستے میں وہ شہریار کو کھری کھری سنا کر بھی کلستی رہتی ہے، ہاسپٹل میں اس کا سامنا ایک عرصے بعد داؤد حسن خان سے ہوتا ہے وہ خود کو بے حد اذیت سے دوچار محسوس کرتی ہے ایسے میں شہریار کا جذباتی سہارا اسے بہت حوصلہ دیتا ہے مگر وہ یہ سہارا لینے کو آمادہ نہیں۔

وقاص رابیل کو دیکھ کر پھر سے اپنے اندر اکھاڑ پچھاڑ سی محسوس کرتا ہے وہ اس اذیت سے چاہ کر بھی فرار حاصل نہیں کر پا رہا۔

طارق اماں کے بلاوے پر نا چاہتے ہوئے بھی جانے کو تیار ہے، پریشے اسے بہت خوشی سے رخصت کرتی ہے مگر طارق کا دل بوجھل رہتا ہے، اماں کے رشتہ مانگنے پہ ماہ نور بہت سخت الفاظ میں فاروق سے انکار کرتی ہے جس پر فاروق ہرٹ ہو کر طارق کو سب کچھ بتا کر جلد آنے کی تاکید کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

اٹھائیسویں قسط

Scan & PDF
IJAZ AHMED
FriendsKorner.com

فاروق، ضوبا اور طارق شیرازی کے ہمراہ تائی اماں، ماہ نور کو پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کرا کے لے گئی تھیں، اب گھر کے لوگ تھے جانے کی تیاریوں میں مصروف، ماما دو تین مرتبہ رابیل سے بھی تیاری کا کہہ چکی تھیں مگر وہ تو گویا ان سنی کیے لاپرواہ سے انداز میں اپنی بجائے ان کی تیاری کرانے میں مصروف تھی، جانے کیا دل میں ٹھان رکھی تھی ماما کو کئی مرتبہ اس سوچ سے تشویش نے گھیرا مگر دانستہ کچھ کہنے سے احتراز برتا، پاپا کی فرمائش پہ وہ کچن میں آ کر چائے بنانے لگی تھی جب کسی ایسے ہی موقعے کی تاک میں شہریار بھی لپک کر اس کے پیچھے آیا تھا۔

''بیبہ پلیز ایک کپ چائے کا میرے لئے بھی بنا دو اگر زحمت نہ ہو تو۔'' آخری فقرہ اس نے دانستہ کہا تھا، دل جواب میں کسی خوش فہم سے فقرے کو سننے کا خواہش مند تھا۔

''نہیں زحمت کیسی، جبکہ انسان کو یہ بات بھی پتہ ہو کہ یہ ایسا کام ہے جو آپ زندگی میں آخری بار کرنے والے ہیں تو چاہے وہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو طبیعت پہ گراں نہیں گزرتا۔'' پانی بڑھاتے ہوئے وہ اطمینان بھرے انداز میں کہہ رہی تھی، شہریار نے بہت الجھ کر بلکہ ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

''آخری بار؟''

''خدانخواستہ ایسا کیوں کہا تم نے بیبہ!'' اس کا دل انجانے خدشات کی یلغار لئے زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''تمہیں یاد ہے شہریار کل رات میں نے تم سے کچھ مانگا تھا اور تم نے وعدہ بھی کیا تھا؟''

''ہاں بالکل یاد ہے بلکہ سچ پوچھو تو میں اسی سلسلے میں بات کرنے کو تمہارے پاس آیا ہوں، کہو نا کیا بات ہے؟'' شہریار نے جواباً بہت تجسس اور وارفتگی سے اسے دیکھا ایسی وارفتگی جس میں محبت مان اور اپنائیت کے رنگ تو تھے ہی بے تابی بھی چھلکی پڑ رہی تھی۔

رابیل نے کھولتے ہوئے پانی میں پتی ڈالتے ہوئے نگاہ بھر کے بہت دھیان سے اسے دیکھا، وہ کتنا فریش اور خوش باش نظر آتا تھا اس کے اندر ایکدم زہر اترنے لگا۔

''مما مجھے اپنے ساتھ گاؤں یعنی تمہاری حویلی لے جانا چاہ رہی ہیں، وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہیں تمہاری بیوی کی حیثیت سے مجھے وہاں ہی جانا چاہیے مگر مسئلہ یہ ہے کہ میں وہاں جانا نہیں چاہتی۔''

''نو پرابلم بیبہ! جہاں تم رہنا چاہو گی میں وہیں رکھوں گا تمہیں آئی تھنک ماما کو بھی اعتراض نہیں ہو گا، بس ہم سب تمہاری خوشی چاہتے ہیں۔'' وہ سانس لینے کو رکی تھی جب شہریار نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا تو رابیل نے ایک بار پھر تیکھی سرد سی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی، ہم نہیں صرف میں اور ایز د! مجھے اب کسی بھی صورت تمہارا ساتھ قبول نہیں ہے، یہ مجبوری کا بندھن تھا، تم جانتے ہو مجھے ساتھ تو تمہارا ابھی بھی قبول نہیں تھا مگر اب سمجھو کہ میں اس نام نہاد بندھن کے سارے تقاضے ختم کر دینا چاہتی ہوں، جتنی نفرت مجھے تم سے ہے اس کے بعد یہ ہی میرا حتمی فیصلہ ہونا چاہیے تھا جو میں نے کر لیا کہ ہم الگ الگ تو ہیں ہی کیوں نہ ضابطے کی کاروائی بھی مکمل ہو جائے، مجھے تم سے طلاق چاہیے ابھی اور اسی وقت تمہیں اپنا وعدہ یاد تو ہے نا؟ اور تم انکار نہیں کرو گے، اگر کرو گے بھی تو میں اپنے اس حق کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی میں نے کہا نا تمہارے لئے میرے دل میں کسی قسم کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔'' اتنی بڑی بات کہتے ہوئے بھی نہ اس کا لہجہ کانپا تھا نہ لرزا تھا وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی، اس کے

دل میں شہریار کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی ورنہ وہ اتنی مضبوط نظر آتی بھلا؟ جبکہ شہریار کا رنگ ایکدم پیلا پڑ گیا تھا، دھواں ہوتے چہرے اور پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ وہ گنگ سا کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا جبکہ رابیل نے اسی اطمینان بھرے انداز میں کپ میں چائے نکال کر اس کے سامنے سلیب پہ رکھا اور دوسرا خود اٹھائے باہر نکل گئی تھی۔

☆☆☆

وہ باتھ لے کر نکلا تھا، تولیے سے گیلے بال رگڑ کر خشک کرتے ہوئے اپنے دھیان میں ڈریسنگ ٹیبل تک آیا، تولیہ اتار کر بیڈ پہ پھینکا برش اٹھانے کو ڈریسنگ ٹیبل کی سمت متوجہ ہوا تو ''آئی ایم ساری'' کے کارڈ پہ نظر گئی جس میں اداسی کے منظر کو جی بھر کے نمایاں کیا گیا تھا، اس نے یونہی سرسری سے انداز میں اٹھا کر کھولا، ماہ نور کی جانب سے تھا اس کے نام اس کے چہرے پہ عجیب سا تاثر ابھر آیا اور نظریں اس نظم پہ آن ٹھہریں جو بہت خصوصیت سے یقیناً اسے ہی مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔

کہیں ایسا نہ ہو جاناں!
کہ میرا عکس چپکے سے
تیری آنکھوں سے مٹ جائے
تیری جانب پلٹنے کا ہر اک رستہ
کہیں نہ بند ہو جائے
میری یادوں کا ہر پنچھی
میرے ہاتھوں سے نکلے فلک پر آباد ہو جائے
یا پھر برباد ہو جائے
میرا دل اب کے سینے میں دھڑکنے سے مکر جائے
انا کی سبز ٹہنی کو میں خود ہی توڑ دیتی ہوں
تمہارے واسطے جاناں ضد اپنی چھوڑ دیتی ہوں

وہ ایک دم ہونٹ بھینچ کر جیسے خود پہ ضبط کر گیا، (یہ خوب رہی من کی مراد پا کے اپنی ضد اور اکڑ کی بدولت اپنا کہا پورا کر کے بھی محترمہ اب احسان ہمارے اوپر رکھیں گی، اس کے دل و دماغ میں زہریلا دھواں بھرنے لگا)، وہ اتنا بددل ہوا کہ جی چاہا ادھ پڑھا کارڈ ہی واپس ڈال دے مگر وہ خود پسند انا پرست محترمہ کے تمام فرمودات پہ نظر ڈال ہی لینا چاہتا تھا، جبھی جبراً ہی سہی مگر نگاہ کو پھر سے کارڈ پہ بکھرے لفظوں پہ جمائی۔

یہی ضد تھی تمہاری نا کہ خود سے نہیں کہتی میں
فقط میری زباں سے میرا اقرار سننا چاہتے تھے نا
تو میں کہتی ہوں میری جان مجھے تم سے محبت ہے
سنو جاناں! مجھے اب یہ اعتراف برملا ہے کہ
میری رگ رگ میں خوں بن کے تو بہتا ہے
میری آنکھوں میں تو
اک حسیں خواب بن کے رہتا ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کہ میرے جسم کا ہر حصہ سینے کی ہر دھڑکن
اور یہ سانس کہتی ہے
مجھے تم سے محبت ہے
یہی سچ ہے
مجھے تم سے محبت ہے

طارق نے ایک سرد آہ بھری اور کارڈ واپس اس کی جگہ پہ ڈال کر برش اٹھالیا، تبھی نیوی بلیو سوٹ میں ریشمی دوپٹے کو سنبھالتی ماہ نور اندر چلی آئی تھی، اس نے درزیدہ نگاہ پہلے طارق شیرازی پھر ٹیبل پہ اسی جگہ پڑے ہوئے کارڈ پہ ڈالی اور جیسے کوئی بھی نتیجہ اخذ نہ کرتے ہوئے بے کل سی ہو گئی۔

"ہو گئے آپ تیار؟" وہ شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا اس کی سمت متوجہ نہیں تھا اس نے دانستہ اپنی جانب متوجہ کرانا چاہا، طارق نے محض ایک نگاہ اس پہ ڈالی جواب دینے سے البتہ اعتراز کیا تھا، ماہ نور نے آگے بڑھ کر وارڈ روب کھول کر اس کے ڈریس کی میچنگ کے موزے نکالے تھے پھر شو ریک سے جوتے اٹھا کر اس کے نزدیک لا رکھے۔

"میرا خیال ہے انہیں پالش کی ضرورت ہے؟" اس نے خود کلامی کی تھی پھر دراز سے پالش اور برش نکال کر وہیں بیٹھ کر تندہی سے اس کے جوتے چمکانے لگی، طارق جو ڈریسنگ ٹیبل کے اسٹول پہ بیٹھ کر موزے پہن رہا تھا ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگا، عجیب بے نیاز سا مستانہ سا انداز تھا اسے جانے کیوں آکورڈ فیل ہوا تبھی ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے اپنا جوتا واپس لے لیا۔

"یہ آپ کے معیار کے کام تو نہیں ہیں ماہ نور! کیوں خود کو تھکاتی ہیں؟" اس کے لہجے کی تھکن اور افسردگی محسوس کی جانے والی تھی یوں جیسے وہ خود سے بھی عاجز ہو بے بسی کا ایک انوکھا احساس تھا جو چونکاتا تھا، ماہ نور نے ایکدم سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مجھے آپ کے کام تھکائیں گے نہیں طارق میں تو....." معاً وہ ایک دم خاموش ہوئی، بے تاب نظریں پھر سے الجھن آمیز انداز میں کارڈ کا طواف کر کے لوٹیں۔

"طارق!" اس نے بہت جھجک کر پکارا۔

"ہوں۔" وہ جو پھر سے موزے پہننے میں مصروف ہو چکا تھا خفیف سا چونکا۔

"آپ نے وہ کارڈ دیکھا؟" وہ انگلیاں چٹخا رہی تھی، طارق کے دل نے متاسفانہ سی آہ بھری اور مختصر اً بولا۔

"ہاں دیکھا۔"

"میرا مطلب پڑھا؟" اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی بے چینی کچھ اور بڑھ گئی۔

"ہاں پڑھا۔" وہ ابھی بھی اتنا ہی لاتعلق اور کم صم نظر آیا تھا، ماہ نور کا دل جو بے تحاشا دھڑک رہا تھا یک دم ساکن رہ گیا، (پڑھ لیا پھر بھی انہیں کوئی فرق نہیں پڑا؟ ہائے میرے اللہ اب اس سے بڑھ کے کیا کروں میں؟) وہ ساکن بیٹھی اسے یہاں وہاں پھر کے اپنی تیاری مکمل کرتے دیکھتی رہی اور جب وہ بیگ اٹھائے پلٹا تو جیسے ماہ نور کا یہ سکتہ ٹوٹ گیا، وہ ایکدم تڑپ اٹھنے کے انداز میں اس کی راہ میں حائل ہوئی تھی۔

"کیا سمجھوں میں آپ کی اس خاموشی سے؟"

(اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر منانے کی کوشش کی ہے، پھر بھی صاحب کو انا کے بنڈل ختم نہیں ہونے میں آتے اس سے بڑھ کر بھی کوئی انسلٹ ہو سکتی ہے۔)

اس کی سر بلند انا بری طرح سے بلبلائی، جبکہ طارق اس موقع کی مداخلت پہ کس قدر جھنجھلایا تھا۔

"میں آل ریڈی بہت ڈسٹرب ہوں ماہ نور! پلیز مجھے اور پریشان مت کرو۔" اس کے لہجے و انداز میں کس قدر بے زاری تھی جسے ماہ نور نے محسوس کیا اور توہین کے احساس سے گویا سر تا پا جل اٹھی، جبھی ناک چڑھا کر نخوت و تندی سے بولی تھی۔

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے جواب دیں مجھے پھر ہی جا سکیں گے۔" اس نے کس قدر رعب سے کہا اور اپنے پیچھے کھٹاک سے بند دروازے کو لاک لگا دیا، طارق نے اس کی اس درجہ حرکت کے مظاہرے کو ششدر ہو کے دیکھا، وقت بھی کیسے کیسے رنگ دکھلاتا ہے، وہ بھی وقت تھا جب وہ نگاہیں فرش راہ اس کا منتظر تھا اور آج خود وہ اس کے لئے جتن کر رہی تھی مگر کیا ہو سکتا تھا کہ دل کے دھاروں نے تمام رو خ ہی تبدیل کر لئے تھے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے، مجھے ڈیوٹی پہ پہنچنا ہے، تم جانتی بھی ہو، دروازہ کھولو۔" اسے یکا یک بے حد و بے حساب غصہ آ گیا تھا۔

"یہ نہیں کھلے گا۔" ماہ نور نے ہٹ دھرمی سے کہا تھا پھر چلبلا کر بولی۔

"میں آپ کے لئے اتنا کچھ کروں اور آپ مزے سے اپنی راہ لیں یہ بھی خوب رہی اتنے تو گرے پڑے ہم بھی نہیں صاحب!" وہ دروازے تک اسے پہنچنے کی راہ میں حائل اسے روکنے کی کوشش میں تھی اور طارق ہرگز رکنے پہ آمادہ نہیں تھا، اس زور زبردستی دھکم پیل میں وہ اس کے بے حد نزدیک آ گئی تھی اتنی نزدیک کہ طارق کی ابھتی گرم خوشبودار سانسیں قربتوں کی آنچ اور دھڑکنوں کا شور جیسے اس کے وجود میں ہلچل مچانے لگا تو چہرے پہ جانے کیسے انہونے سے جذبوں نے سرخیاں پیدا کر دیں، جبکہ طارق اس کے برعکس کچھ بے زار کچھ اکتایا ہوا نظر آتا تھا، اس کی بات پہ جیسے غصے سے بھڑک اٹھا۔

"کیا کہا ہے تم نے اسپیشل میرے لئے؟ اپنی شرائط پوری ہو گئیں تو میری جانب پلٹی ہو۔"

"پلٹی تو ہوں نا آپ کے لئے یہی بہت ہونا چاہیے۔" اس نے بڑے نخوت سے جواب دیا، پہلی بار تھا کہ اس کی قربتوں میں گھبراہٹ شرم یا ناگواری کے احساس کی بجائے اس کے تن بدن میں ایک سرخوشی ایک ترنگ ایک سرمستی سی بھرتی جا رہی تھی، وہ اسے زبردستی دھکیلتی ہوئی دروازے سے کمرے کے بیچ لے آئی تھی اور طارق کی جھنجھلاہٹ تھی کہ نقطہ عروج پہ جا پہنچی تھی۔

"تمہاری یہ حیثیت میں نے نہیں قسمت نے دلائی ہے۔" وہ زچ ہوا۔

"مجھے بھی پتہ ہے خدا کو ہی مجھ پہ رحم آیا ہے ورنہ میں جانتی ہوں کہ....."

صرف اس تکبر میں اس نے مجھ کو جیتا تھا
ذکر نہ ہو اس کا بھی کل کو نارساؤں میں

وہ بڑے نارمل سے انداز میں بولی تو طارق نے ہونٹ بھینچے اور اسے اپنے سامنے سے ہٹا کر سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہ رہا تھا کہ ماہ نور نے کس قدر جھنجھلا کر قلیش میں مبتلا ہوتے ہوئے اسے پوری قوت سے پیچھے کی جانب دھکا دیا، طارق کو یقیناً اس سے ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی جبھی

FIAZ AHMED

توازن کھو کر گرا تو سنبھلنے کو بالکل لاشعوری طور پہ ماہ نور کا سہارا لینا چاہا گرنے سے تو کیا بچتا الٹا اس کا بازو ہاتھ میں آیا تو ماہ نور بھی اس کے ساتھ ہی گرتی چلی گئی، بیڈ پہ وہ اوپر نیچے گرے تھے، چوٹ تو نہیں لگی مگر طارق کے حواس ضرور اس لئے بھی مختل ہو گئے کہ ماہ نور پورے وزن سمیت اس کے اوپر آپڑی تھی، طارق جتنا بھی جز بز ہوا تھا اس کے برعکس ماہ نور اسی قدر بے نیاز اور مطمئن نظر آتی تھی، کسی قسم کی افراتفری سے فاصلہ بڑھانے کی بجائے اس نے اسی پوزیشن میں رہتے ہوئے اپنی کہنیاں اس کے سینے پہ ٹکائیں اور چہرا جھکا کر اپنا ماتھا اس کی پیشانی سے ٹکاتے ہوئے ہونٹ سکوڑ کر انداز کی سرمئی و بے نیازی کی بجائے برہمی و خفگی سے بولی تھی۔

"مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت بس پریشے درانی سے ہے، میرا بس چلے تو کسی کے شوہر پہ ڈورے ڈالنے والی اس خوبصورت چڑیل کو شوٹ کر دوں۔" حسد و رقابت کی آگ نے اس کے چہرے پہ ایک الاؤ سا روشن کر ڈالا تھا، طارق جو اس ساکن کر دینے والے ناز و ادا پہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا اس بات پہ جیسے ناگواریت کے احساس سمیت طیش پہ قابو پاتے بنا حلق کے بل چیخ اٹھا۔

"جسٹ شٹ اپ ماہ نور! پریشے کے لئے میں اتنے فضول الفاظ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔" اس نے ایک ہی جھٹکے میں ماہ نور کو خود سے دور جھٹک دیا تھا اور ماہ نور جو اپنے تئیں سمجھ رہی تھی اس پر فسوں قرب کی طلسماتی کشش کے حصار کو توڑنا طارق کے بس کی بات ہی نہیں ہے اس انسلٹ پہ پہلے تو پتھرا سی گئی جبکہ سنبھلی تو گویا اس کے وجود میں اشتعال کی اٹھتی لہروں نے طوفان برپا کر دیا تھا اس نے جلتی سلگتی آنکھوں سے طارق کے چہرے کے پتھریلے تاثرات کو دیکھا اور اس کی توجیہہ سوچی۔

"پریشے کی وجہ سے پریشے کی وجہ سے۔" اس کا فشار خون بڑھنے لگا۔

"میں اس سے بھی بڑے الفاظ استعمال کروں گی اس کے لئے اور آپ مجھے روک نہیں سکتے، جتنا نقصان اس نے میرا کیا ہے اسی حساب سے میں اس سے نفرت بھی کروں گی۔" غم و غصے کی شدتوں سے وہ پھر اٹھی تھی، طارق نے طیش بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا پھر ہونٹ سکوڑ کر بولا تو لہجہ بے حد سرد اور اکڑا تھا۔

"اس نے تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا، اپنے ہر نقصان کی تم خود ذمہ دار ہو مگر یہ سمجھنے اور سوچنے کے لئے ایک مصفانہ سوچ بھی چاہیے ہوتی ہے جس سے بہر حال تم محروم ہو۔" طارق نے ایک طرح سے اس کے سامنے آئینہ لا رکھا۔

"آپ جو بھی کہیں وہ ہے تو قابل نفرت ہی۔" وہ جو اپنی توہین و سبکی پہ ابھی تک کلس رہی تھی نفرت بھرے انداز میں اپنی بات پہ شد و مد سے زور دیا، طارق نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا اور آہ بھرنے کے انداز میں بول پڑا تھا۔

"مگر وہ تو تم سے نفرت نہیں کرتی، الٹا اس بے وقوف کو تم سے ہمدردی ہے شاید محبت بھی؟ اس میں اور تم میں یہی تو فرق ہے، طارق شیرازی کو اپنی طرف متوجہ کرنا اسے جتنا اور اپنی محبت میں پاگل کر لینا اتنا آسان کہاں تھا ماہ نور! تم نہ کر سکیں یہ سب، بلکہ جو احساس تھا اسے بھی نوچ پھینکا، فرق یہی تھا کہ تم اس جیسی نہیں تھیں بن ہی نہیں سکتیں۔" وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا، وہ جیسے خود کلامی کے انداز میں گویا تھا، مگر ماہ نور نے ایک ایک لفظ تو کیا ایک ایک حرف گویا تولا تھا اور قائل

ہونا تو دور کی بات ہی البتہ اپنے اعصاب کو مفلوج ہوتا محسوس کیا، وہ خود گواہ ہی تھی خاندان کی ہی بیشتر لڑکیاں خاص طور پہ منیبہ نے کیسے ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگایا تھا طارق شیرازی کی ذرا سی بھی توجہ حاصل کرنے کو مگر حاصل وصول کچھ نہیں تھا، اس کے تصور میں پریشے کا نرم و نازک مومی سراپا اور سوگوار سی آنکھیں لہرائیں، وہ بہت خوبصورت تو نہیں تھی ہاں اس میں کچھ خاص تھا، شاید اس کا پروقار انداز اس کے نشست و برخاست کے ہر انداز میں ایک تمکنت ایک ہجاب کا رنگ تھا اور شاید یہی اس کی انفرادیت تھی، اس کے مکمل مشرقی یا پھر کچھ اور جو ایک آدھ ملاقات میں وہ نوٹس نہیں کر پائی طارق کو کس چیز نے متاثر کیا وہ سمجھنے سے قاصر رہی، اس کا چہرا دھواں ہوا تھا اور اعصاب ایکدم کشیدگی کا شکار ہو گئے، اس نے ڈوبتی نظروں سے طارق کو دیکھا وہ اس کی سمت متوجہ اس کے تاثرات کو بغور تک رہا تھا، گہرا سانس بھر کے کس قدر پژمردگی سے بولا تھا۔

"کچھ لوگ اپنے مزاج اور عادات کے برعکس نصیب کے بہت اچھے ہوتے ہیں، تمہارا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے ماہ نور! بے فکر ہو جاؤ میں جہاں کہیں بھی چلا جاؤں تمہارا ہی رہوں گا، اس لئے بھی کہ پریشے نے میرا پروپوزل رد کر دیا ہے، وہ مجھ سے عشق کرتی ہے پر شادی نہیں کرنا چاہتی جانتی ہو کیوں؟ تمہاری وجہ سے ماہ نور، وہ تمہیں اذیت کا شکار کرنے پہ آمادہ نہیں، میں نے کہا تھا نا وہ بہت مختلف ہے تم سے بلکہ شاید دنیا کی تمام عورتوں سے، دیکھا ہے تم نے کبھی ایسا اعلیٰ ظرف دل؟" وہ رک کر پوچھنے لگا، پھر جب دوبارہ بولا تو لہجے کی آزردگی اور تھکان کچھ اور بھی بڑھ چکی تھی۔

"تم میری جانب آئی ہو تو میں تمہیں جھٹلا کر نہ تو اپنا کوئی پرانا بدلہ چکا رہا ہوں نہ ہی اپنی مردانگی کو کوئی تسکین پہنچا کر کوئی کمینی خوشی محسوس کر رہا ہوں، میں ایک بار پھر کہوں گا ماہ نور میں تم ظرف نہیں ہوں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جو زیادتی تمہاری وجہ سے پریشے کے ساتھ ہوئی اس کے بعد میرے اندر کا ملال ختم ہو رہا، تم دعا کرنا میں جلد سنبھل سکوں، تم میری اولین چاہت تھیں میں تمہیں مکمل آمادگی کے ساتھ اپنانے کا خواہش مند ہوں تا کہ تمہاری توہین نہ کر سکوں، میرا خیال ہے کہ اس میں تم اپنی توہین یا سبکی کا کوئی پہلو نہیں نکالو گی، اب چلتا ہوں اللہ حافظ۔" وہ اس کا رخسار سہلا کر کہتا مضبوط قدم اٹھاتا چلا گیا، ماہ نور جیسے ابھی تک غیر یقین تھی کہ طارق نے اس کی طرح توہین آمیز انداز میں اسے جھٹکا تھا نہ ہی اس کی عزت نفس پہ حملہ آور ہو کر طعنے تشنے پہ اترا تھا اس کے باوجود وہ غم و غصے اور صدمے سے پاگل ہونے لگی تھی، جبھی ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر ہچکیوں اور سسکیوں سے روتی چلی گئی، یہ کیسا وقت آیا تھا کہ اس کی انا اس کا پندار ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا تھا اور وہ اضطراب میں ہونٹ مچل رہی تھی۔

تراش کہ میرے بازو اڑان چھوڑ گیا
ہوا کے پاس برہنہ کمان چھوڑ گیا
رفاقتوں کا میری اس کو دھیان کتنا تھا
زمین لے لی مگر آسمان چھوڑ گیا
جو بادلوں سے بھی مجھ کو چھپا کے رکھتا تھا
بڑھی ہے دھوپ تو بے سائبان چھوڑ گیا
نکل گیا ہے کہیں ان دیکھے پانیوں کی طرف

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

زمین کے نام کھلا بادبان چھوڑ گیا
عقاب کو تھی غرض فاختہ پکڑنے کی
جو گر گئی تو یونہی نیم جان چھوڑ گیا
نہ جانے کون سا آسیب دل میں بسا ہے
کہ جو بھی ٹھہرا وہ آخر مکان چھوڑ گیا
عقب میں گہرا سمندر ہے سامنے جنگل
کس انتہا پہ میرا مہربان چھوڑ گیا

اپنے زعم میں وہ اب بھی بے قصور تھی اور زیادتی برداشت نہ کرکے خودترسی کا شکار آنسو بہا رہی تھی، ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی جو نہ تو مکافات عمل پہ یقین رکھتے ہیں اور نہ کبھی خود کو قصوروار گردانتے ہیں، صرف دوسروں کے اعمال پہ دھیان رکھنے والے خود کو ہر صورت مظلوم سمجھتے رہتے ہیں اور یہی خرابی ہے ان کی کہ اسی سوچ کی وجہ سے وہ کبھی اپنی اصلاح بھی نہیں کر پاتے، ایسا ہی کچھ حال ماہ نور کا بھی تھا، اسے محض طارق کا گناہ اس کی زیادتی یاد تھی اسے یہ بھول گیا تھا کیسے پل پل اپنے انداز سے اس نے بدلہ چکایا ہے، دل کو اس کے آگے ہارا مگر خود کو کبھی سرنگوں نہ کیا اور جب حالات سنور گئے تو فریق ثانی کے احساسات کی پرواہ کیئے بغیر اسے محض اپنے دل کی فکر تھی، تو ایسا تو نہیں ہوتا کہ آپ اپنی مرضی کے تابع رہیں تو دوسرا بھی آپ کے تابع ہی رہا ہو۔

☆☆☆

میرے بے خبر تجھے کیا پتہ تیری آرزوؤں کے دوش پر
تیری کیفیات کے جام میں، میں جو کتنی صدیوں سے قید ہوں
تیرے نقش میں تیرے نام میں میرے خواب میری کہانیاں
میرے زائچے میرے راستے میرے لیکھ کی یہ نشانیاں
تیری راہ میں ہیں رکی ہوئیں کہیں آنسوؤں کی قطار میں
کبھی پتھروں کے حصار میں کبھی دشت ہجر کی رات میں
کبھی بدنصیبی کی گھات میں کئی رنگ دھوپ میں جل گئے
کئی چاند شاخ کے قیام میں تیرے درد کے در و بام میں
کوئی کب سے ثبت صلیب ہے تیری کائنات کی رات میں
تیرے اژدھا کی شام میں تجھے کیا خبر تجھے کیا پتہ

بالکونی میں اندھیرا تھا وہ وہیں کھڑا تھا اندھیرے کا ہی کوئی حصہ معلوم ہوتا ہوا، ہاتھ میں چائے کا مگ تھا جو کب کی ٹھنڈی ہو چکی تھی، لبوں کے بیچ سلگتا ہوا سگریٹ جسے کے سرے پہ راکھ کا بجھتا ہوا حصہ بڑھتا جا رہا تھا، وہ جیسے خود سے بھی غافل تھا جب نگین نے سیڑھیاں طے کرکے بالکونی میں قدم رکھا۔

''وکی!'' اس کی پکار پہ وہ یوں چونکا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو۔

''جی مامی!'' اس نے پہلے لبوں سے سگریٹ نکال کر ریلنگ کے پار گہرے اندھیرے میں اچھالا پھر مگ کو دونوں ہاتھوں میں لیئے اس کی جانب پلٹا تو نگین سوئچ بورڈ سے وہاں کی لائٹ آن کر چکی تھی، وقاص بہت حد تک خود کو کمپوز کر چکا تھا اس کے باوجود اس کے چہرے پہ دل کی وحشت

کا رنگ بہت گہرا تھا۔

''تمہارے ماموں بلا رہے ہیں۔'' نگین اسے بغور دیکھتی کس قدر خفگی سے بولی۔

''آپ چلیں آتا ہوں میں۔'' آہستگی سے کہتا وہ سر جھکائے کھڑا رہا، نگین نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا۔

''بہت بہتر ہے وصی کہ اب لوٹ آؤ، وہاں تمہارے لئے اب کچھ بھی نہیں ہے، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اسے آغا کے ساتھ خوش باش۔'' نگین نے جیسے تنبیہ کے انداز میں کہا مگر لہجے میں انجانا سا کرب بھی تھا وہ اس کی وحشتوں کی گواہ رہی تھی۔

''کاش ممانی جان وہ واقعی خوش ہوتی، تب میرے پاس صرف اپنے دل کو درد بچتا وہ خوش نہیں ہے تو میرا دل مزید اضطراب سمیٹ لایا ہے، آپ نے اس کی آنکھوں کو نہیں دیکھا مامی میں نے دیکھا ہے، وہ آج بھی ماموں کو ایسے دیکھتی ہے جیسے پیاسا سمندر کو، جیسے میں اسے...... جیسے......'' وہ جیسے حواسوں میں نہیں رہا تھا نگین کا چہرہ ایکدم پھیکا پڑ گیا۔

''وقاص پلیز! وقاص پلیز یہ واہی تباہی زبان سے مت نکالو، ہجر کا ایک لامتناہی صحرا عبور کرکے میں نے رسائی حاصل کی ہے تمہارے ماموں تک انہیں پھر سے ڈسٹرب مت کر دینا فار گاڈ سیک۔'' وہ ایک وحشت کے عالم میں اسے جھنجھوڑ کر زور سے بولی، وقاص یکایک چونک کر گویا حواسوں میں لوٹا اور کس قدر خفت زدہ نظر آنے لگا۔

''آئی ایم ساری ممانی جان میں......''

''اٹس اوکے، تمہارے ماموں کو تم سے ضروری بات کرنا ہے پلیز تم ان کی بات ٹالنا نہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں چھلکتی ضبط کی نمی سے نگاہیں چرا تی اس کا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹ لائی، بیڈ روم کا دروازہ کھولا تو داؤد حسن خاں سیلپنگ گاؤن میں ملبوس اپنی سحر انگیز پرکشش مردانہ وجاہتوں کے ہمراہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کسی کتاب کے مطالعے میں محو تھے آہٹ پہ متوجہ ہوئے تو اسے نگین کے ہمراہ پا کے خوشدلی و شفقت سے مسکرائے۔

''آؤ وقاص! ادھر بیٹھو یار میرے پاس۔'' اسے صوفے کی جانب بڑھتے دیکھ کر ٹوکتے ہوئے اپنے پہلو میں جگہ بنائی، وقاص نے ہاتھ میں پکڑا مگ جو وہ بے خیالی میں ساتھ لے آیا تھا ٹیبل پہ رکھا اور پھر سست قدموں سے چلتا اس کے نزدیک آ گیا، داؤد حسن خاں نے اس کے کاندھے پہ اپنا بازو پھیلا کر خود سے نزدیک کر لیا۔

''مجھے اور اپنی مامی کو دیکھ رہے ہو؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے جو سوال کیا تھا وہ وقاص کی بے ساختہ الجھن کا باعث بنا، اس نے کس قدر حیرانی سے انہیں دیکھا یوں جیسے ان کی بات سمجھنے سے قاصر رہا ہو۔

''شیور ماموں مگر......''

''کوئی چینج نظر آیا؟'' ان کی دلفریب مسکان کا رنگ کچھ اور بھی گہرا ہوا تو وقاص بے طرح خجل سا ہو کر نظریں چراتا سر کھجانے لگا تھا۔

نگین جس بے تکلفی سے داؤد حسن خاں کے مقابل آ کر بیٹھ گئی تھی اس بات کو وقاص نے اگر محسوس بھی کیا تھا تب بھی نظر انداز کر چکا تھا، داؤد حسن خاں نے اس کے تاثرات کو جھانچا اور آہستگی و نرمی سے مسکرائے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"یہ ہی زندگی بلکہ مکمل اور بھرپور زندگی کے حسین ترین رنگ ہیں وکی! یونو تمہاری مامی کو ان کی حیثیت اور مرتبے سے قبول کرنے اپنانے کے بعد میں نے زندگی کا ایک نیا رنگ خود پہ منکشف ہوتے دیکھا ہے اور یہ رنگ اتنا حسین اتنا طمانیت سے لبریز کر دینے والا ہے وقاص کہ ایک عرصے کی تھکن کی کثافت اور افسردگی کب دھیرے دھیرے میرے اندر سے ڈھل گئی مجھے احساس ہی نہ ہوا، نیچر سے بھاگتا نیچر سے فرار انسان کو کچھ نہیں دیتا سوائے تھکن یاسیت اور بے معنی سفر کے اضطراب کے، میں نے یہ سارے بھگتان بھگتے ہیں وقاص جبھی میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم بھی میرے راستے کے مسافر ہو جاؤ وہ راستے جن کا حاصل وصول کچھ نہیں سوائے سرابی کے، اس دنیا میں میرے پاس جو گنے چنے رشتے ہیں، ان میں تم مجھے سب سے عزیز ہو، میں سمجھتا ہوں اگر اب تک میری اولاد ہوتی تو بھی میں اتنی ہی محبت اس سے کرتا جتنی تم سے کر چکا ہوں کرتا ہوں، یا اگر تمہیں میری محبت میرے خلوص پہ شک ہے تو کہو؟" انہوں نے ایک تسلسل سے بولتے رک کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو بے طرح گڑبڑا سا گیا تھا۔

"کیوں مجھے گنہگار کرتے ہیں ماموں جان پلیز ایسی بات مت کریں۔" اس کے دھیمے لہجے میں عاجزی تھی، داؤد حسن خاں نے ایک گہرا سانس کھینچا اور اسے دیکھا۔

"بعض حقیقتیں کتنی ہی سنگلاخ کیوں نہ ہوں انہیں مان لینا ہی دانش مندی ہے، جیسے یہ حقیقت کہ رابیل تمہیں کبھی نہیں مل سکی، یا جیسے یہ کہ میں رابیل کو بھی نہیں مل سکتا، یہ بات تمہیں بھی بالآخر ماننی ہے اور رابیل کو بھی، شہریار، رابیل کا منتظر ہے اسے بھی واپس لوٹنا ہے اپنے مرکز پہ جیسے میں لوٹا ہوں اور مطمئن ہوں۔"

نگین کا چہرا یکدم جگمگا اٹھا ہونٹوں پہ الوہی مسکان آٹھہری، داؤد حسن خاں کی بات چیت کا انداز آج کتنا انوکھا تھا وقاص نے بہت چونک کر انہیں دیکھا۔

(یہ آج ماموں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ مامی کے لئے ہی تو نہیں یکسر سرتاپا بدل گئے ہیں، کیسے وہ باتیں بھی کھل کر کر رہے ہیں جو شاید یہ کبھی خود سے بھی نہ کرتے ہوں اور ماموں آپ نے کہا آپ اپنے مرکز پہ مطمئن ہیں، آپ نے یہ کیوں نہ کہا آپ خوش ہیں، ہاں یہی فرق آ جاتا ہے بعد میں، آپ خود کو مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش میں بھی بس تھکاتے ہی ہیں اور یہ تھکان بھی ظاہر کرنے والی نہیں ہوتی، آہ محبت کرنے والے واقعی ہمیشہ تشنہ کام رہتے ہیں، وہ خوشی کو تو تب ہی کھو دیتے ہیں جب نارسائی ان کے نصیب میں راج ہوتی ہے، وہ اطمینان بھی کھو دیتے ہیں، مگر بھرم آہ یہ بھرم کا معاملہ بھی بہت اذیت انگیز ہے۔)

اگر رابیل بھی عقل استعمال کرے اور شہریار کو اس کی حیثیت کے ساتھ قبول کرے تو وہ بھی مطمئن ہو سکتی ہے وہ کہہ رہے تھے، وقاص کے ہونٹوں پہ زہرخند پھیلنے لگا۔

(وہ بھی مطمئن نام نہاد اطمینان خوشی سے کوسوں دوری، ہاں بھلا وہ آپ کو پائے بغیر خوش ہو بھی کیسے سکتی ہے، کوئی بھی محبت کو پائے بغیر خوش کیسے ہو سکتا ہے، یہ ڈھکوسلے ہیں ماموں جو آپ نے ڈھونڈا اور جیسے اپنانے کو آپ شاید رابیل کو بھی فورس کریں۔)

"اور اس کے بعد تم، بلکہ میرے نزدیک اصل بات ہی تمہاری ہے، سمجھو لو اتنی لمبی تمہید باندھی ہی تمہاری وجہ سے گئی ہے، میں چاہتا ہوں تم بھی اپنے مرکز پہ لوٹ آؤ۔" وقاص نے ان کی بات پہ ذرا دھیان لگایا تو ان کے الفاظ پہ ٹھٹک کر جامد ہو کر انہیں تکنے لگا۔

"جیسا کہ میں نے کہا تم میرے لئے ہمیشہ اولاد کی طرح رہے ہو، مگر وقاص، میری جان، جب اولاد جوان ہو جاتی ہے تو والدین ہر قدم اٹھانے سے قبل ان کے چہروں سے اقرار و انکار کو اخذ کرتے ہیں شاید اس کے لئے جوان بچوں پہ زور زبردستی نہیں چلتی، جبھی میں تمہارے لئے کوئی بھی فیصلہ تنہا نہیں کر سکا اور میں سمجھتا ہوں یہ تمہارا شرعی حق ہے جو بہرحال تمہیں ملنا چاہیے۔" وقاص جو سرسری سے انداز میں ان کی بات سن رہا تھا اس بات پہ کچھ بے ساختہ سے انداز میں چونکا۔

"میں سمجھا نہیں ماموں!" وہ دھیرے اور رسانیت سے مسکرائے پھر آہستگی سے بولے تھے۔

"یہ بتاؤ اگر میں تمہارے لئے سلطان انکل اور سائرہ آنٹی سے صوحا کا ہاتھ مانگوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟ میں نے کہا نا اسی میں تمہاری بھلائی ہے، سالہا سال کی خواری کے بعد بھی اگر اسی راستے کو اپنانا ہو تو یہ کام تاثم یہ کر لیا جائے تو بھلا اور بہتر۔" وقاص نے کچھ مضطرب ہو کر کس قدر تڑپ کر انہیں دیکھا اور داؤد حسن خاں اس کی آنکھوں میں مچلتے شاکی پن کو دیکھا وہ بہت بے دردی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا نیچر سے فرار ہمیں سوائے تھکن کے کچھ نہیں دیتا، تم بھی اس بھاگ دوڑ کو ترک کر کے سنبھلنے کی کوشش کرو، اللہ مددگار ہے، صوحا مجھے اس لئے بھی خاص لگی ہے وقاص کہ اس کی آنکھوں میں تمہاری چاہت کے رنگ ہیں اور محبت بہت سارے کمال رکھتی ہے، یہ کبھی تھکنے نہیں دیتی، جیسے تمہاری مامی! جیسے شہریار جیسے صوحا اور محبت اپنے اندر بہت وسیع ظرف رکھتی ہے، دل میں ایک قبرستان بھی جہاں محبوب کی خامیاں بہت رازداری سے دفنائے چلی جاتی ہے، محبت بہت گنجائش رکھتی ہے یار غلطیاں وفائیں معاف کرنے کی اعلیٰ ظرف سے اپنانے کی اور پھر بے حساب نوازنے کی، مجھے یقین ہے صوحا بھی تمہیں ایسے ہی سنبھال لے گی۔" ان کی آواز سرگوشی سے ہی مشابہہ تھی پھر انہوں نے جھک کر اس کی لہو رنگ آنسوؤں سے جل تھل آنکھوں میں جھانکا پھر کہا۔

"کی کہتے ہو وکی!"

"مجھے معاف کر دیں ماموں! میں خود کو اس قابل نہیں پاتا۔" آنسوؤں نے پلکوں کی باڑھ کو پھلانگا اور گالوں پہ اتر آئے وہ عاجز و لاچاری سے بولا تھا۔

"اوں ہوں بری بات۔" داؤد حسن خاں نے اسے خفیف سا ڈانٹا اور اسے ساتھ لگا کر تھپکا اور بہت محبت و توجہ سے اس کے آنسو پونچھے۔

"تم سوچنے کو جتنا مرضی وقت لے لو مگر انکار نہیں کرو، ٹھیک ہے۔" وقاص نے خود کو بے بس محسوس کیا داؤد حسن خاں کی سوالیہ منتظر نگاہیں اس کے چہرے پہ جمی تھیں اس کے پاس اثبات میں سر ہلانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا، اسے لگا کوئی آہنی زنجیر ہے جو اسے جکڑ چکی ہے۔

☆☆☆

یہ بارش خوبصورت ہے
اک عرصے بعد میری روح میں
سیراب ہونے کی تمنا جاگ اٹھی ہے
مگر بادل کے رستے میں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

بہت سے موڑ آتے ہیں
میں پل بھر کے لئے شاداب ہوں
اور اپنی باقی عمر پھر صحرا میں کاٹوں
میں اپنی پیاس پر راضی رہوں گی
میرے آنسو میرے دل کی کفالت کے لئے کافی رہیں گے
طارق شیرازی نے چلتے چلتے رک کر اسے دیکھا جو گم صم تھی خاموش تھی۔
"پریشے!"
"ہاں۔" وہ چونکے بنا اسے دیکھنے لگی۔
"کیا سوچ رہی ہو؟" وہ وہیں کھڑا تھا جبکہ پریشے دو قدم آگے جا چکی تھی۔
"یہی کہ یہ بارش کتنی خوبصورت لگ رہی ہے۔" اس نے پوری دیانت سمیت اپنی سوچوں کا صرف ایک سرا اسے تھما دیا۔
"صرف اس لئے کہ ہم دونوں اکٹھے بارش میں بھیگ رہے ہیں۔" طارق نے اس کی بھیگی اور بھیگ کر غضب ڈھاتی حسین لمبی پلکوں کو بغور دیکھا۔
"طارق آپ بدل رہے ہیں، آپ پہلے تو ایسے بے دھڑک کوئی بات نہیں کہہ دیا کرتے تھے۔" وہ خفیف سی ہو گئی تھی اور جز بز بھی، طارق نے ایک سرد آہ بھری اور اپنے اور اس کے درمیان حائل بارش کے حسین پردے کو دیکھا۔
"میں اپنی محبت کے بے رنگ خوابوں میں بہت سے خوبصورت رنگ بھرنے کا متمنی ہوں پریشے!" پریشے نے اس گزارش کو سنا اور یاسیت سے سر جھکا لیا، دکھ اس کے اندر بے آواز رونے لگے، آسمان سے اترتی بوندوں کی طرح جو بے آواز پہاڑوں پودوں سرمئی تارکول کی سڑک پہ برس رہی تھی۔
"واپس چلیں؟"
"نہیں۔" طارق نے فی الفور انکار کیا اور قریب ہی لگے گلاب کے کنج سے بارش میں نہایا مہکا مہکا سا سرخ گلاب توڑ کر اس کی جانب بڑھا دیا، پریشے ایک دم چونکی تھی اور پھر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پھول لے لیا، طارق نے اس فرمانبرداری اور آمادگی کے مظاہرے کو دیکھا اور وجود میں ہونے والی نوٹ پھوٹ کو سہنے لگا۔
(کیا تھا کیا تھا اگر وہ اسی طرح اس کو بھی قبول کر لیتی) اندر کی وحشت نے کبھی اسی طور اس پہ غلبہ پایا وہ، وہ اسی بے خودی میں آگے بڑھا اور اچانک پریشے کو دونوں شانوں سے جکڑ کر اپنے مقابل کر لیا، پھر اس کے چونک اٹھنے اس کی غیر یقینی کو اپنی جلتی بلتی آنکھوں سے تیز ہوتے تنفس سمیت عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔
(کاش پریشے! کاش! تم ہر معاملے میں میری اتنی ہی فرمانبردار ہوتیں تو آج میں اتنا ادھورا اتنا مضطرب نہ ہوتا، تم نے شادی سے انکار کر کے مجھے اندر سے بزرخ میں تبدیل کر دیا، تم نے مجھ سے چھین کر ماہ نور کے لئے اور سرد اور کول کر دیا، کاش پریشے تم آئی نہ ہوتیں میری زندگی میں، بس ماہ نور ہوئی، تاکہ میں ساری زندگی محبت کے اس رخ سے آگاہ ہی نہ ہوتا جو تمہارے آنے کے بعد میرے دل پہ منکشف ہوا میں حیران ہو کر سوچتا ہوں اگر تم سے میں نے محبت کی تو ماہ نور کے

لئے میرے اس احساس کا نام کیا تھا؟ محبت طے ہے مرتی نہیں ہے مگر ماہ نور کے لئے جو جذبہ تھا وہ تو کب کا اپنی موت مر گیا، اگر تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں تو میں تمہیں گنوانے کے بعد اندر سے اتنا خالی نہ ہوا ہوتا، آہ! کتنا بدل ڈالا تم نے طارق شیرازی کو وہ آگ تھا تم نے اسے گلیشئر میں ڈھال دیا، وہ منتقم مزاج تھا تم نے اسے صابروں کے قبیلے میں شامل کر دیا، وہ شعلہ تھا تم نے اسے شبنم میں بدل دیا، وہ جابر حکمران تھا تم نے اسے درویش بنا ڈالا، وہ تو چھین لینے والوں میں سے تھا، تم نے اس کے ہاتھ میں کاسہ تھما کر اس کی زبان کاٹ دی، یہ کیا سے کیا کر دیا تم نے پریشے! کیوں کر دیا؟ میں کیسے جیوں گا اب، بتاؤ پریشے میں کیسے جیوں گا تمہارے بن جینا دوسرے لفظوں میں موت ہے، یہ کیا ظلم کر ڈالا تم نے۔) اس کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور آنسوؤں کے سیلاب میں اپنا آپ بہتا محسوس کرتا رہا، معاً اسے اپنی گستاخ نظروں اور گناہ کی حد تک بڑھی ہوئی جسارت کا خیال آیا تو پہلے نظروں کو جھکایا پھر ہاتھ اس کے کاندھوں سے ہٹا لئے، ہاں جس نام کو جس سراپے کو ذہن و نگاہ باوضو ہو کر سوچے اور دیکھے وہاں ایسی خواہشات لئے اٹھنا اور چھونا گناہ کبیرہ ہی تو تھا، اسے نزدیک پریشے کو یوں دھڑلے سے چھونا بھی سراسر نفس پرستی کی آلودگی تھی، وہ خفت زدہ سا سر جھکائے فاصلے پہ ہو گیا، بارش اسی تواتر سے دونوں کو بھگو رہی تھی۔
"آئی ایم سوری!" اس نے بھاری بوجھل آواز میں اسے دیکھے بغیر کہا، پریشے جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اور جسے اس کے دل و دماغ تک رسائی تھی بغیر کسی مزاحمت کے بغیر کسی ناپسندیدگی کے بس اس کی وحشت اضطراب اور ہیجان کو محسوس کرتی اندر تک تھکن کا شکار ہوتی رہی، اس نے ہونٹ بھینچے اور چہرہ جھکا لیا۔
(مجھے معاف کر دیں طارق! میں بہرحال آپ کی مجرم ہوں، میں نے اپنے اختیارات کا بہت ناجائز فائدہ اٹھایا، اس زیادتی کا اختیار یا حق مجھے اپنی ذات تک ہونا چاہیے تھا نہ کہ آپ تک بھی۔) وہ مکمل سی اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہی، یہاں تک کہ وہ درانی ہاؤس کے گیٹ تک آ پہنچے، اس دوران دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم بالکل خاموش رہے تھے اور جب طارق نے الوداعی نگاہوں سمیت اسے دیکھا تو پریشے تمام کرب سمیٹ کر بہت جذب سے مسکرانے لگی۔
"آیئے میں آپ کو اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر پلاتی ہوں۔" اور طارق جو پہلے ہی شدید قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا خود ترسی میں مبتلا ہو گیا۔
"بہلانا چاہ رہی ہیں تو جان لیں اب یہ ممکن نہیں۔"
"طارق!" وہ سخت مضطرب سی ہو گئی تو طارق نے گہرا سانس کھینچا اور ہارے ہوئے انداز میں اس کے ساتھ ہو لیا، یوں جیسے خود پہ اختیار ہی نہ ہو بس اس کی مرضی اس کی رضا ہی سب کچھ ہو۔
(کاش طارق میں آپ کو بہلانے میں بھی کامیاب ہو جاتی مگر میں جانتی ہوں ایک یہ کام میرے بھی بس سے باہر کا ہے، اب تو آپ کے سکون کی اللہ سے ہی التجا کرنی ہے، شاید اس طرح آپ کے کچھ قرض اتر سکیں) اور جب وہ پریشے کے ہاتھ کی بنی چائے پی کر وہاں سے رخصت ہو رہا تھا اس کے سیل فون پہ میسج ٹون بجی تھی، اس نے دھیان نہیں دیا اور جب گیٹ تک اسے چھوڑنے کو ساتھ آئی پریشے نے اسے اچانک مخاطب کر لیا تھا۔
"طارق میں نے کوشش کی ہے کہ میں اس ہاتھ کی طرح نہ بنوں جو اک خوبصورت پھول کو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

توڑتا ہے، ہاں البتہ میں نے اس پھول کا کردار نبھانے کی کوشش ضرور کی ہے جو توڑنے والے ہاتھ کو بھی خوشبو دیتا ہے، آپ سمجھ رہے ہیں نا میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔'' اور طارق نے ضبط کی کوشش میں سرخ پڑتی آنکھوں سے لمحہ بھر کو اس پر ایک عقیدت بھری نگاہ ڈالی۔

''ڈونٹ وری پری! میں آپ کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دوں گا۔''

اور پریشے آرائش لیمپ کے ساتھ لگ کر اسے جاتے دیکھتی رہی کون جانتا تھا اس کے چہرے پہ پڑنے والی بارش کی بوندوں میں کتنے آنسو بھی بہہ گئے تھے اور اس کے ہونٹ بے آواز ہل رہے تھے۔

ادھوری محبتوں کی راکھ اپنے ہاتھوں پہ اٹھائے
میں چاہے منوں مٹی تلے جا سوؤں
مگر یقین رکھنا!
محبتوں کی تکمیل تم تھے
تمام تمناؤں کا محور تمہی تھے
جو سوچوں تو کوئی بڑی بات نہ تھی
تیری ذات سے مکمل ہو سکتی تھی ذات میری
مگر اسی ادھورے پن کے ساتھ
محبتوں میں تشنگی کو اپنا مقدر بنائے
میں مر بھی جاؤں تو یقین رکھنا کہ
وقت آخر بھی ان ہونٹوں نے
تیرا ہی نام پکارا ہوگا
میری آنکھوں کو انتظار تمہارا ہوگا

وہ واپسی کو پلٹی تو اس کی سسکیاں ہچکیوں میں بدل چکی تھیں اور بالائی منزل کی کھڑکی میں کھڑی سونیا کا دل اس کے درد پہ بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

ہم جو خوابوں کے بیوپاری تھے پر اس میں ہوا نقصان بڑا
کچھ بخت میں ڈھیروں کالک تھی کچھ اب کے غضب کا کال پڑا
ہم راکھ لیے ہیں جھولی میں اور سر پہ ساہوکار کھڑا
جب دھرتی دھرتی صحرا تھی ہم دریا دریا روتے تھے
جب ہاتھ کی ریکھا تھیں چپ تھیں اور سرسنگیت میں کھوتے تھے
تب ہم نے جیون کھیتی میں کچھ خواب انوکھے بوتے تھے
کچھ خواب سجل مسکانوں کے کچھ بول بہت دیوانوں کے
کچھ لفظ جنہیں معانی نہ ملیں کچھ گیت شکستہ جانوں کے
کچھ نیر وفا کی شمعوں کے کچھ پہ پاگل پروانوں کے
پھر اپنی گھائل آنکھوں سے خوش ہو کے ہو چھڑکایا تھا
اور بھول گئے پچھلی رت میں کیا کھویا تھا کیا پایا تھا

ہر بار گگن نے وہم دیا اب کے برکھا جب آئے گی
ہر بیج سے کونپل پھوٹے گی اور ہر کونپل پھل لائے گی

طارق شیرازی گھر پہنچا تو بے حد اپ سیٹ تھا، جیکٹ اتارتے ہوئے اس نے اس کی پاکٹ سے سیل فون نکالا تو اس میسج کا خیال آیا، وہیں بیڈ کے کنارے تک کر اس نے بٹن پش کیا اور میسج کھولا ماہ نور کی طرف سے تھا عجب دھونس لئے۔

یاد آؤں کی اچھے دنوں کی صورت
میں مکمل تیری تنہائی نہیں ہونے دوں گی

''اگر آپ چاہیں کہ مجھے بھول جائیں تب بھی میں ایسا نہیں ہونے دوں گی یاد رکھیے گا طارق آپ صرف میرے ہیں۔'' طارق کے چہرے پہ موجود گمبھیرتا میں کچھ اور بھی اضافہ ہو گیا

''بعض اوقات خوش فہمی اور غلط فہمی بھی عافیت دیتی ہے، اس میں سکون بھی پوشیدہ ہوتا ہے، اس زعم میں اگر تم جیتی رہو تو کیا حرج ہے۔'' اس نے سوچا پھر کسی خیال کے تحت ایک نظم ٹائپ کرنے لگا۔

آج فراغت پاتے ہی ماضی کا دفتر کھولا ہے
تنہائی میں بیٹھ کے اپنا ایک ایک زخم ٹٹولا ہے
چھان چکا ہوں جسم و روح پہ آئی ہوئی خراشوں کو
الٹ پلٹ کر دیکھ لیا ارمانوں کی لاشوں کو
کمرے میں رکھا تھا کہیں بادل میں کہیں دفنایا تھا
جانے وہ انمول خزانہ میں نے کہاں چھپایا تھا

اس کی تیزی سے ٹائپ کرتی انگلیاں ایک لمحہ کو تھمیں۔

''کیا مجھے ایسا کرنا چاہیے؟ اگر مجھے آگ ملی تو مجھے آگ کو ہی بانٹنا چاہیے، ہاں مگر صرف ان لوگوں کو جو اس کے ذمہ دار تھے۔'' اس نے خود کو راست پایا اور اسی سرعت سے پھر ٹائپ کرنے لگا۔

''ہاں آج میں تمہیں وہ سچ ضرور بتاؤں گا جسے جاننا تمہارا حق ہے۔''

ساری عمر کا حاصل تھی یہ کھونے والی چیز نہ تھی
ورق ورق دیکھا ہے اپنی گرد آلود کتابوں کو
جیسے کوئی بے دری میں ڈھونڈ رہا ہو خوابوں کو
عقل کے ہاتھوں سے بھی اکثر نادانی ہو جاتی ہے
بہت سنبھال کر رکھنے سے بھی چیز کوئی کھو جاتی ہے
اپنے سارے گھر والوں کو دیوانہ سا لگتا ہوں
اس کمرے سے اس کمرے تک کھویا کھویا پھرتا ہوں
سوچ سمجھ کر دنیا کی نظروں سے بچا کر رکھا تھا
میں نے تو اس یاد کو اپنے لئے بچا کر رکھا تھا
تیری یاد کہیں رکھ کر میں تو بالکل بھول گیا ہوں

میسج سینڈ کر کے اس نے سیل فون بستر پہ اچھال دیا اور خود باتھ لینے کے ارادے سے واش

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

روم کی سمت چلا گیا۔

☆☆☆

عکس پانی کا اگر قید کیا جا سکتا
عین ممکن تھا میں اس شخص کو اپنا سکتا
کتنی بے سود جدائی ہے کہ رنج ہے نہ ملال ہے
کوئی دھوکہ ہی وہ دیتا کہ میں پچھتا سکتا

تمام سامان باندھا جا چکا تھا، ہر تیاری مکمل تھی بس شہریار کا انتظار تھا، جو رابیل سے اس بات کو سننے کے بعد ایسا غائب ہوا تھا کہ اب اس کا انتظار کرتے اس کے علاوہ گھر کے باقی تمام افراد پریشانی اور تشویش کا شکار ہو چکے تھے، ایک وہی تھی جس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ دھوکے باز فریبی ایک بار پھر اسے دغا دے گیا ہے، اسے لگ رہا تھا وہ اس کا مطالبہ سننے کے بعد ہی دانستہ غائب ہوا ہے ماما دو بار جبکہ ماہ نور متعدد بار آ کے اس سے شہریار کے متعلق استفسار کر گئی تھی کہ کہیں وہ اسے تو کچھ کہہ کر نہیں گیا، اس کا موڈ اسے جواب دیتے بری طرح سے بگڑ گیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ؟ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے تمہارے بھائی سے میرے کس قسم کے تعلقات ہیں۔" وہ آخر پھٹ پڑی تھی اور ماہ نور اتنی پریشان تھی غالباً کہ اس کی بدمزاجی پہ بھی دھیان نہیں دیا۔

"پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں بھائی! اتنے غیر ذمہ دار تو نہیں ہیں کہ یوں پلٹ کر خبر ہی نہ لیں جبکہ جانتے بھی ہیں کہ آج ہمیں حویلی کے لئے نکلنا ہے۔" ماہ نور بھی ان کے ساتھ حویلی جا رہی تھی اور بڑی اماں نے باخوشی اجازت دی، سلطان شاہ ایک بار پھر شہریار کا نمبر ٹرائی کرنے لگے جو ہنوز بند جا رہا تھا۔

"نہیں ہوا آغا سے رابطہ؟" اسی پل مما نماز ادا کرنے کے بعد اندر آئی تھیں کمرے میں ٹہلتے سلطان شاہ کو دیکھ کر سوال کیا۔

"نہیں اس کا نمبر آف ہے۔"

"خدا خیر کرے، وہ ایسی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ تو نہیں کیا کرتا۔" مما نے کس قدر تفکر میں مبتلا ہو کر کہا تو سلطان شاہ کچھ کہے بغیر جیسے کسی سوچ میں ڈوبنے لگے، اس سے پہلے کہ یہ سکوت کوئی توڑتا ان کے سیل پہ ایک تواتر سے بیل ہوتی چلی گئی، سلطان شاہ ایکدم چونکے اور جیب سے موبائل نکالنے لگے ماما کی بے چین نگاہیں بھی انہی پہ آ ٹھہریں، نمبر شہریار کا ہی تھا وہ ایکدم سے ایکسائیڈ ہوئے۔

"ہاں، آغا بیٹا آپ اتنے کیئرلیس کیوں ہو کہ......" معاً وہ یکایک خاموش ہوئے اور دوسری جانب کی سننے لگے، ماما کی سوالیہ مگر بے تاب نظریں ان کے لحظہ بہ لحظہ تاریک پڑتے چہرے پہ ٹھہریں جیسے گھبراہٹ کا شکار ہونے لگیں، سلطان شاہ کے چہرے پہ زلزلے کے آثار نمودار ہوئے تھے وہ کھڑے سے ایکدم بیٹھ گئے، مما کو لگا ان کا دل اپنی دھڑکنیں کھونے لگا ہو، کسی انہونی کا خیال انہیں وحشت زدہ کر گیا، وہ بے ساختہ و بے اختیار لپک کر ان تک آئی تھیں اور اپنا کانپتا ہوا ہاتھ ان کے شانے پہ دھر کے دہشت زدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"س...... سلطان شاہ...... س...... سلطان...... سلطان شاہ......" ان کے حلق سے سراتی

ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

"کیا آغا کا فون تھا یہ؟ مگر آپ یوں......" خدشات کی یلغار نے انہیں بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"آغا کے فون سے کسی انجان آدمی نے کال کی ہے، آغا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہاسپٹل میں ہے۔"

"نہیں۔" وہ زور سے چیخیں اور بے ساختہ گھٹی گھٹی سی آواز میں رونے لگیں۔

"یا اللہ رحم! وہ میری صدیوں کی دعاؤں کا ثمر ہے، لاتعداد آنسوؤں اور مناجاتوں کے بعد کا حاصل، اسے تو ابھی میں نے جی بھر کے دیکھا بھی نہیں اسے کچھ ہونے سے پہلے مجھے اٹھا لینا مجھے اس بری خبر سے بچا لے۔" آنسوؤں آہوں کے درمیان انہوں نے سب سے پہلا رابطہ اپنے مالک حقیقی سے ہی استوار کیا، جو گزرے ہوئے ہر کٹھن لمحے میں ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا یہ تعلق اتنا مضبوط تھا اتنا قوی کہ وہ یہ کٹھن راہ بڑے حوصلے سے عبور کر آئی تھیں اس پل انہیں لگا تھا ان کا دل دھڑکن بھلا بیٹھا ہو، سلطان شاہ کے چہرے پہ موجود زلزلے کے آثار انہیں معاملے کی سنگینی کی خبر دے رہے تھے ان کا نازک بیمار دل یہ خبر سہار نہیں پا رہا تھا، آنکھوں تلے گویا اندھیرے سے چھا رہے تھے سلطان شاہ سب کچھ بھلا کر ان کی جانب لپکے جو ایک جانب کو لڑھک گئی تھیں، تب ہی ماہ نور کے ساتھ زوحا صوحا اور گھر کے دیگر افراد بھی وہاں آ گئے۔

"کیا ہوا پاپا! ماما کو کیا ہوا ہے؟" ماہ نور نے حواس باختگی کے عالم میں سوال کیا تھا۔

"آغا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے، آپ اپنی ماما کو سنبھالو مجھے فوری ہاسپٹل پہنچنا ہے۔" انہوں نے سارا کے بے سدھ ہو جانے والے وجود کو فرش سے اٹھا کر بستر پہ منتقل کرتے ہوئے بھینچی ہوئی آواز میں کہا اور لمبے ڈگ بھرتے چلے گئے، ماہ نور جو یہ خبر سن کر چکرا سی گئی تھی فق چہرے سمیت ان کے پیچھے بھاگی، مگر تب تک وہ گاڑی نکال لے گئے تھے، وہ متوحش سی پلٹ کر اندر آئی تو زوحا اور صوحا ماما کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں مصروف تھیں جبکہ طلحہ اور عینا ایک سائیڈ پہ سہمے ہوئے کھڑے تھے، ماہ نور کی نظریں رابیل پہ آن ٹھہریں، جو دیوار کے سہارے خالی نظریں لئے کھڑی تھی وہ بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اس کے نزدیک آ گئی۔

"خوش ہو جاؤ، تمہاری بددعائیں لگنے جا رہی ہیں میرے بھائی کو، یاد رکھنا رابیل اگر انہیں کچھ ہوا تو میں ساری زندگی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر زور سے پھنکاری، رابیل نے غائب دماغی کی کیفیت میں اسے دیکھا تھا اس کا سائیں سائیں کرتا ہوا دماغ ... ماہ نور کی کوئی بھی بات سمجھنے سے قاصر رہا تھا، بس شہریار کا چہرا تھا، چشم تصور میں جو دھیرے ... دھند میں غائب ہوتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

ہچکیاں لیتا رہا نالہ شب گیر میرا
آہ دم توڑ گئی سینے میں ذرا پہلے
زندگی موت کی بانہوں میں چھپی جاتی ہے
گرفت سانس بھی لاغر سی ہوئی جاتی ہے
چراغ بجھ گئے بس جلتا دھواں باقی ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اب آئے ہو؟
کہ بر خاب بدن میں کسی امید کی
اک ذرا سی گرمی بھی کہیں باقی نہیں
اب آئے وہ کہ کھیل ختم ہوا چاہتا ہے
اب آئے ہو کہ شب انتظار بیت چلی
اب آئے ہو کہ کھو جانا میرا لازم ٹھہرا

وہ سب ہی ایک افراتفری ایک سراسمیگی کی کیفیت میں اڑے ہوئے حواسوں اور بے ترتیب دھڑکنوں میں دعاؤں کی مالا پروتے ہاسپٹل پہنچے تو سلطان شاہ انہیں آپریشن روم کے باہر ہی کاریڈور میں اضطراب اور بے کلی کے ساتھ ٹہلتے نظر آ گئے۔

"پاپا! پاپا پلیز بتایئے ٹھیک تو ہیں نا بھائی؟" ماہ نور کا ضبط بالآخر جواب دے گیا وہ سسکتی ہوئی ان کے سینے سے لگ گئی تھی اس کے سوال میں کتنی وحشت کیسا خوف و اضطراب سمٹا ہوا تھا، وہ کیا جواب دیتے جو خود رب کے آگے سراپا عاجز تھے، ان کا تو اپنا دل خدشات سے بند ہوا جا رہا تھا، ان کا وہ ہاتھ جو اس کے سر پہ ڈھارس کے انداز میں آ کر ٹھہرا تھا اس میں لرزاہٹ تھی کہ ڈاکٹر نے آپریشن تھیٹر میں جانے سے قبل انہیں شہریار کی کنڈیشن کے متعلق کسی امید کا سرا نہیں تھمایا تھا، بس دعا کو کہا تھا کہ اس کی حالت بے حد سریس تھی، چوٹ سر کے پچھلے حصے یعنی دماغ میں آئی تھی اور یہ چوٹ بہت خطرناک ثابت ہوئی تھی، فضا میں ہراس سا سانس لیتا رہا۔

"کیا بھائی اندر ہیں پاپا؟" ماہ نور نے اک متوحش نگاہ آپریشن تھیٹر کے بند دروازے پہ ڈال کر سسکی سی بھری۔

"ہاں آپریشن ہو رہا ہے، بیٹا دعا کرو اس وقت دعا سب سے اہم ہے۔" انہوں نے بوجھل آواز میں کہا اور ماما کو دیکھا جن کے چہرے پہ سرسوں کا رنگ پھیلا ہوا تھا، محض گھنٹے ڈیڑھ کے اس مختصر سے دورانیے میں وہ یوں نچڑ گئی تھیں جیسے لہو کی آخری بوند بھی ان کے جسم سے کھینچ لی گئی ہو، بند لرزتی پلکیں آنسو لٹا رہی تھیں تو کپکپاتے ہونٹوں پہ دعاؤں کا مستقل بسیرا تھا، رابیل کو یکا یک اپنا آپ مجرم سا محسوس ہونے لگا، کوئی جیسے بہت بے دردی سے اسے کانٹوں پہ گھسیٹ رہا تھا۔

"تو کیا شہریار واقعی اس بات کی ٹینشن کی وجہ سے؟" اس کا دل اتھاہ گہرائیوں میں اترا۔

"کیا وہ بچ پائے گا؟" ایک خوفناک سوچ منہ پھاڑے اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی کتنا سناٹا در آیا تھا یکا یکی اس کے اندر وہ تو زندگی کو پھر سے جینے کا متمنی تھا، اس سے معافی کا طلبگار، وہ تو گناہ کی زندگی سے لوٹ آیا تھا اس کی معنی اس کا تغیر اس کی باتیں اس کے عمل سب گواہ تھے اور صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹے تو اسے بھولا نہیں کہا جاتا، دلوں کا حال تو خدا جانتا ہے، وہ بھلا کون ہوتی تھی اسے ملامت کرنے والی اور یہ عورت، اس نے مما کو دیکھا جو بے دم سے انداز میں صوفے کی بیک سے سر ٹیکے خاموش آنسو بہا رہی تھیں، یوں حراساں نظر آتی تھیں جیسے عمر بھر کی پونجی کھو جانے کے خوف سے نڈھال ہو، اس نے ماہ نور کو دیکھا عینا اور طلحہ کو دیکھا جن کے چہروں پہ وحشت رقم تھی، جو بھائی کے مل جانے پہ بے پایاں قسم کی خوشی سے دوچار تھے اور وہ شخص اس نے سلطان شاہ کو دیکھا اور خوفزدہ سی ہونے لگی۔

کتنے احسانات تھے ان لوگوں کے اس پر اور کیا ظلم ڈھایا اس نے ابھی تو خوشیاں اس گھر کے

در و دیوار سے مانوس بھی نہ ہوئی تھیں کہ پھر سے خوف اور غم کی یلغار ہونے کو تھی اور اگر ان سب لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اس کی ذمہ دار میں ہوں تو یہ مجھے معاف کر پائیں گے؟

اس نے سوچا اور بے ساختہ جھرجھری سی لی، اسے یاد آنے لگا نا چاہنے کے باوجود اس کی نگاہوں میں شہریار سے ہونے والا وہ آخری مکالمہ یاد آنے لگا، اس کے الفاظ بازگشت بن کر اس کی سماعتیں بے کار کرنے لگے، وہ پاپا کو چائے دینے کے بعد اس کا جواب لینے کو لوٹی تھی جب اس نے دیکھا تھا، شہریار کی چائے کا مگ یونہی سیلب پہ دھرا تھا، جبکہ شہریار اس زاویے سے کھڑا تھا جیسے وہ اسے چھوڑ کر گئی تھی، عجیب انداز تھا گویا کوئی جواری اپنی آخری پونجی بھی لٹا بیٹھا ہو، اس کے چہرے پہ جتنی بھی رونقیں اور خوشیاں تھیں وہ گویا رابیل کے اس مطالبے کے ساتھ ختم ہو گئی تھیں اس کی جگہ نقصان کا خوف وہاں تاریکیاں پھیلا رہا تھا اس کی جو حالت تھی وہ کسی کو بھی پسیجنے پہ مجبور کر دیتی مگر وہ رابیل تھی، جس کا دل اس کی طرف سے پتھر ہو چکا تھا، جبھی تو وہ چلتی ہوئی عین اس کے سامنے آن کر رک گئی تھی۔

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا شہریار! میں چاہتی ہوں اب تم اپنا وعدہ پورا کرو تا کہ میں اس گھر سے جا سکوں، یہ بات تو طے ہے کہ ہمارے راستے الگ ہیں۔" اس نے سفاکی سے کہا تھا اس کے باوجود کہ وہ سفاک ہرگز نہ تھی، شہریار نے شدت ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اس کے چہرے پہ عجیب سی بے بسی رقم تھی۔

"کہاں جاؤ گی تم؟" وہ اس سے اپنے راستے الگ کر رہی تھی اور وہ اس کے لئے فکر مند ہو رہا تھا چونکانے والی بات تو تھی۔

"یہ تمہارا نہیں میرا مسئلہ ہے۔" رابیل جواب میں پھنکار اٹھی۔

"نہیں یہ میرا ہی مسئلہ ہے اگر تم سمجھو۔" وہ بہت جبر کر رہا تھا خود پہ اس کے باوجود اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"جب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا تو پھر میرا ہر مسئلہ صرف میرا ہو گا سمجھے؟" رابیل نے بے تحاشا غصے میں جواب دیا، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا، وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"رابیل میں نے وعدہ کیا تھا تم سے اور جب وعدہ کیا تب میں ہرگز نہیں جانتا تھا تمہارا مطالبہ میری روح کھینچ لے گا، میں اس امر پہ بھی تیار ہوں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ مجھے صرف تمہاری خوشی درکار ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، تم میری غیر موجودگی میں تو میری فیملی کے ساتھ رہ سکو گی نا؟ کیونکہ بہرحال نفرت کی وجہ تو میں ہی ہوں نا تمہارے لئے۔" وہ ذرا توقف کر کے عجیب دل شکستگی کے احساس سے ہنسا پھر ہونٹ بھینچ کر خود کو کمپوز کر کے بولا تھا۔

"میں یہاں سے چلا جاؤں گا کبھی لوٹ کر نہ آنے کے لئے، مگر رابیل پلیز پلیز ذرا سی گنجائش نکال لو، طلاق مت لو اس بندھن کو قائم رہنے دو کہ شاید ہو سکتا ہے کبھی تمہارے دل میں میرے لئے گنجائش......"

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔" اس کی عاجزی اور لجاجت کے جواب میں وہ حلق کے بل غرائی۔

"تم مجھے طلاق دو، ابھی اور اسی وقت میں ایک پل کو بھی مزید انتظار نہیں کر سکتی۔" ٹیمپر لوز کرتی وہ ایکدم آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ کر زور کا جھٹکا دیتے ہوئے چیخی تھی، وہ ہل کر رہ گیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

مگر اسے جواب میں کچھ کہے بغیر خاموش اور بے بس نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"پلیز رابیل! کچھ تو سوچو، ماما پاپا کے بارے میں، اپنے ایزد کے بارے میں، کیا اسے تمہارے ساتھ میری ضرورت نہیں ہے؟"

"نہیں ہے اسے تمہاری ضرورت وہ صرف میرا بیٹا ہے اور جہاں تک تمہارے رشتوں کا تعلق ہے تو میں ان کے متعلق سوچ کر خود کو ہلکان کیوں کروں، یہ خالصتاً تمہارے سر کا درد ہے کہ تم کسی کو کیا وجہ بتلاتے ہو۔" اس نے پھنکار کر کہا تھا، شہریار کا وجیہہ چہرا پل میں دھواں دھواں ہو گیا۔

"رابیل تمہیں شاید کبھی یقین نہ آسکے کہ تمہیں بے اعتبار کرنے والا بھی میں خود ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھ میں تمہیں خود سے الگ کرنے کا حوصلہ ہے نہ ہمت میں کیا کروں کیسے خود اپنی موت کے پروانے پہ دستخط کر دوں، تم دعا کرو خدا اس مشکل کا بہتر راستہ نکال دے۔" وہ اس پل کتنا لاچار کتنا بے بس نظر آتا تھا اور جب وہ پلٹ کر جانے لگا تھا رابیل نے پیچھے سے اس کی شرٹ کا دامن پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

"خدا سے دعا مانگوں اس مشکل سے بہتر راستے کی جانتے ہو تمہارے لئے میرے دل میں قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیا میں یہ دعا مانگوں کہ تم مر جاؤ، بیوہ ہو جاؤں گی تو لوگ اس بربادی کی وجہ تو نہیں پوچھیں گے ناں مجھ سے نہ ہی مجھے معتوب ٹھہرائیں گے، ہاں تمہیں پھر مر جانا چاہیے شہریار۔" وہ کتنی بے حسی اور سفاکی سے منہ بھر بھر کے اسے بددعائیں دیتی چلی گئی تھی اور شہریار جو گنگ سا ہو کر اسے دیکھنے لگا تھا ایکدم ہنس پڑا تھا۔

"ہاں یہ صحیح ہے، اگر تمہاری دعا قبول ہو جائے تو تمہیں مجھ سے چھٹکارا مل سکتا ہے، آمین ضرور کہو اس طرح دعا کی قبولیت میں شک نہیں رہتا۔" اور تب اس پل اس نے گمان تک نہ کیا تھا اگر زندگی میں ایسے لمحات سے وہ دوچار ہو گئی تو اس کی کیفیات کیا ہوں گی۔

"تم کیا یقین کرو گی بیہ جو کھیل میں نے غرض اور ہوس کی لالچ میں شروع کیا تھا، وہ دل اور روح کا سودہ ثابت ہوا اور میں اپنے اس نقصان پہ کچھ بھی نہ کر پایا، محبت......"

"اسٹاپ اٹ اینڈ ناؤ گیٹ لاسٹ پلیز۔" وہ رخ پھیر کر بھینچے ہوئے لہجے میں بولی تھی، پھر اس کے دور ہوتے قدموں کی آہٹ کو سن کر ہی رخ پھیرا تھا، وہ باہر آئی تو اسے بیرونی دروازے میں کھڑے دیکھا تھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس پل اس کی آنکھوں میں کیا تھا وہ کچھ پل نگاہ نہیں ہٹا پائی تھی شاید کوئی حسرت شاید کوئی ملال اور تشنگی۔

"تم فکر مت کرنا بیہ! میں نے یہ ایک آخری کوشش کی تھی اس سوچ کے ساتھ کہ شاید میں تمہیں پانے میں کامیاب ہو جاؤں لیکن اگر تم راضی نہیں ہو تو میں تمہارے حسب منشاء فیصلہ کروں گا۔" اس نے اس کے نزدیک سے گزرتے ہوئے سرگوشی سے مشابہہ آواز میں کہا تھا اور گھر سے چلا گیا تھا۔

مگر اب وہ سمجھی تھی تو لرز اٹھی تھی کہ وہ اس کے لئے کیسی آزادی کا انتظام کرنے نکلا تھا کہ اپنی جان پہ کھیل گیا۔

"کیا شہریار نے دانستہ......؟" اس نے سوچا اور پوری جان سے کانپ اٹھی۔

دانستہ یا اس کی بددعا کے طفیل کچھ بھی تھا اگر اسے کچھ ہوتا تو وہ کبھی خود کو معاف نہ کر پاتی، تبھی ایزد اس کی گود میں کسمسایا تھا اور اسی پل آپریشن روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اپنے گلوز اتارتے ہوئے باہر آیا، سلطان شاہ لپک کر اس کی جانب گئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب میرا بیٹا، میرا آغا۔" سلطان شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی ڈاکٹر کے چہرے کو آس اور خوف کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہو کر دیکھنے لگے، تمام حسیات کو اس پل آنکھوں میں آن سمٹی گویا ڈاکٹر کے منہ سے نکلنے والے الفاظ ہی ان کے لئے موت و زیست کے پیامبر تھے۔

"آپریشن کامیاب رہا ہے، مگر آئندہ چوبیس گھنٹے پیشنٹ کے لئے بے حد اہم ہیں، صرف دعا کریں، اسی بے ہوشی کے دوران کچھ بھی ہو سکتا ہے، کومے میں جانے کا بھی خدشہ ہے اور موت واقع ہونے کا بھی، اگر ہوش آ گیا تو پھر سمجھیں خطرہ ٹل گیا۔" ڈاکٹر اپنی بات مکمل کرنے کے بعد سنجیدہ صورت اور پُراعتماد قدموں سے آگے بڑھ گیا، تبھی ایکدم ایزد بہت چیخ کر رویا تھا اور روتا چلا گیا، مگر اس کی آواز پہ بھی وہاں موجود افراد پہ چھا جانے والا سکتہ نہیں ٹوٹ سکا۔

☆☆☆

میں بارشوں میں جو یاد آؤں تو سوچ لینا
کہ اس کی بوندوں میں میرے اشکوں نے گھر کیا ہے
سفر کیا ہے اثر کیا ہے
میں بارشوں میں جو یاد آؤں تو سوچ لینا
کہ بھیگے تو ہم نے تیرا آنچل بھگو دیا ہے
تھا درد ہجراں بڑا ہی قاتل
جو میرے دل میں سمو دیا ہے
تمہارے وعدوں کا محل تھی جس کی بنیاد پانیوں پر
یہی سبب ہے کہ تیز لہروں نے آخر اس کو ڈبو دیا ہے
میں بارشوں میں جو یاد آؤں تو سوچ لینا

رابیل ساکت بیٹھی تھی پورا خاندان امڈ آیا تھا، طارق شیرازی کا پورا گھرانا اور دور و نزدیک کے رشتہ دار، داؤد حسن خان، نگین اور وقاص سبھی نے باری باری اسے حوصلہ اور امید دلائی تھی مگر وہ تو جیسے حواسوں میں ہی نہ رہی تھی۔

وقاص نے پٹیوں میں جکڑے شہریار کو دیکھا تھا اور کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"یارب العالمین! تو گواہ ہے میں نے کبھی اس خوبصورت شخص کو بددعا نہیں دی تھی۔" اس نے رابیل کے آنسو دیکھے تھے اور دل کو پانی بن کر پگھلتے محسوس کیا۔

"ماموں میں جا رہا ہوں، مجھے لگ رہا ہے اگر میں چند لمحے بھی مزید یہاں ٹھہرا تو میرا دل پھٹ جائے گا۔" وہ گھبرا کر وہاں سے بھاگ گیا تھا، رابیل کی حالت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ غیر ہوتی جا رہی تھی، احساس جرم تھا جو کسی طوق کی طرح سے اس کی گردن جکڑ رہا تھا، وحشت سراسیمگی ہراس وہ لمحہ لمحہ کی موت کا شکار تھی، چوبیس گھنٹوں میں سے اٹھارہ گھنٹے گزر گئے تھے جب داؤد حسن خان ایک بار پھر شہریار کو دیکھنے کی غرض سے اس کے روم میں داخل ہوئے تھے تب ان کی نگاہ رابیل میں الجھ گئی تھی، جو تباہ کن حالت لئے اس کی پائنتی کی جانب کھڑی کسی مومی مجسمے کی مانند ساکت تھی اور پتھرائی ہوئی نظروں سے یک ٹک شہریار کے چہرے کو دیکھ رہی تھی، اگر وہ اس کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

آنکھوں سے تسلسل سے گرتے آنسوؤں کو نہ دیکھتے تو انہیں شاید یقین کرنا محال ہوتا کہ وہ سکتے میں نہیں ہے۔

''رابیل!'' انہوں نے ایک نظر بے سدھ پڑے شہریار پہ ڈالنے کے بعد رابیل سے چند قدم کے فاصلے پہ ٹھہر کر نرمی و ہمدردی سے مخاطب کیا اس کی صرف آنکھوں نے جنبش کی تھی۔

''سس...... سر!'' اس کے ہونٹ کانپے اور ایک کراہ سی دم توڑ گئی، پھر وہ یکدم اٹھ کر ان کے پاس آئی اور کسی چھوٹی سی حراساں بچی کی طرح سے ان کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

''سر! شہری کو دیکھیں خفا ہو گیا ہے مجھ سے، اسے بلایئے سر اسے اٹھایئے، یہ آپ کے کہے اٹھ جائے گا، مجھ سے تو خفا ہے نا اس لئے نہیں سن رہا میری، آپ اسے بتایئے کہ رابیل اب اس سے خفا نہیں ہے، کبھی ہو گی بھی نہیں، بس یہ آنکھیں کھول دے ٹھیک ہو جائے۔'' اس کی بھرائی ہوئی آواز آنسوؤں کی آمیزش لئے بوجھل تھی، اس کی گرفت میں اضطراب تھا، داؤد حسن خاں کو اس پہ بے تحاشا رحم آیا، ان کا ہاتھ تسلی و ڈھارس کے انداز میں اس کے سر پہ آن ٹھہرا مگر وہ ہنوز سراسیمہ تھی۔

''سر! اس کی چپ اور خاموشی سے میرا دل گھبرانے لگا ہے، یہ اس طرح تو کبھی بھی خاموش ہو کے نہیں لیٹا سر مجھے لگتا ہے یہ مجھ سے مایوس اور خفا ہو کر جا رہا ہے اسے روک لیجئے سر! یہ مجھے طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، میں وعدہ کرتی ہوں سر میں اس سے کبھی طلاق نہیں مانگوں گی میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہ لوں گی سر! اسے خدا کے لئے روک لیں، اسے مت جانے دیں مت جانے دیں۔''

اس کی آنسوؤں سے بھیگی آواز مسلسل رونے سے بھاری ہو چکی تھی، وہ اس پل یقیناً حواسوں میں نہیں تھی جبھی وہ بات بھی کہتی چلی گئی جو شاید نہیں کہنی چاہیے تھیں، وہ کچھ اس طرح سے اپنی بات کے اختتام پہ بلک بلک کر روئی کہ داؤد حسن خاں جیسے مضبوط اعصاب کے مالک بندے کو بھی چکرا کے رکھ دیا، انہیں قطعی سمجھ نہ آسکی کہ اس کی پاگل دیوانی بے وقوف سی لڑکی کو کیسے سمجھائیں یا سنبھالیں صد شکر کہ خدا نے ان کی مشکل کو آسان بنایا اور اسی پل دروازہ کھول کر نگین اور صوحا ایک ساتھ اندر چلی آئیں۔

''نگین پلیز رابیل کو سنبھالیں، پانی پلائیں انہیں۔'' صوحا نے لپک کر بلکتی سسکتی رابیل کو نرمی و ہمدردی سمیت بانہوں میں سنبھالا تھا جبکہ نگین الٹے قدموں یقیناً پانی لینے کے ارادے سے پلٹ گئی تھی۔

''رابیل آنسو ضرور بہائیں مگر دکھ اللہ سے کہیں وہ سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔''

جب صوحا اسے یونہی سہارا دیئے باہر لے جا رہی تھی داؤد حسن خاں نے شہریار کے خشک نیلے پڑتے ہونٹوں پہ نظر جما کر بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا رابیل کے قدم محض ایک پل کو تھمے تھے پھر وہ صوحا کے ساتھ باہر چلی گئی تھی۔

☆☆☆

ہمیں خبر ہے تمام دکھ ہے
یہ آس دکھ ہے نراش دکھ ہے
یہ تشنگی جو عذاب بن کے ٹھہر گئی ہے
بدن کے بوسیدہ ساحلوں پر
تو اس کا عدم دوام دکھ ہے
یہ شور کرتی ہوا کا سارا خرام دکھ ہے
ہمیں خبر ہے تمام دکھ ہے
یہ جو تم محبت نبھاتے ہو تو اس محبت کا نام دکھ ہے
یہ وصل موسم جو اک مسلسل مغالطہ ہے
تو اس رفاقت کا نام دکھ ہے
اور اس وحشت نما فضا میں خاموش رہنا بھی اک سزا ہے
مگر کسی سے کلام دکھ ہے
ہمیں خبر ہے تمام دکھ ہے

ڈاکٹر کے دیئے ہوئے چوبیس گھنٹوں میں سے تیئس گھنٹے گزر گئے مگر شہریار کو ہوش نہیں آیا تھا امید دعا اور فریاد میں مبتلا دلوں کو خوف نے مفلوج سا کر دیا، انجانے خدشات کے ہمراہ رابیل کا متوحش دل وحشت کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا، ہر سو سناٹا تھا، اتنے لوگوں کی موجودگی کے باوجود، فضا میں جیسے کسی حادثے کا پیش خیمہ تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

ابن انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح سفر نامے

- اردو کی آخری کتاب،
- آوارہ گرد کی ڈائری،
- دنیا گول ہے،
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں،
- چلتے ہو تو چین کو چلیے،
- نگری نگری پھرا مسافر،

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دل وحشی

لاہور اکیڈمی

۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بکھرے چاہت کے رنگ

نازیہ مغل

دوسرے دن ولیمے کی تقریب تھی ولیمہ بھی ہال ہی میں کیا گیا تھا فرحین اور شہلا دونوں ہی دلہن بنی کل سے بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھیں دونوں کی تقریب ایک ہی ہال میں منعقد کی گئی تھی، پریشے اور ساریہ نے آج کے لئے ایک جیسے ڈریسز بنوائے تھے سفید کلر کے موتیوں کے کام سے مزین فراک اور چوڑی دار پاجامہ میں وہ دونوں ہی نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھیں، صارم اور فواد دونوں نے بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ پہن رکھے تھے جبکہ شانزل نے سفید کلر کا شلوار قمیض پہن رکھا تھا جس کے گلے پر خوبصورت کڑھائی نکلی تھی۔

''کیوں ننھی بچی رات میں ڈر تو نہیں لگا تھا۔'' ساریہ نے اسے چھیڑتے ہوئے بولی تو وہ مسکرادی۔

''یار ڈر کیسا ڈر اور کہاں کا ڈر رات جس قدر میں تھک چکی تھی لیٹتے ہی نیند آگئی رہی آج کی بات تو آج تو میری دونوں بہنیں میرے ساتھ سوئیں گی اور پرسوں اپنا بوریا بستر سمیٹ کر امی کے پاس چلی جاؤں گی۔''

ناولٹ

''ارے واہ کیا خوب ارینج منٹ کی ہے تم نے پھپھو کی اور انکل کو تنگ کرو گی مگر اپنے اندر کا ڈر مت نکالنا اندھیرے میں کیا تمہیں کوئی کھا جائے گا کیا جو اس قدر ڈرتی ہو تم اندھیرے سے۔'' وہ اسے ڈپٹے ہوئے بولی تھی۔

''کیا یار تم یہ کیا باتیں لے بیٹھی ہو چلو اٹھو ہم بھی تصویریں بنواتے ہیں۔'' وہ ساریہ کو ساتھ لئے اسٹیج کی طرف بڑھ گئی جہاں سب تصویریں بنا رہے تھے، پریشے صارم کے ایک سائیڈ پر بیٹھ گئی اور ساریہ فواد کے پھر باری باری ان لوگوں نے دونوں کے ساتھ تصویریں بنوائیں اچانک ساریہ کی نظر شانزل پر پڑی جو اسی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''ارے شانزل بھائی آپ بھی آیئے ناں۔'' ساریہ کے پکارنے پر پریشے کی نظر بھی بے ساختہ طور پر شانزل کی طرف اٹھی تو کل کا منظر اس کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بڑھتے دیکھ کر وہ سرعت سے آٹھی تھی۔

''تم کہاں چلیں ابھی تو ہمیں فیملی فوٹو گراف بنوانا ہے اور تم بھی تو ہماری فیملی کا حصہ ہو۔'' ساریہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا تھا، شانزل آچکا تھا وہ ان کے پاس ہی آ کھڑا ہوا ابھی صارم نے شانزل اور پریشے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں بائیں بیٹھایا اور فوٹو گرافر کی طرف اشارہ کیا تو اس نے کٹھا کھٹ تصویریں اتارنا شروع کر دی تھیں شانزل مسلسل اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے تبھی شانزل ایکدم سے کھڑا ہو گیا پھر صارم کے لاکھ روکنے کے باوجود وہ ایک منٹ بھی وہاں نہیں رکا تھا اس کے وہاں سے جاتے ہی پریشے نے چین کا سانس لیا تھا،

صارم نے انہیں گھر ڈراپ کیا تھا اب صبح صارم اور فواد انہیں لینے کے لئے آئیں گے۔

شادی کی تقریبات ختم ہوئیں تو زندگی پھر سے معمول پر آ گئی تھی پریشے امتحانات سے تو شادی سے پہلے ہی فارغ ہو چکی تھی اس لئے اب گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ اس طرح سے فارغ بیٹھ کر بور ہو گئی تھی اس لئے اس نے کمپیوٹر کلاسز جوائن کر لی تھیں امی، ابو نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا ان کا کہنا تھا کہ اچھا ہے اتنا تمہارا رزلٹ نہیں آتا من بھی بہلا رہے گا اور اس طرح سے تمہیں کچھ سیکھنے کو بھی مل جائے گا سو انہوں نے اسے بخوشی اجازت دے دی تھی۔

امی، ابو شہلا کے چچا سسر کی عیادت کرنے جا رہے تھے اس لئے ثمینہ کے اس فون کر دیا کہ ساریہ کو گھر بھجوا دیں تا کہ پریشے پیچھے اکیلی نہ رہے یا پھر کسی کو پریشے کو لینے بھیج دیں وہ واپسی میں اسے اپنے ساتھ لیتے آئیں گے اس لئے ثمینہ نے شانزل کو بھجوا دیا کہ پریشے کو لے آئے شادی کے بعد پریشے کا اب تک شانزل سے براہ راست سامنا نہیں ہوا تھا وہ اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی مگر امی کو کیا جواب دیتی اس لئے خاموشی سے گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔

انہیں گاڑی میں بیٹھے پانچ منٹ سے زائد ہو چکے تھے ابھی تک دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے مخاطب نہیں ہوا تھا، تنگ آ کر شانزل خود ہی بولا تھا۔

''تم نے کمپیوٹر کلاسز کیوں جوائن کی؟''

''میری مرضی ہے میں جو چاہے کروں میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میری لائف میں انٹرفیر مت کیا کریں۔'' وہ تنک کر بولی تھی۔

''تمہاری مرضی کی تو ایسی کی تیسی۔'' وہ ایکدم گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے بولا۔

''آج تو تم نے یہ کہہ دیا لیکن آج کے بعد مت کہنا اور کمپیوٹر کا استعمال سیکھ کر تمہیں کیا جاب کرنی ہے سیکھنا ہی ہے تو کوکنگ کورسز کر لو گھر داری سیکھو آخر کو آگے تمہیں بھی تو یہی سب کچھ کرنا ہے ناں۔'' وہ گاڑی کو دوبارہ اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

''جب میرے ماں باپ نے مجھے بخوشی اجازت دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں سوال جواب کرنے والے اور آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے کہ مجھے جاب کرنی ہے یا نہیں یا یہ کہ کھانا پکانا سیکھوں گھر داری سیکھوں جب آپ اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتے ہیں تو کوئی دوسرا بھی گزار سکتا ہے۔''

''میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ وقت آنے پر بتا دوں گا کہ میں ہوتا کون ہوں اچھا یہ بتاؤ آئسکریم کھاؤ گی۔'' شانزل کی نظر آئسکریم پارلر پر پڑی تو اس سے پوچھ بیٹھا۔

''جی نہیں مجھے نہیں چاہیے آپ کی آئسکریم۔'' اس نے صاف انکار کیا حالانکہ آئسکریم کا نام سن کر ہی اس کے منہ میں پانی آ گیا تھا۔

''ٹھیک ہے مت کھاؤ میں تو ضرور کھاؤں گا۔'' وہ جانتا تھا کہ اسے آئسکریم بہت پسند ہے، شانزل نے گاڑی آئسکریم پارلر کے قریب روکی اور گاڑی سے اتر کر اندر چلا گیا تھوڑی دیر بعد جب اس کی واپسی ہوئی تو اس کے دونوں ہاتھوں میں آئسکریم کے کپ تھے ایک اس کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے نظر انداز کر دیا تھا وہ کندھے اچکا کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور دوسرا کپ اس کی نظروں کے عین سامنے رکھ دیا اور خود کھانے لگا وہ گاڑی سے باہر دیکھنے لگی جبکہ وہ مزے لے لے کر کھا رہا تھا پریشے کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ دے یا پھر خود ہی کہیں غائب ہو جائے، شانزل ترچھی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اسے ہنسی بھی آ رہی تھی۔

''کھا لو پری بڑے مزے کی ہے ورنہ پگھل جائے گی۔''

''کہا ناں مجھے نہیں کھانی اگر آپ کھا چکے ہیں تو گھر چلیں۔'' وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

''اتنی ضد نہیں کرتے پری ضد کبھی کبھی چلتی ہے ہر بار نہیں یہ تو تمہیں کھانی ہی پڑے گی اگر تم خود نہیں کھاؤ گی تو میں خود اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا۔'' وہ بولا تو اس نے فوراً وہاں سے آئسکریم اٹھالی اور کھانا شروع کر دی، وہ جانتا تھا کہ وہ ایسے نہیں مانے گی اس لئے اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا۔

آج ساریہ ان کے گھر ٹھہر رہی تھی اس لئے آج وہ فرحین اور شہلا کے بعد پہلی بار اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

طنز و مزاح، سفر نامے

اردو کی آخری کتاب
آوارہ گرد کی ڈائری
دنیا گول ہے
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چلین کو چلیے

قدرت اللہ شہاب

یا خدا
ماں جی

بابائے اردو مولوی عبدالحق

قواعد اردو
انتخاب کلام میر

ڈاکٹر سید عبد اللہ

مقامات اقبال
طیف غزل
طیف اقبال
طیف نثر

مکمل فہرست طلب کیجئے

لاہور اکیڈمی
۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور

Scan & PDF FIZA AHMED FriendsKorner.com

”ساریہ آج بڑی مزے کی نیند آئے گی قسم سے کتنے دنوں کے بعد آج میں اپنے کمرے میں سوؤں گی تم ایسا کیوں نہیں کرتی ہو کہ تم یہیں ہمارے پاس رہا کرو اور پھر ہم روز ڈھیروں باتیں کیا کریں گے خوب مستی کیا کریں گے کتنا مزہ آیا کرے گا۔“ وہ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دی۔

”مجھے تو نیند آنے لگی ہے اتنے دنوں بعد اپنے بستر پر لیٹ کر۔“ وہ پھر سے بولی تو ساریہ نے اس کی بازو پر زور سے ہاتھ مارا۔

”کیا کہا نیند آ رہی ہے تمہیں تم جانتی ہو کہ آج تمہارے ایک بار کہنے سے ہی رک گئی ہوں تو کیوں تو وہ اس لئے مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی تمہیں اپنی بے پناہ خوشی کے متعلق بتانا تھا جو ابھی کچھ روز پہلے ہی مجھے ملی ہے ڈھیروں باتیں کرنی ہیں تم سے اور تم کہہ رہی ہو کہ نیند آ رہی ہے۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

”خیریت ایسی کون سی ضروری بات تھی جو تم مجھ سے کرنا چاہتی تھیں اور اس لئے تم میرے ایک مرتبہ کہنے سے ہی یہاں رکنے کے لئے تیار ہو گئیں ذرا مجھے بھی تو پتہ چلا۔“ پریشے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر تکیہ گود میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔

”پری مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔“ وہ سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ پر نظریں جما کر بولی تھی۔

”خیریت تو ہے جو مجھ سے اس قدر احمقانہ سوال پوچھ رہی ہو تم جانتی ہو پریشے سبط حسن کو کہ اس کے پاس ان فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے اور ویسے بھی محبت جیسی حماقت پریشے ہرگز نہیں کر سکتی اس لئے مجھ سے یہ سوال کرنا فضول ہے۔“

”تم جانتی ہو پری جسے تم فضول چیز کہہ رہی ہو وہ کتنی انمول ہے جسے تم حماقت کہہ رہی ہو وہ کتنا خوبصورت جذبہ ہے اس دنیا کی تو تخلیق ہی محبت کی بنیاد پر ہوئی ہے خدا نے اپنے حبیب کی محبت میں یہ دنیا تخلیق کی اور محمد ﷺ نے اپنی امت کی محبت میں دنیا کی ہر چیز کو ٹھکرا دیا جب خدا نے ان سے پوچھا کہ اے میرے بندے اے میرے محبوب مانگ کیا مانگتا ہے یہ دونوں جہان تیرے لئے ہیں تب آپ نے خدا سے مانگا تو کیا کہ اے میرے رب مجھے اپنے لئے کچھ نہیں چاہیے بس میری امت کو قیامت کے روز بخش دینا یہ بھی محبت تھی آپ کی اپنی امت کے لئے اور تم محبت کو فضول اور حماقت کہتی ہو۔

”تم نہیں جانتیں کہ یہ کتنا خوبصورت جذبہ ہے کتنا خوبصورت احساس ہے جس میں ہم خود اپنے لئے کچھ نہیں چاہتے بس دل میں ایک ہی تمنا ہوتی ہے کسی طرح وہ خوش رہے جسے ہم خود سے بھی زیادہ چاہتے ہیں جس کی ایک خوشی کے لئے ہم اپنی ہزاروں خوشیاں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں جس کا ہر دکھ ہمیں اپنا دکھ لگے جس کی ذرا سی تکلیف پر آپ کا دل تڑپ اٹھے جی چاہتا ہے کہ اس کے قدموں میں دنیا کی ساری خوشیاں ڈھیر کر دے ایسا ہوتا ہے محبت کا احساس اسے محبت کہتے ہیں جو بے حد خوبصورت ہوتی ہے اتنی خوبصورت کہ آپ کو بری سے بری چیز بھی خوبصورت لگنے لگتی ہے ہر چیز اس کے سامنے ہیچ محسوس ہوتی ہے۔“ وہ ایک جذب کے عالم میں بول رہی تھی، اس کے چہرے پر بہت خوبصورت رنگ تھے جنہیں چاہت کے رنگ کہنا کوئی مضائقہ نہیں تھا وہ اس کے چہرے کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی اور پھر فوراً ہوش میں آتے ہوئی بولی۔

”ساریہ کہیں تمہیں کسی سے محبت تو نہیں ہو گئی۔“

”ہاں پری مجھے محبت ہو گئی ہے اور آج سے نہیں جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تب سے شروع شروع میں تو وہ بس اچھا لگتا تھا لیکن کب میں اسے چاہنے لگی مجھے پتہ ہی نہ چلا لیکن اب میں اپنی خوشی سنبھال نہیں پا رہی پتہ ہے پری اس نے مجھے پرپوز کیا ہے پری تم نہیں جانتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔“ وہ اسے گلے لگا کر بولی۔

”میں خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے اس نے بن مانگے ہی مجھے میری چاہت دے دی اور سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جسے میں چاہتی ہوں وہ بھی مجھے اتنا ہی چاہتا ہے اور نہ صرف چاہتا ہے بلکہ وہ مجھے اپنانا بھی چاہ رہا ہے۔“

”ساریہ کون ہے وہ؟“ پریشے کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

”احد، شانزل بھائی کا دوست اور بزنس پارٹنر شادی میں تم نے اسے دیکھا ہی ہو گا وہ بہت اچھا ہے پری ریئلی نہ صرف وہ خود اچھا ہے بلکہ اس کی فیملی بھی بہت اچھی ہے پاپا کے ساتھ احد کے پاپا کی اچھی فرینک نیس ہے اور اس کی مماشی از گریٹ اینڈ نائس لیڈی تین بہن بھائی ہیں ایک احد خود ہیں اور دو بہنیں اور دونوں شادی شدہ ہیں احد نے پہلے میری مرضی جاننا چاہی ہے اس لئے اس نے ابھی اپنے گھر والوں کو نہیں بھیجا ہے میں نے اسے ہاں کہہ دیا ہے۔“

”ساریہ تمہیں پکا یقین ہے کہ احد کے گھر والے احد کی پسند کو اپنا ئیں گے۔“

”پری احد کی مما پہلے ہی ایک دو بار مما سے اشاروں کنایوں میں بات کر چکی ہیں اور پھر اب تو خود ان کا اپنا بیٹا ایسا چاہتا ہے وہ تو میں نے ہی احد کو ابھی روک رکھا ہے ورنہ وہ تو کب کا انہیں بھیج چکا ہوتا۔“

”شانزل بھائی کو پتہ ہے اس بارے میں۔“ وہ ہر طرح سے مطمئن ہونا چاہ رہی تھی۔

”نہیں ابھی کسی کو نہیں پتہ مگر میں جانتی ہوں کہ وہ بھی ایسا چاہتے ہیں میں نے ایک بار انہیں مما سے احد کے اور میرے بارے میں بات کرتے سنا تھا اس لئے ان کی طرف سے تو کسی طرح کی رکاوٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”ریئلی ساریہ میں ابھی تک شاک کی سی کیفیت میں ہوں۔“

”ہاں تم تو یہی کہو گی کبھی محبت کی ہو تو پتہ ہو ناں۔“ وہ بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے بولی۔

”میں تو دعا کرتی ہوں کہ کاش تمہیں کسی سے شدید محبت ہو جائے اتنی محبت کہ تم اس کے بغیر ایک پل نہ رہ پاؤ نہ دن کو چین آئے اور نہ رات کو نیند اس کو دیکھے بنا تمہیں قرار نہ آئے لیکن ساتھ میں، میں یہ ضرور کروں گی کہ خدا اسے تمہارا نصیب بھی ضرور بنائے۔“ پریشے اس کی باتیں سن کر کھلکھلا کر ہنس دی۔

”مجھے یعنی پریشے سبط حسن کو محبت ہو جائے اچھا مذاق ہے۔“ وہ اپنی طرف انگلی کر کے بولی تھی۔

”امپاسبل ڈیئر ساریہ ایسا مرتے دم تک نہیں ہو گا کہ پریشے کسی کی محبت میں گرفتار ہو جائے اور خود کو بھلا کر کسی اور کے بارے میں سوچے کسی کے لئے اپنی نیندیں قربان کرے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔“ وہ بے ساختہ ہنسے جا رہی تھی۔

”جب ایسا ہو گا ناں تب پوچھوں گی میں تم سے۔“ ساریہ اسے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”ایسا کبھی ہو گا تو تم پوچھو گی ناں۔“ وہ بڑے کروفر سے بولی تھی۔

”وقت آنے دو تب بات کریں گے میری جان فی الحال اب مجھے سونے دو بڑی سخت نیند آ رہی ہے۔“ ساریہ تکیہ درست کرتے ہوئے

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔

"اور میں وہ وقت آنے نہیں دوں گی۔" وہ بڑے مان سے بولی تھی اور پھر خود بھی اس کے برابر آ کر لیٹ گئی اس بات سے بے خبر کہ زندگی اس کے لئے کیسا موڑ لے کر آنے والی ہے۔

"کیا بات ہے یار میں بہت دنوں سے تمہیں نوٹ کر رہا ہوں تم کچھ بدلے بدلے سے لگ رہے ہو۔" احد کئی دنوں سے نوٹ کر رہا تھا لیکن آج وہ اس سے پوچھ بیٹھا۔

"کہیں کسی لڑکی وڑکی کا چکر تو نہیں ہے۔" احد شرارت سے اسے چھیڑتے ہوئے بولا تھا اس وقت وہ دونوں آفس میں بیٹھے تھے۔

"پتہ نہیں یار میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا جتنا اس کے تصور سے پیچھا چھوڑانا چاہتا ہوں وہ اتنی ہی میرے خیالوں میں چلی آتی جتنا اس سے دور جانا چاہتا ہوں وہ اتنی ہی میرے قریب چلی آتی ہے ہر پل ہر گھڑی وہ میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے ہر جگہ اسی کا گمان ہوتا ہے ہر طرف وہ ہی وہ ہی میں تو جیسے کہیں ہوں ہی نہیں میرے دل میں میرے تن من میں آگ لگا کر وہ خود سکون سے بیٹھی ہے میرا دن کا سکون رات کی نیندیں اڑا کر خود کتنی میٹھی نیند سوتی ہے کیوں اسے میرے جذبوں کا میرے ہونے کا احساس نہیں ہے کیوں وہ اس قدر مجھ سے دور رہتی ہے۔" وہ اپنے ہی دھیان میں بولے جا رہا تھا۔

"لگتا ہے میرے یار کو شدید قسم کی محبت ہو گئی ہے کسی سے کون ہے وہ؟"

"ہاں یار مجھے محبت ہو گئی ہے اور وہ بھی ایسی لڑکی سے جسے شاید محبت کے معنی بھی نہیں پتہ جسے صرف کچھ آتا ہے تو ضد کرنا اپنی منوانا دوسروں کے جذبوں کی توہین کرنا کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ مجھے کیسے محبت ہو گئی تم سے پریشے سبط حسن کیسے میں اپنا سب کچھ تمہارے نام کر بیٹھا کیسے اور کیوں۔" وہ خود سے سوال کر رہا تھا، شانزل برہان لغاری جو آج تک سی لڑکی سے نہیں ہارا تھا پریشے سے ہار گیا تمہارے حسن سے تمہاری باتوں سے تمہاری معصومیت سے تمہاری ہر اک ادا سے شانزل ہار گیا آج وہ احد کے سامنے اعتراف کر رہا تھا کہ پریشے سبط حسن نے اسے ہرا دیا ہے۔

"کیا پریشے وہی فرحین بھابھی کی چھوٹی بہن۔" احد ایکدم کرسی سے اچھلا تھا۔

"امپاسبل یار یہ نہیں ہو سکتا بڑی توپ شے ہے وہ لڑکی جہاں تک تو نے مجھے اس کے بارے میں بتایا اور جو میں نے خود دیکھا ہے اس سے تو یار بڑی گڑبڑ ہو جائے گی ہر وقت تو وہ تیرے ساتھ لڑتی جھگڑتی رہتی ہے دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے اٹھارہ گھنٹے تو تم لڑتے جھگڑتے ہی گزار دو گے اللہ ہی حافظ ہے یار تیرا تو ایک منٹ تو تمہاری بنتی نہیں اتنی لمبی زندگی کیا لڑتے جھگڑتے ہی گزار دو گے۔"

"میرے لئے چوبیس میں سے چھ گھنٹے ہی بہت ہیں جو کم از کم میرے اور اس کے درمیان کے فاصلوں کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوں گے اور اگر میں ان چھ گھنٹوں میں اپنے اور اس کے درمیان کے فاصلوں کو کم نہیں کر پایا تو پھر بھی میں تو یہی کہوں گا کہ۔"

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

شانزل اس کی طرف دیکھ کر اک ادا سے بولا تھا۔

"ہاں یار اب تو تیرے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے۔"

"اب وہ اتنی بھی بری نہیں ہے۔" شانزل اس کی حمایت میں بولا تھا۔

"ہاں اب تجھے وہ بری کیوں لگنے لگی اب برے تو تجھے ہم لگے گے۔"

"نہیں یار اب ایسی بھی بات نہیں ہے میں تو بس ویسے ہی کہہ رہا تھا ورنہ کہہ تو ٹھیک رہا ہے اڑیل تو وہ واقعی ہے لیکن یہ شانزل کا دعوا ہے کہ وہ پریشے کو اپنا بنا کر رہے گا اس کے دل میں اپنی محبت ضرور ڈالے گا وہ بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرے گی جتنی کے میں اس سے کرتا ہوں یہ میرا وعدہ ہے خود سے اور شانزل اپنا وعدہ ہمیشہ پورا کرتا ہے۔" وہ ٹیبل سے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے بولا۔

"اب تو گھر چلا۔" وہ اسے باہر کی طرف جاتے دیکھ کر بولا۔

"پھپھو کی طرف جا رہا ہوں کافی دن ہو گئے ادھر کا چکر نہیں لگایا۔"

"سیدھی طرح سے کیوں نہیں کہتا کہ بہت دن ہو گئے صنم کو دیکھے ہوئے۔" احد نے اسے چھیڑا تو وہ مسکرا دیا۔

"سچ کہا ہے یار تو نے واقعی کافی دن ہو گئے اسے دیکھے ہوئے بھی اس بہانے اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔" وہ دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے اسے جواب دیتا باہر نکل گیا تو احد مسکرا دیا۔

"یہ محبت بھی کیا چیز انسان کو کتنا بدل کر رکھ دیتی ہے جیسے شانزل بدل گیا اور میں بھی تو بدل گیا ہوں جب سے مجھے محبت ہوئی ہے۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا گھر جانے کے لئے۔

"بھابھی مجھے ایک بات تو بتائیں۔" شانزل فرحین کے پاس بیٹھا اس کا دماغ کھا رہا تھا آج سنڈے تھا اس لئے وہ گھر پر ہی موجود تھا۔

"آپ کی بہن ہے ناں جو ارے اپنی پریشے (اس کے پیچھے مڑنے اور سوالیہ انداز پر دیکھنے پر شانزل نے نام لے کر بتایا تھا) اس کا دماغ مجھے کچھ کھسکا ہوا لگتا ہے ایسا لگتا ہے کہ اس کے دماغ کا کوئی اسکرو ڈھیلا ہے، ہے ناں۔" اس نے فرحین سے بھی تصدیق چاہی تھی۔

"شانزل یہاں پری کا کیا ذکر اور اب تم سے اس نے کیا کہہ دیا جو تمہیں اس کے دماغ کے اسکرو ڈھیلے نظر آنے لگے ہیں۔" وہ کام کے ساتھ ساتھ اسے بھی سن رہی تھی۔

"نہیں کہا تو اس نے کچھ بھی نہیں وہ تو میں بس اس لئے کہہ رہا تھا کہ اسے کوئی بات سیدھے سیدھے سمجھ کیوں نہیں آتی ہر بات کو غلط انداز میں دیکھنا سوچنا اور سمجھنا یہ سب تو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا دماغ کھسکا ہوا ہے۔"

"اچھا ایسی کون سی بات ہے جو پریشے کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔" فرحین ہاتھ دھو کر اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"ہے ایک بات وقت آنے پہ آپ کو بتا دوں گا پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ کو میرا بھی کچھ خیال ہے کہ نہیں کتنے آرام سے آپ دونوں نے تو شادی کروالی اور یہاں ابھی منگنی تک کے کوئی آثار نہیں ہیں، آپ کو نہیں لگتا کہ اب آپ کی دیورانی آ جانی چاہیے۔" شانزل ڈائننگ ٹیبل سے سیب اٹھا کر کھانے لگا۔

"کیا بات ہے پہلے پریشے کا ذکر پھر اپنی شادی کا ذکر خیریت تو ہے ناں۔" فرحین شانزل کے چہرے پر نظریں جما کر بولی تو بوکھلا گیا۔

"لگتا ہے ضرور کوئی گڑبڑ ہے سیدھی طرح سے بتا دو ورنہ اپنا ہی نقصان کرو گے۔"

"کیسی گڑبڑ اور کیسا نقصان۔" صارم بھی ان کے پاس آ بیٹھا تھا اس نے فرحین کے الفاظ سن لئے تھے اس لئے پوچھا۔

"اپنے بھائی سے پوچھیے آج کل ان پر اپنی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

شادی کا خبط سوار ہے۔'' فرحین نے صارم کو بتایا تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے کے لئے پر تولنے لگا۔

''کیوں یار تم تو شادی کے نام سے بڑے بدکتے تھے پھر اب خود سے شادی کا کہنا حیرت انگیز بات ہے۔'' صارم نے اس کی طرف رخ کیا۔

''صارم اس سے یہ بھی تو پوچھیے کہ یہ پریشے کا کیا چکر ہے۔''

''کیا بھابھی میں تو بس ایسے ہی اس کا ذکر کر رہا تھا۔''

''یار کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی جو پریشے آج کل ہر وقت تمہاری باتوں میں رہتی ہے۔''

''بھیا صرف باتوں میں ہی نہیں خوابوں اور خیالوں میں بھی اور آج تو ایک اور بات بھی پتہ چلی ہے کہ محترمہ کی تصویریں تک شانزل بھائی کے کمرے میں پائی جاتی ہیں اور وہ بھی تکیوں کے نیچے۔'' ساریہ جو اس کے کمرے کی صفائی ملازم سے کروا رہی تھی پریشے کی تصویر ملنے پر فوراً فرحین کو بتانے چلی آئی تھی ابھی کل ہی تو فرحین کہہ رہی تھی کہ البم سے ایک تصویر غائب ہے اور اب پتہ چلا تھا کہ وہ کہاں تھی۔

''کیا کہا تم نے تصویریں تکیوں کے نیچے اور وہ بھی پریشے کی۔'' صارم اور فرحین دونوں ایک ساتھ بولے تھے۔

''جی ہاں۔'' ساریہ نے فوراً جواب دیا۔

''ابے رک اور سیدھی طرح سے بتا کہ یہ چکر کیا ہے ورنہ تیری وہ حالت کروں گا کہ تو یاد رکھے گا۔'' صارم نے سے بھاگتے دیکھ کر فوراً پکڑا تھا۔

شانزل جان چکا تھا کہ اب جب تک وہ سب کچھ بتا نہیں دیتا وہ اس کی جان نہیں چھوڑیں گے اس لئے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔

''ہوں تبھی تو ہر وقت پھپھو کی طرف جانے کے لئے تیار رہتا ہے صرف تو ہی پسند کرتا ہے یا وہ بھی پسند کرتی ہے تجھے۔''

''ارے کہاں آپ تو جانتے ہی ہیں ناں اسے اسی لئے تو فرحین بھابھی میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی بہن کے اسکرو ڈھیلے ہیں کئی اپنی مرتبہ اشاروں میں سمجھانے کے باوجود بھی وہ سمجھتی ہی نہیں اس کی بس ایک ہی تکرار ہے کہ میں اس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں لیکن بھابھی اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ کس طرح سے اسے میرے لئے تیار کرنا ہے اور پلیز اب آپ دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ بات مما پاپا تک کیسے پہنچانی ہے۔'' شانزل نے ساری ذمہ داری ان دونوں پر ڈالی اور خود ایک طرف ہو گیا۔

وقت کتنی جلدی گزرتا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا فرحین اور شہلا کی شادی کو آٹھ ماہ ہو گئے تھے ان آٹھ ماہ میں پریشے کتنی بدل گئی تھی وہ پریشے جو کبھی گھر کے کسی کام کو ہاتھ تک نہ لگاتی تھی آج وہ گھر کے سب کام خود کرتی تھی پہلے کی نسبت اب وہ تھوڑی سمجھدار اور سنجیدہ بھی ہو گئی تھی اگر نہیں بدلا تھا تو وہ تھی اس کی ضد اور غصہ جس پر طاہرہ اکثر بولتی رہتی تھیں کہ اگر اس کی یہی عادت رہی تو سسرال میں جوتے کھائے گی مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی جھٹ کہتی فی الحال تو میں شادی ہی نہیں کروں گی اگر کی بھی تو ایسے لڑکے سے کروں گی جو نا کہ مجھے وداع کر کے لے کر آئے بلکہ خود اپنا سامان ہوا اٹھا کر ہمارے گھر لے آئے رشتے تو اس کے بہت آ رہے تھے لیکن انہیں ابھی کوئی بھی لڑکا اپنی بیٹی کے معیار کا نہ لگا تھا لیکن آج جب بھابھی نے شانزل کا رشتہ پریشے کے لئے پیش کیا تو خوشی سے ان کے قدم زمین پر نہ پڑ رہے تھے، ان کی بیٹی کو جتنا خوش شانزل رکھ سکتا تھا شاید ہی کوئی اور رکھ سکتا اور پھر ان کی بیٹی خود شانزل نے پسند کی تھی کتنے مان سے شانزل نے ان سے کہا تھا کہ پھپھو میں پریشے کو بے حد خوش رکھوں گا کیونکہ میں اسے بہت چاہتا ہوں کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا بس پھپھو ناں مت کیجئے گا پری کو میرا بنا دیجئے میں وعدہ کرتا ہوں پھپھو کبھی اس سے جھگڑا نہیں کروں گا۔

وہ کیسے ناں کر دیتیں شانزل تو انہیں بچپن سے ہی بہت پیارا تھا سب بھتیجا بھتیجیوں میں انہیں سب سے زیادہ پیار شانزل سے تھا اور پھر فرحین نے بھی تو اس کی کتنی حمایت کی تھی اس لئے انہوں نے یہ رشتہ قبول کر لیا تھا بنا پریشے کی مرضی جانے۔

''کہاں جا رہی ہو پریشے۔'' ساریہ کے کمرے سے نکل کر فرحین کے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب وہ راستے میں آتے ہوئے بولا۔

''آپ کو اس سے مطلب میں جہاں مرضی جاؤں ہٹیے سامنے سے۔''

''اگر نہ ہٹوں تو۔'' وہ اور بھی پھیل کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

''تو میں آپ کی شکایت کروں گی ماموں جان سے۔'' وہ اسے دھمکی دینے لگی حالانکہ جانتی تھی کہ اس پر اس کی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہونے والا۔

''ٹھیک ہے کر دینا میری شکایت مگر اس وقت نہیں کیونکہ اس وقت تو تم میرے ساتھ آؤ کچن میں اور جلدی سے مجھے ایک کپ چائے بنا کر دو چلو۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف چل پڑا۔

''چھوڑیے میرا ہاتھ نوکر نہیں ہوں میں آپ کی جو چائے بنا کر دوں جائیے اور اپنے کسی ملازم سے بنوائیے چھوڑیے میرا ہاتھ۔'' وہ بھرپور کوشش کر رہی تھی اپنا ہاتھ چھڑوانے کی جو شانزل کی مضبوط گرفت میں تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم میری نوکر نہیں ہو لیکن جو کام تمہیں آگے چل کر کرنا ہے تو پھر وہ کام کرنے کی عادت ابھی سے کیوں نہیں ڈالنی چاہیے۔'' وہ اسے کچن میں لے آیا تھا۔

''چلو جلدی کرو دیکھوں تو سہی کہ تمہیں کچھ آتا جاتا بھی ہے کہ نہیں چلو بھئی شروع ہو جاؤ اب کھڑی کیوں ہو۔''

''ایسے کیوں گھور رہی ہو مانا کہ تمہاری نظر مجھ پر سے نہیں ہٹ رہی کیونکہ میں ہوں ہی اتنا ہینڈسم کہ ہر لڑکی کی نظر مجھ پر سے ہٹتی ہی نہیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ پہلے کام کرو مجھے دیکھنے کے لئے تو تمہاری پوری زندگی پڑی ہے جی بھر کے دیکھ لینا یا پھر ایسا کرو پہلے یہاں بیٹھ کر مجھے جی بھر کر دیکھ لو پھر چائے بنا دینا۔'' وہ کرسی گھسیٹ کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

''نہ تو میں آپ کے پاس بیٹھ رہی ہوں اور نہ ہی میں آپ کے لئے چائے بنانے والی ہوں سمجھے آپ۔'' وہ فوراً کرسی سے اٹھی تھی

''تم کیا یار تم ہر وقت ضد کیوں کرتی ہو اگر تم اسی طرح ضد کرتی رہی ناں تو بڑی مشکل ہو جائے گی آگے چل کر اچھا تمہیں چائے نہیں بنانی تو مت بناؤ لیکن یہاں میرے پاس بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی اور نہ ہی آپ کی کوئی بات سننی ہے۔'' وہ اسے جواب دے کر کچن سے چلی آئی شانزل تیزی سے اس کے پیچھے آیا اور اس کی بازو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے ہوئے اسے لے کر اپنے کمرے کی طرف لے آیا، کمرے میں لا کر اس نے ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔

''میں تم سے جتنا آرام سے اور پیار سے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بات کرنا چاہتا ہوں تم اتنی ہی اکڑتی ہو لگتا ہے شرافت تمہیں راس نہیں ہے سمجھتی کیا ہو تم خود کو جو اس طرح سے مجھے اگنور کرتی ہو ہاں کیا ہو تم کہیں کی راجکماری یا پھر کوئی حور یا پری بولو کیا میرے سامنے تمہاری ایک نہیں چلے گی۔'' وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

''میں تمہیں یہاں صرف اس لئے لایا ہوں کہ تمہیں بتا سکوں کہ عنقریب تم میری ہونے والی ہو یعنی میری شادی تم سے ہونے والی ہے صرف یہی بات کرنا چاہتا تھا تم سے لیکن تم کسی کی سنتی تھوڑی نہ ہو خوامخواہ میرا دماغ گرم کر کے رکھ دیا۔''

''ہوش میں تو ہیں آپ میں اور وہ بھی آپ سے شادی کروں گی لگتا ہے دماغ چل گیا ہے آپ کا۔''

''ہاں تم شادی کرو گی مجھ سے اور وہ بھی عنقریب پھپھو نے ہامی بھر لی ہے رشتے کی اور پلیز شادی کے پہلے کھانا بنانا سیکھ لینا بھابھی نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں کوکنگ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے لیکن اب تو مجبوری ہو گی سیکھنا پڑے گا کیونکہ مجھے گھر کا کھانا زیادہ پسند ہے روز روز باہر کا کھانا مجھ سے کھایا نہیں جاتا۔''

''کیا بکواس ہے یہ جو منہ میں آ رہا ہے بکے جا رہے ہیں اگر یہ مذاق ہے تو بہت ہی فضول مذاق ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی تھی۔

''نہ تو یہ سب بکواس ہے اور نہ ہی میرا دماغ خراب ہوا ہے میں نے جو کہا ہے وہ سب سچ ہے۔''

''نہیں ہرگز نہیں میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گی میری مرضی کے بغیر امی، ابو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتے اور مرضی صرف یہ ہے مسٹر شانزل کہ میں آپ سے شادی ہرگز نہیں کروں گی کبھی بھی نہیں سمجھے آپ۔'' وہ غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''پری پھپھو نے میرے کہنے پر اس رشتے کے لئے ہامی بھری ہے تم نہیں جانتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں انکل اور پھپھو بہت خوش ہیں اور باقی سب بھی بہت خوش ہیں سب سے زیادہ خوش تو میں ہوں کیونکہ اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری ہو جاؤ گی میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا میرا یقین کرو پری میں واقعی میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔'' شانزل پریشے کو کندھوں سے پکڑ کر اپنے عین سامنے کرتے ہوئے گمبھیر لہجے میں بولا، پریشے کا دل بہت زور سے دھک دھک کر رہا تھا وہ اس کے اس طرح اظہار محبت پر تھوڑی نروس ہو گئی تھی اس کے الفاظ میں نجانے کیسا سحر تھا جس میں وہ جکڑی گئی تھی پریشے بغور شانزل کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جس پر صاف لکھا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل سچ کہہ رہا ہے لیکن اس کا دماغ یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا جس کی ایک ہی تکرار تھی کہ وہ سب کچھ صرف بدلہ لینے کے لئے کر رہا ہے وہ تمہیں اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے تمہیں اپنے رعب میں رکھنا چاہتا ہے وہ تم سے پیار نہیں کرتا بلکہ اس کی ضد بن چکی ہو تم جسے وہ ہر طرح سے پوری کرنا چاہتا ہے، پریشے نے ایک جھٹکے سے شانزل کے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹائے تھے۔

''کیا سمجھتے ہیں آپ کہ میں آپ کی ان جھوٹی باتوں میں آ جاؤں گی اور آپ کی ان سحر انگیز باتوں میں جکڑی جاؤں گی ہرگز نہیں مسٹر شانزل میں جانتی ہوں کہ آپ کو مجھ سے کوئی پیار ویار نہیں ہے آپ چاہتے ہیں کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں کیونکہ اس طرح سے تو میں آپ کے رعب میں نہیں آ رہی شادی کرنے کے بعد آپ مجھے جس طرح سے بھی چاہیں گے اپنے بس میں کر لیں گے مجھے اپنا محتاج بنائیں گے مجھ پر اپنا

رعب و دبدبہ جمائے رکھیں گے مجھے بس آپ اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں ضد بن چکی ہوں میں آپ کی جسے آپ ہر حال میں پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن مسٹر شانزل میں آپ کی یہ ضد ہرگز پوری نہیں ہونے دوں گی ویسے کوشش اچھی تھی محبت کے جال میں پھانسنے کی لیکن افسوس میں محبت جیسی فضول خرافات پر یقین نہیں رکھتی اور جہاں تک رہی رشتے کی ہامی کی بات تو جب میں راضی ہی نہیں ہوں تو شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''یہ تو مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تم جیسی لڑکی محبت پر یقین رکھ ہی نہیں سکتی کیونکہ جو لڑکی حد سے زیادہ بدتمیز ہو ال مینرڈ ہو ضدی اور اکھڑ ہو اور ساتھ تھوڑی گھمنڈی بھی ہو تو اس سے تو محبت کی امید کرنا ہی حماقت ہے میں جانتا تھا اس لئے یہ حماقت میں نے نہیں کی کیونکہ فضول تھا لیکن اب میں ایک حماقت ضرور کروں گا مس پریشے سبط حسن کہ تمہیں اس قدر مجبور اور بے بس کر دوں گا کہ تم مجھ سے یعنی شانزل برہان لغاری سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی تم اس قدر مجھ سے محبت کرنے لگو گی کہ ایک پل کی دوری بھی برداشت نہیں کر سکو گی تم مجھے مجھ سے بھی بڑھ کر چاہو گی یہ میرا دعوا ہی نہیں میری محبت کا یقین ہے اور شادی کا بھی میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ وہ تو ہو گی اور ضرور ہو گی چاہے تم مانو یا نہ مانو آئی ڈونٹ کیئر۔'' وہ اس کے بے حد نزدیک آ کر بولا، اتنا نزدیک کہ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا شانزل کمرے سے جا چکا تھا اور وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔

''ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا شانزل کہ میں تم سے محبت کروں کیونکہ میری لائف میں محبت کا نام و نشان ہی نہیں۔'' وہ مسکرا کر خود سے بولی اور وہاں سے چلی آئی تھی۔

''امی پلیز آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں ہیں مجھے نہیں کرنی شادی اور خاص کر شانزل سے تو ہرگز نہیں مجھے وہ اچھے نہیں لگتے زہر دکھائی دیتے ہیں وہ مجھے خوامخواہ دوسروں پر رعب جماتے رہتے ہیں بس میں نے کہہ دیا کہ میں شانزل سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔'' پریشے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی وہ جب سے ماموں کے گھر سے آئی تھی تب سے امی کے سامنے رو رو کر پاگل ہو کر رہی تھی۔

''پر بیٹا کیوں نہیں کرنا چاہتی ہو تم شانزل سے شادی کتنا چاہتا ہے پری وہ تمہیں اور پھر کس چیز کی کمی ہے اس میں میری پری کے لئے تو میں نے شانزل جیسا لڑکا ہی سوچ رکھا تھا اور خدا نے شانزل کو ہی تمہارا نصیب بنا دیا اور بیٹا اب تو میں نے بھابھی سے ہاں بھی کہہ دی ہے دیکھ پری ابھی تو اتنی بڑی نہیں ہوئی ہے جو اپنے بارے میں اتنا بڑا فیصلہ اکیلے ہی کر لے ہم تیرے ماں باپ ہیں تیرے لئے اچھا ہی سوچیں گے برا نہیں اور اب تو مجھے تیری فکر بھی نہیں رہے گی ورنہ میں تو ہولتی رہتی تھی کہ پتا نہیں کیا کر بیٹھے گی اپنے سسرال میں اور اب مجھے فکر اس لئے نہیں ہے کہ ایک ماں کے پاس سے دوسری ماں کے پاس جائے گی اور پھر فرحین ہے تیری غلطیوں کو سدھارنے والی ایسے ہی تیرے کہنے پر میں اتنا اچھا رشتہ جانے دوں۔''

''آپ کو ان میں کوئی برائی نظر نہیں آ رہی لیکن مجھ سے پوچھیے کہ کتنے برے ہیں وہ امی آخر آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں ہیں کہ وہ مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہیں صرف اس وجہ سے مجھ سے شادی کرنا چاہ رہے ہیں پلیز امی آپ اور جہاں بھی میری شادی کرنا چاہتی ہیں وہاں کر دیں لیکن شانزل سے ہرگز نہیں۔'' وہ ان کے دونوں ہاتھ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

تھام کر منتیں کر رہی تھی۔

''بس پری بہت ہو گیا ہر بار میں تمہاری ضد مان لیتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس بار بھی ایسا ہو گا میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہاری شادی ہو گی اور شانزل کے ساتھ ہی ہو گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے اس کے لئے تمہیں خود کو راضی کرنا ہو گا۔'' طاہرہ بات ختم کر کے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلیں گئیں تو وہ سبط حسن کی طرف دیکھنے لگی جو وہاں بیٹھے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے تھے۔

''بیٹا اس معاملے میں، میں بھی تمہاری ماں کے ساتھ ہوں کیوں کہ اپنی بیٹی کا اچھا مستقبل اور اچھا ہم سفر میں بھی چاہتا ہوں جو کہ شانزل ہے اور پھر بیٹا وہ تمہیں چاہتا ہے اس لئے تمہیں خوش بھی رکھے گا اس وجہ سے اس بار میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا ہو سکے تو خود کو شانزل کے لئے تیار کرنے کی کوشش کرو۔'' وہ بھی وہاں سے اٹھ کر جاتے ہوئے بولے تو وہ بے بسی سے رو دی۔

''پری کیوں پریشان کر رکھا ہے تم نے امی ابو کو آخر چاہتی کیا ہو تم کیوں تمہیں امی ابو کی خوشیوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔'' فرحین اس کے سامنے بیٹھے اس سے پوچھ رہی تھی، طاہرہ نے فرحین اور شہلا کو فون کر کے بلایا تھا کہ اب وہ ہی اسے سمجھائیں کہ خوامخواہ ضد نہ کرے صبح سے ہی دونوں آئی ہوئی تھیں دونوں ہی اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں لیکن وہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

''آپی پتہ نہیں انہوں نے آپ پر کیا جادو کر دیا ہے جو آپ سب ہی مجھے غلط ٹھہرا رہے ہیں آپ کو نہیں پتہ کہ کیسے کیسے انہوں نے مجھے تنگ کیا میری انسلٹ کی میں ان کے سامنے اگر سب کچھ چپ چاپ برداشت کر لیتی تو وہ کبھی بھی میرے ساتھ شادی کرنے کا نام نہ لیتے میں ان کے سامنے جھکی نہیں ناں اس لئے اب وہ مجھ سے شادی کر کے مجھے اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں بدلہ لینا چاہتے ہیں مجھ سے آپ لوگوں کو اس نے یہ یقین دلایا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں جبکہ اصل میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور میں یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں کہ میں شادی نہیں کروں گی کروں گی ضرور کروں گی لیکن شانزل سے نہیں اور یہ بات آپ لوگ امی کو بھی سمجھا دیجئے۔'' وہ ٹی وی لاؤنج میں اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی وہ بہت پریشان تھی کہ آخر کوئی اسے کیوں نہیں سمجھا پا رہا ہے اور اوپر سے پچھلے ایک ہفتے سے شانزل نے اسے تنگ کر رکھا تھا نجانے کیسے کیسے فضول ایس ایم ایس کر رہا تھا کل سے تنگ آ کر اس نے موبائل ہی آف کر رکھا تھا۔

پریشے اب بھی امی کے پاس ہی سوتی تھی حالانکہ وہ ان سے ناراض تھی لیکن ناراضگی پر رات کی سیاہی کا ڈر حاوی تھا اب بھی وہ ان کے پاس لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی جب فون کی بیل بجی پریشے کی نظر بے ساختہ گھڑی کی طرف گئی جو رات کے ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی امی کی نیند خراب نہ ہو اس وجہ سے وہ جلدی سے اٹھی اور فون ریسیو کیا۔

''ہیلو۔''

''میں جانتا تھا کہ تم ابھی تک سوئی نہیں ہو گی کیونکہ مجھے بھی تو نیند نہیں آ رہی ناں تو پھر تمہیں کیسے آ جاتی۔'' فون ریسیو کرتے ہی دوسری طرف شانزل بولا تھا۔

''تمہارا نمبر کیوں بند ہے کل سے ٹرائی کر رہا ہوں تنگ آ کر گھر کے نمبر پر کال کی ہے۔''

''آپ نے اتنی رات گئے فون کیا یہ میں ہرگز نہیں پوچھوں گی کیونکہ جانتی ہوں کہ ضرور آپ کو لوگوں کو تنگ کرنے میں نہ صرف مزہ آتا ہے بلکہ اپنی انسلٹ کروانے میں بھی اتنا ہی مزہ آتا ہے۔''

''لوگوں کی تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا ڈیئر البتہ تمہیں تنگ کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔'' وہ کمال اطمینان سے بولا تو پریشے کو آگ ہی لگ گئی۔

''لگتا ہے آپ رات بھر جاگنے میں کافی ایکسپرٹ ہیں لیکن مجھے اس وقت نیند آ رہی ہے اس وقت فون ریسیو اس لئے کیا تھا کہ امی ڈسٹرب نہ ہوں اب برائے مہربانی دوبارہ فون مت کیجیے گا۔''

''اگر فون کا تو کی تو میں پھر سے کروں گا اتنا سوچ لینا ورنہ میرے دوبارہ فون کرنے سے پھپھو ڈسٹرب ہوں نہیں اور یہ کیا مری نیند اڑا کر تمہیں نیند کیسے آ رہی ہے یہ تو بہت بری بات ہے پری اور اب تو ویسے بھی تمہیں دیر تک جاگتے رہنے کی عادت ڈال لینی چاہیے کیونکہ شادی کے بعد جب میں سویا کروں گا تو ہی تم سویا کرو گی ناں اور مجھے تو دیر تک جاگنے کی عادت ہے۔''

''آپ کے سونے جاگنے سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔''

''کیوں کوئی سروکار نہیں یار آخر کو تم میری ہونے والی بیوی ہو گی میرے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کھانے پینے نہانے سب تمہیں ہی تو دیکھنا ہے۔''

''دیکھیے شانزل بھائی!'' پریشے نے جان بوجھ کر بھائی کہا تھا جس پر وہ فوراً تلملا اٹھا تھا۔

''شاپ اٹ خبردار جو تم نے مجھے آج کے بعد بھائی کہا تو ورنہ تمہیں اچھی طرح سے بتا دوں گا کہ میں تمہارا بھائی نہیں کچھ اور بننے جا رہا ہوں۔''

''میں بھی آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آج کے بعد مجھے اپنی وائف بنانے کا سوچیے گا بھی مت ورنہ میں بھی آپ کو اچھی طرح سے باور کروا دوں گی کے مجھے وائف بنا کر آپ نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔''

''رئیلی کیا کرو گی تم میری وائف بننے کے بعد۔'' شانزل نے شرارت سے پوچھا کوئی جواب نہ پا کر وہ پھر بولا۔

''اچھا یار ان سب باتوں کو چھوڑو یہ سب تو شادی کے بعد سوچیں گے فی الحال تو مجھے تم سے اپنے دل کا حال شیئر کرنا ہے اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ کاش میں تمہارے پاس ہوتا تمہارا ہاتھ تھامے چاند کو دیکھتا اور تمہی بتاتا کہ جس طرح چاند اپنی چاندنی کے بغیر ادھورا ہے اسی طرح میں بھی تمہارے بغیر ادھورا ہوں اگر تم نہیں تو میں بھی نہیں پری ہم کیوں کسی سے بنا سوچے سمجھے محبت کر بیٹھتے ہیں کیوں ہم اسے اپنی زندگی میں اتنا اہم تصور کر لیتے ہیں کہ اس کے سوا ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا بولو ناں پری جواب دو۔'' شانزل پریشے سے پوچھ رہا تھا۔

''میں فون رکھ رہی ہوں میرے پاس آپ کے ان فضول سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''لیکن پری مجھے نیند نہیں آ رہی پلیز تھوڑی دیر اور مجھ سے بات کر لو یا پھر ایسا کرو بس تم مجھے سنتی رہو میں ایسا کرتا ہوں کہ تمہیں ایک نظم سناؤں۔''

''میرے پاس ٹائم نہیں ہے مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''یار بات نہیں کرنی مت کرو لیکن نظم تو سن سکتی ہو ناں پھر بھلے ہی فون رکھ دینا۔''

''ٹھیک ہے سنائیے۔'' پریشے ہار مان کر بولی۔

رات کی تنہائی میں خاموشی میں
یاد تمہاری آئی ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

میری نیند اڑاتی ہے
تم سے بس اتنا ہے کہنا
میری ان کومل آنکھوں کو
نیند بھرے کچھ خواب دلا دو
جاناں! مجھ کو گیت سنا دو
اور پھر میٹھی نیند سلا دو

''ہولو پری کرو گی اتنا سا کام میرا ویسے یہ بتاؤ کیسی لگی میری نظم حسب حال ہے ناں کتنا پاگل ہوں میں جانتا بھی ہوں کہ تم کوئی جواب نہیں دو گی پھر بھی پوچھ لیتا ہوں اچھا اب فون رکھ ہی دیتا ہوں تم کرو اپنی نیند پوری میں تو تمہارے آنے کے بعد ہی اپنی نیندیں پوری کروں گا اور ہاں اپنا نمبر آن کر دینا ورنہ پھر تمہیں پریشانی ہوگی اکیلے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھنا پڑے گا او کے اللہ حافظ۔'' شانزل نے فون بند کیا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔

فرحین اور شہلا کے ہاں دو خوبصورت بیٹوں نے جنم لیا تھا وہ ان دونوں کو دیکھنے ہاسپٹل آئی تھی۔

''ہائی آپی کتنے پیارے ہیں دونوں فرحین آپی یہ تو بالکل صارم بھائی جیسا ہے ناں۔'' پریشے فرحین کے بیٹے کے گالوں کو چومتے ہوئے بولی تھی۔

''اور شہلا آپی کا بیٹا تو ہو بہو شہلا آپی جیسا ہے۔''

''جی نہیں یہ تو ہو بہو شانزل کی کاربن کاپی ہے، ہے ناں فرحین بھابھی آپ نے دیکھی ہیں ناں شانزل بھائی کی تصویریں بچپن کی۔'' سارہ درمیان میں بولی تو وہ بغور بچے کو دیکھنے لگی جس کی آنکھیں واقعی شانزل کی طرح تھیں۔

''آپی ان دونوں کا نام میں رکھوں گی آخر کو ان کی خالہ ہوں میں۔''

''جی نہیں محترمہ تم اپنے بچوں کے نام خود رکھنا ان کا نام تو ان کے ممی پاپا دادا دادی رکھیں گے۔'' شانزل روم میں داخل ہوتے ہوئے بولا وہ پریشے کی بات سن چکا تھا۔

''بالکل پری اس کا نام تو میں رکھوں گا اور میں نے ڈیسائیڈ کیا ہے کہ اس کا نام حمزہ رکھیں گے کیوں مما کیسا نام ہے آپ کے پوتے کا۔'' صارم نے ثمینہ کی بھی رائے لی۔

''بہت پیارا نام ہے بالکل میرے پوتے کی طرح۔'' ثمینہ پریشے کی گود سے حمزہ کو لیتے ہوئے بولی۔

''فواد بھائی اب آپ بھی بتا دیجئے آپ کیا نام رکھیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ پریشے نام رکھ دے اس کا۔''

''وہ نہیں رکھے گی میں نے کہا تو ہے کہ ہم اپنے بچوں کے نام خود رکھیں گے اس لئے ان کے نام ان کے ماں باپ خود رکھیں گے۔'' شانزل نے سب کے سامنے با آواز بلند کہا تو وہ اسے غصے سے گھور کر رہ گئی یہ تو وہ گھر سے ہی طے کر کے آئی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے شانزل کی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہیں دے گی اس لئے اب اس کی اتنی گھٹیا باتیں سننے کے باوجود خاموشی سے خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

آج صبح سے ہی ان کا دل بہت گھبرا رہا تھا شام ہونے کو آئی تھی اور سبط حسن ابھی تک آفس سے نہیں آئے ورنہ عموماً اس وقت وہ گھر آ جایا کرتے تھے۔

''پری بیٹا اپنے ابو کے پاس فون تو کرو پتہ نہیں ابھی تک وہ آئے کیوں نہیں ورنہ تو اس وقت وہ آ جایا کرتے ہیں۔''

''امی آپ پریشان نہ ہوں ابھی آ جائیں گے ہو سکتا ہے کہ وہ آفس کے کسی کام میں پھنس گئے ہوں۔'' پریشے نے انہیں تسلی دی اور اٹھ کر وضو کرنے چل دی۔

وہ نماز پڑھ رہی تھی جب فون کی گھنٹی بجنے لگی فون طاہرہ نے اٹھایا تھا وہ دعا مانگ کر ابھی جائے نماز اٹھا ہی رہی تھی جب اس کی نظر طاہرہ پر پڑی جو فون سنتے ہوئے نیچے گر چکی تھیں پریشے فوراً ان کی طرف دوڑی۔

''امی کیا ہوا آپ کو امی آنکھیں کھولئے پلیز امی آنکھیں کھولیے بتائیے تو سہی۔'' وہ ان کے ہاتھ مسلتے ہوئے بولی، اس کی کچھ بھی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے تبھی صارم کو فون کرنے کا سوچا کیونکہ طاہرہ بے ہوش پڑی تھی صارم کا فون بزی جا رہا تھا گھر کا نمبر ملایا کافی دیر بیل جانے کے بعد فون ریسیو کیا گیا تھا۔

''ہیلو صارم بھائی!'' پریشے روتے ہوئے بولی تھی شانزل جو ابھی ابھی آفس سے آیا تھا پریشے کی آواز سن کر تھوڑا پریشان ہو گیا تھا جو شاید رو رہی تھی۔

''میں شانزل ہوں پری کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو۔''

''ہیلو شانزل پلیز آپ جلدی سے گھر آ جائیے امی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ابو بھی ابھی تک گھر نہیں آئے ہیں پلیز آپ جلدی آ جائیں۔'' وہ مسلسل رو رہی تھی۔

''تم روؤ مت میں بس ابھی دس منٹ میں پہنچتا ہوں۔'' وہ اسے پہنچنے کا کہہ کر الٹے قدموں گھر سے نکل آیا تھا انتہائی ریش ڈرائیونگ کرتے وہ پھپھو کے گھر پہنچا تھا جہاں پری نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔

''تم پاگل ہو گئی ہو کچھ نہیں ہوا ہے پھپھو کو دیکھنا ابھی ہم انہیں ہاسپٹل لے کر جائیں گے اور پھپھو ٹھیک ہو جائیں گی ویسے ہوا کیا تھا انہیں۔'' وہ اسے دلاسہ دے کر پوچھ رہا تھا۔

''مجھے تو خود نہیں پتہ کہ امی کو ہوا کیا ہے میں تو نماز پڑھ رہی تھی کہ فون آیا جسے سنتے سنتے ہی امی بے ہوش ہو گئیں۔''

''فون کس کا تھا؟''

''میں نے کہا ناں کہ مجھے نہیں پتہ نہیں۔'' پریشے اسے راستے میں بتاتے جا رہی تھی، ہاسپٹل پہنچ کر پتہ چلا کہ طاہرہ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے پریشے فوراً گھبرا گئی تھی۔

''ریلیکس پری کچھ نہیں ہو گا پھپھو کو وہ ٹھیک ہو جائیں گی تم بیٹھو میں گھر فون کر کے آتا ہوں۔'' شانزل پری کو بینچ پر بیٹھا کر ڈاکٹر کے پیچھے چلا آیا۔

''ڈاکٹر زیادہ پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے ناں، دیکھیے انہیں شدید قسم کا ہارٹ اٹیک آیا ہے جب تک انہیں ہوش نہیں آ جاتا ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے اب انہیں دواؤں سے زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے جتنی جلدی انہیں ہوش آئے گا اتنا ہی ان کے لئے اچھا ہے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔'' ڈاکٹر اسے کوئی بھی تسلی بخش جواب دیئے بغیر چلا گیا تھا ابھی وہ گھر فون کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ صارم بھائی کا فون آ گیا اور فون ریسیو کرتے ہی جو خبر اسے سننے کو ملی تھی اس نے شانزل کو ہلا کر رکھ دیا تھا، سبط حسن کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے تھے یقیناً طاہرہ پھپھو نے فون پر انکل کی ڈیتھ کی خبر سن لی تھی جبھی تو انہیں اتنا بڑا صدمہ پہنچا تھا کہ صارم کو اس نے پھپھو کے بارے میں بتا دیا تھا، شانزل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پریشے کو یہ خبر کیسے سنائے۔

برہان لغاری کے گھر میں ایک کہرام مچ گیا تھا، فرحین، شہلا اور پریشے کا رو رو کر برا حال تھا، پریشے تو بار بار بے ہوش ہو رہی تھی، ہر آنکھ اشک

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

بار تھی ایک طرف بہنوئی کی موت تو دوسری طرف موت کے منہ میں پڑی بہن برہان لغاری کے لئے یہ ایک بہت بڑا امتحان تھا تو ایسے میں وہ کیسے ان تینوں کو دلاسہ دے پاتے ان پر تو غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، ثمینہ نے ہی ان تینوں کو سنبھال رکھا تھا۔

''ممانی ابو سے کہیے ناں کہ وہ میری بات سنیں وہ تو میری بات سن رہے کیوں نہیں، اپنی پری سے بولتے انھیے ابو آپ کی پری آپ کو بلا رہی ہے۔'' پریشے بے قابو ہوئے جا رہی تھی، جب جنازہ اٹھایا گیا تو قیامت کا سا سماں تھا پری ننگے سر باہر کی طرف بھاگی تھی اور بیچ راستے میں ہی بے ہوش ہو کر گر گئی۔

طاہرہ کو ہوش آ گیا تھا پر ان کی تو دنیا ہی لٹ چکی تھی ان کا سہاگ ہی سلامت نہ رہا تھا ان کی بیٹیوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا انہیں فرحین اور شہلا کی تو پرواہ نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے گھر بار کی تھیں مگر پریشے کی فکر انہیں کھائے جا رہی تھی انہیں ایسا لگنے لگا تھا جیسے اب وہ اور زندگی کا ساتھ نہ نبھا سکیں گئیں جبھی انہوں نے ہوش میں آتے ہی پری کو پکارا تھا جس پر ثمینہ نے فوراً پری کو اندر بھیج دیا کیونکہ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ مریض کے پاس ایک سے زیادہ افراد کو رکنے کی اجازت نہیں ہے۔

''امی!'' پریشے اندر آ کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی تو طاہرہ نے آنکھیں کھولیں۔

''امی دیکھیے آپ کی پری آ گئی ہے آپ نے بلایا تھا نہ مجھے کہیے کیا کہنا ہے۔''

''پری میری ایک خواہش پوری کرو گی بیٹا۔'' طاہرہ نے اپنے ہاتھ کا دباؤ اس کے ہاتھ پر ڈالا۔

''امی آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیے میں آپ کی ہر خواہش پوری کروں گی آپ جانتی ہیں ناں کہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیے۔''

''پری بیٹا تم نے مجھ سے پرامس کیا تھا ناں کہ بیٹا تم اب کوئی ضد نہیں کرو گی۔'' طاہرہ بمشکل بات کر پا رہی تھی۔

''پلیز بیٹا اپنی ضد چھوڑ دو شانزل سے شادی کے لئے ہاں کہہ دو اپنی ماں کی بات نہیں مانوں گی دیکھو بیٹا میرے پاس پتہ نہیں اب اور زندگی ہے یا نہیں پتہ نہیں کب یہ سانسیں ساتھ چھوڑ جائیں میں چاہتی ہوں کہ تمہیں محفوظ ہاتھوں میں سونپ جاؤں بولو پری مانوں گی ناں میری بات کرو گی ناں شانزل سے شادی۔''

طاہرہ کو بہت جلدی تھی اس کا جواب جاننے کی۔

''پلیز امی جان آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں کچھ نہیں ہو گا آپ کو میں اپنی ضد چھوڑ دوں گی آپ جس سے کہیں گی میں اس سے شادی کر لوں گی مگر ایسا کچھ مت بولیے جس سے ہمیں تکلیف ہو وعدہ کرو مجھ سے کہ تم شانزل سے شادی کرو گی'' وہ پوری طرح سے مطمئن ہونا چاہتیں تھیں۔

''میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں شانزل سے شادی کروں گی لیکن پلیز آپ ٹھیک ہو جائیں۔''

''جاؤ اپنی ممانی کو اندر بھیجو۔'' پری ان کے کہتے ہی باہر آئی تھی اور ثمینہ کو اندر بھیج دیا تھا اندر ان دونوں کے درمیان نجانے کیا بات ہوئی تھی وہ نہیں جانتی تھی پر ثمینہ ممانی نے باہر آتے ہی شانزل کا پوچھا تھا جو اس وقت گھر گیا ہوا تھا۔

''صارم شانزل کو فون کرو کہ جلدی ہاسپٹل پہنچے اور ہاں جلدی سے قاضی وغیرہ کا انتظام کرو تمہاری پھپھو چاہتی ہیں کہ پریشے اور شانزل کا نکاح کر دیا جائے اس لئے ایک گھنٹے کے اندر

سارا انتظام ہو جانا چاہیے۔'' پریشے وہاں کھڑی صرف حیران نظروں سے ممانی کو دیکھ اور سن رہی تھیں۔

''کیا مما کو اتنی جلدی ہے ممانی یہ سب تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔'' وہ روتے ہوئے ان کے پاس آ کر بولی تھی۔

''بیٹا اگر طاہرہ ایسا چاہتی ہے تو ہمیں ایسا کرنا ہی ہو گا ہو سکتا ہے اس کی یہ خواہش پوری کرنے سے ہی اس کی حالت میں کچھ سدھار آ جائے اگر ایسا سچ میں ہو جائے تو اس سے بڑی خوشی کی بات کیا ہو گی۔'' وہ اسے لگاتے ہوئے بولیں تھیں، وہ رو دی تھی کل تک وہ کتنے دعوے سے شانزل سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے شادی نہیں کرے گی اور آج اس سے اس کا نکاح ہو رہا تھا، قسمت نے کیسا کھیل کھیلا تھا آج وہ خود ہی اپنی ضد کا گلا گھوٹنے پر مجبور ہو گئی تھی، شانزل آ چکا تھا اور اس کے آنے کے ٹھیک پندرہ منٹ بعد ان کا نکاح ہو رہا تھا نکاح نامے پر سائن کرتے وقت ایک پل کے لئے اس کے ہاتھ کپکپائے تھے اور پھر امی کی خوشی کا سوچ کر اس نے نکاح نامے پر سائن کر دیئے تھے وہ جانتی تھی کہ شانزل نے امی کے سامنے اس خواہش کا اظہار صرف اس سے بدلہ لینے کے لئے کیا تھا لیکن اب یہ اس کی ماں کی خواہش تھی اور اپنی ماں کی خوشی پوری کرنے کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی، طاہرہ اپنی بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر خاموشی سے رات کے نجانے کون سے پہر ملک عدم سدھار گئیں تھی وہ تینوں تو ابھی سبط حسن کی جدائی سے ہی سنبھل نہیں پائیں تھیں کہ اب طاہرہ بھی انہیں چھوڑ گئیں تھیں پریشے کو تو جیسے سکتہ ہی ہو گیا تھا نہ تو رو ہی رہی تھی اور نہ ہی کچھ بول رہی تھی سب نے اسے رلانے کی بھرپور کوشش کر لی تھی لیکن وہ خالی نظروں سے بس سب کو دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ جب جنازہ اٹھایا گیا تب بھی اس کے منہ سے ایک سسکی تک نہ نکلی تھی سب ہی اس کی حالت پر پریشان تھے۔

''مما مجھ سے پری کی یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی آپ نے دیکھا ایک آنسو تک نہیں ٹپکا اس کی آنکھوں سے اور نہ ہی وہ کچھ بول رہی ہے ہم سب نے ہی کوشش کر لی ہے اسے بہت گہرا صدمہ پہنچا ہے مما اسے اگر کوئی رلا سکتا ہے تو وہ ہے شانزل پلیز مما آپ شانزل کو اس کے پاس بھیجیے مجھے یقین ہے کہ وہ اسے ضرور اس حالت سے نکال لائے گا۔'' فرحین ثمینہ کی گود میں سر رکھے رو رہی تھی پریشے ساریہ کے کمرے میں تھی ساریہ ہر وقت اس کے ساتھ تھی۔

''ٹھیک ہے بیٹا میں بھیجتی ہوں شانزل کو پری کے پاس لیکن تم مجھی تو صبر سے کام لو اور پھر تمہیں اپنے ساتھ ساتھ شہلا اور پریشے کو بھی سنبھالنا ہے اور یہ کیا حمزہ روئے جا رہا ہے چلو اٹھو بھوک لگی ہو گی اسے جاؤ جا کر اسے دودھ پلاؤ چلو اٹھو شاباش میں دیکھوں شانزل کہاں ہے۔'' وہ اسے اٹھا کر اسے اس کے کمرے کی طرف بھیجتے ہوئے خود بھی شانزل کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

تیرے ہر دکھ کو اپنا بنا لوں
تیرے ہم غم کو دل سے لگا لوں
مجھ کو کرنی نہیں آتی چوری ورنہ
میں تیری آنکھوں سے ہر آنسو چرا لوں

ممانے اسے پریشے کے پاس بھیجا تھا اسے دیکھتے ہی ساریہ کمرے سے چلی گئی تھی، شانزل چپ چاپ اس کے پاس آ بیٹھا تھا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی جب وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی تو اسے خود ہی پری کو اپنی طرف متوجہ کرنا پڑا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''پری میں جانتا ہوں کہ جس پچوئیشن سے تم گزر رہی ہو اس میں خود کو سنبھال پانا بہت مشکل ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ہم مرنے والوں کے ساتھ مر تو نہیں سکتے ناں اور ذرا سوچو پھپھو اور انکل تمہیں کبھی رونے نہیں دیتے تھے لیکن اب وہ تمہیں رونے چیخنے چلانے سے روک بھی نہیں سکتے اگر وہ ہوتے تو کیا تمہیں اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوتے نہیں ناں تو پھر کیوں تم نے اپنی یہ حالت بنا رکھی ہے پری تم ایک بار کھل کر رو لو اپنے سارے آنسو بہا لو ہو سکتا ہے رونے سے تمہارا دل ہلکا ہو جائے۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جس پر اس کی باتوں کا کوئی بھی اثر نہیں ہو رہا تھا جس طرح پہلے وہ اس سے لاتعلق بیٹھی تھی اب بھی اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی، شانزل کو اچانک اس پر غصہ آ گیا تھا۔

''کیا تماشہ لگا رکھا ہے تم نے پری۔'' وہ غصے سے اس کا بازو اپنی گرفت میں لے کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا تھا۔

''کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم مانا کہ تمہارے لئے انکل اور پھپھو کی ڈیتھ ایک بہت بڑا صدمہ ہے لیکن اس طرح نہ رو کر نہ کسی سے بات کر کے سب سے بالکل لاتعلق ہو کر آخر تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہیں ایسا تو نہیں کہ تم یہ سب میری وجہ سے کر رہی ہو کیونکہ پھپھو مرنے سے پہلے تمہیں میرا پابند بنا گئی ہیں اس لئے تم یہ سب کر کے ان سے اپنی ناراضگی دکھا رہی ہو کیونکہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی بھی بدلہ لے رہی ہو جو اب اس دنیا میں بھی نہیں ہے ارے نہیں تو اس دنیا سے جاتے وقت بھی تمہارا خیال تھا اور تم انہیں اور بھی تکلیف پہنچا رہی ہو کیوں کر رہی ہو تم ایسا۔'' شانزل نے اسے کندھوں سے تھام کر جھنجھوڑ ڈالا تھا وہ اب بھی اس خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی شانزل اس کے اس طرح سے دیکھنے پر تڑپ اٹھا تھا۔

''پری میری جان دیکھو پھپھو ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا چکی ہیں اگر تم اپنی یہی حالت بنائے رکھو گے تو بیمار ہو جاؤ گی رو پڑی کھل کر رو لو اپنے سارے آنسو بہا لو پری۔'' شانزل اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھام کر بولا۔

''نہیں روؤں گی میں نے سنا آپ نے ایک آنسو نہیں بہاؤں گی میں کیوں کیا انہوں نے میرے ساتھ ایسا پہلے ابو مجھے چھوڑ گئے میں سہہ گئی پھر مما کے کہنے پر میں نے اپنی ضد بھی چھوڑ دی اور آپ سے شادی پر راضی بھی ہو گئی تھی تو پھر کیوں وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں بولیے۔'' پری اس کی شرٹ کا کالر پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

''شانزل مانا کہ میں ضدی ہوں مگر میری ضد کی اتنی بڑی سزا کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں وہ جانتی تھی ناں کہ میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی پاپا نے بھی مجھے چیٹ کیا بولیے شان کیوں کیا ان دونوں نے میرے ساتھ ایسا اب تو میں نے آپ کی ساتھ شادی بھی کر لی تھی۔'' وہ چیخ چیخ کر رو دی تھی شان نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اسے کھل کر رونے دیا تھا روتے روتے وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

پریشے طاہرہ اور سبط حسن کی موت کے صدمے سے باہر آ چکی تھی، اب وہ سب کے ساتھ مل کر بیٹھ جاتی تھی سب اس کی بہتر حالت دیکھ کر بہت خوش تھے سبط حسن اور طاہرہ کو دو ماہ سے زائد ہو چکے تھے اس دنیا سے گئے، ایسے دوراہے پر ثمینہ نے اسے ماں اور برہان نے باپ کا پیار دینے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی طاہرہ اور سبط کی جگہ تو وہ نہیں لے سکتے تھے لیکن ان کی طرح ان کی طرح اسے پیار دینے کی کوشش تو کر ہی سکتے تھے، صارم، فرحین، شہلا، فواد اور ساریہ سب ہی اس کا بے حد خیال رکھ رہے تھے ان سب کا اس قدر پیار اور محبت دیکھ کر وہ کیسے خوش نہ ہوتی البتہ ایک شخص سے وہ اب بھی دور تھی اور وہ تھا شانزل اس رات کے بعد وہ اس کے سامنے جانے سے گریز کر رہی تھی، شانزل خود بھی اس کے سامنے نہیں آتا تھا۔

ساریہ اور احد کی منگنی تھی فنکشن بڑے پیمانے پر ارینج نہیں کیا گیا تھا صرف چند رشتے دار اور دوست احباب ہی مدعو تھے، دلہن بنی ساریہ ٹی پنک کلر کی پشواز میں بہت پیاری لگ رہی تھی تو احد بھی سفید کلر کے ڈریس میں غضب ڈھا رہا تھا، منگنی کی رسم خوش اسلوبی سے سرانجام پائی تھی، شادی کی ڈیٹ ایک ماہ بعد کی فکس ہوئی تھی جس کی وجہ سے گھر میں ہر کوئی مصروف تھا۔

''پاپا کیوں ناں ہم پری کی رخصتی بھی ساریہ کے ساتھ ہی کر دیں شانزل کے ولیمے والے دن ساریہ کی بارات ویسے بھی نکاح تو ان کا ہو ہی چکا ہے بس یہ تو ایک رسم ہی ہے اور پھر ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک ہی تو بات ہے اس طرح ہم اپنی اس ذمے داری سے بھی آزاد ہو جائیں گے۔'' صارم اور فرحین کا یہ باہم مشورہ تھا جو ان دونوں نے برہان لغاری کے سامنے پیش کیا تھا اور ایسا ان دونوں نے شانزل کے کہنے پر کیا تھا۔

''لیکن صارم بھائی ہو سکتا ہے جو مشورہ آپ پاپا کو دے رہے ہیں اس کے لئے پریشے نہ مانے وہ تو پہلے ہی بڑی مشکل سے نکاح کے لئے راضی ہوئی تھی ہے ناں فرحین بھابھی۔'' ساریہ نے خدشہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی فرحین سے تصدیق چاہی۔

''کیوں نہیں مانے گی تم دیکھنا وہ ضرور مان جائے گی اور جہاں تک رہی نکاح کے لئے راضی نہ ہونے کی بات تو وہ پہلے راضی نہیں تھی اب کوئی فرق نہیں پڑتا اس بات سے کیونکہ اب وہ شانزل کے نکاح میں ہے۔''

''پر بھابھی آپ کچھ بھی کہیں مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ اتنی جلدی رخصتی کے لئے مان جائے گی میرے خیال سے ایک بار پریشے سے پوچھ لینا چاہیے۔''

''تم فکر نہ کرو اگر وہ راضی نہ بھی ہوئی تو بھی رخصتی تو ایک نہ ایک دن ہونی ہی ہے فی الحال تو ہم نے پاپا نے سامنے اپنی رائے دی ہے آخری فیصلہ تو ان ہی کا ہو گا کیوں پاپا ہم صحیح کہہ رہے ہیں ناں۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں پری کی بھی رخصتی کر دینی چاہیے بہو تو وہ ہمارے گھر کی بن ہی چکی ہے اب باضابطہ طور پر اسے سب کے سامنے متعارف کروانا باقی ہے ثمینہ بیگم آپ ساریہ کے ساتھ ساتھ پری کی بھی رخصتی کی تیاری کیجئے میرے خیال سے صارم اور فرحین نے بالکل صحیح مشورہ دیا ہے ہمیں اور دیر نہیں کرنی چاہیے تو اب یہ طے ہے کہ ساریہ کے ساتھ ہی ہم پری کو بھی رخصت کر رہے ہیں اور پھر آنا تو اسے اسی گھر میں ہی ہے۔'' برہان لغاری نے ثمینہ سے کہا تو انہوں نے اثبات میں گردن ہلا دی، ساریہ پریشے کا متوقع ردعمل سوچ کر ہی ہول رہی تھی۔

تمناؤں کی دل میں فضا ہوتی ہے
حسرت لبوں پہ آئے تو دعا ہوتی ہے
چلو آج ان کو دل ہی دل میں یاد کرتے ہیں
سنا ہے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

''پری کیسا لگا۔'' ساریہ با آواز بلند شعر پڑھ کر پریشے کی رائے لے رہی تھی جو کوئی کتاب

Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

پڑھنے میں مگن تھی۔
"کیا کیسا لگا؟" وہ سوالیہ انداز سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
"اتنی دیر سے میں کیا جھک مار رہی تھی شعر سنا رہی تھی اس کا پوچھ تھا کہ کیسا لگا ہے۔"
"کون سا شعر سنایا تھا دوبارہ سناؤ پھر بتاتی ہوں۔" ساریہ نے پھر سے با آواز بلند شعر دوہرایا۔
"لگتا ہے آج محترمہ کی احد بھائی سے بات نہیں ہوئی جبھی تو دل سے دل کی راہ ڈھونڈ رہی ہو۔" پریشے نے شعر سن کر شرارت سے کہا تو ساریہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔
"رئیلی ساریہ اتنے کم دن رہ گئے ہیں تمہاری شادی میں مگر ایک دن بھی اگر تم دونوں بات نہیں کرتے ہو تو پاگل ہو جاتے ہو۔" پریشے نے اس کا مذاق اڑایا۔
"ہاں ہاں کہہ لو جب تمہارا حال ایسا ہوگا ناں تو پوچھوں گی ضرور۔"
"تم ایسا کرو احد بھائی کو خود فون کر لو ہو سکتا ہے کہ آج وہ تمہارے فون کا انتظار کر رہے ہوں۔" اس نے مشورہ دیا جو اس کے دل کو لگا تھا۔
"مجھے لگتا ہے کہ احد بھائی کے پیار میں تم ہم سب کو بھول جاؤ گی لیکن پلیز ایسا کبھی مت کرنا ہمارے پیار کو بہت آزمانا ورنہ ہمارا حال اس شاعر جیسا ہو جائے گا کہ۔"
ہم تو پہلے سے ہی تمہارے ہیں
کیا ضرورت ہے ہمیں آزمانے کی
یاد نہ کرو تو کوئی غم نہیں
پر خواہش نہ کرنا کبھی بھول جانے کی
"ارے واہ میں تو تمہیں ایویں بور سی شخصیت سمجھتی تھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بھی ادب سے لگاؤ رکھتی ہو۔"
"میں تو بس تمہیں ہی بور لگتی ہوں ورنہ بڑے بڑے میرے سامنے جھک کر سلام کرتے ہیں۔" وہ شان بے نیازی سے بولی تھی۔
"پری مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے بیٹا ذرا میرے کمرے میں آنا۔" ثمینہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پریشے سے کہا اور الٹے قدموں واپس ہولی پری اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی پری کو ثمینہ بیگم کے پیچھے جاتے دیکھ کر ساریہ تھوڑی متفکر ضرور ہو گئی وہ جانتی تھی کہ ممانی جو بات پری سے وہ کرنے والی ہے اس کا ردعمل کیا ہوگا۔

"یہاں میرے پاس بیٹھو۔" ثمینہ نے اسے اپنے برابر بیٹھنے کو کہا تو وہ ان کے پاس آ بیٹھی۔
"بیٹا تم جانتی ہو کہ تھوڑے دنوں بعد ساریہ کی شادی ہو رہی ہے۔" انہوں نے بات شروع کرتے ہوئے پیار سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔
"بیٹا تمہارے ماموں کا اور میرا خیال ہے کہ ساریہ کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی رخصت کر دیا جائے نکاح تو تمہارا ہو ہی چکا ہے یہ تو بس ایک رسم ہے جو نبھانی ہے اور ویسے بھی اتنی بڑی ذمے داری طاہرہ میرے اور تمہارے ماموں کے کندھوں پر ڈال گئی ہے اس کو ہم جتنا جلدی پورا کر دیں تو اچھا ہے تمہارے ماموں نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہیں بتا دوں تاکہ تم ذہنی طور پر خود کو تیار کر لو اور بیٹا ویسے بھی آج نہیں تو کل یہ سب کرنا ہی تھا تو اچھا یہی ہے کہ آج کا کام آج ہی کر لیا جائے کل پر کیوں چھوڑیں ہم۔"
"ممانی آپ جانتی ہیں کہ میں اس سب کے لئے ابھی تیار نہیں ہوں ابھی تو میں اپنے اور شانزل کے نکاح کو ہی ٹھیک طرح سے قبول نہیں کر پا رہی تو ایسے میں اتنی جلدی رخصتی۔" وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی تھی پریشے آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر جھجک گئی تھی۔
"بیٹا تمہیں کون سا رخصت ہو کر کہیں دور جانا ہے اسی گھر میں رہو گی بس ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک کا ہی تو فاصلہ ہے اور پھر بیٹا اب تو تمہارے ماموں نے سب رشتے داروں کو بھی انفارم کر دیا ہے مجھے نہیں لگتا کہ اب تمہارے انکار سے تمہارے ماموں اپنا فیصلہ بدلیں گے اور پھر سب ہی اس فیصلے پر خوش ہیں پھر ایسے میں بیٹا مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے انکار کا کوئی جواز بنتا ہو اس لئے کہہ رہی ہو کہ خود کو اور مینٹلی طور پر تیار رکھو ٹھیک ہے۔" وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر بولیں تو وہ خاموشی سے سر جھکا گئی کیونکہ جانتی تھی کہ اب اس کی ایک نہیں چلے گی۔
"اب جاؤ اور جا کر آرام کرو۔" انہوں نے بولا ہی اسے جانے کا کہا وہ فوراً وہاں سے چلی آئی تھی اس کے لاکھ احتجاج کرنے کے باوجود کسی نے اس کی ایک بھی نہ سنی تھی وہ جانتی تھی کہ سب ایک دن ضرور ہو گا لیکن اتنی جلدی ہو گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اس نے شانزل کے سامنے جانا ہی چھوڑ دیا تھا پتہ نہیں کیوں شانزل کا نام لیتے ہی اس کے دل کی کیفیت بدلنے لگتی تھی اسے دیکھ کر اس کا دل فل اسپیڈ میں دھڑکنے لگتا تھا شاید یہ سب ان کے درمیان بدلنے والے رشتے کی وجہ سے ہو رہا تھا، جبکہ شانزل بے حد خوش تھا جو اپنا پیار پانے جا رہا تھا پری ہمیشہ کے لئے اس کی ہونے جا رہی تھی صرف چند دنوں کی دوری تھی ان دونوں کے بیچ اس خوشی میں وہ پھولے نہیں سما رہا تھا دل بار بار اسے دیکھنے کے لئے بے تاب تھا جو اس سے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بالآخر شانزل تو اپنی محبت کو پانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔" احد نے اس سے کہا تھا۔
"کہاں یار ابھی میری محبت مجھے پوری طرح سے کہاں ملی ہے پوری محبت تو مجھے میری اس دن ملے گی جس دن پریشے بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرے گی جس دن وہ مجھے دل سے اپنائے گی اس دن مجھے میری محبت مجھے پوری طرح سے ملے گی اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ دن بہت جلدی آئے گا۔" شانزل پر اعتماد لہجے میں بولا۔
"میری بھی دعا ہے یار کہ ایسا بہت جلدی ہو۔" احد نے بھی دعا کی تھی۔
دن کتنی تیزی سے گزرے تھے پتہ ہی نہیں چلا تھا وہ ساریہ کے کمرے سے رخصت ہو کر شانزل کے کمرے میں آ گئی تھی ساریہ کی بارات ان کے ولیمے والے دن آئی تھی پریشے میرون کلر کے بھاری کام والے لہنگے اور جڑاؤ زیورات میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی کم شانزل بھی نہیں لگ رہا تھا سفید کلر ک شلوار سوٹ اور کامدار واسکٹ میں بھرپور مردانہ وجاہت لئے غضب ڈھا رہا تھا ہر کوئی ان کی جوڑی کو سراہ رہا تھا، پریشے اسقدر خوبصورت لگ رہی تھی کہ شانزل کی نگاہ بار بار اس کی طرف اٹھ رہی تھی، پریشے کی بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی تھی جبھی فرحین کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلا کر بولی تھی۔
"آپی میری بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی ہے اور کتنی دیر اسی طرح بیٹھے رہوں گی۔" وہ مظلوم سی صورت بنا کر بولی تھی۔
"میں جلد ہی سب ختم کرواتی ہوں۔" فرحین نے جلدی فوٹو سیشن ختم کروایا اور اسے لئے شانزل کے کمرے میں آ گئی۔
"لو اب ریلیکس ہو کر بیٹھ جاؤ ٹیک لگا لو آرام ملے گا۔" وہ اسے بیڈ پر بیٹھاتے ہوئے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بولی۔
''پہلے مجھے یہ سب اتارنا ہے الجھن ہو رہی ہے مجھے اتنے بھاری زیورات اور اتنے بھاری کامدار کپڑوں سے۔'' پریشے اکتاہٹ سے میں بولی تھی۔
''پاگل ہوگئی ہو کیا جس کے لئے یہ سب کچھ سجایا سنوارا ہے ابھی تو اس نے ٹھیک سے تمہیں دیکھا بھی نہیں ایک بار شانزل کو یہ سب دیکھا دو پھر بھلے سب اتار دینا۔'' فرحین اسے ڈپٹتے ہوئے بولی تھی۔
''کیوں انہوں نے کیا پہلے مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے جو میں ان کے لئے اتنے بھاری کپڑے اور زیور پہن کر ان کا انتظار کرتی رہوں گھبراہٹ ہو رہی ہے مجھے۔'' پریشے روہانسی ہو کر بولی۔
''پری میں نے ایسا کب کہا چندا لیکن تم یہ بھی تو دیکھو اس روپ میں تو شانزل تمہیں پہلی بار دیکھے گا اور پھر یہ دن بار بار تھوڑی آتا ہے اگر اس کے آنے سے پہلے ہی تم یہ سب اتار دو گی تو اسے کتنا برا لگے گا بس تھوڑی دیر اور پہنے رکھو میری جان میں جلدی فارغ کر کے شانزل کو اندر بھیجتی ہوں تم یہ بتاؤ بھوک تو نہیں لگی کھانا بھجواؤں تمہارے لئے۔''
''نہیں مجھے کچھ نہیں کھانا البتہ چائے کی طلب ہو رہی ہے اگر ایک کپ چائے مل جائے تو مہربانی ہوگی۔''
''ٹھیک ہے میں ابھی بھجواتی ہوں شہلا تم اس کے پاس بیٹھو ورنہ اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ بیچ میں ہی سب کچھ اتار نہ پھینکے۔'' فرحین کو اس کی طرف سے خدشہ لاحق تھا اس لئے شہلا کو اس کے پاس احتیاطاً بیٹھا گئی۔

چائے پینے کے بعد وہ کمر سیدھی کرنے کے لئے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی اگر شہلا یہاں ناں ہوتی تو وہ چینج کر کے کب کی سو چکی ہوتی شہلا کا بیٹا رونے لگا تھا اس لئے وہ اسے لے کر کمرے سے باہر چلی گئی ابھی چند منٹ ہی گزرے ہونگے جب شانزل کمرے میں داخل ہوا وہ آنکھیں بند کیے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر ایزی ہو کر بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک دروازہ بند ہونے اور چٹخنی لگانے کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔
''السلام وعلیکم تمہیں میری اور تمہاری شادی مبارک ہو۔'' شانزل دھیرے دھیرے قدم اٹھا اس کے پاس آ کر بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ کر بولا۔
پری نے ذرا سا سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا تھا، شانزل ایک نظر سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا اس کی نظروں کی تپش سے بچنے کے لئے پری نے پہلی بار کمرے پر نظر دوڑائی جو بے حد خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔
''پری میں نے کہا تھا ناں کہ تم میری ہو اور میری ہو کر رہو گی، دیکھو آج میں نے اپنا کہا سچ کر دکھایا ویسے یار آج تم لگ بہت خوبصورت رہی ہو میری تو نظریں ہی نہیں ہٹ رہی تم سے۔''
شانزل اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا تھا شانزل اس کے قریب بیڈ پر کہنی بل نیم دراز ہو گیا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر جھولتی بالوں کی لٹ کو جیسے ہی چھونا چاہا تھا کہ وہ پیچھے کی طرف کھسک گئی تھی شانزل اس کے اور قریب ہو گیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی شانزل نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے بڑھنے سے روکا تھا۔
''چھوڑیے میرا ہاتھ۔'' پریشے پر گھبراہٹ طاری ہو گئی دل زور زور سے دھڑکنے لگا وہ اس کی بے باک نظروں سے نروس ہو رہی تھی۔

''اگر نہ چھوڑوں تو۔'' وہ اس کا سرد ہاتھ اپنے ہاتھ کی مضبوط گرفت میں لئے اس کے مقابل کھڑا ہو گیا تو وہ اپنے اور اس کے بیچ کا فاصلہ بڑھانے کے لئے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔
''سنائی نہیں دیا آپ کو چھوڑیے میرا ہاتھ ورنہ میں زور زور سے چلاؤں گی اور سب کو یہاں اکٹھا کر لوں گی۔'' وہ اسے دھمکی دینے لگی۔
''اچھا ٹھیک ہے چلاؤ میں بھی تو دیکھوں کہ کون آتا تمہارے چلانے کی آواز سن کر لیکن پہلے اتنا تو جان لو کہ میرے کمرے سے آواز باہر نہیں جاتی ساؤنڈ پروف ہے تمہارے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' شانزل نے اسے کھینچ کر اپنی بانہوں کے حصار میں مقید کر لیا وہ اس کے بے حد نزدیک تھا اتنا نزدیک کہ وہ اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی اس کا دم گھٹنے لگا تھا اپنی بے بسی پر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے ایک تو اس کے دل نے دھڑک دھڑک کر سینے میں اودھم مچا رکھا تھا دوسری طرف شانزل اس کے اتنا نزدیک تھا پریشے خود کو بے حد بے بس محسوس کر رہی تھی، پریشے کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو دیکھ کر شانزل نے اسے اپنی بانہوں کے حصار سے آزاد کر دیا تھا۔
''اری پری یہ کیا یار تم تو رو دیں میں تو مذاق کر رہا تھا یار سچ قسم سے میں تو بس تمہیں تنگ کر رہا تھا پلیز یار سوری رئیلی ویری سوری دراصل تمہارا یہ گھبرایا اور شرمایا سا روپ اتنا اچھا لگ رہا تھا اس لئے میں تمہیں تنگ کر رہا تھا سوری یار اگر تمہیں برا لگا تو میں تمہارے ساتھ کسی بھی طرح کی کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتا جب تک تم خود اپنے دل سے اسے رشتے کو قبول نہیں کر لیتی میں تب تک کسی بھی طرح کی پیش قدمی نہیں کروں گا۔'' شانزل اسے اپنی بات کا یقین دلانا چاہ رہا تھا۔
''میاں بیوی سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ہم اچھے دوست بن جائیں اس لئے یہاں آؤ اور بیٹھو میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' شانزل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔
''نہیں مجھے نہیں بیٹھنا الجھن ہو رہی ہے مجھے ان کپڑوں اور زیورات میں، چینج کرنا ہے مجھے۔'' وہ پھر سے کھڑی ہو گئی تھی۔
''ہاں تو میں تمہیں منع تھوڑی کر رہا ہوں لیکن پلیز میری ریکویسٹ ہے کہ تھوڑی دیر اسی طرح میرے سامنے بیٹھی رہو میں تمہیں جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں۔'' شانزل پھر سے بہکا تھا۔
''نہیں میرا دل گھبرا رہا ہے پلیز مجھے جانے دیں۔''
''ٹھیک ہے پر پہلے یہ زیورات تو اتار دو لاؤ میں بھی تمہاری مدد کرتا ہوں انہیں اتارنے میں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو وہ بوکھلا گئی۔
''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں خود اتار لوں گی۔'' پریشے اس کی بات سن کر گھبرا گئی تھی اس لئے فوراً بولی تھی۔
وہ پھر سے لیٹ چکا تھا اور اسے دیکھنے لگا جو آہستہ آہستہ اپنے تمام زیورات اتار رہی تھی جبکہ پریشے اس کی نظروں سے کنفیوز ہو رہی تھی جو مسلسل اسے اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھا، پریشے فارغ ہو کر جونہی اٹھنے لگی شانزل نے سے روک لیا۔
''رکو مجھے تمہیں کچھ دینا ہے۔'' شانزل نے بیڈ کی سائیڈ والی دراز سے ایک بلوکلر کا چھوٹا سا مخملیں کیس نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔
''یہ تمہارا رونمائی کا تحفہ ہے تمہاری طرح خوبصورت تو نہیں ہے پر پری ہو سکتا ہے تمہارے پہن لینے سے یہ بھی خوبصورت لگنے لگے۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Corner.com

شانزل نے کیس کھول کر اس کے سامنے کیا جس میں گولڈ کی چین میں خوبصورت چھوٹا سا دل والا لاکٹ تھا جس پر سفید نگینوں سے S لکھا ہوا تھا، پری نے جونہی لاکٹ اٹھانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا شانزل نے ویسے ہی اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تھا جس پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''پریشے میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہوں گا کہ میں تمہیں زور زبردستی سے حاصل نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم دل سے مجھے اپناؤ اپنی مرضی سے میرے قریب آؤ لیکن پری یہ تحفہ میں تمہیں ایک شوہر کی حیثیت سے دے رہا ہوں پلیز یہ میری خواہش سمجھو یا التجا لیکن پلیز مجھے اتنا حق دے دو کہ میں یہ لاکٹ تمہیں خود پہنا سکوں کیا ایک شوہر کو اس کا اتنا سا بھی حق نہیں دو گی۔'' شانزل نے التجائیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ مجھے دے دیجئے میں خود پہن لوں گی۔'' پریشے اس کی بات کو اگنور کرتے ہوئے بولی۔

''پلیز پری اتنا حق تو تمہیں مجھے دینا ہی چاہیے تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو میں تم سے بے حد و بے پناہ محبت کرتا ہوں تم مجھ سے محبت نہیں کرتی مت کرو مگر مجھ پر اعتبار تو کر ہی سکتی ہو اگر تم نے مجھے اتنا حق بھی نہ دیا تو میں سمجھوں گا کہ تمہیں مجھ پر اعتبار بھی نہیں ہے۔''

پری کچھ بولی پر وہاں سے اٹھی نہیں جس کا مطلب تھا کہ اسے اس پر اعتبار ہے شانزل کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ کم از کم اسے اس پر اعتبار تو ہے شانزل کو یقین تھا کہ ایک دن وہ بھی ضرور آئے گا جب پری کو اس پر نہ صرف اعتبار بلکہ اس سے محبت بھی ہو گی شانزل تھوڑا سا آگے جھک کر اس کے گلے میں لاکٹ پہنانے لگا شانزل کی انگلیاں پریشے کی گردن کو چھو رہی تھیں پریشے کے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی تھی وہ فوراً اٹھی اور اپنے کپڑے جو فرحین نے پہلے سے نکال کر رکھے ہوئے تھے لئے اور واش روم میں چلی گئی، پندرہ منٹ بعد جب وہ چینج کر کے نکلی تو شانزل نے بھی اپنا نائٹ ڈریس وارڈ روب سے نکالا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

جب وہ چینج کر کے باہر آیا تو پری بیڈ پر کمبل اوڑھے پڑی تھی اے سی کی کولنگ کی وجہ سے کمرہ بہت ٹھنڈا تھا اس نے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور لائٹ آف کرتے ہوئے صوفے پر جا کر لیٹ گیا۔

موسم اچانک ہی بہت خراب ہو گیا تھا تیز ہواؤں کے ساتھ ہوئی بارش کی وجہ سے عجیب عجیب سی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں اور اوپر سے بجلی کے گرجنے کی آواز پریشے شروع سے ہی ایسے موسم سے ڈر جایا کرتی تھی اب بھی اسے ڈر لگ رہا تھا اس لئے اٹھ بیٹھی اور نگاہ سامنے صوفے کی طرف اٹھائی جہاں شانزل آنکھیں بند کیے شاید سونے کی کوشش کر رہا تھا پریشے کی ڈر کے مارے جان نکلی جا رہی تھی، شانزل نے کروٹ لی تو نگاہ بے ساختہ بیڈ کی طرف گئی جہاں پر پری سکڑ سمٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا پری سوئی نہیں تم ابھی تک ٹھیک تو ہو تم یا پھر نیند نہیں آ رہی۔'' شانزل اٹھ بیٹھا تھا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈر لگ رہا ہے مگر اب تمہیں کس سے ڈر لگ رہا ہے اب تو میں بھی تمہارے پاس نہیں تو پھر تمہیں ڈر کیوں لگ رہا ہے۔'' شانزل حیرت زدہ تھا۔

''مجھے ایسا موسم سے ڈر لگتا۔''

''اوا چھا میں سمجھا کہ شاید تمہیں مجھ سے ڈر لگ رہا ہے۔''

''اگر آپ غلط نہ سمجھیں تو آپ سے ایک ریکویسٹ ہے۔''

''میں کیوں غلط سمجھوں گا تم کہو کیا کہنا ہے۔''

''آپ پلیز یہاں بیڈ پر ہی آ کر سو جائیے مجھے اکیلے سوتے ہوئے ڈر لگتا ہے میں کبھی اکیلی نہیں سوئی آپی کی شادی سے پہلے میں ان کے ساتھ سوئی تھی پھر ان کی شادی کے بعد امی کے ساتھ اور امی کے انتقال کے بعد میں ساریہ کے ساتھ سوئی تھی مگر اب پلیز آپ یہاں آ کر سو جائیے۔'' وہ کہتے ہوئے رو پڑی تھی۔

''پری اس میں رونے کی کیا بات ہے اگر تمہیں ڈر لگتا ہے اکیلے سونے سے تو تم مجھے پہلے کہتیں میں پہلے ہی وہاں تمہارے پاس سو جاتا خیر جانے دو تم سو جاؤ ڈرنے کی ضرورت نہیں میں ہوں ناں تمہارے پاس چلو شاباش سو جاؤ میں جاگ رہا ہوں۔'' شانزل بیڈ پر آتے ہوئے بولا تو وہ لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی شانزل کے آ جانے سے اس یکے ڈر میں کمی آئی تھی وہ اب خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی اس لئے اب آرام سے سونے کی کوشش کر رہی تھی جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہی تھی جبکہ شانزل کو اس کی معصومیت پر بے اختیار پیار آ رہا تھا۔

ولیمے والے روز وہ پہلے دن سے بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، ساریہ بھی دلہن بنی بے حد پیاری لگ رہی تھی اور احد بھی دولہا بنا کافی ہینڈسم لگ رہا تھا، پری کی نظر بار بار شانزل کی طرف اٹھ رہی تھی کل رات کے بعد سے اس کی یہ کیفیت تھی اس کا دل اس کے بس میں نہیں رہا تھا، بلیک کلر کے شلوار سوٹ میں بھرپور مردانہ وجاہت کے ساتھ وہ نظر لگ جانے کی حد تک اچھا لگ رہا تھا، ساریہ کی بارات آئی تو ایک شور سا اٹھ گیا تھا نکاح کے بعد دودھ پلائی کی رسم ہوئی جو فرحین اور شہلا نے کی اور پھر رخصتی کا شور مچ گیا قرآن کے سائے اور سب کی دعاؤں سمیت ساریہ پیا دیس سدھار گئی تھی۔

شادی کے بعد وہ چاروں اکٹھے ہی ہنی مون کے لئے مری، ایبٹ آباد، کاغان، سوات جانے گئے تھے بیس دن کے اس ٹور میں بہت سی خوبصورت یادیں ان کی زندگی کا حصہ بن گئی تھیں جنہیں وہ چاہ کر بھی بھلا نہیں سکتے تھے زندگی کہ یہ خوبصورت پل بھلانے کے لائق تھے بھی نہیں شانزل پریشے کو کتنا چاہتا تھا اس بات کا اندازہ پریشے کو ہو چکا تھا لیکن وہ خود کا کیا کرتی جو اس سے دور جانا چاہتی تھی جو آج بھی اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی حالانکہ وہ اس کی اسیر ہو گئی تھی دن بدن اس کے سحر میں جکڑتی جا رہی تھی دل ہر وقت اس کے نام کی گردان کرتا رہتا تھا جسے وہ ڈپٹ کر چپ کروا دیتی تھی۔

وہ چاروں واپس آ چکے تھے پریشے شانزل کے کپڑے وارڈ روب میں رکھ رہی تھی جب نظر وارڈ روپ میں رکھے خوبصورت سے کارڈ پر پڑی جس پر بڑے بڑے جلی حروف میں ''جسٹ فور مائی لو'' لکھا ہوا تھا پریشے نے کارڈ کھول کر یونہی دیکھا تو اس پر اپنا نام دیکھ کر چونکی تھی اس لئے کارڈ پڑھنے لگی جس پر خوبصورت رائٹنگ میں ایک غزل لکھی ہوئی تھی۔

کرم اک مہرباں کر دو میری چاہت امر کر دو
میرا دل پیار سے بھر دو میری چاہت امر کر دو

آہستہ آہستہ اس نے پوری غزل پڑھ ڈالی تھی جانے ان الفاظ میں ایسا کیا تھا وہ الفاظ اس کے دل کو چھو گئے تھے یہ کارڈ لکھا تو اس کے لئے گیا تھا لیکن اسے دیا نہیں گیا تھا ابھی وہ کارڈ ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی جب شانزل کمرے میں داخل ہوا پری کارڈ فوراً وارڈ روب میں رکھا اور دروازہ بند کرتی اس کی طرف مڑی تھی جو کچھ تھکا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ہوا سا لگ رہا تھا ان کی شادی ہوئے ڈیڑھ ماہ سے زائد ہو گیا تھا لیکن پری اب بھی اپنے خود ساختہ خول میں بند تھی سوائے ضروری کام کے وہ شانزل کو مخاطب نہ کرتی تھی جس پر شانزل کو اکثر غصہ آ جاتا تھا اور وہ خوامخواہ اس سے الجھ پڑتا تھا شانزل بنا اس کی طرف دیکھے ہاتھ میں پکڑا کوٹ اور بریف کیس صوفے پر رکھ کر بیڈ پر جا لیٹا تھا پری کو اس کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اس لئے وہ اس سے پوچھ بیٹھی تھی۔

''شان آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔'' شانزل کہتے کہتے اس کے منہ سے شان نکل گیا تھا اس کے اتنے بے تکلف پکارنے اور متفکر لہجے نے شانزل کو ایک پل کے لئے حیرت میں مبتلا کر ڈالا تھا جبھی اس کی طرف دیکھنے لگا تھا جو نظریں چرا رہی تھی، اس کے نظریں چرانے پر شانزل کا موڈ جو پہلے ہی خراب تھا اور بھی خراب ہو گیا۔

''ٹھیک ہوں میں تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا تو پریشے حیرت زدہ رہ گئی کچھ پل خاموش کھڑی اسے دیکھتی رہی جو اب آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔

''چائے لاؤں آپ کے لئے۔'' وہ ہمت کر کے پھر سے بولی تھی، آج جانے کیوں اس کے اتنے ہتک آمیز لہجے پر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔

''میں نے کہا ناں پری کہ تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ یہاں سے پہلے ہی میرے سر میں درد ہے، ہے اور دماغ مت کھاؤ میرا۔'' اس کے جواب پر اسے اپنی انسلٹ محسوس ہوئی تھی پر اس کے سر درد کا سن کر پریشان بھی ہو گئی تھی اس لئے بیڈ پر اس کے قریب آ بیٹھی تھی۔

''آپ پین کلر لے لیجیے اگر کہیں تو سر دبا دوں آپ کا۔'' وہ اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

''پلیز پری جاؤ یہاں سے یہ جھوٹا دکھاوا کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تمہیں میری کتنی فکر ہے اور کتنی نہیں۔'' شانزل بلند آواز میں غصے سے بولا تو وہ ڈر گئی تھی اس لئے فوراً سے پیشتر اس کے پاس سے اٹھ کر دور جا کھڑی ہوئی جبکہ شانزل اپنی پہلی والی پوزیشن میں دوبارہ لیٹ چکا تھا، کچھ دیر کھڑی وہ اسے دیکھتی رہی اور پھر وہاں سے چلی آئی اسے رونا آ رہا تھا جب سے ان کے بیچ کا رشتہ بدلا تھا تب سے شانزل نے کبھی اس سے اس طرح سے بات نہیں کی تھی مگر آج اس نے اس کے ساتھ کتنا روڈلی بیو کیا تھا اس لئے اسے رونا آ رہا تھا آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے اس کے بعد وہ کمرے میں نہیں گئی تھی شام کا کھانا کھانے بھی وہ خود ہی چلا آیا تھا وہ بلانے نہیں گئی تھی عشاء کی نماز بھی اس نے لاؤنج میں ہی ادا کی ورنہ روزانہ عشاء کی نماز وہ بیڈ روم میں ہی پڑھتی تھی جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ سو چکا ہو گا تو وہ بیڈ روم میں چلی آئی۔

اس دن کے بعد وہ جو پہلے ہی اس سے بہت کم بولتی تھی اب اور بھی محتاط ہو گئی تھی، شانزل نے اس سے سوری کر لی تھی۔

''پری یار وہ دراصل میرا جھگڑا ہو گیا تھا اس دن کسی سے میں بہت غصے میں تھا اور جس کی زد میں تم آ گئی تھیں ورنہ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ایسا بی ہیو نہیں کر سکتا پلیز یار سوری ریئلی ویری سوری۔''

''اٹس اوکے شانزل مجھے برا نہیں لگا غلطی شاید میری ہی تھی جو آپ کے منع کرنے کے باوجود بھی آپ سے سوال جواب کرنے لگی۔''

''اس کا مطلب ہے تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔''

''میں نے کہا ناں کہ مجھے برا نہیں لگا۔''

''ٹھیک ہے اگر تم نے واقعی مجھے معاف کر دیا ہے تو اس کا تمہیں ثبوت دینا ہو گا۔''

''کیسا ثبوت دینا ہو گا مجھے۔''

''تم آج کے بعد مجھے شانزل نہیں شان ہی پکارو گی تمہارے منہ سے اچھا لگتا ہے آج تک کسی نے بھی مجھے اس نام سے نہیں پکارا پہلی بار تمہارے منہ سے سنا تھا تو مجھے اچھا لگا تھا بولو کیا تم مجھے شان کہو گی۔'' شانزل اس سے پوچھ رہا تھا پریشے نے اثبات میں گردن ہلائی تو وہ مسکرا دیا۔

پریشے گہری نیند سو رہی تھی جب کروٹ لیتے سمے اسے کھڑکی کے پاس کچھ کھٹ پٹ محسوس ہوئی تو وہ ڈر کے مارے سمٹ کر لیٹ گئی آوازوں کا شور تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا پریشے نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ آن کیا اور ڈرتے ڈرتے کھڑکی کی سمت دیکھا جہاں کچھ بھی نہیں تھا لیکن وہ ڈر چکی تھی جس کی وجہ سے اس کی نیند بھی بھاگ گئی تھی شانزل بھی گہری نیند سو رہا تھا وہ شانزل کی طرف رخ کر کے لیٹ گئی اور بغور اسے دیکھنے لگی جو سوتے ہوئے کتنا اچھا لگ رہا تھا سرخ مائل رنگت کھڑے کھڑے نین نقش بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا وہ پریشے اسے دیکھنے میں مگن تھی جب پھر سے اپنے پیچھے آوازیں محسوس ہوئی تھی وہ فوراً اٹھ بیٹھی اور ساتھ ہی شانزل کو بھی جھنجھوڑ کر اٹھانے لگی۔

''شان اٹھیے پلیز مجھے ڈر لگ رہا ہے نیند بھی نہیں آ رہی ہے۔''

''کیا یار سونے دو ناں کتنی مزے کی نیند آ رہی ہے۔'' شانزل جھنجلا گیا تھا۔

''شانزل پلیز اٹھیے دیکھیے کھڑکی کے پاس کچھ ہے۔'' وہ خوفزدہ تھی اس لئے اسے پھر سے اٹھانے لگی۔

''کہاں کچھ ہے دیکھو کچھ بھی نہیں ہے وہاں پلیز تنگ مت کرو خود بھی سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو ڈرنے کی ضرورت نہیں میں تمہارے پاس ہی تو ہوں آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ خود ہی نیند آ جائے گی۔'' شانزل اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے بولا اور پھر سے سو گیا تھا، پریشے اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی اور پھر اپنے اور اس کے بیچ تھوڑا فاصلہ عبور کیا اور اس کے قریب لیٹ گئی تبھی بلیوں کے لڑنے کی آواز سن کر اس نے باقی کا فاصلہ بھی طے کر کے شانزل کی بازو پر سر رکھا اور اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے سختی سے آنکھیں بند کر لیں، شانزل کو نیند میں اپنی شرٹ پر کسی کی گرفت کا احساس ہوا تو آنکھیں کھول کر دیکھنے پر وہ ششدر رہ گیا پریشے اس کی بازو پر سر رکھے دونوں ہاتھوں سے اس کی شرٹ تھامے سختی سے آنکھیں بند کیے خوف کے مارے کپکپا رہی تھی، شانزل نے اسے اپنے بازو کے حصار میں لے کر اسے خود سے اور قریب کر لیا تھا۔

''کتنا ڈرتی ہے یہ لڑکی اگر آج یہ ڈرتی ناں تو کبھی اس کے اتنا قریب آنے کا تصور بھی نہ کرتی۔'' شانزل کو اس پر ترس بھی آ رہا تھا اور پیار بھی پریشے کو اپنے گرد اس کے بازوں کا حصار محسوس ہوا تو اس کا ڈر خود بخود ختم ہو گیا تھا اسے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ محفوظ پناہ میں آ گئی ہو اب کوئی اسے چھو بھی نہیں سکتا ڈر ختم ہوتے ہی جوں ہی اپنے اور شانزل کی قربت کا احساس ہوا تو اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی وہ شانزل کے کتنے نزدیک آ گئی تھی ان کے درمیان ایک انچ کا بھی فاصلہ نہ رہ گیا تھا اب وہ اس سے دور بھی نہیں ہٹ سکتی تھی کیونکہ شانزل کی بازو اس کے وجود کے گرد لپٹی ہوئی تھی وہ جانتی تھی کہ وہ جاگ چکا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہے اس لئے اس کے سونے کا انتظار کرنے لگی تاکہ وہ اس سے دور ہو سکے۔

صبح وہ شانزل کے اٹھنے سے پہلے ہی کمرے سے جا چکی تھی آفس جانے کی تیاری میں بھی آج پری نے اس کی مدد نہ کی تھی ورنہ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی وہ روزانہ اس کی تیاری میں اس کی مدد کرتی تھی اس کی فائلز اکٹھی کر کے بریف کیس میں رکھنا اس کا والٹ اور گھڑی پکڑانا اس کے کپڑے جوتے موزے ٹائی ایک ایک چیز وہ اس سے لیتا تھا وہ کمرے میں موجود ہوتی تو ایک ایک چیز اٹھا کر اسے دیتی رہتی، شانزل کو آج مشکل پیش آ رہی تھی عادت ہو گئی تھی اپنے سارے کام اس سے کروانے کی پتہ نہیں کیوں وہ کمرے سے چلی گئی تھی وہ یہی سوچتا ہوا ڈائننگ ہال میں چلا آیا جہاں وہ فرحین کے ساتھ ناشتہ لگانے میں مصروف تھی، وہ جان بوجھ کر اپنی گھڑی اور والٹ کمرے میں چھوڑ آیا تھا تاکہ کسی بہانے سے اسے مخاطب کر سکے۔

''پری یار میری گھڑی اور والٹ نہیں مل رہا وہ تو لا دو مجھے تو کہیں نہیں ملا۔'' شانزل چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولا جو اس کے آنے سے بے خبر تھی ایکدم پلٹی اور اسے دیکھتے ہی نظریں چرا گئی اس کی آنکھوں کے سامنے رات کا منظر گھوم گیا ایک منٹ رکے بغیر وہ وہاں سے چلی آئی تھی۔

پریشے اپنے دل کے ہاتھوں تنگ آ چکی تھی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی اس کا دل شانزل کے نام کر گردان کیے جا رہا تھا اس نے کچھ زیادہ ہی اسے اپنے حواسوں پر سوار کر لیا تھا اس دن کے بعد سے وہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سوچنے لگی تھی اس کے دل کی عجیب ہی کیفیت تھی اسے اچانک ہی اس کی پسند ناپسند کے متعلق جاننے کی خواہش ہو رہی تھی اس کی چیزوں کو بہت احتیاط اور پیار محبت سے سنبھال کر رکھنے لگی تھی اس کی ذرا سی تکلیف پر تڑپنے لگی تھی لاکھ نہ چاہنے کے باوجود بھی وہ یہ سب کرتی جا رہی تھی دل کھیلنے کو چاند مانگ رہا تھا مگر وہ کیا کرتی جسے ضد تھی کہ شانزل سے کبھی محبت نہیں کرے گی حالانکہ اسے اس سے محبت ہو گئی تھی چاہے وہ لاکھ انکار کرتی پری اپنی ضد سے ہٹانہ چاہتی تھی پہلے ہی اس سے شادی کر کے ایک بار وہ اپنی ضد توڑ چکی تھی مگر اب نہیں اپنی کیفیت سے تنگ آ کر وہ شانزل سے بھی الجھ پڑتی تھی اپنے احساساتوں کو اس سے چھپانے کے لئے اس نے اس سے بولنا بھی چھوڑ دیا تھا جب وہ آفس سے آتا تو وہ گھر کے کاموں میں مصروف نظر آتی رات کو جب تک وہ سو نہ جاتا وہ کمرے میں نہ جاتی آج پھر اس کا شانزل کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا وہ اسے ڈنر کے لئے لے کر جانا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کر دیا اور اس کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آئی تھی حالانکہ کتنے پیار سے اس نے کہا تھا۔

''پلیز پری چلو نہ سچ آج میں بہت خوش ہوں اس لئے تمہیں ڈنر پر باہر لے جانا چاہتا ہوں ڈنر کے بعد ہم لانگ ڈرائیو پر بھی چلیں گے۔''

''میں نے کہا ناں کہ نہیں جانا مجھے آپ کے ساتھ اگر آپ کو جانا ہے تو جائیے مگر مجھے فورس مت کیجئے اور نہ ہی مجھ پر اپنا حکم چلانے کی کوشش کیجئے غلام نہیں ہوں میں آپ کی جو آپ کی جی حضوری کرتی رہوں گی۔'' اس کا دل جو اس کی بات مان لینے کو کہہ رہا تھا کو ڈپٹ کر اس کے ساتھ بدتمیزی سے بولی تو شانزل کو بھی غصہ آ گیا۔

''بس پری بہت ہو گیا بہت کر لی اپنے دل کی میں نے مگر اب نہیں تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے اب میں کبھی تمہیں کسی بھی بات کے لئے فورس نہیں کروں گا لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو کہ آج تو تم نے مجھ سے اتنی بدتمیزی کے ساتھ بات کر لی مگر آج کے بعد اگر ایسا کیا تو یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔'' شانزل غصے میں آ کر بولا تھا اور پھر پلٹ کر کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ بالکل بدل چکا تھا نہ تو اس سے بات کرتا نہ اس کی طرف دیکھتا تھا اگر وہ اسے خود سے بلانے کی کوشش بھی کرتی تو اسے نظر انداز کر دیتا آفس سے بھی لیٹ گھر آنے لگا پہلے وہ رات کا کھانا اس کے ساتھ ہی کھاتا تھا مگر اب اکیلے ہی کھا لیتا وہ جلدی جلدی کام ختم کر کے آئی تھی تاکہ اس سے کچھ بات کر سکے مگر اس کے آنے سے پہلے ہی سو چکا ہوتا وہ اس کا یہ رویہ برداشت ہی نہ کر پا رہی تھی کئی بار تو وہ رو چکی تھی فرحین نے اسے کئی بار روتے دیکھا تھا جب بھی پوچھا تو وہ ٹال گئی تھی اس لئے آج اس نے سارہ کو بلایا کہ شاید وہ ہی کچھ جان سکے، وہ شانزل کے خیالوں میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ سارہ کے آنے کی بھی خبر نہ ہوئی تھی۔

''حیرت ہے بھابھی صاحبہ جو آپ کو اپنی نند کے آنے کی خبر نہ ہوئی کس کے خیالوں میں گم ہیں۔'' سارہ اس کے متوجہ ہوتے ہی شرارت سے بولی تھی، پریشے دکھ سے مسکرا دی۔

''کسی کے خیالوں میں نہیں اور ویسے بھی خیالوں میں تو جب کھوؤں گی جب خیالوں میں آنے والے کو میری پرواہ ہو۔'' وہ بے دھیانی میں بول گئی جس پر سارہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو کافی کمزور لگ رہی تھی۔

''پری خیریت سب ٹھیک تو ہے ناں کہیں تمہارے اور شانزل بھائی کے بیچ کوئی جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔''

پریشے کو اس وقت ایک سہارے کی ضرورت تھی اور وہ سہارا سارہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا تھا جس سے وہ اپنا ہر دکھ شیئر کر لیتی تھی اس لئے وہ سارہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''پری یار آخر بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔'' سارہ پریشانی سے بولی تھی۔

''سارہ وہ مجھ سے بات نہیں کرتا میری طرف دیکھتا تک نہیں وہ بدل گیا سارہ اسے مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں رہا میں اگر خود سے بھی اسے بلاتی ہوں تو وہ میری کسی بھی بات کا جواب نہیں دیتا کیوں کر رہا ہے وہ ایسا میں کہتی تھی ناں کہ یہ محبت فضول ہوتی ہے میں غلط تھی سارہ تم نے مجھے دعا دی تھی کہ مجھے محبت ہو جائے سارہ تمہاری دعا پوری ہو گئی مجھے محبت ہو گئی ہاں سارہ مجھے محبت ہو گئی اور بھی شانزل سے مگر تمہاری دوسری دعا پوری ہو کر بھی ادھوری رہ گئی وہ مجھے مل تو گیا وہ میرا نصیب تو بنا مگر میں نے اسے اپنے ہاتھوں گنوا دیا مجھے اس سے شدید محبت ہو گئی سارہ اس کی ذرا سی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تڑپ جاتی ہوں میں اسے دکھ میں دیکھ کر اس کی ایک خوشی کے لئے میں اپنی ہزاروں خوشیاں قربان کر سکتی ہوں اس کا ہر غم اپنا سکتی ہوں اتنی محبت کرنے لگی ہوں میں شان سے میں کیا کروں بولو سارہ کہ میں ایسا کیا کروں کہ شانزل پھر سے پہلے کی طرح ہو جائے پھر سے مجھے ویسے ہی چاہنے لگے اگر ایسا نہ ہوا تو میں مر جاؤں گی میں اس کی یہ بیگانگی برداشت نہیں کر سکتی۔''

''پاگل ہو تم جو ابھی تک اس سے اپنے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

خیالات چھپائے بیٹھی ہو پری یہ صحیح وقت ہے شانزل کے سامنے اپنی محبت کا اقرار کرلو مجھے یقین ہے کہ وہ پھر سے پہلے کی طرح ہو جائے گا دیر مت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہاری بے رخی دیکھ کر تم سے دور چلا جائے کہہ دو اس سے اپنے دل کا حال توڑ دو اپنی ہر ضد کو ورنہ یہ ضد تمہیں کہیں کا نہ چھوڑے گی توڑ کر رکھ دے گی تمہیں اور پھر تمہیں سمیٹنے کے لئے شانزل بھی نہ ہوگا ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ہے پری۔" ساریہ نے اسے سمجھایا تو وہ گردن ہلا گئی، ساریہ سوچ رہی تھی کہ یہ محبت بھی کیا چیز ہے وہ لڑکی جو محبت کو فضول سمجھتی تھی آج اسی محبت نے اس کی حالت کیا بنا ڈالی کہ اسے کچھ خبر نہیں۔

شانزل بیڈ روم میں داخل ہوا تو نظر بے ساختہ بیڈ پر لیٹی پریشے پر پڑی کتنے دن ہو گئے تھے اسے اس کے ساتھ لاتعلقی کا رویہ اپنائے پچھلے دو تین دنوں سے وہ اسے کچھ روئی روئی اور الجھی الجھی سی لگ رہی تھی چین سے تو وہ خود بھی نہیں بیٹھا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا کہ وہ کس طرح خود پر ضبط کرتے ہوئے اس کے ساتھ ایسا رویہ اپنائے ہوئے ہے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس نے جان بوجھ کر بیڈ روم کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند کیا مگر وہ تو جیسے وہاں تھی ہی نہیں وہ آہستگی سے چلتا ہوا بیڈ کے قریب آ کھڑا پہلے تو دیکھتا رہا اور پھر بیڈ پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا وہ ابھی بھی جوں کی توں لیٹی ہوئی تھی اب کے شانزل کو فکر لاحق ہوئی وہ بھی اس طرح سے بے خبر نہیں رہی تھی وہ تو ذرا سی آواز پر ڈر جایا کرتی تھی آج اس کے زور سے دروازہ بند کرنے پر بھی متوجہ نہ ہوئی مسلسل ایک نظر سے چھت پر گھورے جا رہی تھی وہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا اور اس سے پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے اس طرح سے اس وقت کیوں لیٹی ہوئی ہو۔" پریشے نے کوئی جواب نہ دیا نہ اس کی طرف دیکھا تھا ہنوز لیٹی ہوئی تھی۔

"پریشے میں تم سے بات کر رہا ہوں کہاں کھوئی ہوئی ہو سنائی نہیں دیا تمہیں۔" شانزل نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تو وہ چونک گئی اور فوراً اٹھی بیٹھی جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہو۔

"آپ...... آپ کب آئے۔" پریشے اسے دیکھ کر بولی اسے حیرت ہوئی کہ اتنے دنوں بعد آج اسے اس کی فکر کیسے ہو گئی تھی۔

"ابھی ابھی آیا ہوں تم اپنی سوچوں سے نکلو تو تمہیں پتہ چلا ناں کہ کون کب آتا ہے اور کب جاتا ہے تمہیں اپنے آپ سے فرصت نہیں ملتی کسی اور کی تو تم کیا خبر رکھو گی خیر تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے جو یوں سرِ شام ہی کمرے میں بند ہو گئی ہو طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری۔" وہ لاکھ اس سے ناراض سہی مگر اسے اس طرح سے نہیں دیکھ سکتا تھا شانزل طنز پر طنز کیے جا رہا تھا جس پر وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھنستی جا رہی تھی۔

"آپ چینج کر لیجئے میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی اس کی باتوں کو اس نے سرے سے ہی اگنور کر دیا تھا۔

"کھانا میں کھا کر آیا ہوں تم میری بات کا جواب دو۔"

"پر میں نے ابھی نہیں کھایا میں آپ کا انتظار کر رہی تھی میری خاطر ہی سہی تھوڑا سا کھا لیجئے گا۔" شانزل نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا دل کتنا خوش ہوا تھا یہ جان کر وہ اس کے انتظار میں بھوکی تھی پتھر میں جونک لگ گئی تھی۔

"تو میں کیا کروں اگر تم نے نہیں کھایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری وجہ سے تم کھانا نہ کھاؤ یا میرا انتظار کرو۔" شانزل اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے رکھائی سے بولا تو وہ حیرت کے مارے گنگ رہ گئی۔

"اب اس طرح کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو کام نہیں ہے تمہیں کیا کوئی ویسے تو جب میں تمہیں اپنے پاس بیٹھنے کو بھی کہہ دوں تو تمہیں ڈھیروں کام یاد آ جاتے ہیں۔"

"آپ میرے ساتھ ایسے بات کیوں کر رہے ہیں۔" وہ اس کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کس طرح سے بات کر رہا ہوں ذرا وضاحت کر سکتی ہو۔"

"ہر بات میں طنز اتنی بے رخی لہجے میں کیا بگاڑا کیا ہے میں نے آپ کا ہاں بولیے کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں مجھ سے اتنے دور ہو گئے ہیں پہلے مجھے اپنا اتنا عادی کر لیا کہ اب میں آپ کے بغیر ایک پل کا بھی تصور نہیں کر سکتی اور اب آپ مجھ سے دور جا رہے ہیں مجھ سے لاتعلقی برت رہے ہیں کیوں کیوں کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا۔" پریشے ایکدم اس کی شرٹ کا کالر پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی آنسوؤں سے بھری آنکھیں نم لہجہ اور اوپر سے یہ انداز اور یہ محبت کا اقرار وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بولیے ناں پچھلے پندرہ دنوں سے میں گھٹ گھٹ کر جی رہی ہوں مانا غلطی میری ہے میں نے شروع میں آپ کو غلط سمجھا آپ کی بے عزتی کی آپ سے بدتمیزی کی مگر اب جب میں اپنی غلطی کو سدھارنا چاہتی ہوں تو کیوں آپ مجھ سے اس قدر بے گانہ ہو گئے کہ آپ کو میری کوئی فکر ہی نہیں رہی بولیے کیوں شانزل میں مر جاؤں گی آپ کی بے رخی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی مر جائے گی پریشے اگر شان نے اس کے ساتھ یہ ہی رویہ اپنائے رکھا تو شان پریشے بہت ضدی تھی ہاں شان تمہاری پری بہت ضدی تھی وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی یہ ضد تھی اس کی مگر اسے یہ ضد توڑنی پڑی اپنی ماں کی وجہ سے اسے یہ ضد توڑنی پڑی پھر پری نے ضد کی کہ وہ تم سے کبھی محبت نہیں کرے گی مگر یہاں بھی پریشے ہار گئی پریشے کی ضد ٹوٹ گئی شان پری محبت کر بیٹھی اس شخص سے محبت کر بیٹھی جس کے سائے سے بھی دور بھاگنا چاہتی تھی جس کی محبت بھری باتیں اسے اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھیں اور پری نے جتنی بار بھی آپ کے ساتھ بدتمیزی کی اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کی جو صرف اس کے ساتھ رہنا چاہتا تھا اور پری کیسے اپنے دل کی مانتی اسے تو اپنی ضد زیادہ عزیز تھی مگر جب وہ اس سے ناراض ہوا تب پری کو پتہ لگا کہ جس سے وہ دور جانا چاہتی ہے اصل میں وہ اس کی زندگی بن بیٹھا تھا وہ اس کی اتنی عادی ہو چکی ہے کہ اس کے بغیر سانس لینا بھی اس کا دل گوارا نہیں کرتا تب پری نے اپنی ضد توڑ دی ہاں شان آپ کی پری نے اپنی ضد توڑ دی مگر اب کی بار نہ صرف اس کی ضد ٹوٹی بلکہ وہ خود بھی ٹوٹ گئی ہے اسے سمیٹنے والا کوئی نہیں ہے پلیز شان آپ اپنی پری کو سمیٹ لیجئے ورنہ پری مر جائے گی اسکی ضد کی اتنی بڑی سزا مت دیں میں کبھی کوئی ضد نہیں کروں گی کیونکہ اس ضد نے مجھ سے میرا پیار میرا مان میرا غرور اور سب سے بڑھ کر آپ کو مجھ سے چھین لیا ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس کے سینے سے آ لگی تھی۔

"پری میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میری جان تم نہیں جانتیں کہ میں خود کس قدر تکلیف میں تھا تمہیں اس طرح سے اگنور کرنا تمہارے ساتھ بات نہ کرنا تمہاری طرف نہ دیکھنا یہ سب میں نے کس طرح اپنے دل پر پتھر رکھ کر برداشت کیا ہے میری جان ہو تو میری سانسیں تمہاری سانسوں کے ساتھ چلتی ہیں میں تم سے دور جانے کا سوچ

Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

بھی نہیں سکتا میرے جینے کی وجہ ہو تم میں تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا پری ایسا بھی مت سوچنا کہ میں تم سے دور چلا جاؤں گا کیونکہ شانزل مر سکتا ہے مگر تم سے کبھی دور نہیں جا سکتا اور نہ ہی شانزل کبھی تمہیں خود سے دور جانے دے گا۔" وہ اسے اپنی بانہوں میں بھینچتے ہوئے بولا۔

"اور یہ کیا تم نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی خیر یہ تو میں بعد میں پوچھوں گا فی الحال تم تو رونا بند کرو اپنی خوبصورت آنکھوں کا کیا حال بنا لیا ہے۔" وہ شرارت سے اس پر جھکا تھا۔

"تو پھر آپ اتنے دنوں تک مجھ سے ناراض کیوں رہے۔"

"وہ اس لئے میں تمہیں احساس دلوانا چاہتا تھا کہ تم غلط ہو ہر بار ہمیں اپنی ہی خوشی کا نہیں بلکہ دوسروں کی خوشیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور ویسے بھی اگر میں یہ رویہ نہ اپناتا تو میری جان میری قسمت میں یہ خوبصورت رات تھوڑی آتی جس میں ہماری زوجہ صاحبہ نے کیسے رو رو کر ہم سے اپنی محبت کا اظہار کیا کہ وہ ہمارے بغیر نہیں رہ سکتی ہماری ذرا سی تکلیف بھی برداشت نہیں ہوتی اس سے۔" شانزل اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکراتے ہوئے بولا۔

"میں بہت بری ہوں ناں شان جو آپ کو ہمیشہ غلط سمجھا آپ کی محبت کو کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی آپ سے محبت کرنے کے باوجود آپ سے دور رہی۔"

"خبردار جو میری پری کے بارے میں کچھ بھی کہا تو ورنہ بہت برا حشر کروں گا میں سمجھیں تم آؤ تمہیں میں آج اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور اہم بات بتاتا ہوں۔" وہ بیڈ پر سیدھے ہو کر بیٹھ گیا اور بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا لی پری کو کھینچ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا تھا۔

"جب میں بہت چھوٹا تھا ناں تو میں بھی تمہاری طرح بہت ضدی تھا اور مجھے غصہ بھی بہت آتا تھا گھر میں مجھے خصوصی توجہ حاصل تھی اس لئے اپنی ہر ضد منوا لیتا تھا اور غصہ اتنا آتا کہ اگر کوئی میرے ساتھ بدتمیزی یا سختی سے پیش آتا تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا جی چاہتا تھا کہ سب کچھ تہس نہس کر دوں جوں جوں بڑا ہوتا گیا میرا غصہ اور ضدی طبیعت بڑھتی گئی سکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی میں آ گیا مگر مجھ میں ذرا سا بھی بدلاؤ نہیں آیا یونیورسٹی اور کالج میں لڑکیاں میرے آگے پیچھے پھرتی تھیں مگر میں نے کبھی کسی لڑکی کو لفٹ نہیں کروائی تھی مجھے ایسی لڑکیاں بالکل بھی اچھی نہیں لگتی تھیں جو لڑکوں کے آگے پیچھے پھرتی ہوں پکے ہوئے پھل کی طرح خود ہی آپ کی جھولی میں آ گریں اس لئے میں نے کبھی انہیں لفٹ نہیں کروائی کیونکہ وہ میرے معیار پر پورا نہیں اترتی تھیں، لیکن پہلی بار میں کسی لڑکی کی طرف خود سے قدم بڑھا رہا تھا اس لڑکی کی طرف جس نے اپنا پہلا امپریشن ہی مجھ پر غلط ڈالا تھا لیکن پھر بھی وہ لڑکی میرے لئے اہم ہو گئی تھی میری پہلی بار اسے سے فون پر بات ہوئی تھی وہ میرے ساتھ بہت بدتمیزی سے بولی تھی مجھے اس پہ بہت غصہ آیا تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اسے اس کی بدتمیزی کی سزا ضرور دوں گا جانتی ہو وہ لڑکی کون تھی۔" شانزل اس کا چہرہ اپنے عین سامنے کرتے ہوئے بولا تو پریشے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"وہ لڑکی تم ہو میں نے صارم بھائی سے بات کرنے کے لئے فون کیا تھا جب فون تم نے اٹھایا تھا اگر اس وقت تم میرے سامنے ہوتی تو پتہ نہیں میں کیا کر بیٹھتا پھر میری جب بھی صارم بھائی سے بات ہوتی تو وہ باتوں باتوں میں تمہارا ذکر کر بیٹھتے تھے جس سے مجھے چڑ ہونے لگتی تھی مگر

ان کا کہنا تھا کہ تم اتنی پیاری ہو کہ جو بھی تمہیں ایک بار دیکھ لے ناں تو اسے تم سے پیار ہو جائے اور انہوں نے سچ کہا تھا جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا تھا تم غالباً بارش میں نہا رہی تھی بلیک کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں گیلے بال چہرے پر چپکے ہوئے اور چہرے پر پانی کے قطرے تم بہت خوبصورت لگ رہی تھیں میں پہلی نظر کی محبت پر یقین نہیں تھا مگر مجھے پہلی نظر کی محبت ہو گئی تھی اور وہ بھی اس سے جسے میں اس کی بدتمیزی کی سزا دینے آیا تھا مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی، پہلے پہلے تو وہ مجھے سب کچھ وقتی جذبات لگے تھے مگر یہ میری خوش فہمی تھی جیسے جیسے دن گزرتے گئے میں اتنا ہی تمہاری طرف مائل ہوتا گیا تم سے لڑنا جھگڑنا صرف اس لئے تھا کہ تم صارم بھائی سے تو گھنٹوں باتیں کرتی تھیں ان سے فرمائشیں پوری کرواتی مگر مجھ سے تو تم سوائے سلام دعا کے بات ہی نہ کرتی تھیں جب پر میں تلملا جاتا تھا اور پھر تمہیں یاد ہے جب تم پہلی بار اس کمرے میں آئی تھیں اس دن میں احد کو آفس ڈراپ کر کے آ رہا تھا جب تمہیں بس اسٹاپ پر کھڑے دیکھا پہلے تو میں تمہیں اپنا وہم سمجھا کیونکہ ان دنوں مجھے ہر جگہ ہی تمہارا گمان ہوتا تھا لیکن تم وہاں سچ میں تھیں اور میں تمہیں یہاں لے آیا میں اس دن سچ میں تمہیں لا کر بھول چکا تھا تم نے مجھے کہا تھا کہ تم سے بھوک برداشت نہیں ہوتی تمہیں بھوک لگی ہوئی تھی اور میں بھول چکا تھا جیسے ہی مجھے یاد آیا تو میں جا کر تمہارے لئے کھانا لے کر آیا مگر تم نے کھانے سے انکار کر دیا میرے لاکھ غصہ کرنے اور دھمکی دینے کے باوجود بھی تم اپنی ضد پر قائم رہی مجھے اس وقت اپنے ساتھ ساتھ تم پر بھی بے حد غصہ آ رہا تھا مجھے اس وقت بس یہ فکر تھی کہ تم بھوکی ہو میں نے بھی اس دن پہلی بار اپنی ضد توڑی تھی صرف تمہاری

خاطر گھر پہنچتے ہی تم بے ہوش ہو گئی تھیں میں خود کو لعنت ملامت کر رہا تھا کہ میری وجہ سے تمہاری یہ حالت تھی اور پھر تم مجھ سے ناراض ہو گئیں جس پر میرا دل بہت بے چین تھا میں چاہتا تھا کہ تم بھلے میرے ساتھ لڑ لو مگر مجھ سے بات ضرور کرو مگر تم تو مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر چل دیتی تھیں تم پر پیار کے ساتھ ساتھ مجھے تم پر غصہ بھی بہت آتا تھا۔"

"تمہاری ناراضگی دور کرنے کے لئے میں نے صارم بھائی کے ساتھ مل کر ایک پلان بنایا تم تینوں کو گھر دکھانے کے بہانے لے کر آئے اور پھر ہم سب ڈنر کے لئے چلیں گے اور انہیں تاکید کی کہ تمہیں پتہ نہیں چلنا چاہیے ورنہ تم شاید جانے سے انکار کر دو اور ہوا بھی ٹھیک ویسے ہی تم نے میرے ساتھ جانے سے ہی انکار کر دیا تھا اس وقت میں خود پر اور اپنے غصے پر قابو نہ رکھ پایا تھا میں اس وقت کچھ بھی کر بیٹھتا دل چاہ رہا تھا کہ کھڑے کھڑے تمہارا حشر نشر کر دوں اس دن غصے میں آ کر ہی میں تمہیں گھر چھوڑ گیا تھا لیکن تمہارے بغیر میں انجوائے ہی نہیں کر پایا تھا مجھے تمہاری کمی بہت محسوس ہو رہی تھی مجھے اپنی غلطی کا

سانحہ ارتحال

ہمارے گجرات کے سول ایجنٹ، میسرز خالد بک ڈپو گجرات کے مالک جناب جمیل احمد صدیقی صاحب مورخہ 3 مئی 2011ء کو عمرہ کی ادائیگی کے دوران مکتہ المکرمہ (سعودی عرب) میں مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا علیہ راجعون

انہیں مکہ میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا، ادارہ حنا دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، (آمین)۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

احساس ہو گیا تھا کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا اس لئے میں نے دوستی کا ہاتھ بھی خود ہی بڑھایا تھا جسے تم نے نظر انداز کر دیا ہمارے یہاں مستقل شفٹ ہونے پر بھی تم یہاں نہیں آئیں میں دن رات تڑپ رہا تھا تمہاری بے رخی اور ناراضگی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی پھر صارم بھائی کی شادی طے ہو گئی تو میں نے شکر ادا کیا کم از کم اب تم مجھے نظر تو آتی ہی رہو گی، مہندی والی روز میں نے تمہیں پہلی بار سجے سنورے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اس دن میں نے طے کر لیا کہ اب چاہے کچھ بھی ہو جائے میں تمہیں پا کر ہی رہوں گا اس دن تمہیں تنگ کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ جی بھر کر تمہارا روپ اپنی آنکھوں میں بھر لوں اس دن میں بہت تھک چکا تھا لیکن میرا یقین کرو تمہیں دیکھ کر میری ساری تھکن ختم ہو چکی تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میں سو کر اٹھا ہوں۔" وہ اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارتے ہوئے اپنے دل کا حال بتا رہا تھا اور وہ اس کے سینے پر سر رکھے سب سن رہی تھی۔

"اور بارات والے دن تو میں خود کو بڑی مشکل سے قابو میں کر پایا تھا میں پیچھو سے کوئی بات کرنے آیا تھا مگر مجھے وہاں تم ملی تھی تم اچانک پلٹی تو تم مجھ سے زوردار طریقے سے ٹکرا گئی میں نے تمہیں گرنے سے بچانے کے لئے اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا پتہ ہے پری میری زندگی کے وہ سب سے خوبصورت پل تھے اس وقت میرے لئے یہ احساس ہی خوش کن تھا کہ تم میرے میری بانہوں میں میرے بے حد قریب ہو دل چاہ رہا تھا کہ یہ پل یہیں رک جائیں حالانکہ ایسا سوچنا بھی میرے لئے گناہ تھا کیونکہ میں تمہارے لئے نامحرم تھا پر اس وقت میری سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں ہی مفقود ہو گئیں تھیں جس دل کی ایک ہی گردان تھی کہ یہ پل یونہی تھم جائیں تم بھی مجھ سے دور نہ جاؤ لیکن تمہیں برا لگا تھا لیکن میں نے غور نہ کیا کیونکہ اب تمہارا چہرہ میرے سامنے تھا جسے دیکھ کر میں سب کچھ فراموش کر گیا تھا پتہ ہے اس دن میں نے تمہاری لپ اسٹک کیوں صاف کی وہ اس کا چہرہ ہاتھ کی مدد سے اوپر کرتے ہوئے بولا کیونکہ ایک تو تمہارے ہونٹ ہیں ہی اتنے خوبصورت اوپر سے لپ اسٹک لگا کر وہ اور بھی میرے پرشوق جذبات کو ہوا دے رہے تھے میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھ سے اس وقت کچھ ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس سے نا صرف میں تمہاری نظروں میں گر جاؤں بلکہ خود کی نظروں میں بھی کبھی اٹھنے کے قابل نہ رہوں اس لئے میں نے تمہاری لپ اسٹک صاف کر دی تھی اور ویسے بھی اس دن تو مجھے تم پر سجی ہر چیز سے جلن سے ہو رہی تھی حالانکہ تمہیں میری حرکت پر بہت غصہ آیا تھا لیکن مجھے تمہارے غصے کی پرواہ نہیں تھی صارم بھائی کی شادی کے بعد تم نے پھر سے ہماری طرف آنا چھوڑ دیا تھا میں خود ہی چلا آتا جب بھی میرا دل تمہیں دیکھنے کو بے تاب ہوتا جب میں تمہیں تنگ کرتا تھا تو میرے تڑپتے دل کو قرار آتا تھا میں تمہیں پسند کرتا ہوں اس بات کا گھر میں سب کو پتہ چل چکا تھا اس لئے مما نے پھپھو کے سامنے میرا پرپوزل پیش کیا جس پر وہ خوش تھیں مگر انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ تم انکار کر دو گی مگر میں نے پھپھو کو راضی کر لیا تھا اور پھپھو کو جو خدشہ تھا وہ بالکل سچ ثابت ہوا تم نے میرے پرپوزل کا سنتے ہی انکار کر دیا تھا میں نے سنا تھا کہ کافی لمبی لمبی تقریریں کرتی رہو ہو تم مجھے ریجیکٹ کرنے کے لئے فرحین بھابھی نے بتایا تھا مجھے لیکن جس طرح سے تم نے مجھے قبول کیا ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تمہاری بار بار ناں کی تکرار سن کر میں نے طے کر لیا تھا کہ محترمہ کو اپنی

محبت کے سحر میں نہ جکڑ لیا تو میرا نام بھی شانزل نہیں اور پھر میں جان بوجھ کر گھر آتا تمہیں تنگ کرتا فون پر بھی تمہیں اپنی باتوں سے غصہ دلاتا میں چاہتا تھا کہ تم ہر وقت میرے بارے میں سوچو میں تمہارے حواسوں پر اس قدر سوار ہونا چاہتا تھا کہ تم مجھے ایک پل کے لئے بھی بھول نہ سکو جس میں میں کسی حد تک تو کامیاب ہو ہی چکا تھا، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ پھپھو مجھ پر اس قدر بھروسہ کرتی ہیں اس بات کا علم مجھے تب ہوا جب انہوں نے اپنے آخری لمحوں میں اپنی سب سے لاڈلی بیٹی کو مجھے سونپا دیا تھا حالانکہ اب میں اتنا پر امید نہیں تھا کہ وہ مانیں گی جب میں گھر فریش ہونے کے لئے آیا اور اس آدھے گھنٹے بعد ہی صارم بھائی کا فون آ گیا کہ میں جلدی پہنچوں کیونکہ میرا نکاح ہونے والا ہے تمہارے ساتھ میں حیران تھا ہاسپٹل پہنچا وہاں پہنچنے کے دس منٹ بعد میرا نکاح تم سے ہو گیا، ہمارے نکاح والے روز ہی پھپھو بھی ہمیں چھوڑ گئیں تم جو پہلے ہی انکل کی ڈیتھ کی وجہ سے غمزدہ تھی پھپھو کی ڈیتھ سے صدمے کی وجہ سے تمہاری حالت ہی عجیب ہو گئی تھی نہ کسی سے بول رہی تھی اور نہ ہی رو رہی تھیں تمہاری حالت دیکھ کر میرا دل درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا مگر میں کیا کرتا میں دنیا کہ ہر خوشی تمہارے قدموں میں لا کر دیتا مگر انکل اور پھپھو کو نہیں لا سکتا تھا پھر امی کے کہنے پر میں تمہارے پاس آیا تھا ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی تمہیں اس حالت سے نکال سکتا ہے تو وہ میں ہوں اور انہوں نے صحیح کہا تھا میں تمہیں اس صدمے سے باہر لانے میں کامیاب رہا تھا تم نے اپنا سارا دکھ سارا درد میرے سینے میں اتار دیا تھا اس رات میں نے تمہیں کھل کر رونے دیا تا کہ تم اپنا سارا دکھ بہا دو تمہاری رخصتی کی بات بھی میں نے ہی صارم بھائی سے کہا تھا کہ ابو سے کہیں میں اب تم سے اور دور نہیں رہ سکتے تھا ہمارے درمیان رشتے کی نوعیت بدل چکی تھی تمہیں دن رات اپنے سامنے چلتے پھرتے دیکھ کر میں خود پر بہت مشکلوں سے ضبط کر پاتا تھا اور تم تم نے تو نکاح کے بعد مجھ سے بالکل ہی قطع کلامی کر لی تھی مجھے سارہ نے بتایا کہ تم بہت مشکلوں سے اس رخصتی کے لئے راضی ہوئی ہو شادی کے روز تم دلہن بنی بہت خوبصورت لگ رہی تھیں تمہارے خوبصورت روپ کو دیکھ کر میں بہک گیا تھا مگر میں نے سوچ لیا تھا کہ تمہارے ساتھ زبردستی کوئی بھی رشتہ نہیں بناؤں گا میں چاہتا تھا کہ تم دل سے مجھے اپناؤ جب تک تم خود اس رشتے کو قبول نہیں کرو گی تب تک میں بھی کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کرونگا دن گزرتے گئے اور مجھے ایسا لگنے لگا جیسے تم بدل رہی ہو۔" وہ کچھ پل اس کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا اور پھر سے بولا۔

"پری تمہیں اتنا ڈر کیوں لگتا ہے جس دن تم رات کو ڈر گئیں تھیں اور تم نے مجھے اٹھایا تھا کہ تمہیں ڈر لگ رہا ہے جس کی وجہ سے تمہیں نیند نہیں آ رہی تھی پر میں تمہارے اٹھانے کے باوجود بھی نہیں اٹھا تھا تب ڈر کے مارے تم میرے کتنے قریب آ گئیں تھیں جن فاصلوں کو میری محبت کم نہ کر سکی ان فاصلوں کو تمہارے ڈر نے ختم کر دیا تھا اس بات سے تم لاکھ انکار کرو لیکن تمہیں ماننا پڑے گا کہ میری بانہوں میں آتے ہی تمہارا ڈر دم کر بھاگ جاتا ہے وہ اس کے چہرے پر جھک کر شرارت کرنے لگا پریشے کا چہرہ شرم سے سرخ پڑ گیا پلیز شانزل پریشے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے اور اس کے بیچ فاصلہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی اس دن تو میں ڈر گئی تھی اس وجہ سے وہ آگے کہتے کہتے جھجک گئی، لیکن اس دن کے بعد تمہیں ہوا کیا تھا جو تم مجھ سے دور دور رہنے لگیں تھیں نہ تو آفس جانے کی تیاری میں میری مدد کرتیں تھیں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اور تو اور ناشتہ اور ڈنر بھی میرے ساتھ کرنا چھوڑ دیا تھا میں سمجھا شاید تمہیں میری کوئی بات بری لگ گئی ہوگی لیکن پھر خود ہی تم ٹھیک ہوگئیں جس دن میں نے ڈنر پہ باہر جانے کی آفر کی تھی اس دن مجھے اپنا پہلا بڑا پراجیکٹ ملا تھا میں بہت خوش اس دن اور اپنی خوشی میں میں تمہیں بھی شامل کرنا چاہتا تھا اور تم نے میری آفر سنتے ہی انکار کر دیا اور ساتھ ہی بدتمیزی بھی کی مجھے اس دن تم پر بہت غصہ آیا تھا جب میں تمہاری ہر خوشی کا خیال رکھتا تھا تو تمہارا بھی تو فرض بنتا تھا ناں کہ تم بھی میری خوشی کا خیال رکھو اس لئے میں نے سوچ لیا کہ تمہیں اس بات کا احساس ضرور دلاؤں گا، اس لئے میں نے تمہارے ساتھ ایسا رویہ روا رکھا ورنہ تو تمہارے بغیر میں ایک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا اور ہاں تم نے ایسا کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے دور چلا جاؤں گا میں تم سے کبھی دور نہیں جا سکتا کیونکہ تم سے دور رہ کر میں جی نہیں سکتا۔'' وہ اسے دیکھ کر بولا۔

''اگر آپ مجھ سے واقعی اتنا پیار کرتے ہیں تو پھر آپ نے وہ کارڈ مجھے کیوں نہیں دیا جو آپ نے میرے لئے لکھا تھا۔''

''اچھا اچھا وہ والا کارڈ یار وہ تو میں نے شادی سے دو دن پہلے لکھا تھا کیسے دیتا ان دنوں تو تم میرے سامنے ہی نہیں آتی تھی۔'' شانزل اس کی قربت میں گم تھا جب پری نے اسے پکارا۔

''شان آپ سے ایک فرمائش کروں۔''

''کیوں نہیں میری جان آج میں اتنا خوش ہوں آج جو بھی فرمائش کرو گی ضرور پوری کروں گا۔''

''تو پھر مجھے وہ غزل سنایئے جو آپ نے اس کارڈ میں لکھی تھی۔''

''یار میں تو سمجھا تھا پتہ نہیں کون سی ایسی فرمائش جو میری جان مجھ سے کرنے والی ہے ویسے آج اگر تم مجھ سے کچھ اور بھی مانگتی تو میں وہ بھی ضرور دیتا۔''

''مثلاً اور کیا؟''

''مثلاً یہی کہ میں تمہارے پاس رہوں تمہیں دیکھتا اور ڈھیر سارا پیار کرتا رہوں اتنا پیار اتنا پیار کہ تم شانزل اس پر جھکا تھا۔''

''فی الحال تو پہلے مجھے غزل سنایئے پھر دیکھ بھی لیجئے گا جی بھر اور پیار بھی کر لیجئے گا لیکن پلیز پہلے غزل۔'' وہ اپنا چہرہ پیچھے کرتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا اور پھر غزل سنانے لگا۔

کرم اک مہرباں کر دو میری چاہت امر کر دو
میرا دل پیار سے بھر دو میری چاہت امر کر دو
میں ساری عمر سجدہ تشکر میں بتا دوں گا
میرا اک کام کر دو میری چاہت امر کر دو
میری پلکوں کو چھو لو تم حسیں یاقوت ہونٹوں سے
میرے آنسو گہر کر دو میری چاہت امر کر دو
چلو چھوڑو محبت میں گلے اچھے نہیں لگتے
یہ باتیں در گزر کر دو میری چاہت امر کر دو
نچھاور کر دو اپنے حسن کی سب چاندنی مجھ کو
مجھے رشک قمر کر دو میری چاہت امر کر دو
وہ کہتی ہے نا پائل دو نہ کنگن دو نہ جھومر دو
مجھے چھوٹا سا اک گھر دو میری چاہت امر کر دو
وہ کہتی ہے کہ ارشد کس کی خوشبو میں نہلا دو
رگ جاں تک وفا بھر دو میری چاہت امر کر دو

شانزل نے دھیمے لہجے میں اسے غزل سنائی لیجئے محترمہ کر دی آپ کی فرمائش پوری کر دی اب آپ بھی ہماری فرمائش پوری کیجئے شانزل نے اسے کھینچ کر اپنے نزدیک کیا تو وہ خود سپردگی کے عالم میں اس کی بانہوں میں سما گئی تھی وہ پوری طرح سے اس کی محبت کے نشے میں چور اس کی قربت میں گم تھا، شان پریشے نے اسے پکارا شانزل نے کوئی جواب نہیں دیا شان پریشے نے پھر سے پکارا کہو۔

''میری جان کیا بات ہے آئی ایم سوری شان۔''

''کس بات کے لئے۔''

''میں نے آپ کے ساتھ اس دن کتنی بدتمیزی سے بات کی تھی۔''

''پری پرانی سب باتوں کو بھول جاؤ ہم آج سے اپنی نئی زندگی شروع کر رہے ہیں میں نہیں چاہتا کہ اب ہم کبھی بھی ان تلخ یادوں کے بارے میں کبھی بات کریں تم ان پلوں کو محسوس کرو اس احساس کو محسوس کرو جو اس وقت ہمارے بیچ ہے وعدہ کرو کہ پھر کبھی تم ان باتوں کا ذکر نہیں کرو گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد کبھی بھی وہ کام نہیں کروں گی جو آپ کو ناگوار گزرے۔''

''مگر ایک کام ایسا ہے جو تمہیں ہمیشہ کرنا ہے۔'' وہ اس کے چہرے پر بکھرے بالوں کو اپنی انگلیوں سے پیچھے کرتے ہوئے بولا

''اور وہ کام یہ ہے کہ ہمیشہ میرے بارے میں سوچنا مجھے پیار کرنا اور مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی رہنا جتنی محبت کا آج تم نے اظہار کیا۔''

''میں ہمیشہ آپ کا خیال بھی رکھوں گی آپ سے پیار بھی کروں گی اور ہمیشہ اسی طرح سے محبت کرتی رہوں گی۔'' پریشے جان چکی تھی کہ ضد کتنی بری چیز ہے یہ ضد انسان کو برباد کر دیتی ہے آپ کی چاہنے والوں کو آپ سے چھین لیتی ہے لیکن پریشے کو بروقت احساس ہو گیا تھا اگر اب بھی وہ اپنی ضد نہ توڑتی تو ٹوٹ جاتی بکھر جاتی اور اسے سمیٹنے والا کوئی نہ ہوتا شانزل اس کے کان میں محبت بھری سرگوشیاں کر رہا تھا جس سے اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا اس کے چہرے پر چاہت کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے شانزل نے ہمیشہ یہ رنگ یونہی قائم رہنے کی دعا کی تھی۔

☆☆☆

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب ..... ☆
خمار گندم ..... ☆
دنیا گول ہے ..... ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ..... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ..... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلئے ..... ☆
نگری نگری پھرا مسافر ..... ☆
خط انشا جی کے ..... ☆
بستی کے اک کوچے میں ..... ☆
چاند نگر ..... ☆
دل وحشی ..... ☆
آپ سے کیا پردہ ..... ☆

ڈاکٹر مولوی عبدالحق
قواعد اردو ..... ☆
انتخاب کلام میر ..... ☆

ڈاکٹر سید عبداللہ
لطیف نثر ..... ☆
لطیف غزل ..... ☆
لطیف اقبال ..... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز 7321690-7310797

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Corner.com

پھول سا دل تتلی سے خواب

حسین اختر

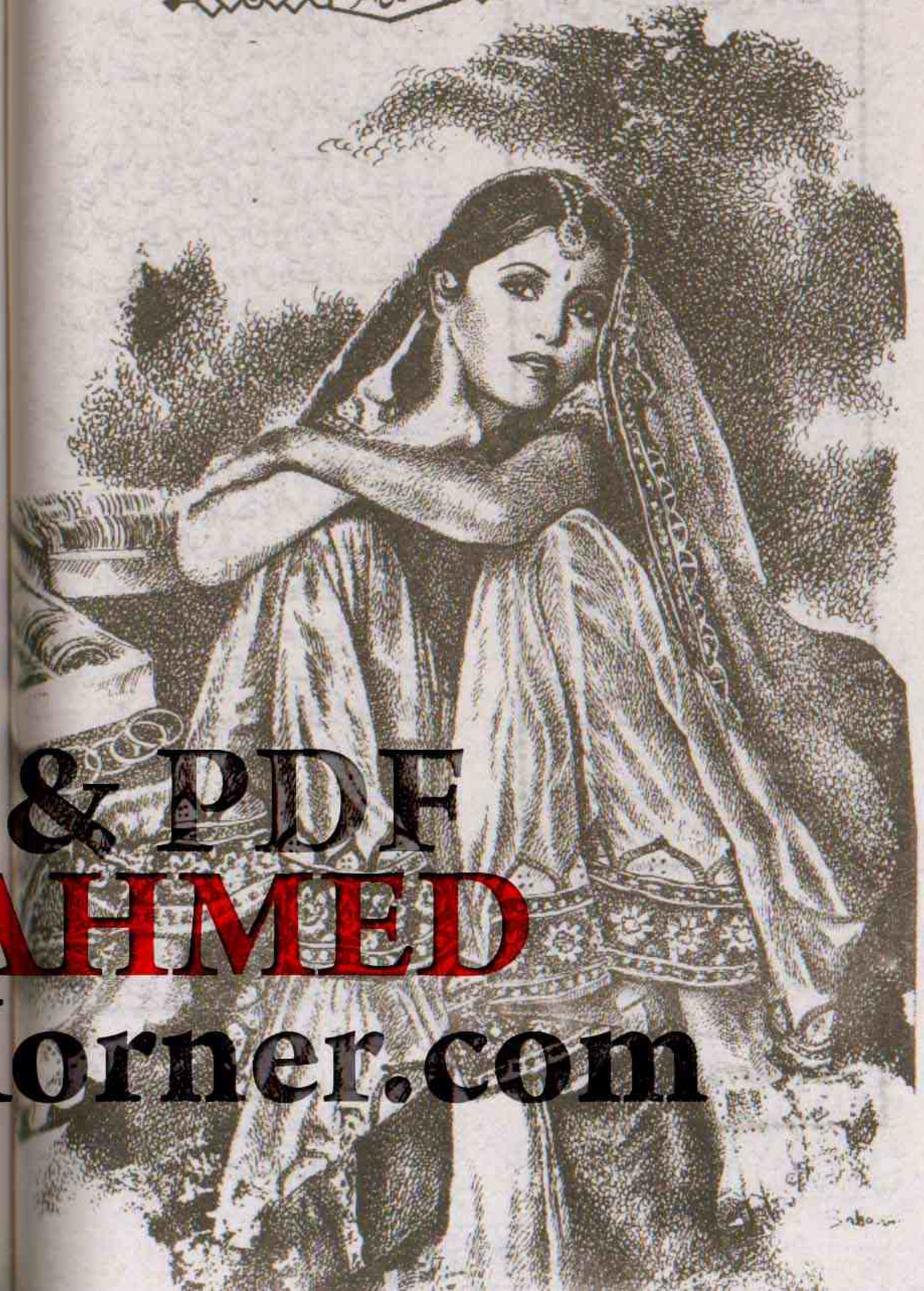

لفظ ہونٹوں تلک نہیں آئے
دل کی آنکھوں نے ترجمانی کی
جو تلاطم ہے میرے اندر ہے
آنکھ میں بوند کب ہے پانی کی
کچھ تو وہ شام خوبصورت تھی
اور کچھ اس نے بھی سہانی کی

مری کی فلک بوس پہاڑیوں پر سورج کب کا غروب ہو چکا تھا، خنکی اور تاریکی کا احساس قدرے بڑھ چکا تھا، تقریباً ایک ہفتہ پہلے برفباری ہوئی تھی جس نے ابھی تک اونچے نیچے رستے، درختوں کی شاخیں و عمارتوں کے فرش سفید کر رکھے تھے، اوپر سے وقفے وقفے بعد برسنے والی بارش نے ماحول کو اور ہی رنگ دے رکھا تھا، ماعون، آئلہ کو کمرے میں چھوڑ کر نیچے آیا تھا کہ دیکھے اگر بارش رک گئی ہو تو آئلہ کو ساتھ لے کر واک کر سکے، ہلکی ہلکی پھوہار ابھی بھی پڑ رہی تھی وہ نیچے ہوٹل کے ملازم کے پاس کھڑا ہو کر باتیں کرنے لگا تھا جب آئلہ نے اس کے موبائل پر میسج بھیجا تھا کہ جلدی سے اوپر آ جائیں باہر اندھیرا ابھی ہے اور موسم بھی خراب ہے، میسج پڑھ کر ایک انوکھی سی مسکراہٹ نے ماعون کے لبوں کو چھو لیا تھا، آئلہ کی خود سے محبت اور وابستگی سے وہ اچھی طرح واقف تھا جب آئلہ اس کی اتنی فکر کرتی تھی تو اسے بہت اچھا لگتا تھا، اس نے نظر اوپر اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف دیکھا تھا، آئلہ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر کھڑکی میں کھڑی یقیناً اسے ہی دیکھ رہی تھی، وہ تیزی سے گیلی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ گیا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے۔" اسے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر آئلہ نے سکون کا سانس لیا تھا اور بے تابی سے پوچھا تھا۔

"کہیں بھی نہیں نیچے ہی کھڑا تھا، تم کیوں پریشان ہو رہی تھی۔" اس نے چھتری لپیٹ کر ٹیبل پر رکھی تھی اور آئلہ کے پاس آن بیٹھا تھا،

مکمل ناول

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

گرین کلر کے کام والے سوٹ میں ہیٹر کے سامنے بیٹھی آئلہ کا وجود لشکارے مار رہا تھا، اس کے دونوں ہاتھوں پر لگی مہندی اور اس کا یہ سہانا روپ دیکھ کر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ نئی نویلی دلہن ہے۔

"اتنا موسم خراب ہے کیا پریشان بھی نہ ہوتی۔" وہ ہنسی تھی اور ماعون کو لگا تھا مری کے موسم کی تمام تر خوبصورتیاں اس کمرے میں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔

"بارش رک گئی ہے چلو آؤ باہر چلیں، صبح سے اندر ہی تو بیٹھے ہیں۔" ماعون نے آئلہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا تھا۔

"میں شال تو لے لوں باہر تو بہت ٹھنڈ ہو گی۔" وہ جوتا پہنتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ لیں جناب آپ کی شال، ہم اپنی پیاری سی بیگم کو بھلا ٹھنڈ لگنے دیں گے۔" ماعون نے بیڈ پر پڑی اس کی بلیک کلر کی شال اسے اوڑھا دی تھی وہ ماعون کا ہاتھ تھامے باہر نکل آئی تھی، باہر بھیگا بھیگا سرد موسم باہیں کھولے اسے لینے کو تیار تھا، وہ دونوں اونچے اونچے چیڑھ کے درختوں کے نیچے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سیر کرنے لگے تھے، ان کے پہلو میں سبک روی سے بہتا ہوا چشمہ ماحول کو کچھ اور ہی رنگ دے رہا تھا۔

"اس کا پانی تو بہت ٹھنڈا ہوگا۔" آئلہ نے ماعون سے پوچھا تھا۔

"ہاتھ لگا کر دیکھ لو، خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔"

"نا بابا، مجھے دور سے ہی اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ کپکپاتے ہوئے بولی تھی۔

"یار تمہیں تو بہت سردی لگتی ہے۔" ماعون نے ہنس کر اپنی چہیتی بیوی کا مذاق اڑایا تھا۔

"سردی ہے تو سردی ہی لگے گی نا، آپ کو نہیں لگ رہی کیا؟"

"ہاں بس تھوڑی بہت۔" وہ بے نیازی سے بولا تھا، آئلہ اس دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"صاحب جی ڈنر میں کیا لیں گے۔" ریسٹ ہاؤس کا ملازم ان کے پیچھے پیچھے باہر آیا تھا۔

"ڈنر میں۔" ماعون سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"ڈنر آج میں بناؤں گی، ماعون ہم مل کر کوکنگ کریں گے، چاچا جی آپ آرام کریں آج۔" آئلہ نے ہنس کر کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" لطیف بھی مسکرا کر اپنی گرم شال سنبھالتا ہوا واپس پلٹ گیا تھا۔

لطیف چاچا اس ریسٹ ہاؤس میں پچھلے بیس سالوں میں ملازم تھا، اس نے زمانے کے بہت سے سرد و گرم موسم اس ریسٹ ہاؤس میں دیکھے تھے، پچاس فی صد سے زیادہ سیاحوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کیا ہوتا ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ذرا سی دیر کو روٹین سے ہٹ کر سب اپنوں سے کٹ کر ان فلک بوس پہاڑیوں اور گنگناتے چشموں کو اپنے پیار کو گواہ بنانا کتنا ضروری ہو جاتا ہے یہ لطیف چاچا نے اپنی بیس سالہ ملازمت میں بخوبی جان لیا تھا، جب کبھی اس کی اپنی شریک حیات سے کھٹ پھٹ ہو جاتی تو وہ برملا کہا کرتا تھا۔

"نیک بخت کاش ہمیں بھی عقل ہوتی اور ہمارے پاس اتنا پیسہ ہوتا کہ ہم ہنی مون منا سکتا، تو آج یہ لڑائی جھگڑے نہ ہوتے، ہم ایک دوسرے کو سمجھ لیتے۔"

"یہ ہنی مون کیا ہوتا ہے، ہم اتنے سالوں سے ساتھ ہیں کیا ابھی تک تمہارے خیال میں ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکے۔" وہ نیک بخت سارا جھگڑا بھول کر تحیر زدہ ہو جاتی۔

"نہیں سمجھے، سمجھ جاتے تو یہ لڑائیاں کیوں ہوتیں۔"

"دیکھو لطیف زمان دو برتن ایک جگہ پڑے ہوں تو ٹکرا ہی پڑتے ہیں۔" اس کی بیوی لطیف کو اپنا نکتہ نظر سمجھانے کی سر توڑ کوشش کرتی مگر لطیف زمان کی سوئی بھی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی تھی اس میں اس بے چارے کا بھی کوئی قصور نہیں تھا اس نے اپنی ملازمت میں یہی دیکھا اور یہی سنا تھا۔

ہلکی ہلکی بارش کچن کی کھڑکی پر اس انداز میں دستک دے رہی تھی کہ جیسے کوئی سریلا گلوکار مدہم لے میں سر بکھیر رہا ہو، ماعون اور آئلہ کچن میں کھڑے کام کر رہے تھے اور ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے خوش زیادہ ہو رہے تھے۔

"چاچا بریانی مصالحہ کہاں رکھا ہے۔" لطیف چاچا کسی کام سے کچن کی طرف آیا تو ماعون نے پوچھا تھا وہ اس وقت چکن دھو رہا تھا اور آئلہ پیاز کاٹ رہی تھی، لطیف چاچا کو آج کچن میں گھسے ہوئے مصالحوں کی مہک، برتنوں کی آواز اور پکوان کی خوشبو بھی دیئے تھے اور دونوں میاں بیوی کے خوشی سے دمکتے چہرے نظر آئے ایک دفعہ پھر ان صاحب لوگوں کی ازدواجی زندگی پر رشک سا آیا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں، ابھی دیتا ہوں۔" وہ آگے بڑھا تھا اور ایک کیبنٹ کھول کر بریانی مصالحے کا پیکٹ ماعون کو پکڑا دیا تھا اور خود باہر چلا گیا تھا وہاں اس وقت کسی تیسرے فرد کی موجودگی کباب میں ہڈی ہی ثابت ہونا تھی

"میں امی جان کو جا کر بتاؤں گی کہ ابھی تو میرے ہاتھ کی مہندی بھی نہیں اتری اور آپ کے لاڈلے بیٹے نے مجھ سے کچن کا کام بھی کروانا شروع کر دیا ہے۔" آئلہ نے ماعون کو چھیڑا تھا۔

"جناب یہ باقاعدہ کچن میں کام کرنے آغاز تو نہیں ہے یہ تو بس آپ کے پیار کا چھوٹا سا اظہار ہے جو آپ اپنے مجازی خدا کے لئے کر رہی ہیں۔"

"ماعون آپ سے باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا۔"

"آپ جیت تو گئی ہیں، ہم تو ہار چکے ہیں صنم۔" ماعون نے آئلہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں، آپ بھی نا بس۔" وہ شرما کر پیچھے ہٹ گئی تھی، بارش کی بوندوں میں یکدم تیزی آ گئی تھی اور کھڑکی کے شیشے پر بوندوں کا ماہرانہ رقص جاری تھا۔

"لطیف چاچا یہ آپ کے لئے۔" لطیف چاچا اور چوکیدار ریسٹ ہاؤس کے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے گرم گرم خبروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ٹھٹھرا دینے والی سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جب ماعون بھاپ اڑاتی بریانی کی پلیٹ لئے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

"ارے صاحب آپ نے کیوں تکلیف کیا، ہمیں آواز دے لی ہوتی، صاحب آپ تو شرمندہ کر رہے ہیں، ہم نے آپ کی خدمت کرنی ہے کہ آپ سے خدمت کروانا ہے۔" وہ ماعون کو اندر آتے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کوئی بات نہیں چاچا، ہم نے کون سا آپ کے لئے بطور خاص بنائی ہے۔" وہ واپس پلٹ کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا جہاں آئلہ کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"ماعون صاحب بی بی جی کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے، بخدا ایسی بریانی تو میں نے بھی کبھی نہیں بنائی۔" کچھ دیر بعد لطیف چاچا ان کے لئے گرما گرم چائے لایا تھا اور کہنے لگا تھا۔

"لطیف چاچا ہماری بیگم صاحبہ صرف بریانی نہیں باقی سب کچھ بھی بہت مزے کا بناتی ہیں۔" ماعون نے کھلے دل سے آئلہ کی تعریف کی تھی۔

"بس صاحب جی جس عورت کے ہاتھ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

میں ذائقہ ہو اسے کھانا پکانے کا سلیقہ ہو تو سمجھیں آدھی زندگی سنور جاتی ہے۔"

"چاچا لگتا ہے تمہیں بھی کھانے پینے کا کافی شوق ہے۔" ماعون ہنسا تھا۔

"بالکل ہے اور میری گھر والی تو صاحب جی اچھا پکا لیتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے چاچا آپ اور میں ہم دونوں خوش قسمت ہیں۔" ماعون نے کہا تھا اور چاچا مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

وہ لوگ پندرہ دن وہاں ٹھہرے تھے اور ان پندرہ دنوں میں انہوں نے گویا، کئی سالوں کی محبت کشید کر لی تھی اور ان کی آئندہ آنے والی زندگی کے لئے یہ محبت زادِ راہ کا کام دینے والی تھی۔

"کیا بات ہے اداس ہو۔" ماعون نے پیکنگ کرتی آئلہ کو مخاطب کیا تھا۔

"ہوں، ظاہری بات ہے اتنی خوبصورت جگہ اور اتنے حسین موسم کو چھوڑ کر جاتے ہوئے اداسی تو ہوگی نا اور پھر جس طرح آپ کے ساتھ خوبصورت ترین لمحات میں نے یہاں گزارے ہیں وہ میں تا عمر فراموش نہیں کر پاؤں گی۔" آئلہ کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

وہی موسم ہے
بارش کی ہلکی
سُروں میں چھن چھن گونجتی ہے
شامیں
پھول کے زیور پہن کر
تصور میں کسی کے مسکراتی ہیں
ہوا کی اوڑھنی کا رنگ پھر ہلکا گلابی ہے
شناسا باغ کو جاتا ہوا خوشبو بھرا راستہ
ہماری راہ دیکھتا ہے
طلوعِ ماہ کی ساعت
ہماری منتظر ہے

"وہ کیا کہتے ہیں یار زندہ صحبت باقی، پھر تم اداس کیوں ہو رہی ہو، میرا پیار میرا التفات صرف اس جگہ سے منسلک تو نہیں تھا یہ تو ہر جگہ تمہارے لئے ایسا ہی رہے گا پھر اداس ہونے کا مطلب اور رہی بات اس جگہ کی، تو ہم دوبارہ بھی بلکہ جب جب تم چاہو ہم یہاں آ سکتے ہیں۔" ماعون نے اس کی اداسی کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ تو ہے۔" ماعون کی باتوں نے اس کی ڈھارس بندھائی تھی وہ خود کو سنبھال کر اپنا کام کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

"واہ بھابھی آپ تو اور بھی پیاری ہو گئی ہیں۔" نمیرہ نے اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹتے ہوئے کہا تھا، ساس سسر اور ماعون کی موجودگی میں وہ شرما کر خود میں سمٹ گئی تھی، ماعون کی والہانہ نظروں نے اس کے اس روپ کو دیر تک دیکھا تھا۔

"میری بیٹی پہلے بھی تو پیاری تھی۔" ساس صاحبہ نے جھٹ پٹ اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

"میں نے یہ کب کہا بھابھی پہلے خوبصورت نہیں تھیں میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ اب تو ان کی خوبصورتی میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔" نمیرہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"واہ بیگم صاحبہ آپ کو تو بڑے بسکے لگ رہے ہیں، مگر ہماری لاڈلی راج دلاری نمیرہ جی کیا اب باتوں پہ ہی ٹرخانے کا موڈ ہے، سچ بڑی بھوک لگ رہی ہے اور اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے، اگر کھانا مل جائے تو لمبا ریسٹ کریں گے۔" ماعون نے بہن سے کہا تھا۔

"بھیا جب تک یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ ہمارے لئے کیا لائے ہیں تب تک آپ کو کچھ نہیں

ملے گا۔"

"نمیرہ! پہلے بھائی اور بھابھی کو کھانا دو۔" امی جان نے نمیرہ کو آنکھیں دکھائی تھیں۔

"اچھا امی جان!" وہ مزید عزت افزائی کے خیال سے منہ بسور کر بولی تھی اور باقی سب ہنس پڑے تھے۔

"امی جان آج رات کو کھانے میں، میں کوئی میٹھا بنا لوں گی تاکہ میں بھی کام کا آغاز کروں، ایسے تو فارغ مجھ سے نہیں رہا تھا۔" آئلہ نے کھانے کے دوران ساس صاحبہ سے کہا تھا۔

"آئلہ بیٹا تمہیں جلدی کس بات کی ہے ابھی تو تم سفر سے واپس آئی ہو دو چار دن جی بھر کر آرام تو کر لو اور پھر تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ میں تمہیں کام میں جھونک دوں، یہ چولہا چوکا کرنے کے لئے تو ساری عمر پڑی ہے، ابھی تو تمہارے گھومنے پھرنے اور عیش کرنے کے دن ہیں پھر عمر بھر ان دنوں کو ترسو گی۔" ساس صاحبہ نے پیار سے بہو کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بھائی مجھے پکڑنا میں تو بے ہوش ہونے لگا ہوں، ساس بہو میں ایسی گاڑھی محبت کہاں دیکھنے میں آتی ہے۔" ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہارون نے ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ بے شک شوق سے اپنے بے ہوش ہونے کا شغل فرمائیں مگر یہ ہمارا گھر ہے یہاں پیار کے ایسے مظاہرے آپ کو قدم قدم پر دیکھنے کو ملیں گے۔" ماعون نے ہارون کی شرارت بھانپتے ہوئے کہا تھا، ایسی خوبصورت نوک جھونک میں کھانا ختم کیا گیا تھا پھر آئلہ اور ماعون نے سب کو تحائف دیئے تھے جو وہ واپسی پر ان کے لئے لائے تھے اور آرام کرنے اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔

"کتنے دنوں کے بعد آج ہمارا کمرہ آباد ہوا ہے۔" ماعون نے اپنے بیڈ پر گرتے ہوئے کہا تھا۔

"گھر ہو یا کمرہ وہ تو مکینوں کے دم سے ہی آباد ہوتا ہے نا۔" آئلہ چونکہ راستے بھر ماعون کے کندھے پر سر رکھے سوتی آئی تھی اس لئے وہ کافی فریش تھی، وہ آتے ہی کپڑے وغیرہ سیٹ کرنے لگ گئی تھی۔

"جیسے کہ میرا گھر، میرا دل اور میرا یہ کمرہ تمہارے آنے سے سج گیا ہے۔"

"اُف ماعون آپ کو تو رومانس بگھارنے کا موقع چاہیے۔"

"اور آپ نے میرے رومانس سے کترانے کا ہنر کہاں سے سیکھا ہے۔" ماعون اسی کے لہجے میں بولا تھا۔

"میں کیوں کتراؤں گی۔"

"تو پھر یہ فضول سا کام چھوڑ کر یہاں آ جائیں میرے پاس۔" ماعون نے والہانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مگر ہمارا ہنی مون پیریڈ تو کل ہی ختم ہو گیا تھا، جب ہم نے گھر واپسی کا ارادہ کیا تھا۔"

"پیاری بیوی آپ کا بھی جواب نہیں ہے۔" آئلہ کے جواب نے ماعون کو خاصا محظوظ کیا تھا۔

☆☆☆

آئلہ نے ماعون کے گھر میں آ کر پیار و عزت اور دولت سب کچھ دیکھ لیا تھا، آئلہ کا تعلق ایک مڈل کلاس فیملی سے تھا جہاں اگر دلوں میں پیار و محبت ہوتا بھی ہے مگر روپے پیسے کی کمی، سفید پوشی کے بھرم کی وجہ سے اور کھینچ تان کر زندگی کی ضروریات پوری کرتے کرتے یہ سب کچھ کافی کم ہو جاتا ہے آئلہ بھی اپنے پیچھے چھ بہن بھائی چھوڑ کر آئی تھی اور جن سب کے ساتھ کسی نہ کسی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

معاملے میں اس کی کھینچا تانی ہوتی رہتی تھی، مگر جب ماعون کا رشتہ اس کے لئے آیا تھا تو ان کے دلوں میں وسوسے ہمہ وقت سر اٹھاتے رہتے تھے کہ جانے یہ امیر کبیر لوگ کیسے ہوں، مگر جہاں دولت تھی وہاں شرافت بھی ان لوگوں کی میراث تھی اور وہ کسی شریف گھرانے سے ہی لڑکی لانا چاہ رہے تھے چنانچہ اس فن میں آئلہ خوش بخت ٹھہری تھی اور ماعون کے نام سے منسوب ہو کر معتبر ہو گئی تھی اور جتنی عزت و محبت اور پیار اسے ماعون سے اور اس کے گھر والوں سے ملا تھا اس نے اس کے دل میں پلتے تمام وسوسے ختم کر دیئے تھے۔

''ماعون کل امی جان مجھے لینے کے لئے آ رہی ہیں۔'' شام کو اس نے ماعون کو بتایا تھا۔

''مگر کیوں۔'' اس کے جانے کا سن کر ماعون کے دل ایک لمحہ کے لئے سکڑا تھا، یہ حقیقت تھی کہ اب وہ اسے پل بھر کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ کرنا چاہتا تھا۔

''ہم اتنے دن شہر سے باہر رہ کر آئے ہیں، میرے گھر والے میرے لئے اداس ہو رہے ہیں آج صبح ہی امی جان نے فون کر کے آنٹی سے بات کر لی تھی اور انہوں نے بھی مجھے بھیجنے کی حامی بھر لی ہے اب تو آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے تمہارے گھر والے بھی تم سے ملنا چاہ رہے ہوں گے مگر میں اپنے دل کا کیا کروں جو تمہیں دور نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ بے بسی سے بولا تھا۔

''ماعون دو دن کی تو بات ہے، پھر مجھے واپس آپ کے پاس ہی تو آنا ہے۔'' وہ اسے بہلاتے ہوئے بولی تھی۔

''او کے یار! اب اتنی مسکین سی صورت تو نہ بناؤ کہ مجھے تم پر اتنا ترس آئے اور میں تمہیں لے کر ابھی تمہارے گھر چل پڑوں۔''

''اچھا یہ بات ہے تو پھر میں تھوڑا سا چہرہ اور افسردہ کر لیتی ہوں، مجھے جناب کی اس کمزوری کا تو پتہ ہی نہیں تھا۔''

''میری جان پر بنی ہے اور تمہیں شرارت سوجھ رہی ہے۔'' وہ منہ بنا کر بولا تھا، آئلہ کی ہنسی فوارہ بن کر چھوٹ پڑی تھی۔

☆☆☆

''جناح گارڈن میں پھولوں کی نمائش لگی ہے اور ساتھ خواتین کے لئے میلہ بھی اور آج آخری دن ہے کیا خیال ہے جانا ہے۔'' اسے ابھی امی کی طرف ایک دن ہی ہوا تھا جب ماعون کا لائچ بھرا فون آ گیا تھا۔

''جب میں گھر واپس آ جاؤں گی تب چلیں گے۔''

''محترمہ آپ نے شاید میری بات کو غور سے نہیں سنا میں کہہ رہا ہوں آج آخری دن ہے۔''

''اچھا تو پھر ایسا کریں آپ آ جائیں چلتے ہیں، مگر واپسی پر آپ مجھے دوبارہ یہیں چھوڑ جائیں، ایک شہر میں ہونے کا اتنا تو فائدہ ہونا چاہیے نا۔'' وہ تو گھومنے پھرنے کی اتنی شوقین تھی پھر پھولوں کی نمائش اور میلہ لگا ہوا تھا وہ اتنا گولڈن چانس کیسے مس کر سکتی تھی۔

''یہ تو پھر میری مرضی ہے تا کہ میں تمہیں کہاں چھوڑتا ہوں۔''

''مجھے پتہ ہے آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔'' وہ جلدی سے بولی تھی دوسری طرف ماعون کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''اور مجھے بھی پتہ ہے کہ تم بہت ذہین ہو، اب گھر والوں سے مل تو لیا ہے اس لئے ٹینشن نہ لو اور تیار ہو جاؤ میں دو گھنٹے تک آ رہا ہوں۔''

ماعون نے فون بند کر دیا تھا اور آئلہ گنگناتے ہوئے امی کو بتانے چل پڑی تھی، ایک ہی دن میں اتنا تو اس نے بھی جان لیا تھا کہ وہ بھی اپنے شوہر کے بغیر ایک دن نہیں رہ سکتی۔

''کیا بات ہے بڑی خوش ہو، لگتا ہے ماعون بھائی نے کافی لطیفے سنائے ہیں۔'' اس کی چھوٹی بہن نائلہ جو پاس ہی بیٹھی رسالہ پڑھ رہی تھی اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں میں ماعون کے ساتھ جا رہی ہوں۔''

''مگر تم تو رہنے کی غرض سے آئی تھی۔''

''میں تو اسی نیت سے آئی تھی مگر وہ ضد کر کے لینے آ رہے ہیں اس لئے کیا کر سکتی ہوں جانا تو پڑے گا۔''

''یوں کہو کہ صرف ماعون بھائی ہی تمہیں لینے نہیں آ رہے تمہارا اپنا دل بھی ان کے بغیر نہیں لگ رہا، ہمیں تو تم بالکل بھول گئی ہو۔''

''نہیں نائلہ ایسی بات نہیں ہے، بس شادی ہونے کے بعد زندگی بالکل بدل جاتی ہے پھر اپنی مرضی سے نہیں شریک سفر کی مرضی سے جینا پڑتا ہے، تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی نا اس لئے تم ایسا سوچ رہی ہو۔''

''تو تم گھوم پھر کر سیدھی ماعون بھائی کے ساتھ چلی جاؤ گی واپس گھر نہیں آؤ گی۔'' نائلہ نے پوچھا تھا۔

''کیوں خیریت، ویسے ارادہ تو یہی ہے۔''

''ہاں میں تمہارے ساتھ جانے کا سوچ رہی تھی، کافی دن ہو گئے تھے نمیرہ اور تمہاری ساس سے ملے۔''

''تو تم ہمارے ساتھ ہی چلو۔'' آئلہ اس کی بات سن کر خوش ہو گئی تھی۔

''نہیں یار تم اور ماعون بھائی انجوائے کرو، میں پھر کسی دن آ جاؤں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی بھلا، بعد میں بھی تو بسوں یا ویگنوں پر دھکے کھاتی آؤ گی ہمارے ساتھ ہماری گاڑی میں آرام سے چلو۔''

''ایک تو تم ضدی بہت ہو آئلہ۔'' نائلہ نیم رضامندی سے بولی تھی۔

''آخر بہن کس کی ہوں۔'' آئلہ نے فرضی کالر اکڑائے تھے۔

''نائلہ بھی ہمارے ساتھ جانا چاہ رہی ہے، ایکچوئیلی وہ کہہ رہی تھی نمیرہ سے ملے کافی دن ہو گئے ہیں، میں نے ہی کہا پھر ہمارے ساتھ چلو، بعد میں کہاں بسوں اور ویگنوں میں دھکے کھاتی پھرو گی۔'' ماعون آیا تو آئلہ نے اس سے کہا تھا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے نا یہ تو بہت اچھی بات ہے، جاؤ اسے بلا لاؤ، میں تم دونوں کا ویٹ کر رہا ہوں۔''

''آپ کیا گاڑی میں ہی بیٹھے رہیں گے، اچھا نہیں لگتا اندر آ جائیں، ابو جان تو گھر میں نہیں ہیں کم از کم امی جی سے تو مل لیں۔''

''او کے مل لیتا ہوں، مگر کسی تکلف میں نہیں پڑنا، بس کھڑے کھڑے مل لوں گا۔''

''آئیں تو سہی۔'' آئلہ اس کا بازو کھینچتے ہوئے اندر لے گئی تھی۔

رات کو جب نائلہ نے آئلہ سے کہا کہ وہ اسے واپس گھر چھوڑ دے۔

☆☆☆

''آج تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گی، آج تمہیں رات یہیں ہمارے پاس رکنا پڑے گا۔'' نمیرہ نے نائلہ سے کہا تھا، نائلہ کو اور کیا چاہیے تھا، اسے ہارون کے قریب کچھ اور وقت گزارنے کا موقع مل رہا تھا۔

''میں پھر کبھی آ جاؤں گی، آج پلیز جانے دو نا۔'' اس نے اوپر اوپر سے کہا تھا۔

''نمیرہ بے چاری کم ہی کسی کو اتنا اصرار کرتی ہے اور تم ہو کہ اس کی اس اہمیت کو ٹھکرا کر

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

جارہی ہو۔'' ہارون نے کہا تھا، وہ سب لوگ ڈنر کے بعد لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، خوشگوار موسم اور ہلکی پھلکی باتیں دونوں سب کو سرشار کیے دے رہی تھیں۔

''او کے رک جاتی ہوں، نمیرہ کی چاہت کو ٹھکرانا کم از کم میرے بس کی بات نہیں ہے۔'' نائلہ نے مسکرا کر ہارون کو دیکھا تھا۔

''چلو جی اس خوشی میں آئلہ بیگم سب کو دوبارہ چائے پلائیں گی۔'' ماعون نے ان کی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''بھابھی جان کیوں، نمیرہ سب کو چائے پلائے گی کیوں کہ مہمان کو روکا بھی اس نے ہے۔'' ہارون مسلسل شرارت پر آمادہ تھا۔

''چلو نمیرہ ہم دونوں مزے دار سی چائے بنا کر لاتے ہیں۔'' نائلہ اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

☆☆☆

''امی جان کا فون آیا تھا وہ کسی ضروری کام سے مجھے بلا رہی ہیں، آپ ایسا کریں آفس جاتے ہوئے مجھے چھوڑ دیں اور واپس پر لے لیں۔'' صبح ماعون آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا جب آئلہ نے اس سے کہا تھا۔

''ہاں کیوں نہیں، اس پروگرام پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض تو جب ہوتا ہے جب تم وہاں رہنے کا لمبا منصوبہ بنا لیتی ہو، جلدی سے چلیج کرلو پھر نکلتے ہیں۔''

''امی جان خیریت ہے آج صبح صبح بلا لیا ہے۔'' وہ ان کے گلے لگتے ہوئے پوچھنے لگی تھی۔

''ہاں خیریت ہی ہے، اس کے رشتے کے لئے کچھ لوگ آنا چاہ رہے ہیں مگر اس نے رونا دھونا مچا رکھا ہے، اس لڑکی کی باتیں میری سمجھ سے تو باہر ہیں تم ہی پوچھ کر مجھے بتاؤ کہ یہ آخر کیا چاہتی ہے، ایسے اچھے رشتے روز روز کہاں ملتے ہیں۔'' انہوں نے پاس بیٹھی نائلہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''ہاں بھئی بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔'' وہ امی جان کے تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی تھی امی جان اس کے لئے چائے بنانے چلی گئی تھیں وہ نائلہ سے پوچھنے لگی تھی۔

''مسئلہ کیا ہونا ہے سیدھی سی بات ہے میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''مگر کیوں؟ پھر کب کرو گی، ابھی جب اتنا رشتہ آرہا ہے تو تمہیں مسئلہ کیا ہے؟''

''مسئلہ ہے نا، مگر کوئی میری بات سمجھتا نہیں ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بولی تھی۔

''تم ڈھنگ سے اور کھل کر کچھ بتاؤ گی تو ہمیں سمجھ آئے گی نا۔''

''میں تمہارے دیور ہارون سے شادی کرنا چاہتی ہوں ہر قیمت پر۔''

''کک..... کیا..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔'' اس کی اس بات پر آئلہ تو دنگ رہ گئی تھی۔

''وہی جو تم نے سنا۔'' اس نے ازلی لاپرواہ انداز میں کہا تھا۔

''مگر نائلہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔''

''کیوں نہیں ہو سکتا، یہ ناممکن بات تو نہیں ہے۔'' اس نے آئلہ سے کہا تھا۔

(''حالانکہ کہنا تو چاہ رہی تھی کہ تم اتنے امیر کبیر گھر میں شادی کروا کر عیش کر سکتی ہو اور میں اس عیش سے محروم کیوں رہوں۔'')

''ناممکن تو نہیں ہے، مگر ہم خود سے کیسے انہیں کہہ سکتے ہیں جب تک وہ لوگ خود سے بات نہ کریں۔'' آئلہ ذرا سنبھل کر بولی تھی۔

''تم ماعون بھائی سے بات کرو نا، وہ ہارون سے اور اپنے گھر والوں سے خود ہی بات کر لیں گے۔''

''میں کیسے ماعون سے منہ پھاڑ کر بات کر لوں، وہ میرے شوہر بعد میں ہیں ہارون کے بھائی اور اس گھر کے بیٹے پہلے ہیں۔''

''تو مجھ میں کس چیز کی کمی ہے جو ماعون بھائی کو اپنے بھائی اور گھر والوں کے لئے اتنا سوچنا پڑے گا۔''

''تم تو لڑ رہی ہو، رشتے اس طرح ہتھیلی پر تو نہیں دھرے ہوتے کہ اٹھا کر اپنی جھولی میں ڈال لئے جائیں۔''

''یہی تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔'' امی جان نے چائے کا کپ لا کر آئلہ کے سامنے دھرتے ہوئے کہا تھا۔

''مجھے نہیں پتہ بس ہارون نہیں تو اور کوئی بھی نہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے بولی تھی۔

''دیکھ لو کس قدر بے شرم ہوتی جا رہی ہو۔''

''امی جان پلیز، اچھا میں بات کر کے دیکھتی ہوں کہ ماعون کیا کہتے ہیں۔'' وہ نائلہ کے تیوروں سے ڈرتے ہوئے بولی تھی۔

نائلہ نے اسے عجیب کشمکش و پنج میں ڈال دیا تھا، وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اپنے منہ سے ماعون سے نائلہ کے رشتے کی بات کیسے کرے، کئی دن اسی کش مکش میں گزر گئے تھے اور وہ بات کا آغاز کرنے کے لئے الفاظ ڈھونڈتی رہ گئی تھی کہ ہارون نے گھر میں خود ہی اپنی شادی کی بات چھیڑ دی تھی اس نے نہ صرف بات چھیڑی تھی بلکہ نمیرہ کے ذریعے امی جان تک یہ بھی کہلوا دیا تھا کہ وہ آئلہ بھابھی کی بہن نائلہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ گھر میں ایسی چہ مہ گوئیاں سن سن کر شوہر، نند اور ساس سے کترائی کترائی پھر رہی تھی کہ آخر وہ سب اس کے بارے میں کیا سوچیں گے کہ اس کی ساس نے اسے ایک دن اپنے کمرے میں بلوا ہی لیا، اسے غصے نائلہ پر آرہا تھا کہ اس نے جانے کیسے ہارون تک رسائی حاصل کی تھی اور اسے شادی کے لئے تیار کر لیا تھا۔

''آئلہ بیٹی میں نے تم سے ایک بات کرنی تھی۔'' اس کی ساس صاحبہ ایک جہاں دیدہ اور اچھی خاصی سمجھدار عورت تھیں، اسی لئے کسی بھی بات پر واویلا کرنے کی بجائے نہایت تحمل سے اس کا حل نکال لیتی تھیں۔

''جی امی جان!'' وہ سر جھکا کر تابعداری سے بولی تھی حالانکہ دل میں انوکھی پکڑ دھکڑ جاری تھی کہ جانے اس کی ساس صاحبہ کیا کہنے والی ہیں۔

''دیکھو بیٹی تم ہماری بہو ہو ہم تمہیں بڑے لاڈ اور چاؤ سے اپنے لاڈلے بیٹے کے لئے بیاہ کر لائے تھے اور تم نے بھی اپنے حسن سلوک اور حسن اخلاق سے ثابت کر دیا کہ تمہاری تربیت کیسے اچھے ہاتھوں میں ہوئی ہے، ہم تمہیں بہو بنا کر لائے تھے مگر تم نے بیٹی بن کر دکھایا ہے، اب ہارون چاہ رہا ہے کہ ہم نائلہ کو اس کی زندگی کا ہم سفر بنا دیں اور یقین جانو مجھے اس کے اس فیصلے سے بہت خوشی ہوئی ہے، جس گھر میں اور جن ہاتھوں نے تمہاری تربیت کی ہے نائلہ بھی انہی ہاتھوں اور اسی گھر کی پروردہ ہے اب تم مجھے بتاؤ کہ تم ہمارے ساتھ کب چل رہی ہو نائلہ کا ہاتھ مانگنے۔'' اس کے دل میں عجیب وسوسے اٹھ رہے تھے مگر اس کی ساس کی باتوں نے جیسے جلتے بلتے دل پر ٹھنڈے پھاہے رکھ دیئے تھے۔

''بہت کم اور خوش نصیب لڑکیاں ہی ایسی ہوتی ہیں جنہیں سسرال میں چاہا اور سراہا جاتا ہے۔''

''امی جان اگر آپ کی خوشی اور ہارون کی خوشی اس میں ہے تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، اگر آپ میرے سے خوش ہیں تو مجھے بھی اس گھر میں ویسا ہی پیار اور عزت ملی ہے جیسا کہ میں اپنے والدین کے گھر میں چھوڑ کر آئی تھی اور پھر میری بہن بھی اس گھر کی بہو بن رہ ہے اس سے زیادہ خوش قسمتی ہمارے لئے اور کیا ہوگی۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

''ارے واہ یہ ساس بہو میں کس قسم کی ڈائیلاگ بازی ہو رہی ہے آپ لوگ تو دنیا کی انوکھی ترین ساس اور بہو ہیں جو ایک دوسرے کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔'' نمیرہ چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی اور ان کی باتیں سن کر بولی تھی۔

''آؤ تم بھی اپنی بھابھی سے کچھ سیکھ لو آخر تمہیں بھی تو اگلے گھر جانا ہے ساری عمر ہمارے پاس ہی تو نہیں رہنا نا۔'' اس کی ماں نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

''امی جان پلیز، یہ میں بیچ میں کہاں سے آ گئی ہوں۔''

''ہاں تو تمہارے بھلے کے لئے ہی تو کہہ رہی ہوں۔''

''او کے او کے اس ٹاپک کو یہیں ختم کریں اور وہی بات دوبارہ سے شروع کریں جو پہلے کر رہے تھے۔'' نمیرہ ہاتھ اٹھا کر بولی تھی۔

''کون سی والی بات۔'' آئلہ نے پوچھا تھا۔

''وہی ہارون بھائی اور نائلہ والی بات۔''

''وہ بات تو طے ہو گئی ہے میں اور آئلہ کل جا رہے ہیں نائلہ کے لئے بات کرنے۔''

''ہوں اس کا مطلب ہے اس گھر کے در و دیوار ایک بار پھر شہنائی کی آوازوں سے گونجیں گے۔'' نمیرہ جوش سے بولی تھی۔

''آئلہ میرا تو خیال ہے کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر نمی کو بھی ہارون کے ساتھ ہی نمٹا دیا جائے۔'' امی جان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔

''نہیں امی جان اتنی جلدی بھی کیا ہے، ابھی اسے کچھ دن بے فکری کے تو گزار لینے دیں پھر ساری عمر گھر اور گھر داری میں ہی گزرنی ہے۔'' آئلہ نے جلدی سے نمیرہ کی طرفداری کی تھی۔

''جیو بھابھی جان، آپ نے تو دل خوش کر دیا ہے، ویسے بھی میرا حق بھی تو بنتا ہے نا کہ میں کچھ وقت اپنی پیاری پیاری سی بھابھیوں کے ساتھ گزار سکوں۔''

''بالکل کیوں نہیں بنتا، تا کہ بعد میں ہم بھی تو کہیں ہماری نند صاحبہ نے ہمیں کتنا تنگ کیا ہے۔'' آئلہ شرارت سے اسے کہنے لگی تھی۔

''آئلہ بھابھی میں ایسی نند تو نہیں ہوں۔'' نمیرہ نے منہ بسور کر کہا تھا آئلہ اور امی جان دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

ان دنوں نائلہ کے تو قدم ہی زمین پر نہ ٹکتے تھے، وہ من چاہی مراد پا گئی تھی، ہارون کے ساتھ اس کی شادی اگلے چند ماہ میں ہو گئی تھی، یوں بھی قسمت میں ان کا ملنا لکھا گیا تھا اور وہ سمجھتی تھی پھر اس ملن کو کون روک سکتا تھا، ہارون کا ساتھ پا کر تو وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی مگر ساتھ ہی ساتھ عیش و آرام اور کھلا روپیہ پیسہ ہارون کے توسط سے جس طرح اس کا مقدر بن گیا تھا اس کو وہ اپنی زیادہ خوش بختی سمجھتی تھی، آئلہ جب جب میکے آتی تھی اور جس طرح ماعون کی محبت پر اتراتی تھی اب وہ بھی ہارون کے پیسے اور محبت پر اس سے زیادہ اترانا اپنا حق سمجھتی تھی۔

''ہم پندرہ دن شمالی علاقہ جات میں رہ کے واپس آ جائیں گے۔'' ہارون نے کہا تھا۔

''نہیں ہم پورا ایک ماہ وہاں رہیں گے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تھی۔

''ایک ماہ تو بہت زیادہ ہے تمہیں پتہ ہے میرا بزنس اتنی لمبی غیر حاضری کا بوجھ نہیں سہار سکتا۔''

''پھر ہنی مون پر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' وہ منہ پھلا کر بولی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"مائی ڈیئر وائف ہنی مون پر جانے کی بھی ضرورت ہے اور بزنس کی بھی اور ویسے بھی یہاں پر بھی ہمارا ہنی مون پیریڈ ہی ہے۔" وہ اس کے کندھوں پر بازو پھیلاتے ہوئے اسے اپنے قریب کرکے بولا تھا، وہ ہارون کی اس لاجک کو کیا سمجھتی کیوں کہ وہ اپنی سہیلیوں میں تو وہ شو مار چکی تھی کہ وہ پورا ایک مہینہ شمالی علاقہ جات میں رہ کے آئے گی، اسے ہارون کی قربت سے زیادہ اپنی شوبازی کی فکر ہو رہی تھی، اب بھی ہارون کی بات پہ منہ بنا کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

مری، سوات، کاغان، ناران میں بھی گھومتے ہوئے نائلہ نے فطرت کے نظاروں اور ہارون کی محبت کو کم انجوائے کیا تھا اور زیادہ دھیان شاپنگ پر لگایا تھا، ہارون کی آنکھوں پر بھی اس کی حسین قربت کا ایسا خمار چڑھا ہوا تھا کہ اس نے اپنی پیاری بیگم پر پانی کی طرح پیسہ بہایا تھا، وہ جب آئے تھے تو ان کے پاس دو بیگ تھے اور جب واپس گھر جا رہے تھے تو ان بیگز کی تعداد پانچ ہو چکی تھی۔

"یار لگتا نہیں ہے ہم ہنی مون منا کر واپس آ رہے ہیں، یوں لگ رہا ہے جیسے باڑے کا مال خرید کر بیچنے کے لئے لا رہے ہیں۔" واپسی پر ہارون کی گاڑی جس طرح بھری ہوئی تھی اسے دیکھ کر ہارون نے اسے چھیڑا تھا۔

"اس میں باڑے کے مال والی کیا بات ہے، اب آئے تھے تو کچھ نہ کچھ خرید کر لے جانا ہی تھا دوبارہ جانے کب ایسی فرصت نصیب ہوتی اور کب میں یہ شاپنگ کر پاتی۔" اس نے برا مانے بغیر کہا تھا ویسے بھی جس طرح ہارون نے اس پر پیسہ خرچ کیا تھا اس بات نے نائلہ کا موڈ بہت ہی خوشگوار کر دیا تھا۔

☆☆☆

"تم ہمارا دل ہی رکھ لو کہ ہم تمہیں واقعی مس کرتے رہے ہیں۔" آئلہ نے اس کے گلے لگتے ہوئے سرگوشی میں کہا تھا اور اسے اس کے لہجے کی رکھائی کا احساس دلانا چاہا تھا۔

"آئلہ پلیز کچھ کھانے کو ہے تو دو، بہت بھوک لگ رہی ہے۔" اس نے آئلہ کی بات سنی ان سنی کی تھی اور ساس سسر کو سلام دعا کرتے ہی اس سے کہنے لگی تھی۔

"کچھ نہیں بہت سا کچھ ہے، جو ہم لوگوں نے آپ کے لئے کھانے میں بنایا ہے۔" نمیرہ پھر چہکی تھی۔

"او کے ہم فریش ہو کے آتے ہیں پھر کھانا کھاتے ہیں اور ہاں ریاض تم سارے بیگز میرے کمرے میں رکھ دینا۔" اس نے جاتے جاتے پلٹ کر ملازم کو حکم دیا تھا، وہ سر ہلا کر باہر نکل گیا تھا اور باقی سب نئی نویلی دلہن کا اعتماد دیکھ دیکھ کر حیران پریشان تھے۔

"چلیں ہارون کچھ دیر آرام کر لیتے ہیں۔" کھانا کھاتے ہی وہ بولی تھی، اس نے ہارون پر کچھ اس طرح سے قبضہ جما رکھا تھا کہ ایک پل کے لئے بھی اس اپنے سحر سے آزاد نہ کرتی تھی۔

"آرام بھی کر لیتے ہیں پہلے سب کو ان کے گفٹس تو نکال کر دو جو ہم لوگ لائے ہیں۔" ہارون دنوں بعد گھر لوٹا تھا بے حد تھکاوٹ کے باوجود بھی وہ کچھ دیر گھر والوں کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔

"گفٹس کون سا بھاگے جا رہے ہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"جاؤ ہارون بہو ٹھیک کہہ رہی ہے، تم بھی کچھ دیر آرام کر لو۔" امی جان کو جانے کیوں نائلہ کا لہجہ اور انداز اچھا نہیں لگ رہا تھا انہوں نے ہارون سے کہا تھا اور ہارون تابعداری سے سر جھکا کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

☆☆☆

یہ ماہ و سال کے سلسلے
یہ فراق و وصال کے مرحلے
یہ چراغ شام کی لو کی طرح کھلے ہوئے
یہ متاع صبح کی طرح سنیۂ گل پہ ہیں سجے ہوئے
یہ وہ روز و شب ہیں
کہ جن کی آب و تاب نے تجھ کو بہار دی ہے
خدا کرے
تیرے جسم و جاں کی بہار پر
تیرے آئینے کے کنارے پر
تیری چشم خواب سراب پر
تیرے خاص رنگ گلاب پر
یہی آب و تاب سجی رہے
یہ میری دعا ہے
کہ تیرے دل کی کلی ہمیشہ کھلی رہے

ہارون نے نیم تاریکی میں اپنے گمبھیر لہجے میں یہ خوبصورت سی نظم پڑھی تھی اور داد طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے نائلہ کی گھنی زلفوں کو چھیڑا تھا جو اس وقت جانے کس سوچ میں گم تھی۔

"اچھی ہے نا۔" جب اس کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا تو ہارون نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"ہوں، کیا۔" وہ خیالات سے چونکی تھی۔

"تم کہاں پہنچی ہو یار، میں نے تمہیں اتنی زبردست اور اچھی نظم سنائی ہے اور تم پوچھتی ہو کیا۔" وہ بور ہو کر بولا تھا۔

"چلو دوبارہ سنا دو نا۔" وہ اب ہمہ تن گوش ہو گئی تھی۔

"نہیں رہنے دو اب، تم بتاؤ تم کیا سوچ رہی تھیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا۔

"اگر میں کہوں، تمہیں، ہر وقت تمہیں ہی تو سوچتی ہوں۔"

"تو میں کہوں گا جھوٹ، کیوں کہ میں تو آپ کے قریب ہوں پھر مجھے سوچنے کا مطلب، آپ اس وقت میڈم کہیں اور پہنچی ہوئی تھیں۔"

وہ اتنے سارے دن اس کے قریب رہا تھا اور اس کو کافی حد تک جان گیا تھا۔

"ہارون تم بھی نا بس، میں سوچ رہی تھی اگر کچھ دنوں تک ہم کراچی چلیں تو کیسا رہے گا۔" اس کے جو دل میں تھا بالآخر زبان پر آ ہی گیا تھا، ویسے بھی وہ ان لوگوں میں سے تھی جو زیادہ دیر تک خواہشات کو اپنے سینے میں دبا کر نہیں بیٹھے رہ سکتے۔

"کراچی جانا کون سا مشکل ہے مگر پتہ تو چلے کہ وہاں ہم کیوں جا رہے ہیں جبکہ ابھی پچھلے سفر کی تکان بھی نہیں اتری۔"

"ہارون پتہ وہ میری دوست ہے نا سویرا وہ بتا رہی تھی کہ کراچی میں دوبئی کی ایک کمپنی نے نمائش لگائی ہے جہاں سے ہر قسم کی چیز مل رہی ہے، میں بھی وہاں سے شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے کھسک کر ہارون کے قریب ہوئی تھی اور بات کرتے کرتے اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا، اس کی انہی اداؤں نے تو ہارون کو پاگل بنا رکھا تھا اور وہ بھی ان اداؤں کو خوب کیش کروانے کے فن سے آشنا تھی۔

"ایسا کرو نمیرہ اور آئلہ بھابھی کو ساتھ لے جاؤ تم تینوں شاپنگ بھی کر لینا اور جواد کے ہاں سے بھی ہو آنا ہر بار جب بھی ان کا فون آتا ہے وہ اور اس کی مسز یہی ضد کرتے ہیں کہ کراچی آؤ، کراچی آؤ، میں تو آج کل بہت بزی ہوں۔" ہارون کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا، محبوب بیوی کی بات ٹالنا بھی اس کے بس میں نہیں تھا اور مصروفیت سے جان چھڑانا بھی اس لئے اس نے آسان سا حل پیش کیا تھا۔

"رہنے دیں پھر میں نہیں جا رہی، آپ کے بغیر کیا خاک مزہ آئے گا، میں صرف شاپنگ

کرنے کی غرض سے تو وہاں نہیں جا رہی بلکہ آپ کے ساتھ جانا چاہ رہی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی حالانکہ یہ بات نہیں تھی اصل مسئلہ یہ تھا کہ آئلہ اور نمیرہ کے ساتھ وہ کیا شاپنگ کر پاتی جس طرح کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے ہارون اس پر خرچ کرتا تھا آئلہ کبھی نہ کرتی بلکہ نصیحتیں کر کر کے اس کی جان کو آ جاتی۔

"یار وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے مگر میں اس طرح مصروف نہ ہوتا تو ضرور تمہیں ساتھ لے کر جاتا۔"

"او کے رہنے دیں، آپ اپنا کام دیکھیں۔" اس نے بے دلی سے اپنا سر ہارون کے سینے سے اٹھایا تھا اور بیڈ پر دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی تھی۔

"پھر ایسا ہے کہ صرف ایک دن کے لئے چلتے ہیں، میں سیٹ ریزرو کروا لیتا ہوں۔" آئلہ کا یوں روٹھ کر لیٹ جانا ہارون سے کہاں برداشت ہوتا تھا، اس نے اس کی ناراضگی کا حل نکال ہی لیا تھا، وہ نخرے دکھاتی رہی تھی اور سوتی بن گئی تھی اور ہارون اس کے بالوں سے کھیلتا ہوا اسے مناتا رہا تھا۔

☆☆☆

ماعون اور آئلہ شادی کے ایک فنکشن میں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے جب نمیرہ بھاگتے ہوئے ان کے کمرے میں آئی تھی۔

"بھائی امی جان کو دیکھیں کیا ہوا ہے۔" آئلہ اور ماعون اس کے ساتھ بھاگے آئے تھے۔

"ارے یار تم نے تو ڈرا ہی دیا، معمولی سا بخار ہے اور شاید بلڈ پریشر بھی ہائی ہے، میں ابھی ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" ماعون اپنے موبائل سے ڈاکٹر وارثی کا نمبر ملانے لگا تھا۔

"یہ تو پاگل ہے میں تو بالکل ٹھیک ہوں ایسے ہی تم لوگوں کو پریشان کر کے رکھ دیا اس نے۔" امی جان لیٹے لیٹے بولی تھیں۔

"تو اچھا کیا نا، خدانخواستہ اگر آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ جاتی۔" وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر ان کا سر دبانے لگی تھی، جب سے اس کی ساس نے واضح طور پر اس کی خدمتوں کو سراہا اور اس کی ماں کی تربیت کا اعتراف کیا تھا تب سے تو آئلہ نے اپنی عادتوں کو مزید نکھار لیا تھا۔

"رہنے دو بیٹی میں ٹھیک ہوں۔" امی جان نے پیار سے اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے ماتھے سے ہٹا دیئے تھے۔

"امی جان دبانے دیں نا اور ماعون آپ پلیز، اکیلے ہی فنکشن میں چلے جائیں، میں نہیں جا رہی، میں امی جان کے پاس ہی رہوں گی، آپ ماریا اور احتشام سے میری طرف سے معذرت کر لیجئے گا۔"

"ارے نہیں آئلہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے، میں بالکل ٹھیک ہوں ابھی ڈاکٹر صاحب آئیں گے دوائی دیں گے اور میں بالکل بھلی چنگی ہو جاؤں گی تم لوگ میری وجہ سے اپنا پروگرام مت خراب کرو اور پھر تم تو تیار بھی ہو گئی ہو، تم دونوں ہی شادی میں جاؤ گے، ماعون تمہارے بغیر جاتا کیا اچھا لگے گا۔" ماعون نے تشکر سے بیوی کی طرف دیکھا تھا جو اس سے بھی بڑھ کے اس کی ماں کا خیال رکھتی تھی جبکہ امی جان نے اسے اپنے پاس رکنے سے منع کر دیا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے امی جان مگر ہمیں وہاں جا کر بھی آپ کی ٹینشن ہی رہے گی۔"

"ارے نہیں آئلہ ٹینشن لینے والی کیا بات ہے، میں بالکل ٹھیک تو ہوں اور تم خوامخواہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو سر پر مت سوار کر لیا کرو۔"

"امی جان یہ تو اس کی پرانی عادت ہے ذرا ذرا سی بات پر ٹینشن لینے کی۔" نائلہ سو کر اٹھی تھی نمیرہ نے ان دونوں کو بھی بتا دیا تھا وہ اور ہارون

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Forever.com

بھی ان کے کمرے میں آ گئے تھے، کمرے میں داخل ہوتے ہوئے نائلہ نے امی جان کو جواب دیا تھا۔

"ذرا ذرا سی باتوں کی ٹینشن لینے والا ہی حساس ہوتا ہے اور ایک حساس بندہ ہی بڑی باتوں کی ٹینشن بھی لیتا ہے۔" آئلہ نے نائلہ کو کہا تھا، اصل میں اسے نائلہ کی یہ بات ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"آ جاؤ نائلہ ادھر بیٹھو، اتر گئی تھکاوٹ کراچی کے سفر کی۔" امی جان نے بیڈ پر ہارون اور نائلہ کے بیٹھنے کی جگہ بنائی تھی۔

"جی اتر گئی، اب تو میں کافی فریش ہوں۔" وہ خوش دلی سے بولی تھی، اتنے میں ڈاکٹر صاحب آ گئے تھے اور امی جان کو چیک کرنے لگے تھے، آئلہ ساس کے پاس ہی بیٹھی تھی جبکہ نائلہ چپکے سے باہر نکل گئی تھی، اسے آج پارلر جانا تھا، کتنے دن سے پارلر کا چکر نہیں لگایا تھا اسے اپنا حلیہ نئے سرے سے مین ٹین کرنا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟" شام کو موقع پاتے ہی آئلہ نے نائلہ کے کمرے میں جھانکا تھا۔

"آ جاؤ کچھ نہیں فارغ ہوں۔" وہ میگزین ایک طرف رکھ کر بولی تھی۔

"مجھے تم سے ایک بات کرنا تھی۔" آئلہ اندر آ کر بولی تھی۔

"ارے آئلہ تو جھجک کس بات کی ہے، میں تمہاری بہن ہوں ہمارا دیورانی اور جٹھانی والا رشتہ تو بعد میں ہے، تم نے جو بھی کہنا ہے بلا جھجک کہو۔" نائلہ کس قدر چالاک تھی ایک طرف اسے جتا دیا تھا کہ اس کی اور آئلہ کی اس گھر میں کیا حیثیت ہے۔

"دیورانی اور جٹھانی والا رشتہ تو میں نہ سمجھتی ہوں اور نہ اس کو مانتی ہوں میں تو بس بہن ہونے کے ناطے تم سے ایک بات کرنے آئی ہوں۔"

"ہاں تو کرو نا میں سن رہی ہوں۔" وہ بے نیازی سے بولی تھی۔

"دیکھو نائلہ اس گھر نے ہمیں کیا کچھ نہیں دیا ہر وہ چیز بھی جو ہم اپنے والدین کے گھر میں چھوڑ آئیں اور ہر وہ چیز بھی جو ہم نے کبھی خواب وخیال میں نہ دیکھی تھی، تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم بھی اس گھر کا اور اس گھر میں بسنے والوں کا خیال رکھیں، ہم خود سے کچھ نہیں دے سکتے تو کم از کم وہ عزت اور چاہت ہی بدلے میں لوٹا دیں جو وہ ہمیں دیتے ہیں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔

"میری بہن بات جذبات کی نہیں ہے، بس تم تھوڑا سا اپنے رویے کو بدلو۔"

"کیا ہوا ہے میرے رویے کو، کیا تم سے کسی نے شکایت کی ہے۔" وہ اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں مجھ سے شکایت کس نے کرنی تھی بس جو میں نے محسوس کیا تم سے کہہ دیا۔"

"تم غلط محسوس کرنے لگی ہو ورنہ میں تو پہلے جیسی ہی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے میں ہی غلط ہوں۔" وہ بے دلی سے وہاں سے اٹھ گئی تھی، جب ایک بندہ اپنے آپ کو بدلنا نہ چاہے تو اس کے ساتھ سر کھپانے کا کیا فائدہ۔

☆☆☆

نائلہ کو دیکھ کر کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ پہلے والی نائلہ ہے جس کے بال ہمہ وقت چوٹی میں گندھے رہتے اور سادہ سے کپڑے اسے سادگی کا نمونہ بنائے رکھتے، اب تو شولڈ کٹ بالوں اور جدید تراش خراش کے پہناوے نے اس کی ظاہر ہیت مکمل بدل دی تھی۔

"آئلہ تم نائلہ سے زیادہ خوبصورت ہو مگر جب سے تم نے اپنا دھیان رکھنا چھوڑ دیا ہے تب سے اس کی شخصیت تم سے زیادہ نکھر گئی ہے۔"

ایک دن وہ کچن سے نکل کر سیدھی ٹی وی لاؤنج میں آ بیٹھی تھی اور بکھرے بالوں کو یونہی ہاتھ سے سنوار کر جوڑے کی شکل میں لپیٹتے ہوئے ماعون پر نظر اٹھی تو اس نے جو غور سے اسے دیکھ رہا تھا کہا تھا۔

"میں بس اپنے کمرے میں چینج کرنے جا رہی تھی۔" آئلہ شرمندگی سے بولی تھی۔

"یار تمہیں کیا شوق ہے خود کو کنگ کرنے کا، اچھا خاصا کک ہے تو۔"

"مگر جو مزہ میرے کھانوں سے سب کو ملتا ہے وہ کک کے کھانوں سے کہاں مل سکتا ہے۔"

"نائلہ بھی اس گھر کی بہو ہے اسے بھی تھوڑی بہت ذمہ داری لینی چاہیے، کیا ساری ذمہ داریاں تم اکیلی پر ہی ہیں، جب سے نمیرہ کی شادی ہوئی ہے تب سے تو تم بالکل گھن چکر بن کر رہ گئی ہو۔" ماعون نائلہ کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اب اکثر ایسی باتوں کا اظہار کرنے لگا تھا، آئلہ نے ہمیشہ اپنی بہن کی کمزوریوں پر اپنی خوبیوں کا پردہ ڈالا تھا مگر آخر کب تک، نائلہ اور آئلہ میں جو فرق تھا وہ بہت نمایاں تھا، امی جان نے تو ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ رشتہ کرتے وقت میں بھول گئی تھی کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی ہیں اور آئلہ اس وقت جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھی۔

"آئلہ کھانا تیار ہو گیا ہے کیا؟" تھوڑی دیر بعد نائلہ آنکھیں ملتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آئی تھی اس کی صبح ہی لنچ کے ٹائم ہوتی تھی، ماعون نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں بس تھوڑی دیر میں لگواتی ہوں۔" آئلہ نے ماعون کے موڈ کو دیکھا تھا اور بہن کو جواب دیا تھا، اصل میں بری طرح تو وہ پھنسی ہوئی تھی، اسے بہن کی بات بھی سننا پڑی تھی اور سسرال والوں کو بھی دیکھنا پڑتا تھا، ایک دو بار اس نے نائلہ کے رویے کے بارے میں اپنی امی سے بھی شکایت کی تھی، انہوں نے نائلہ کو پہلے سمجھایا اور پھر بری طرح ڈانٹا بھی تھا، مگر وہ نائلہ ہی کیا جو کسی بات کا اثر لے جاتی۔

"پہلے میری بات سنو! کھانا ملازمہ سے نائلہ خود لگوا لے گی۔" ماعون نے جتانے والے انداز میں کہا تھا اور آئلہ کو منظر سے ہٹا دیا تھا۔

آج کل تو نائلہ کے نازو انداز انتہائی بلندیوں پر پہنچے ہوئے تھے اس کی وجہ سمعان انڈسٹریز کے مالک سمعان وسیم کا نائلہ پر حد سے زیادہ فریفتہ ہونا تھا، ان دونوں کی ملاقات ایک پارٹی میں ہوئی تھی اور پہلی ملاقات میں ہی سمعان وسیم کے بائیں ہاتھ کی کلائی میں پہنا ہوا گولڈ کا بھاری بھرکم بریسلٹ جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے نائلہ کی کلائی میں فرینڈ شپ بینڈ کے طور پر منتقل ہو چکا تھا۔

"یہ کس کا ہے بہت وزنی ہے اور قیمتی بھی۔" رات کو ہارون نے اس سے پوچھا تھا۔

"سویرا نے بھجوایا ہے۔" وہ ازلی لاپروائی سے بولی تھی۔

"مگر یہ تو بہت قیمتی ہے۔" اس کی خیرہ کن چمک دیکھ کر ہی ہارون کو اس کی مالیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"گفٹ لینے والا بھی تو قیمتی ہے نا۔" اس کا انداز ویسا ہی دل موہ لینے والا تھا مگر ہارون اب دل کے ساتھ ساتھ کچھ دماغ بھی استعمال کرنے لگا تھا شاید بیوی کی قربت کے حسین خمار سے نیا پن کچھ کچھ ختم ہونے کو تھا۔

"تم نے جواب میں اس کیا دیا؟" ہارون نے پوچھا تھا۔

"بہت کچھ۔" نائلہ کے لبوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"کیا مطلب؟" ہارون سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"بھئی مطلب یہ کہ جب اسے کچھ دینا ہوگا

Scan & PDF FIA'ZAHMED FriendsKorner.com

میں بھی کچھ نہ کچھ دے دوں گی اس میں اتنی ٹینشن لینے والی کون سی بات ہے۔"

"مجھے ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے میں تو ویسے ہی ایک بات کر رہا ہوں، نگی کے گھر پارٹی کیسی رہی۔"

"اے ون، اس میں سب ایلیٹ کلاس کے لوگ شامل تھے پارٹی سپر ون کیسے نہ ہوتی۔"

"تمہیں کیا کمپلیکس ہے ہم لوگ بھی تو اپر کلاس کی طرف لیڈ کر رہے ہیں، ہم کسی سے کم ہیں کیا۔" ہارون نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے کوئی کمپلیکس نہیں ہے، بلکہ ایسے لوگوں سے مل کر تو میں اوور کانفیڈنٹ ہو جاتی ہوں۔" وہ بھی مسکرا کر بولی تھی، تصور میں سمعان وسیم کا سراپا چھم سے لہرایا تھا۔

"ویری گڈ یہ ہوئی نا بات۔" ہارون کی آنکھوں پر نائلہ کی محبت کی پٹی اس زور سے بندھی ہوئی تھی کہ وہ اپنے حال میں ہی مست تھا اس کی عزیز از جان بیوی نے کس سمت میں چلنا شروع کر دیا تھا وہ اس سے قطعی بے خبر تھا۔

☆☆☆

"اوہ ہائی گاڈ، سمعان وسیم اور نائلہ، یہ ایک نمبر کے فلرٹی شخص کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔" ماعون آفس میں آئے ہوئے ایک وفد کو لے کر ہوٹل آیا تو اس نے مشہور (Industrialist) سمعان وسیم اور اپنی بھابھی کو اکٹھے بیٹھے دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی، اس نے بمشکل اپنے آپ کو کنٹرول کیا تھا وہ یہاں خود کو تماشا بنانا نہیں چاہتا تھا۔

"ہارون آج کل کہاں رہتے ہو؟" سٹنگ روم میں آئلہ اور نائلہ، ہارون اور امی جان سب موجود تھے، جب ماعون نے آفس سے آتے ہی پوچھا تھا۔

"کیا مطلب بھائی! یہیں تو ہوں۔"

ماعون کے لہجے میں ایسا کچھ خاص تھا کہ ہارون بھی چونکا تھا باقی سب نے بھی حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"یہاں کہاں، مجھے تو لگتا ہے ان دنوں سارا وقت محو خواب ہی رہتے ہو، جو تمہیں پتہ نہیں چلتا کہ تمہارے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔"

"آخر ہوا کیا ہے پتہ بھی تو چلے، آپ پلیز کھل کر کہیں جو کہنا ہے۔"

"تمہاری بیگم صاحبہ اور ہماری سالی اور بھابھی صاحبہ ان دنوں سمعان وسیم کے ساتھ خاصی دوستی رکھے ہوئے ہیں کیا تم ان سے پوچھ سکتے ہو کہ اس سب کا مقصد کیا ہے، ہم لاکھ ہائی سوسائٹی میں موو کرتے ہیں مگر ہمارے گھر کی بہو بیٹیاں یوں باہر دوستیاں گانٹھتی نہیں پھرتیں۔" ماعون بری طرح تلخ ہوا تھا، اس کی بات نے پاس کھڑی آئلہ کے پورے وجود میں زلزلہ برپا کر دیا تھا اور امی جان تو ساکت رہ گئی تھیں، نائلہ اس حد تک چلی جائے گی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی؟" ہارون کو تو لگا جو اس نے سنا سب غلط ہے۔

"ان سے پوچھ لو اگر مزید تصدیق کی ضرورت ہے۔" ماعون نے نائلہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"نائلہ بھائی ٹھیک ہیں کیا، یا انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ خاموش تھی اور ہارون کی پوری ہستی کان بن گئی تھی نائلہ کا جواب سننے کے لئے۔

"بولو بھی جواب دو۔" وہ ہنوز خاموش تھا اور ہارون کی جان آہستہ آہستہ نکل رہی تھی۔

"میں خود آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر ماعون بھائی نے میرا کام مزید آسان کر دیا ہے، آپ سب لوگ یہاں موجود ہیں اس لئے سب کو

بتا رہی ہوں میں سمعان وسیم کے ساتھ بہت جلد شادی کرنے والی ہوں اس کے لئے ہارون مجھے آپ سے طلاق چاہیے۔"

"کک..... کیا؟"

نائلہ نے تو ایک بم تھا جو سب کے سروں پر پھوڑا تھا، ہارون پورے قد سے جیسے کھڑے کھڑے ہی گر گیا تھا اس نے اس کو کس چیز کی کمی محسوس ہونے دی تھی کبھی اور وہ آج کس قدر آرام سے طلاق کا مطالبہ کر رہی تھی، امی جان سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان کی دوسری بہو اس قدر بے راہ روی کا شکار ہو جائے گی اور ہارون کی آنکھوں سے تو چنگاریاں نکل رہی تھیں اس کا بس نہیں چل رہا تھا نائلہ کا گلا گھونٹ دے یا پھر اس کے خوبصورت چہرے کے تمام زاویے بگاڑ دے۔

"چٹاخ۔" آئلہ آگے بڑھی تھی اور اس نے پوری قوت سے نائلہ کے منہ پر تھپڑ مارا تھا، ایک لمحے کے لئے تو نائلہ گھوم کر رہ گئی تھی۔

"بدتمیز، تم نے شادی شدہ زندگی کو کھیل تماشہ سمجھ رکھا ہے، اس گھر میں تمہیں کیا تکلیف ہے، ہارون نے تمہیں کیا نہیں دیا اور بدلے میں تم اس گھر کو بدنامی اور ہارون کو بے وفائی کا تحفہ دینے جا رہی ہو۔"

"میں کسی بدنامی اور بے وفائی کا حصہ نہیں بن رہی، بس یہ میری زندگی ہے اور اپنی زندگی کو میں اپنی مرضی سے گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اور جو دوسرے لوگوں کی زندگیاں تم سے منسلک ہیں ان کے بارے میں بھی سوچا ہے یا بس خود غرضی کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔" آئلہ چبا چبا کر بولی تھی، ماعون غصے میں پھنکارتا ہوا اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گیا تھا، ویسے بھی نائلہ کے انداز اور باتوں سے لگ رہا تھا کہ اب وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے والی نہیں، جانے

سمعان وسیم نے اسے کیسے کیسے خواب دکھائے تھے کہ اب اسے اور کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا، ہارون نے اسے اس کی حسب منشاء خواب پورے کرنے کے لئے پل بھر میں ہی خود سے علیحدہ کر دیا تھا، امی جان تو طلاق کا لفظ سنتے ہی ڈھے گئی تھیں اور آئلہ اس کے تو کاٹو بدن میں لہو نہیں تھا، ایک فلم سی اس کے ساکت و جامد دماغ کے پردے پر لہرانے لگی تھی جس میں اسے دو گھروں کی بربادی نظر آ رہی تھی ایک سسرال کی اور ایک اپنے والدین کے گھر کی، بیٹی کی طلاق کا سن کر اس کا بوڑھا باپ تو جیتے جی مر جائے گا اور ماں یہ دکھ کیسے برداشت کر پائے گی یہ سوچ کر آنسو ایک تواتر سے اس کے گالوں پر بکھرنے لگے تھے، ہارون پھر وہاں رکا نہیں تھا اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گیا تھا، اس سارے سین میں اگر کوئی نارمل تھا تو وہ نائلہ تھا اس کی جان جلدی ہارون سے چھوٹ گئی تھی اسے اور کیا چاہیے تھا، اس نے سب کو ایک گہری نظر سے دیکھا تھا اور پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اسے اپنا بیگ وہاں سے اٹھانا تھا جس میں اس نے کافی کچھ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

اب کیا لکھیں ہم کاغذ پر
اب لکھنے کو کیا باقی ہے
اک دل تھا سو ٹوٹ گیا
اب لٹنے کو کیا باقی ہے
اک شخص کو ہم نے چاہا تھا
اک ریت پہ نقش بنایا تھا
ان ریت کے ذروں کو ہم نے
پھر اپنے دل میں سجایا تھا
وہ ریت تو کب کی بکھر گئی
وہ نقش کہاں اب باقی ہے
اب کیا لکھیں ہم کاغذ پر
اب لکھنے کو کیا باقی ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Konnect.com

ہم جن کو اپنی نظموں کا
عنوان بنایا کرتے تھے
لفظوں کو بنا کر تاج محل
کاغذ پر سجایا کرتے تھے
وہ ہم کو اکیلا چھوڑ گئے
سب رشتوں سے منہ موڑ گئے
اب رشتے سارے سونے ہیں
وہ پیار کہاں اب باقی ہے
اب کیا لکھیں ہم کاغذ پر
اب لکھنے کو کیا باقی ہے

نائلہ کی خودسری، بے وفائی اور نا آسودگی نے ہارون کو کچھ اس قسم کی شکستگی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار کیا تھا کہ اس کا دل جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا وہ گھنٹوں اپنے کمرے میں بند رہتا اور جانے کیا سوچتا رہتا تھا، نمیرہ آتی رو رو کر بھائی کو تسلیاں دیتی اور اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی جاتی، ماعون اور امی جان بھی مستقل اس کی دل جوئی میں لگے رہتے تھے، امی جان کو کچھ ابا جان کی اچانک موت کا صدمہ لے کر بیٹھ گیا تھا اب نائلہ والے واقعے نے تو ان کی بالکل ہی کمر توڑ کر رکھ دی تھی، ایسے میں آئلہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خوامخواہ خود کو مجرم تصور کرتی تھی۔

☆☆☆

سمعان وسیم فلرٹی تھا، دل پھینک تھا، حسن کا عاشق تھا، عیاش تھا، جھوٹا تھا، نائلہ کو ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اس کے پاس بے بہا دولت تھی اور وہ حسن والوں پر یہ دولت دونوں ہاتھوں سے لٹاتا تھا، اس نے چند ہی دنوں میں نائلہ کی تقریباً بہت ساری خواہشات کو پورا کر دیا تھا نائلہ بس ان چیزوں کو دیکھتی تھی۔

"ہم سنگاپور کب جا رہے ہیں؟" ہارون سے طلاق لے کر نائلہ نے عدت ختم ہوتے ہی سمعان سے نکاح کر لیا تھا اور اب وہ اپنے ہنی مون ٹرپ کے لئے جانا چاہ رہی تھی۔

"جب تم کہو میری سرکار!" سمعان وسیم وہی زبان بولتا تھا جس پر مدمقابل جی جان سے فریفتہ ہو جاتا تھا۔

"اگر میں کہوں آج ہی چلیں۔" نائلہ نے اک ادا سے کہا تھا۔

"تو آج ہی چلتے ہیں، تم حکم کرو اور میں پورا نہ کروں یہ کس کتاب میں لکھا ہے۔" اس سے پہلے کہ نائلہ کوئی جواب دیتی، اس کا سیل فون بج اٹھا تھا، نمبر بہت جانا پہچانا تھا، پہلے تو وہ بڑے غور سے ہندسوں کو دیکھتی رہی تھی کہ آیا یہ کال اٹینڈ کرے یا نہ کرے پھر اس کے دل میں جانے کیا خیال آیا تھا کہ اس نے کال اوکے کر لی تھی، ویسے بھی کسی اپنے کی آواز سنے کافی دن ہونے کو آئے تھے نائلہ کو اس سے فرق تو نہیں پڑتا تھا مگر پھر بھی اس نے کسی اپنے کی آواز سننا چاہی تھی۔

"ہیلو!" وہ مخصوص کھنکتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"نائلہ سب کے دلوں پر چھری چلا کر کیا بہت خوش ہو، میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایک شخص کی خاطر سب کو چھوڑتے ہوئے تم نے کچھ نہ سوچا اب اس شخص نے تمہارے وجود میں کون سے سرخاب کے پر ٹانک دیئے ہیں، ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے اور تمہاری خوشی کا بھی اندازہ ہو کہ میں نے تو سنا تھا دوسروں کی خوشیاں ملیا میٹ کرنے والے دکھوں کا کاروبار تو کر لیتے ہیں خوشی سے واسطہ انہیں کم ہی پڑتا ہے۔" آئلہ الفاظ نہیں انگارے چبا رہی تھی، نائلہ بڑے سکون سے اس کی بات سنتی رہی تھی۔

"اب بولو بھی کیا جواب دینا بھی گوارا نہیں رہا، ہم لوگوں کو تو ان حالوں تک پہنچا دیا ہم بھی تو دیکھیں تم کس حال میں ہو تم نے تو میرا بھی نہ سوچا کہ میں بھی اسی گھر کی بہو ہوں۔"

"ارے یار آئلہ کیوں اتنی تلخ ہو رہی ہو، ذرا سکون سے بات کر لو آخر کافی دنوں بعد ہماری آپس میں بات ہو رہی ہے، پھر کہیں میں بھی بتا دیتی ہوں کہ میں کس حال میں ہوں۔" نائلہ کے لہجے کی ٹھنڈک بھی آئلہ کو تندی و تلخی کو ایک انچ کم نہ کر سکی تھی۔

"ہونہہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم سے بات کرنے کا، بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری باتیں۔" اس کا اطمینان و سکون دیکھ کر تو آئلہ کو اور تپ چڑھ گئی تھی اس نے ریسیور کھینچ کر دیوار پر مارا تھا

"کون تھا؟" سمعان وسیم اس کی طرف متوجہ تھا، آئلہ کے جھنجھلا کر فون بند کر دینے پر ایک معنی خیز سی مسکراہٹ نائلہ کے لبوں پر کھیلنے لگی تھی، سمعان نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"آئلہ کا۔"

"تمہاری سسٹر کا؟"

"یس، پوچھ رہی تھیں کیسی گزار رہی ہو۔" وہ سیل فون جہازی سائز بیڈ پر اچھال کر نیم دراز ہوئی تھی۔

"تو بتانا تھا نا کہ دن عید اور راتیں شب برات بن کر گزر رہی ہیں۔" وہ بھی کھل کر مسکرایا تھا۔

"کیا فائدہ ہوتا بتانے کا، وہ کچھ اور جلی کٹی سنا دیتیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی وہ اس حد تک منہ پھٹ اور صاف گو تھی کہ کبھی کبھی تو سمعان کو بھی اس کی اس عادت سے خوف آنے لگتا تھا۔

"رشتے دار کہاں کچھ برداشت کرتے ہیں اور جلنے کڑھنے والے تو جلی کٹی ہی سنا کے وہیں، ویسے بھی یہ جو مڈل کلاس رشتہ دار ہوتے ہیں نا یہ ایسے ہی جان کو آ جاتے ہیں ڈیئر۔"

"مائنڈ اٹ جناب! کون سی مڈل کلاس، میری بہن بھی اپر کلاس سے تعلق رکھتی ہے۔" نائلہ کو سمعان کے منہ سے یہ سب سن کر برا لگا تھا۔

"جانتا ہوں مسٹر ماعون حیدر کو، تمہارے بہنوئی صاحب کو۔"

"تو پھر، کیا برائی ہے ان میں۔" وہ تیکھے انداز میں بولی تھی۔

"اوہ کم آن یار، کیا قصہ لے کر بیٹھ گئی ہو، بس جب سب کو چھوڑ آئی ہو تو اس ٹاپک کو بھی نہ چھیڑا کرو، اس سے کیا ملتا ہے ہمیں سوائے وقت برباد کرنے کے، ہم تو اپنا ہنی مون ٹرپ ڈسکس کر رہے تھے نا، تم نے تو لڑنا ہی شروع کر دیا ہے۔" اس کی محبت کا جادو تھا کہ سمعان اس کے پل پل بدلتے موڈ کی خبر رکھتا تھا۔

"میں کیوں لڑوں گی لڑائی تو آپ ہی شروع کرتے ہیں۔"

"بھلا کوئی اپنی جان سے بھی لڑتا ہے۔" سمعان نے نہایت چھچھورے انداز میں کہا تھا اور نائلہ تو اس لہجے کی شیرینی میں پور پور ڈوب گئی تھی۔

کسی وجہ ہی سے سی لیتے ہیں لب تمہارے سامنے
ورنہ گفت و شنید میں ہم بھی کمال رکھتے ہیں
وفا کے پھول کی خوشبو ہر سو پھیلنے نہیں دیتے لیکن
ہر پل ہر ساعت دل میں تیرا ہی خیال رکھتے ہیں

سمعان وسیم اس کو ٹھنڈا پڑتے دیکھ کر نہایت جذب سے شعر پڑھتا ہوا اس کے قریب آیا تھا اور محبت خوشبو بن کر کمرے میں مہکنے لگی تھی۔

☆☆☆

"ماعون یہ دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے کہ بھوری آنکھیں مشرق اور مغرب دونوں میں ملتی ہیں مشرق میں کہاوت ہے کہ بھوری آنکھوں والے مرد وزن بے وفا ہوتے ہیں مگر اس کہاوت میں کوئی سچائی نہیں، حقیقتاً بھوری آنکھوں سے پتا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چلتا ہے کہ آدمی میں حوصلہ ہے خوداعتمادی ہے یہ لوگ دوسروں کی مدد کرنے والے ہوتے ہیں یہ پیار کرنے والے بھی ہوتے ہیں ان کے اندر لگی لپٹی رکھنے کی عادت نہیں ہوتی دوسرے لفظوں میں یہ صاف گو ہوتے ہیں یہ ذہین ہوتے ہیں اکثر نچلی سطح سے ترقی کرکے اوپر پہنچ جاتے ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ جرأت مند لوگ بھی ہوتے ہیں، واہ، آپ کی بھوری آنکھوں کی ساری خوبیاں تو اس رسالے میں لکھ دی گئی ہیں، سن رہے ہیں نا۔" کچھ دیر بعد اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اکیلی ہی بولے جارہی ہے فریق ثانی تو بالکل ہی خاموش ہے یا پھر اس کی طرف متوجہ نہیں، اس نے ماعون کا کندھا پکڑ کر ہلایا تھا۔

"سن رہے ہیں نا میری بات۔"

"چھوڑو مجھے۔" ماعون نے بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"ماعون کیا ہوا ہے؟" ایک دھڑکا سا تو دل کو ہمہ وقت لگا ہی رہتا تھا وہ گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھنے لگی تھی۔

"مجھے کیا ہونا ہے کچھ بھی نہیں، ابھی تو میرے بھائی کو کچھ ہوا ہے، تم نے ہارون کو دیکھا ہے، کیسا زندگی کے رنگوں سے بھرا ہوا نوجوان تھا، کیسی زندہ دلی تھی اس میں اور تمہاری بہن نے اس کا کیا حشر کردیا ہے زندگی تو جیسے اس کے ہاتھوں سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی ہے، وہ اس عورت کی بے وفائی سے لمحہ لمحہ مر رہا ہے، قطرہ قطرہ زہر پی رہا ہے، تمہیں میں جب بھی دیکھتا ہوں تمہاری صورت میں مجھے اس بے وفا عورت کی جھلک نظر آتی ہے اور میرا خون کھولنے لگتا ہے، ایک ڈر اور خوف میرے اندر بیٹھ گیا ہے کہ کہیں تم بھی میرے ساتھ اپنی بہن کی طرح نہ کرو، پتہ نہیں کیسی زندگی تھی اور پتہ نہیں زندگی کیسی ہو رہی ہے۔"

"لیکن ماعون مجھے بھی ہارون کا اتنا ہی دکھ ہے جتنا آپ کو ہے، اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے پھر آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہیں، کئی دنوں سے آپ کی بے نیازی اور بے ثباتی کو دیکھ رہی ہوں اور میرا دل ہولے ہولے خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرزتا رہتا ہے کہ جانے اب میرے ساتھ کیا ہو۔"

"بس چپ کر جاؤ آئلہ، مجھے تمہاری ان باتوں سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، تمہارا قصور ہے یا نہیں یہ مجھے نہیں پتہ بس یہ کہ تو تمہاری بہن نے میرے دل سے تمہاری محبت کو ختم کردیا ہے۔"

"ماعون یہ کیا کہہ رہے ہیں۔" ماعون کی اتنی بڑی بات پر وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"وہی جو تم نے سنا، وہ محبت جو کبھی میری رگوں میں خون بن کر بہتی تھی اب اس میں روانی نہیں رہی ہے میں بہت کچھ بھلانا چاہتا ہوں بہت کوشش کرتا ہوں کہ پہلے جیسا بن جاؤں لیکن بن نہیں پاتا ہوں۔"

"ماعون کیا یہی دعوے تھے آپ کے۔" وہ دکھ سے بولی تھی۔

"دعوے یہ نہیں تھے مگر میرے ماں جائے کا کیا قصور تھا تمہاری بہن اگر اس قماش کی تھی تو تمہارا فرض بنتا تھا کہ تم ہمیں اس رشتے سے منع کرتی، یہ گھر تمہارا بھی اتنا ہی تھا جتنا ہمارا، وہ اگر میرا بھائی تھا تو تمہارا بھی کچھ لگتا تھا، تم نے جان بوجھ کر اس ہنستے بستے گھر کو ویرانیوں کے سپرد کردیا ہے۔"

"ماعون یقین کریں وہ پہلے ایسی نہیں تھی۔"

"ہونہہ، پہلے ایسی نہیں تھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے، وہ شروع سے ہی ایسی ہوگی فطرت کوئی ایک دن میں نہ بدل سکتی ہے نہ ویران ہوسکتی ہے، تم نے ہمیں نہیں بتایا اور بات ہے۔"

"ماعون پلیز مجھے الزام مت دیں۔" وہ روہانسی ہوگئی تھی۔

"کیا میں الزام دے رہا ہوں، میں الزام دے رہا ہوں۔" آئلہ کی اس بات پر ماعون آپے سے باہر ہوگیا تھا۔

"ماعون پلیز!" ماعون نے آئلہ کے بازو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لئے تھے، تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔" اس کے بال ایک جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے وہ دھاڑا تھا اور آئلہ برستی آنکھوں سمیت باہر بھاگ گئی تھی۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے
یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے
کہیں اک حسین خواب ہے
کہیں جان لیوا عذاب ہے
کہیں آنسوؤں کی ہے داستاں
کہیں مسکراہٹوں کا بیاں
کئی چہرے اس میں چھپے ہوئے
اک عجیب سی یہ نقاب ہے
کہیں کھو دیا کہیں پا لیا
کہیں رو لیا کہیں گا لیا
کہیں چھین لیتی ہے خوشی
کہیں مہرباں بے حساب ہے
کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے
کہیں اور ہی کوئی روپ ہے
کہیں برکتوں کی ہیں بارشیں
کہیں تشنگی بے حساب ہے

"بھابھی آپ رو رہی ہو۔" وہ اپنے کمرے سے نکل کر بھاگی تو رستے میں ہارون سے اس کا سامنا ہوگیا تھا، نائلہ کے اس گھر سے جانے کے بعد وہ حتی المقدور کوشش کرتی تھی کہ ہارون سے اس کا سامنا کم ہی ہو مگر آج کل حالات گردش میں تھے یا اس کی قسمت کا ستارا ڈوبنے کو تھا کہ جیسا وہ سوچتی تھی ویسا ہوتا نہیں تھا بلکہ سب کچھ اس کے برعکس ہی ہوتا تھا۔

ہارون کا پوچھنا تھا کہ وہ اور بھی شدت سے رونے لگی تھی، ماعون کا رویہ کیا بدلا تھا ان آنسوؤں پر اختیار ہی نہیں رہا تھا۔

"ایک بہن کے سبز قدم تھے کہ اس نے اس گھر کی خوشیوں کو غموں کے سپرد کردیا اور دوسری کے آنسو ہیں کہ ہمارا سکون بھی برباد کردینے کو ہیں، آخر آپ لوگوں کا ہم نے کیا بگاڑا تھا کہ ہمیں ایسی سزا مل رہی ہے۔" وہ ایک نیا سوال لئے آئلہ کے سامنے کھڑا تھا ایسا سوال جس کا جواب آئلہ کے پاس بھی نہیں تھا۔

"ہارون بخدا میں اس گھر کا سکون برباد نہیں کررہی، میں تو اسی ڈائن کے دیئے گئے زخموں کی ٹیس سے کراہ رہی ہوں، مجھے تو یہ گھر بہت عزیز ہے۔"

"ہونہہ فریب، وہ بھی تو یہی کہتی تھی مجھے تم عزیز ہو ہارون مجھے یہ گھر عزیز ہے ہارون، مجھے اس گھر کی ہر شے سے پیار ہے ہارون۔"

"کیسے ہو تم لوگ، فریب کوئی ایک کرتا ہے اور سزا دوسرے کو دیتے ہو، قصور ایک کا ہے بھگتنا دوسرے کو پڑ رہا ہے۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ہاں ہم ہی برے ہیں، آپ لوگوں پر اعتبار جو کرلیا ہم ہی برے ہوئے نا، ہم ہی برے ہیں، ہم ہی برے ہیں۔" خودکلامی کے سے انداز میں بولتا ہوا وہ واپس اپنے کمرے میں گھس گیا تھا، آئلہ نے بھاگ کر کچن میں پناہ لی تھی، اب اپنے ہی گھر کی ہر چیز اسے بہت اجنبی لگا کرتی تھی۔

☆☆☆

"واہ کیا فگر ہے اور کیا دل کشی۔" نیوی کلر کی ساڑھی میں مہارت سے کیئے گئے میک اپ کے ساتھ وہ واقعی غضب ڈھا رہی تھی، سمعان

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

نے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا تھا، وہ اپنی بیوی کی تعریف بھی ایک ماڈل کی طرح کر رہا تھا۔

''ایسی دل کشی کا کمال ہے کہ آج آپ میرے ساتھ ہیں۔'' وہ نزاکت کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور سمعان وسیم کے پہلو سے لگ کر بیٹھ گئی تھی۔

''میں تو جاناں ازل سے ہی تمہارے ساتھ ہوں۔'' اس کی مہکتی قربت کا کمال تھا کہ وہ بن پیے ہی بہکنے لگا تھا۔

''سمعان کبھی کبھی میں سوچتی ہوں، ہم بہت دیر سے ملے ہیں، ہمیں تو بہت پہلے مل جانا چاہیے تھا، کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ عمر بھی ہمارے پیار کرنے کو کم ہے۔''

''ہوں یہ تو ہے۔'' سمعان نے اس کی بات کا جواب دے کر ساتھ ہی موبائل اٹھایا تھا اور کوئی نمبر پریس کرنے لگے تھے۔

''یہ کیا؟ میں پاس بیٹھی ہوں اور آپ اس کھلونے سے دل بہلا رہے ہیں۔'' نائلہ نے موبائل سمعان کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ ٹیبل پر پھینک دیا تھا۔

''ارے یار دل کہاں بہلا رہا ہوں میں تو جیولر کو فون کرنے لگا تھا کہ پچھلی بار جو دو سیٹ تم نے پسند کیے تھے وہ بھی پیک کر کے آج ہی بھیج دے۔'' وہ اس سے خوش ہو کر اس پر ایسی ہی عنایات کیا کرتا تھا۔

''اوہ ویری نائس، یو آر سو سوئیٹ۔'' نائلہ نے موبائل اٹھا کر دوبارہ سمعان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا بھلا ایسا گولڈن چانس وہ مس کر سکتی تھی۔

''ابھی تو میرے پاس آپ کے لئے ایک اور گڈ نیوز ہے، آپ وہ سنیں گے اور بہت خوش ہوں گے تو پھر میں سوچ رہی ہوں مجھے کیا گفٹ کریں گے۔'' وہ اک ادا سے بولی تھی۔

''اچھا تو جلدی بتاؤ نا، گفٹ کی تم فکر نہ کرو تم جو کہو گی میں تمہیں وہی دلاؤں گا۔'' وہ پرجوش ہو کر بولا تھا۔

''تو پھر سنیے، میں پریگنیٹ ہوں۔'' وہ ایسے بولی تھی جیسا کہ اس نے کوئی بہت انوکھا معرکہ سرانجام دے ڈالا ہو، سمعان وسیم کی خاطر، ویسے دیکھا جاتا تو یہ نائلہ کے لئے ایک معرکہ ہی تھا اور سمعان کے لئے بھی، ہارون کو بچے کی بہت چاہ تھی وہ اکثر و بیشتر نائلہ سے بچے کی باتیں کرتا رہتا تھا مگر نائلہ ہارون کو یہ خوشی نہ دے سکی تھی، شاید قدرت کو ہارون پہ رحم آیا تھا یا اس کے بچے پر، کیونکہ اگر ایسے کوئی آثار نائلہ میں ملتے تو وہ ہارون کو بھی چھوڑ آتی اور اس کے بچے کو بھی، وہ بن ماں کا بچہ کیسے پلتا، ہارون اس خوشی سے محروم رہا تھا مگر سمعان کو وہ یہ خوشی دینے جا رہی تھی۔

''کیا؟'' سمعان کو تو جیسے اس کی بات سن کر کرنٹ لگا تھا۔

''ہاں میں صحیح کہہ رہی ہوں۔'' وہ سمجھی تھی اتنی خوشی کی خبر سمعان برداشت نہیں کر پا رہا تھا یا پھر شاید اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''تم صحیح کہہ رہی ہو یا غلط مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے، میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ یہ بچہ ابھی اس دنیا میں نہ آئے، مجھے ابھی بچے کی کوئی چاہ نہیں ہے، ویسے بھی دیکھو نا ابھی تو ہم ہنی مون ٹرپ سے لوٹے ہی ہیں اور یوں سمجھو کہ یہ بھی ہمارا ہنی مون پیریڈ ہی چل رہا ہے تو یار ابھی ہمیں زندگی کو بہت سارا انجوائے کرنا ہے ابھی سے اس جھنجھٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔'' پہلے تو وہ ایک دم طیش میں آ گیا تھا، مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر نائلہ کو سمجھانے والے انداز میں کہا تھا، نائلہ کا ایک دم رنگ بدلا تھا، وہ سمعان سے ایسے رویے کی توقع نہیں کر رہی تھی،

لوگ تو اس خوشی کو سننے کے لئے ترس جاتے ہیں اور وہ کیسا باپ تھا جو یہ خبر سن کر خوش ہونے کے بجائے مضطرب ہو گیا تھا۔

''ہم بچے کے ساتھ بھی تو زندگی کو انجوائے کر سکتے ہیں۔''

''بچے کے ساتھ انجوائے منٹ نہیں ہو سکتی، تم جب بچے کے ساتھ مصروف ہو جاؤ گی تو میں تو اپنی اسسٹنٹ، خوبصورت اور دلکش بیوی کو ڈھونڈتا رہ جاؤں گا، تب تم صرف ایک ماں ہی رہ جاؤ گی اور میں ابھی تمہیں حال سے بے حال ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔''

''مگر سمعان ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے، ہم بچے کے لئے گورنس کا انتظام کر لیں گے، وہ سارا وقت اسے سنبھالا کرے گی ہماری کسی ایکٹیوٹی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''نائلہ پلیز مجھے یہ دلائل مت دو بس مجھے ابھی یہ بچہ نہیں چاہیے، تم بس کسی بھی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کرو، باقی باتیں پھر ہوں گی۔'' وہ ذرا ناراضگی سے وہاں سے اٹھا تھا، نائلہ کی ساری دلکشی اور خوبصورتی اس پل جیسے اس کے لئے ماند پڑ گئی تھی۔

''بات تو سنیے، یہ مسئلے ایسے حل نہیں ہوتے، انہیں آرام سے بیٹھ کر ڈسکس کیا جاتا ہے۔'' نائلہ اس شخص کے ماتھے پر پڑا ایک بل بھی کہاں افورڈ کر سکتی تھی اس نے سمعان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''میں آرام سے ہی ڈسکس کر رہا تھا مگر بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔'' وہ اسی موڈ کے ساتھ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

''اوکے، آپ کسی گائنا کالوجسٹ سے ٹائم لے لیں۔'' وہ اتنی بڑی بات کتنے آرام سے مان گئی تھی، وہ اس شخص کے لئے اس کی بے بہا دولت کے لئے اپنے بچے کا قتل کرنے پر بھی آمادہ ہو گئی تھی، جانے وہ کیسی عورت تھی، وہ خواہشات پر مرتی تھی یا جانے خواہشات نے اسے مار دیا تھا۔

''گڈ یہ ہوئی نا بات۔'' وہ اس کے ماننے پر جیسے بی بی جان سے خوش ہو گیا تھا اور نائلہ کو اس کی خوشی کے علاوہ اور چاہیے بھی کیا تھا۔

اسی شام تکلیف کا اک سمندر تھا جو وہ پار کر آئی تھی اور پھر بھی خالی ہاتھ گھر لوٹی تھی، اک پھول تھا جیسے رہ کھلنے سے پہلے ہی اپنے ہاتھوں سے مسل آئی تھی، مگر اسے اس کا کوئی غم نہیں تھا۔

''ڈونٹ وری سویٹی، تم جلدی ریکور کر لو گی، بس ٹینشن مت لینا، ابھی بچوں کے لئے تو بہت عمر پڑی ہے۔'' وہ زرد چہرے اور خالی آنکھوں کے ساتھ بیڈ پر نیم دراز تھی جب سمعان نے اس کے پاس آ کر کہا تھا، وہ بے شک پریشان نہیں تھی مگر اک سناٹا تھا جو رگ و پے کو چیر رہا تھا اک خالی پن تھا جو اندر باہر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گیا تھا، کچھ لٹنے کا احساس تھا جو مطمئن ہونے نہیں دے رہا تھا، دو آنسو اس تسلی پر آنکھ کے گوشوں سے بے گانے پن کے احساس کے ساتھ نکل ہی آئے تھے، شاید تکلیف کا احساس تھا جو اس پل دوگنا ہو رہا تھا۔

''اوہو، یہ کیا، میں ہوں نا تمہارے پاس۔'' سمعان نے آگے بڑھ کر ان آنسوؤں کو ایسے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا تھا، پھر اس کے لبوں نے اس کی جلتی ہوئی پیشانی کو پیار سے چھوا تھا، اس لمس کا اثر تھا یا ان میٹھے بولوں کا، کہ وہ اپنے دل کو ٹھہرتا ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

بہار کا موسم پورے جوبن پر تھا، ہری بیلوں نے در و دیوار کے اکثر حصوں کو بڑی شان سے ڈھانپ رکھا تھا اور رنگ برنگے پھولوں نے تو جیسے ہر ایک سے خوشبو کا تعارف کروانا شروع کر

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

دیا تھا، اس نے آج ماعون کی پسند کا کھانا بنایا تھا اور پھر اس کا پسندیدہ لباس پہن کر خوب تیار ہو کر اس کا انتظار کرنے لگی تھی۔

''محبت کبھی نہیں مر سکتی، ماعون مجھے کیسے چھوڑے گا، میں اپنے ماعون کو واپس لے آؤں گی اپنی طرف۔'' وہ اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے وہی سوچے جا رہی تھی، اس نے لان سے ڈھیروں ڈھیر پھول توڑ کر گھر کے کونے کونے میں سجا دیئے تھے۔

آج ماعون کے دل پر دھرا پتھر ضرور پگھلے گا، آئینے میں نظر آتے اپنے خوبصورت روپ کو وہ خود ہی سراہ رہی تھی۔

''ہم نئے سرے سے تجدید محبت کریں گے۔'' وہ گنگنانے لگی تھی۔

گھڑی نے چار کا ہندسہ عبور کیا تھا اور اس کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا برپا ہو گیا تھا، آج چونکہ وہ ماعون کا استقبال بھی نئی سوچوں اور نئے جذبے کے ساتھ کر رہی تھی اس لیے دل کے دھڑکنے کی رفتار ہی اور تھی، جوں جوں اس کے گھر آنے کا وقت ہو رہا تھا وہ نئی نویلی دلہن کی طرح خود میں سمٹتی جا رہی تھی۔

دل میں تھی ویرانی ہم بھی تھے خاموش بہت
تم آئے تو جان گئے ہم موسم کتنا پیارا ہے
باتوں باتوں میں آؤ اس شخص کی بات کریں
جس کی خاطر دنیا کا ہر دکھ ہمیں گوارا ہے

''کہتے ہیں دنیا کوئی ایسی بری جگہ بھی نہیں ہے ابھی پھول کھلنے بند نہیں ہوئے، صبح پورے دل سے طلوع ہوتی ہے اور روز سورج پورے یقین سے نکلتا ہے خزاں آتی ہے اور آ کے چلی جاتی ہے کہ بہار نے آنا اور ٹھہرنا ہوتا ہے، وہ بھی تجدید محبت کے ساتھ ساتھ بہار کی منتظر تھی۔''

گاڑی کا ہارن بجا تھا وہ سب کام چھوڑ کر ہر سوچ کو ذہن سے جھٹک کر باہر کی سمت بھاگی تھی، ماعون کی گاڑی دیکھ کر لب آپ ہی آپ مسکرانے لگے تھے۔

''مگر یہ کیا؟'' آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ جانے کیا تھا، خواب یا سراب، وہ جان نہ پائی تھی۔

''ہٹو راستہ دو۔'' ماعون نے پہلے گاڑی روک کر نیچے اتر کر دوسری طرف کا دروازہ کھولا تھا اور اندر سے ایک طرحدار اور ماڈرن سی لڑکی بڑے غرور کے ساتھ باہر نکلی تھی، ماعون اس کا ہاتھ پکڑ کر چلتا ہوا اسی کی طرف آیا تھا اور پھر اس کے وجود کو راہ میں دیوار کی طرح ایستادہ دیکھ کر ایک ہاتھ سے پرے ہٹاتا ہوا اسے ساتھ لئے اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

نہ کوئی تعارف نہ وضاحت نہ وابستگی کا کوئی نام نہ اس کی طرف اک اشارہ نہ اک نظر وہ بیوی تھی اور اپنے ہی گھر میں اس حق سے محروم ہو رہی تھی، وہ الٹے قدموں اندر کی طرف بھاگی تھی، وہ خود سے تو پوچھ سکتی ہے نا، اس سوچ نے اس کے قدموں کو اک نئی توانائی بخشی تھی۔

''ماعون یہ کون ہیں؟'' اگر وہ مہمان تھی تو مہمانداری کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح ڈائریکٹ کچھ نہیں پوچھا جاتا، مگر جس طرح ماعون نے اس کے وجود کو فراموش کیا تھا، اس کی خاص الخاص تیاری کو سرے سے ہی نظر انداز کیا تھا اور اگر متوجہ تھا تو صرف اسی انجان لڑکی کی طرف تو اس نے بھی سارے تقاضے بالائے طاق رکھ کر پوچھا تھا۔

''کیوں، تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' اس کا سوال جواب طلب تھا مگر ماعون کا جواب مطمئن کرنے والا نہیں بلکہ نشتر، چبھونے والا تھا۔

''میں تو ویسے ہی۔'' وہ لڑکی ادائے بے نیازی سے مسکراتے لبوں کے ساتھ ماعون کو دیکھ رہی تھی آنکہ کا لہجہ خود بخود دپست ہو گیا تھا۔

''ویسے بھی کیوں، تم ایسا کوئی حق نہیں رکھتیں، یہ گھر میرا ہے میں کیا کرتا ہوں تم نہیں پوچھ سکتی ہو۔''

''یہ گھر میرا بھی تو ہے۔''

''میں نے اس سے کب انکار کیا مگر اس گھر میں جتنی حیثیت تمہیں حاصل ہے نا اسی تک محدود رہو تو اچھا ہے ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔'' ماعون نے بے دردی سے کہا تھا اور وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں جا گھسی تھی، اک انجان لڑکی کے سامنے اس کا شوہر اس کی حدود متعین کر رہا تھا اس سے زیادہ دل کو مجروح کرنے والی بات کیا ہو سکتی ہے، وہ مزید اس کے سامنے تماشا بننے کے خوف سے وہاں سے ہی ہٹ گئی تھی، اگر جھگڑا گھر کا تھا تو کیا ضروری تھا کہ تماشا بازار میں لگایا جاتا، کمرے میں آ کر وہ بستر پر ڈھے گئی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، سارا بار سنگھار اپنی ناقدری پر پھیکا سا پڑ گیا، نے وہ جانے کتنی دیر تک روتی رہی تھی اور اتنی ہی دیر تلک باہر سے گونجتے قہقہے اور مدھم سرگوشیاں اس کی سماعتوں میں تیزاب بن کر پڑتی رہی تھیں۔

''تم نے رجا کے سامنے کیا تماشا لگایا تھا، مجھ سے ایسے سوال و جواب کرنے کھڑی ہو گئی تھیں جیسے میں تمہارا مجرم ہوں، وہ میری مہمان تھی تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ کیا سوچتی ہو گی۔'' کافی دیر بعد ماعون کمرے میں آیا تھا غالباً اس کی مہمان چلی گئی تھی اور اب وہ آنکہ پر برس رہا تھا۔

''وہ کون تھی اور کیوں آئی تھی یہاں، اس سے پہلے تو آپ کی ایسی کوئی مہمان یہاں نہ آئی تھی۔'' ماعون جس طرح اس کو ڈی گریڈ کر کے اس رجا نامی لڑکی کو اہمیت دے رہا تھا اس بات نے آنکہ کو نئے سرے سے سرتاپا سلگا دیا تھا۔

''پھر وہی بکواس، اگر سننا ہی چاہتی ہو تو سنو وہ میری دوست تھی میری آفس کولیگ، ہماری بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ہے۔'' رجا کے نام پر ماعون کے چہرے پر پھول ہی پھول کھل اٹھے تھے اور اسی پل آنکہ کو جانے کیا کیا کچھ یاد آ کر رہ گیا تھا، اپنی ملاقات کے انوکھے رنگ، شادی کی خوشی پھر مری میں گزرے شب و روز، مری کے کوہساروں کے دامن میں مہکتی محبت اور شادی کے ابتدائی دنوں کی رنگینیاں، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ٹائم اس طرح بھی بدل جائے گا، وہ شخص جو اس کے وجود کے ساتھ اپنے ہونے کا اقرار کرتا اس طرح دنوں میں کچھ سے کچھ بن جائے گا۔

''آج دوست کہا ہے کل کو کہیں گے وہ میری زندگی میں کچھ اور مقام حاصل کر گئی ہے۔''

''آف کورس، جب انڈر اسٹینڈنگ ہو جاتی ہے تو پھر خاص مقام ملتے دیر بھی کب لگتی ہے۔'' وہ بلا خوف و خطر بولا تھا۔

''ماعون آپ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسا۔'' وہ ہارتے ہوئے بولی تھی، بھلا مردوں سے بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

''میں نہیں کر رہا کچھ، تمہارے ساتھ برا تو تمہاری بہن ہی کر گئی ہے نہ صرف تمہارے ساتھ بلکہ ہم سب کے ساتھ، پھر مجھے قصوروار کیوں ٹھہرا رہی ہو۔''

''خدا کرے وہ کمینی جہاں بھی ہے مر جائے، اس نے میرے اچھے بھلے گھر کو تہس نہس کر دیا ہے۔''

''اب ایسی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس نے جو کرنا تھا کر چکی۔''

''مگر اب آپ تو ایسا نہ کریں، میری زندگی کے ساتھ مت کھیلیں۔''

''ہونہہ تمہاری زندگی، جب تک میرے بھائی کا پاگل پن، میری ماں کی بیماری اور اس گھر کی عزت پر لگا داغ میری نظروں کے سامنے

Scan & PDF
IJAZ AHMED
Friendskorner.com

موجود رہے گا میں کسی کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں کروں گا خواہ وہ تم ہی کیوں نہ ہو۔" وہ سفاکی سے بولتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

جو رشتے دل سے جڑتے ہیں انہیں توڑا نہیں کرتے
کسی کا ساتھ رہتے میں کبھی چھوڑا نہیں کرتے
کہیں اس سے تمہارے ہاتھ ہی زخمی نہ ہو جائیں
جو ٹوٹے آئینہ تو پھر اسے جوڑا نہیں کرتے
کوئی طوفاں تیری کشتی کو غرق آب نہ کر دے
کبھی بپھری ہوئی موجوں کا رخ موڑا نہیں کرتے
تجارت کے اصولوں پر محبت کی نہیں جاتی
محبت میں کبھی جذبات کا سودا نہیں کرتے
ستم کرنا محبت پر یہی ہے عادت زمانے کی
زمانے کے ستم پر ہم یہ دل توڑا نہیں کرتے
محبت کے اصولوں میں یہی ہے پہلا اصول اپنا
کہ ہم اپنی محبت کو کبھی رسوا نہیں کرتے

☆☆☆

"ہارون کیا ہوا؟" اس کا دوست بڑے دنوں کے بعد اسے کمرے سے باہر نکال کر لایا تھا، وہ دونوں ایک شاپنگ سینٹر میں آ گئے تھے، اس کے دوست کو کچھ چیزیں خریدنا تھیں، اس نے کچھ چیزیں خرید کر ہارون کو پکڑا دی تھیں، ہارون نے اس شاپنگ سینٹر میں ایک منظر ایسا دیکھا تھا کہ شاپنگ بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا تھا اس میں سے ساری چیزیں نکل کر اِدھر اُدھر بکھر گئی تھیں۔

"کیا ہوا؟" اس کا دوست اس کی طرف لپکا۔

"کچھ نہیں۔" ہارون نے منہ پھیرتے ہوئے کہا تھا اب وہ اپنے دوست کو کیا بتاتا کہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کو اپنے نئے شوہر کے ساتھ چلیں کرتے دیکھا ہے وہ جس طرح اس کے بازو میں بازو ڈالے ہنستے ہوئے اس کے سامنے سے گزری تھی اس منظر نے نئے سرے سے ہارون کے دل کے الاؤ میں بھڑکتی آگ کو اور بھڑکا دیا تھا۔

"اٹس او کے، میں اٹھا لیتا ہوں سب۔" اس کا دوست چیزیں اکٹھی کرنے لگا تھا اور ہارون اس کی پرواہ کیے بغیر بھاگتا ہوا شاپنگ سینٹر سے باہر نکلا تھا اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

گھر آ کر اس نے اپنے کمرے کی ایک ایک چیز توڑ پھوڑ دی تھی، اس پر تو جیسے پاگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا، کئی ماہ ہو گئے تھے مگر وہ ابھی تک نائلہ کے ہرجائی پن کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

"ہارون کیا ہو گیا ہے؟" ماعون شور سن کر اس کے کمرے میں بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"میں پاگل ہو گیا ہوں، میں دیوانہ ہو گیا ہوں، مجھے اس عورت نے پاگل کر دیا ہے جو آج ایک اور مرد کے ساتھ بازاروں میں گل چھرے اڑاتی پھر رہی ہے، میں نے اس کو کیا نہیں دیا تھا بھائی مگر وہ پھر بھی مجھے چھوڑ گئی۔" ہارون حیدر کو اس نے کسی قابل نہیں جانا، وہ چیخنے لگا تھا۔

"بس کرو میرے بھائی، بھول جاؤ اس کم ذات عورت کو، مت بگاڑو اپنی زندگی کو اس کے پیچھے۔" ماعون نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا اور تسلیاں دینے لگا تھا۔

☆☆☆

"یہ کھانا پکایا ہے۔" ماعون کا ہاتھ اٹھا تھا اور آئلہ کے گال پر نشان چھوڑ گیا تھا، آئلہ جامد ساکت تھی کہ آج بھی اس کے ہاتھ کا وہی ذائقہ تھا کہ جب ماعون کھاتا تھا تو انگلیاں چاٹتا رہ جاتا تھا، مگر آج اسے کیا ہوا ہے، پھر اسے یاد آیا تھا کہ آج صبح ہارون نے گھر میں کیسی توڑ پھوڑ مچائی تھی اور اس لمحے کے بعد سے ہی ماعون کا موڈ آف ہے اور اس کا یہ غصہ آئلہ پر کسی نہ کسی طرح نکلتا ہی تھا، کل ماعون ایک لڑکی کو گھر لے آیا تھا آج اس نے اس پر ہاتھ بھی اٹھا لیا تھا اب کل جانے اپنے دامن میں آئلہ کے لئے کیسی سزا لے کر آتا تھا، نائلہ کے جانے کے بعد ایک دن بھی سکون اور خوشی کا نہیں گزرا تھا وہ یونہی روز جی رہی تھی اور روز مر رہی تھی۔

"ماعون ان روز روز کی سزاؤں سے بہتر ہے کہ آپ ایک بار ہی مجھے میری سزا سنا دیں۔" آج اس کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا تھا وہ پھٹ پڑی تھی۔

"تم بس میری جان چھوڑ دو، تمہیں دیکھ کر میرے بھائی کو تمہاری بہن یاد آتی رہتی ہے اور جتنا میرے بھائی کا دل دکھتا ہے تم سے میری نفرت بھی اتنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔" وہ غرایا تھا۔

"او کے چھوڑ دیتی ہوں آپ کی جان۔" آج اس نے بھی دل سے پکا ارادہ کر لیا تھا، کہ اب روز روز کی ذلت سہنے سے اچھا ہے کہ ایک ہی بار حالات کی تلخی کا سامنا کر لیا جائے۔

"بڑی مہربانی ہے۔" وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا تھا اور وہ برستی آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرے میں جا کر ضروری چیزیں سمیٹنے لگی تھی آج اسے ماعون حیدر کو اور اس کے گھر کو چھوڑ کر چلے ہی جانا تھا۔

"گھر چھوڑ کر کیوں آ گئی ہوں۔" اس کی ماں نے اس کے ساتھ دو بڑے بڑے بیگز دیکھ کر دروازے پر ہی پوچھ لیا تھا۔

"تو اور کیا کرتی اماں، روز جیتی تھی روز مرتی تھی، ماعون نے مجھے خود نکال دیا ہے، وہ کہتا ہے تمہاری بہن ایسی تھی تو تم نے ہمیں کیوں نہ بتایا کیوں ہماری زندگیاں اجیرن بنا دیں۔"

"ایک اس عمر میں ہمارے بالوں میں خاک ڈال کر چلی گئی، دنیا والے تو پہلے ہی ہمیں جینے نہیں دیتے ہیں طرح طرح کی باتیں سناتے ہیں اب تم گھر چھوڑ کر آ گئی ہو ہم لوگوں کی زبانیں کیسے بند کریں گے ان کے کس کس سوال کا جواب دیں گے، پیچھے دو اور بھی تو ہیں انہیں بھی بیاہنا ہے ان کے لئے رشتے کہاں سے آئیں گے۔"

"اماں میں پھر کیا کروں، واپس اس گھر میں تو اب میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہی نہر میں کود کر جان دے دیتی ہوں یا پھر میں کچھ پھانک کر مر جاتی ہوں۔" وہ ایک بار پھر رونے لگی تھی، شوہر نے دھکا دے دیا تو ماں باپ کے گھر میں بھی جگہ نہ رہی تھی عورت بھی کبھی کتنی مجبور ہو جاتی ہے۔

"آ جا اندر، جہاں اتنا کچھ بھگت رہے ہیں وہاں کچھ اور بھی بھگت لیں گے۔" اس کے آنسو دیکھ کر ماں کا دل پسیج گیا تھا اس نے دروازے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دے دیا تھا۔

کمرہ وہی تھا جس میں اس نے اپنی زندگی کے بائیس سال گزارے تھے، مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اک بیگانہ پن تھا جو کمرے کے در و دیوار سے پھوٹ رہا تھا، نہ اپنا بستر تھا اور نہ اپنا کمرہ اور نہ کمرے کا مکین، اب جس کے ساتھ رہنے کی عادت ہو گئی تھی، کروٹیں بدل بدل کر پورا جسم پھوڑا بن کر دکھنے لگا تھا، آخر تھک ہار کر وہ اٹھ بیٹھی تھی اور صحن میں آ کر آم کے گھنے پیڑ تلے ننگے سر اور ننگے پاؤں خنکی میں ہی بیٹھ گئی تھی، دل و دماغ میں سوچیں ہی اتنی تھیں کہ موسموں نے بھی اثر کرنا چھوڑ دیا تھا اسے ماعون یاد آ رہا تھا اس کی محبت یاد آ رہی تھی، اس محبت کا اک اک پل یاد آ رہا تھا اور پھر اس کا بدلا ہوا رویہ بھی نظروں کے سامنے تھا، وہ اسے اس گھر سے کتنے چاؤ سے اپنے سنگ رخصت کروا کے لے کے گیا تھا اور پھر اسی نے اس گھر میں اسے کتنی نفرت اور ذلت کے ساتھ واپس بھیجا تھا، آئلہ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایک منظر کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔

"کاش نائلہ تو پیدا ہی نہ ہوتی یا پھر پیدا

Scan & PDF
EJAZ AHMED
Friends Korner.com

ہوتے ہی مر جاتی، تو آج یہ دکھ جو تیری ذات سے ہمیں ملے ہیں وہ تو نہ دیکھنا پڑتے۔" جب ذہن سوچ سوچ کر شل ہو گیا اور ماعون کی یاد نے پورے وجود کو جکڑ لیا تو اس نے یہ سب کرنے والی کو بھرپور کوسنوں سے نوازا تھا، دکھتے ہوئے دل سے ایسی ہی صدائیں نکلتی ہیں۔

☆☆☆

"بہت خوش ہو۔" سمعان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا جس میں ستارے جگر جگر کر رہے تھے، اپنی کھوکھا اجاڑ کر بھی اس کو کوئی ملال نہیں تھا، اگر کوئی ملال تھا بھی تو اس پر سمعان وسیم کی رفاقت غالب آ گئی تھی اور اس کو اس ملال سے نکلنے میں ٹائم نہیں لگا تھا۔

"بہت بہت زیادہ۔" اس نے شاپنگ بیگز گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکتے ہوئے کہا تھا آج پھر سمعان نے اسے جی بھر کر شاپنگ کروائی تھی، کل رات کو جس طرح اس نے سمعان کے ایک کلائنٹ کو پی سی میں ڈیل کیا تھا اور اس کلائنٹ کی ایک ڈیل سے سمعان کو لاکھوں کا فائدہ پہنچایا تھا اس نے سمعان کو سرتاپا سرشار کر دیا تھا، وہ اگر ان لاکھوں میں سے ہزاروں نائلہ پر لٹا بھی رہا تھا تو بھی اس کے نزدیک یہ گھاٹے کا سودا نہیں تھا اور نائلہ کے نزدیک یہ گھاٹا تھا یا منافع اس سے کوئی غرض نہ تھی اس کی تو تشنہ خواہشات پوری ہو رہی تھیں اس کے نزدیک تو بس یہی بات اہم تھی۔

"کیا میں تمہیں خوش رکھنے میں کامیاب ہوا ہوں۔" اتنے میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

"آپ کے ساتھ تو مجھے حقیقی خوشی سے روشناس کروایا ہے، ورنہ میں کب اس لفظ سے آشنا تھی۔" وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"نائلہ ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھیے نا، رک کیوں گئے۔" اس نے اک ادا سے شولڈر کٹ بالوں کو جھٹکا تھا۔

"تمہیں اپنے گھر والے یاد نہیں آتے، ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے کئی مہینے ہو گئے ہیں کسی نے تم سے رابطہ نہیں کیا نہ ہی تم نے کسی سے رابطہ کیا، کیا تم ان کو مکمل طور پر بھول چکی ہو۔"

"اس بات کا خیال آج آپ کو کیسے آ گیا۔"

"یونہی پوچھ رہا ہوں۔"

"میں ان کو بھولی تو نہیں ہوں مگر سمعان آپ کی رفاقت اور محبت اتنی زور آور ہے کہ اس کو پا کر مجھے کسی اور چیز کی حاجت نہیں رہی اور ویسے بھی انہوں نے مجھے کون سا یاد کر لیا، کون سا مجھ سے ملنے آ گئے۔" اپنوں کے ساتھ اس کے شکوے ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔

"چلو چھوڑو میں نے تو یونہی ایک بات پوچھ لی تھی۔" سمعان نے اس موضوع کو ختم کرتے ہوئے کہا تھا ویسے نائلہ کے ساتھ رہتے ہوئے اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کتنی خود غرض ہے۔

"نہیں آپ پوچھ سکتے ہیں، آپ کا حق ہے۔" سمعان کو وہ سب اختیارات بلا جھجک دیتی تھی۔

"مائی پلیژر۔" وہ اس کی طرف مسکراتے ہوئے جھکا تھا، وہ خود بھی مسکرانے لگی تھی، سمعان وسیم کی ہنسی کے ساتھ مل کر اس کی ہنسی انوکھی ہی تال اڑاتی تھی۔

"آپ بنکاک جا رہے ہیں؟" اس نے سمعان سے پوچھا تھا۔

"ہوں۔" اس نے ہولے سے ہنکارا بھرا تھا۔

"کیا یہ میرے لئے ایک سرپرائز تھا۔"

نائلہ نے خود سے ہی فرض کر لیا تھا۔

"کیا مطلب؟" سمعان کو اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی، وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

"ظاہری بات ہے آپ میرے بغیر کیسے جا سکتے ہیں، کل آپ نے جانا ہے اور مجھے ابھی تک نہیں بتایا، میں نے بھی تو پیکنگ کرنی ہے، وہ تو آپ فون پر بات کر رہے تھے تو میں نے سن لیا، ورنہ آپ کی عادت کا مجھے پتہ چل گیا ہے عین ٹائم پر بتاتے اور پھر مجھے سمجھ نہ آتی کہ اتنے شارٹ ٹائم میں پیکنگ کیسے کروں۔" بنکاک کے ٹرپ کا سن کر وہ یونہی خوش ہو رہی تھی، آخر سمعان وسیم کے سنگ دنیا گھومنا اس کا خواب ہی تو تھا۔

"ڈیئر تمہیں پیکنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بار میں اکیلا جا رہا ہوں یہ ایک آفیشل ٹرپ ہے، بہت مصروفیت رہے گی وہاں میری، میں تمہیں لے جاؤں تو ٹائم نہیں دے پاؤں گا، واپس آؤں گا تو ہم کہیں اور گھومنے ضرور جائیں گے۔" وہ نائلہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اسے بہلاتے ہوئے بولا تھا۔

"لیکن سمعان میں بھی آپ کے ساتھ جاتی تو کتنا مزہ آتا نا۔" بنکاک کا ٹرپ اس سے مس ہو رہا تھا اسے واقعتاً بہت دکھ ہو رہا تھا۔

"وہ تو ہے، لیکن مجبوری بھی سمجھو نا، میں اب جا رہا ہوں ذرا اپنی نگرانی میں میری پیکنگ تو کروا دینا۔" وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولا تھا۔

"اوکے۔" اس نے سر ہلا دیا تھا۔

سمعان کو گئے آج تیسرا روز تھا، اکیلے میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا، اس نے ان تین دنوں میں کتنے ہی اپنے ضروری اور غیر ضروری کام نمٹا لئے تھے، پارلر کے دو چکر لگا آئی تھی، ایک آدھا دن شاپنگ میں گزارا تھا، کلب کی ایک پارٹی اٹینڈ کی تھی مگر پھر بھی سمعان کے جانے سے جو بوریت ہو رہی تھی وہ کسی طرح کم ہونے میں نہ آ رہی تھی، اتنے میں مسز گردیزی نے کال کر کے اسے اپنے گھر بلوایا تھا، گردیزی صاحب سمعان کے بہت اچھے فرینڈ تھے اور مسز گردیزی سے نائلہ کی بھی اچھی خاصی دعا و سلام ہو گئی تھی، وہ ایک بھرپور اور زندہ دل عورت تھیں ان کی کمپنی کو نائلہ ہمیشہ ہی انجوائے کرتی تھی، اس لئے ان کی کال پر بڑے زور و شور سے تیار ہو کر ان کی طرف جانے کو نکلی تھی کہ اس کی گاڑی نے اسٹارٹ ہونے سے انکار کر دیا، اس نے اپنی سی کوشش کی مگر گاڑی کو اسٹارٹ ہونا تھا نہ ہوئی، پھر اس نے سمعان کے آفس فون کر کے ڈرائیور اور گاڑی منگوائی تھی۔

"مجھے مسز گردیزی کے ہاں چھوڑ کر میری گاڑی ورکشاپ میں چھوڑ دینا۔" اس نے ڈرائیور کو حکم دیا تھا۔

"جی بیگم صاحبہ!" ڈرائیور نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا تھا۔

"جب میں نے واپس آنا ہوا تو تمہیں کال کر لوں گی۔" مسز گردیزی کے خوبصورت گھر کے سامنے اترتے ہوئے نائلہ نے ڈرائیور سے کہا تھا۔

"جی بیگم صاحبہ، مگر ابھی میں آپ کی گاڑی ورکشاپ میں چھوڑ کر مس میرا کے گھر کچھ چیزیں دینے جاؤں گا۔"

"مس میرا کے گھر کیا ہے اور کس قسم کی چیزیں۔"

"جی وہ چونکہ خود صاحب جی کے ساتھ بنکاک گئی ہیں نا اس لئے صاحب جی جاتے ہوئے خاص تاکید کر کے گئے تھے کہ میں مس میرا کے گھر چکر لگاتا رہوں کہ ان کے گھر والوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے، آج جی ان کی والدہ کا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

فون آیا تھا انہوں نے کچھ چیزیں منگوائی ہیں۔" ڈرائیور شاید باتونی شخص تھا اس نے کافی تفصیل سے نائلہ کو جواب دیا تھا۔

"مس میرا بنکاک گئی ہیں۔" نائلہ کو تو یہ سن کر ایک شاک لگا تھا، سمعان نے تو ایسا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اور میرا کو وہ جانتی تھی سمعان کے آفس میں پبلک ریلیشن آفیسر کے عہدے پر فائز تھی، خاصی طرحدار اور خوبصورت لڑکی تھی۔

"جی۔" وہ مسز گردیزی کے گھر کے سامنے کھڑی تھی اور میرا کے بنکاک جانے کا سن کر جیسے اندر جانا ہی بھول گئی تھی، ڈرائیور تو ادب سے کہہ کر چلا گیا تھا۔

"سمعان نے مجھ سے چھپایا کیوں، اس نے تو کہا تھا کہ وہ اکیلا ہی جا رہا ہے۔" شک اور اندیشوں کے ناگ نائلہ کو ڈسنے لگے تھے، وہ غائب دماغی کے عالم میں کھڑی تھی ڈرائیور جا چکا تھا اس لئے وہ گھر واپس بھی نہ جا سکتی تھی سو ناچار اسے مسز گردیزی کے گھر میں جانا پڑا تھا، اس کا ارادہ تو زیادہ دیر ان کے پاس رکنے کا تھا مگر دل اور ذہن ایسا الجھا تھا کہ وہ مسز گردیزی کی دل فریب باتوں سے بھی بہل نہ سکی تھی اس لئے جلد ہی واپس گھر آنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ڈرائیور کو کال مت کرو میرا ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا۔" مسز گردیزی نے اسے کہا تھا، وہ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر آ گئی تھی جہاں ان کا ڈرائیور نائلہ کا منتظر تھا۔

"یار اپنا خیال رکھنا سمعان بھائی کی جدائی نے تو تمہیں خاصا ڈسٹرب کر دیا ہے۔" وہ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی جب اس نے اپنے عقب میں مسز گردیزی کی آواز سنی تھی اس نے ہاتھ ہلا کر انہیں وش کیا تھا اور مسکرا بھی نہ سکی تھی، اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ سمعان کی جدائی نے تو بور کیا اور ڈسٹرب تو میرا کے ساتھ جانے کا سن کو ہوئی ہوں۔

"آپ کے ساتھ کون آیا ہے بنکاک۔" شام کو سمعان کی کال آئی تو اس نے سلام دعا کے فوراً بعد پوچھا تھا۔

"میں اکیلا ہی آیا ہوں، تمہیں بتایا تو تھا، مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"ذرا یاد کریں کہ آپ واقعی اکیلے ہی آئے ہیں۔" تلخی اس کے لہجے کا حصہ آپ ہی آپ بن گئی تھی۔

"میں اکیلا آؤں یا کسی کو ساتھ لے کر تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی تمہارا اس بات سے کوئی تعلق ہے اس لئے اپنے کام سے کام رکھو تو اچھا ہے۔" سمعان نے چراغ پا ہو کر فون بند کر دیا تھا، ویسے بھی نائلہ کی دلکش رفاقت سے اس نے جتنا لطف اٹھانا تھا اٹھا لیا تھا، میرا اس کے آفس میں نئی اپائنٹ ہو کر آئی تھی اس کا نوخیز حسن نائلہ کی ہر ادا کو مات کرتا تھا اور سمعان ویسے بھی معیار پر سمجھوتہ نہیں کرتا تھا، یوں بھی اسے نائلہ کے ناز و انداز اب بور کرنے لگے تھے بھنورا صفت انسان کسی ایک ڈال پر تو نہیں ہمہ وقت منڈلاتا۔

"میرا تعلق کیوں نہیں ہے، تمہیں اس بات کا جواب دینا پڑے گا، سوری کرنا پڑے گی اس عہد کے ساتھ کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" وہ جانے کن خوش کن خوابوں میں گھری ہوئی تھی، پھر جتنے دن سمعان بنکاک میں رہا تھا اس نے بھی غصے سے فون نہیں کیا تھا دوسری طرف سمعان کو اس کی اب اتنی پرواہ نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

آئلہ کے وجود میں ماعون کے پیار کی نشانی پل رہی تھی، آئلہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خدا پاک شادی کے تیسرے برس ان پر اپنا کرم کر دے گا، اس کی ساس اکثر اسے کسی نہ کسی ڈاکٹر کے پاس بھیجتی رہتی تھیں کہ اس کی گود ابھی تک ہری کیوں نہیں ہوئی، ڈاکٹرز ہر بار تسلی دے کر بھیج دیتے تھے کہ مسئلہ کوئی نہیں ہے بس دیر سویر ضرور ہے اور اب یہ کرم ہوا تھا تو کن حالات میں جب وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر میکے کی دہلیز پر آ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ماعون کو فون کر کے بتا دو، یہ آنے والا بچہ ضرور اس کا دل موم کر دے گا اور وہ تمہیں منا کر اپنے گھر لے جائے گا۔" جب سے اماں کو اس خوشخبری کے بارے میں پتہ چلا تھا وہ اٹھتے بیٹھتے ایک ہی بات کرتی تھیں۔

"نہیں اماں جس طرح ماعون نے بغیر کسی غلطی کے مجھے نکالا ہے میں انہیں خود سے کبھی کال نہیں کروں گی اگر انہیں میری ضرورت ہوئی تو وہ خود ہی میری طرف پلٹ کر آئیں گے۔" اس نے بھی ضد پکڑ لی تھی۔

"مرد کے ساتھ ضد بازی نہیں چلتی، عورت جتنا جھک جائے اتنا ہی کامیاب رہتی ہے۔"

"اماں تمہیں کیا پتہ میں کتنا جھک گئی تھی، میں نے تو آج تک ماعون اور اس کی محبت میں سر نہیں اٹھایا تھا مگر اس نے پھر بھی میری قدر نہ کی۔" لہجے میں نمی سی گھل گئی تھی۔

"قدر تو قسمت والوں کو ملا کرتی ہے۔" اماں نے کہا تھا۔

"جس کی قسمت میں قدر تھی وہ تو اس کو ٹھوکر مار کر چلی گئی۔" وہ بڑبڑائی تھی۔

"اس کا نام مت لو میرے سامنے۔" اماں ہمیشہ کی طرح اس کے ذکر پر بھڑک اٹھی تھیں اور اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں۔

"ماعون دیکھنا ایک دن یہ بچہ تمہیں میرے پاس واپس لے آئے گا پھر ہم پہلے کی طرح ہنسی خوشی زندگی گزاریں گے۔" اس نے کئی دنوں سے آنکھوں میں بہت سے حسین سپنے سجا لئے تھے۔

☆☆☆

"میرا کون ہوتی ہے آپ کے ساتھ بنکاک جانے والی۔" سمعان واپس آیا تو نائلہ پورے استحقاق اور رعب کے ساتھ اس کے سامنے تن گئی تھی، اس نے سمعان کے لئے اتنی قربانیاں دی تھیں حتیٰ کے اپنی کوکھ تک اجاڑ ڈالی تھی اور اب اتنا تو اس کا حق بنتا تھا کہ وہ یہ استحقاق جما سکتی۔

"تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی۔" اس کی رفاقت کے رنگ یوں بھی پھیکے پڑ گئے تھے اور وہ بے خبر تھی، سمعان نے ماتھے پر تیوری چڑھا کر پوچھا تھا۔

"اچھا اب میں کون ہو گئی آپ کے لئے۔" وہ طنزیہ مسکرائی تھی۔

"نائلہ مجھے اس قسم کا لہجہ بالکل پسند نہیں ہے اور نہ ہی میں عادی ہوں اس سب کا، اس لئے اپنے آپ کو کنٹرول کرو ورنہ......"

"ورنہ کیا؟" نائلہ اس انداز پر ششدر تھی اس نے سمعان کا ادھورا جملہ اچک لیا تھا۔

"ورنہ کے آگے بہت کچھ ہے، تم بہت سمجھدار ہو اس لئے جان لو گی۔" وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا تھا اور پھر نائلہ نے دیکھا کہ سمعان آہستہ آہستہ بدلنے لگا ہے، میرا کے ساتھ اس کی وقت گزاری بڑھ گئی تھی اور اسی رفتار سے اس کی چاہت میں کمی آ گئی ہے۔

"سمعان آئی ایم سوری۔" وہ اس کے ساتھ ٹکر نہیں لے سکتی تھی اس لئے پہلے ہی مرحلے پر پسپائی اختیار کر گئی تھی۔

"سوری مگر کس بات پر۔" ان دنوں وہ یونہی کھڑے کھڑے نائلہ کی بات سنا کرتا تھا، اس کے پاس بیٹھنے کی فرصت اسے کب تھی۔

"وہ میں نے اس دن آپ سے بدتمیزی کی تھی۔" وہ الفاظ کو ندامت سے چور کر کے بولی

Scan & PDF
EJAZ AHMED
Friends Korner.com

تھی، وہ جتنی موٹی آسامی تھا اس کے نائلہ کو گڑ گڑانا اس کے سامنے اور جھک جانا منظور تھا مگر سمعان اسے چھوڑ دے یہ گوارا نہیں تھا۔

''بڑی جلدی احساس ہو گیا نائلہ بیگم، حالانکہ میں نے کہا تھا نا کہ میں اس لہجے کا عادی نہیں ہوں۔'' وہ الفاظ چبا چبا کر بولا تھا۔

''پلیز سمعان آپ کی طرف سے میں ذرا سی بھی بے نیازی برداشت نہیں کر سکتی ہوں اس دن جانے مجھے کیا ہو گیا تا سوری اگین۔''

''میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔'' سمعان نے عجیب سے انداز میں پوچھا تھا۔

''آف کورس، آپ ہیں تو میں ہوں، آپ کو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گی۔'' وہ اپنی جگہ سے چند قدم چلتے ہوئے آگے آئی تھی اور سمعان کے کندھے پر سر رکھ دیا تھا۔

''تو پھر آئندہ میری مرضی سے چلنا ہو گا۔''

''یہ کیا شرط ہے بھلا، آج تک میں نے آپ کی کس بات سے رد گردانی کی ہے، جیسا آپ نے چاہا میں نے ویسا ہی کیا، جیسا آپ نے سوچا میں نے ویسا ہی کہا۔''

''جو میں کہہ رہا ہوں مجھے اس کا جواب چاہیے، آج سے تمہاری آنکھیں بھی بند اور کان بھی بند۔'' وہ پتہ نہیں اس سے کیا منوانا چاہ رہا تھا، وہ نائلہ ہی کیا جو سمعان کی بات سے انکار کر جائے سو اس نے خاموشی سے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور پھر اسی دن سے وہ ایسی دلدل میں پھنس گئی تھی کہ چاہ کر بھی جس سے نہ نکل سکتی تھی، سمعان نے یوں بھی میرا کو پا کر اسے چھوڑنا ہی تھا، مگر جس طرح وہ اپنی اندھی خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہوئے سمعان کو ہی مرکز و محور بنائے بیٹھی تھی اس بات سے اس کے شاطر ذہن نے بہت جلدی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اس کے لئے سونے کا انڈا دینے والی مرغی ثابت ہو سکتی ہے، بس پھر کیا تھا اس نے نائلہ پر احسان کرتے ہوئے اسے معافی دے دی تھی اور بدلے میں نائلہ کی ہستی کو بہت ارزاں کر دیا تھا، وہ اب سمعان کے ساتھ ساتھ اس کے کاروباری دوستوں کا بھی دل بہلاتی تھی، سمعان نے جتنا اس پر لٹایا تھا اس دوگنا کر کے اس سے وصول کر رہا تھا، اس نے جتنے لوگوں کا دل دکھایا تھا اس کو یہ سزا تو ملنا ہی تھی، اب وہ ہارون کو چھوڑ کر پچھتاتی تھی، مگر پچھتاوے کا سفر تب آغاز ہوا تھا جب وہ اپنے بہت سارے نقصان کر بیٹھی تھی، وہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتی تھی یہ دکھ کم تو نہیں تھا، وہ اب اس دلدل سے نکلنا چاہتی تھی یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی، مگر سمعان نے اس کے گرد ایسا تانا بانا کھینچا تھا کہ وہ تا عمر اس دلدل سے نہیں نکل سکتی تھی۔

☆☆☆

''ماعون بیٹا آئلہ ہاسپٹل میں ہے اور تمہارے بچے کو جنم دینے والی ہے۔'' آئلہ کو ہاسپٹل لے گئے تھے اور وہیں سے اس کی اماں نے ماعون کو فون کر دیا تھا۔

''ماں جی کیا؟'' وہ اتنی بڑی خبر سنکر سکتے میں آ گیا تھا، یوں بھی جب سے آئلہ گئی تھی تب سے وہ اس کو بہت یاد کرتا تھا، ایک طرف بھائی کی دگرگوں حالت تھی اور دوسری طرف انا پرستی جو آئلہ کی طرف رجوع کرنے میں روکتی تھی ورنہ آئلہ کے جانے کے بعد اس نے جانا تھا کہ اصل محبت کبھی کم نہیں ہوتی، آئلہ کی محبت اس کے دل میں بھی ویسی ہی ہری بھری ہے۔

''ہاں بیٹا، بس آئلہ کی ضد تھی اس لئے تمہیں پہلے بتایا نہیں، مگر اب آ جاؤ، اب اسے تمہاری ضرورت ہے، بیٹا ایسے موقع پر شوہر کی موجودگی بیوی کے لئے بہت بڑی ڈھارس ہوتی ہے۔''

''میں ابھی آیا ماں جی۔'' وہ اڑتا ہوا ہاسپٹل پہنچا تھا۔

وہ ہاسپٹل پہنچا تو آئلہ لیبر روم میں تھی اور اماں تسبیح ہاتھ میں لئے پریشان بیٹھی تھیں۔

''سب خیریت ہے نا اماں۔'' اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا آخر کچھ دیر بعد اس کے کان اپنے بچے کی آواز سننے والے تھے۔

''یہ تو رب سوہنا ہی بہتر جانتا ہے، آئلہ کو آپریشن کے لئے لے گئے ہیں، اللہ سوہنا بہتر کرے گا۔'' وہ بتا کر پھر کچھ منہ میں پڑھنے لگی تھیں۔

انتظار کے لمحات تھے کہ طویل ہوتے جا رہے تھے، آخر صبر آزما انتظار کے بعد لیبر روم کا دروازہ کھلا تھا اور ایک نرس بچے کو ہاتھ میں لئے ہوئے باہر آئی تھی۔

''میرا بیٹا۔'' نرس نے اسے بتایا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے اس نے بچے کو سینے میں بھینچ لیا تھا۔

''سوری ہم آپ کی مسز کو نہیں بچا سکے۔'' نرس کے پیچھے ہی ڈاکٹر باہر آئی تھی اور ماعون سے کہنے لگی تھی، اماں کے ہاتھوں میں تسبیح چھوٹ کر فرش پر گر گئی تھی اور ماعون کے تو سر پر غم کا آسمان گر پڑا تھا، آئلہ اس سے روٹھ کر اتنی دور کیسے جا سکتی ہے، وہ دیوانہ وار اندر بھاگا تھا مگر اندر کچھ نہیں تھا سوائے آئلہ کے بے جان اور سرد وجود کے، وہ اس کی پیشانی پر اپنا چہرہ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

اب جب خوشیاں دیکھنے کے دن آئے تھے آئلہ اسے غم کے اندھیروں میں دھکیل گئی تھی۔

''آئلہ اٹھو اپنے بیٹے کو دیکھو وہ بالکل تم جیسا ہے، میں اکیلا اسے کیسے پالوں گا، میں تمہارے بغیر کیسے جی پاؤں گا، آئلہ اٹھو، ہم سے یوں منہ موڑ کر مت جاؤ۔'' اماں کی چیخیں تھیں اور ماعون کے عورتوں کی مانند بین، جو ہر سننے والے کا سینہ شق کرتے تھے، مگر آئلہ تو وہاں جا چکی تھی جہاں سے کچھ بھی سننے کے لئے کبھی واپس نہیں آ سکتی تھی۔

زندگی تیری عطا ہے تو یہ جانے والا
تیری بخشش تیری دہلیز پہ دھر جائے گا
ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کے بھی نہ روئے گا تو مر جائے گا

''اماں، اماں دروازہ تو کھولیں، بس ایک بار، بس ایک بار اپنے سینے سے لگا لیں، پھر میں چلی جاؤں گی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔'' آئلہ کا چالیسواں بھی ہو چکا تھا مگر اداسی اور غم گھر کے در و دیوار سے جونک بن کر چمٹ گئے تھے، عطر اور کافور کی خوشبو اس گھر کی فضا میں رچ بس گئی تھی جب وہ سمعان سے چوری دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے گھر اپنوں کی ایک جھلک دیکھنے کو آئی تھی، اماں نے دروازے میں اس کی شکل دیکھتے ہی دروازہ سختی سے بند کر لیا تھا اور اب وہ باہر کھڑی منتیں کر رہی تھی فریاد کر رہی تھی۔

''ہماری عزت کا جنازہ تو نے نکال دیا، اپنی بہن کو تو کھا لیا، اب کیا لینے آئی ہے یہاں، آئلہ مر گئی تو، تو بھی مر گئی ہمارے لئے۔'' اماں کی خشک آنکھیں ایک بار پھر برسنے لگی تھیں۔

''کیا آئلہ مر گئی۔'' نائلہ کے دل کو کسی نے برچھی سے چیرا تھا۔

''ہائے میری بہن، میری آئلہ مر گئی، میں بھی زندہ نہیں رہوں گی، میں بھی مر جاؤں گی۔'' وہ روتے چلاتے پلٹ گئی تھی، واپس اپنے گھر یا کسی دریا میں کود کر جان دینے، اماں کو یہ نہیں پتہ تھا ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا مگر انہوں نے دل پر پتھر باندھ لیے تھے، جو کچھ نائلہ نے ان کے ساتھ کیا تھا اس نے ان کو ہر جذبات و احساسات سے عاری کر دیا تھا، دل بے شک خون کے آنسو رو رہا تھا مگر اس کے لئے کی سزا بھی تو اس کو ملنی چاہیے تھی نا۔

☆☆☆

Scan & PDF
EIAZ AHMED
FriendsKorner.com

محبتوں میں حساب کیسا

پانچویں قسط

مدیحہ تبسم

اس کی آنکھوں سے بربریت کے شعلے لپکتے دیکھ کر ماہا سراسیمگی کے عالم میں پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے جا لگی تھی، صالح کا اپنی طرف ہر اٹھتا قدم دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن معدوم ہوتی جا رہی تھی۔

''کیا سنا ہے ابھی تم نے؟'' عین اس کے سر پہ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے سرد اور بھرپور لہجے میں پھنکارا تھا، ماہا کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

''کک..... کچھ نہیں۔'' کانپتی ٹانگوں اور لرزتے وجود کے ساتھ وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''چٹاخ۔'' اگلے ہی پل اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور ماہا کے گال پہ پانچ انگلیوں کے نشان ثبت ہو گئے۔

مارے خوف و دہشت کے ماہا کی آنکھیں

ناولٹ

پھٹ گئیں، بائیں گال پہ ہاتھ رکھے وہ آنکھوں میں حد درجہ خوف و ہراس لئے اسے دیکھ رہی تھی، آنسو بھی پلکوں کے اندر ہی کہیں ٹھہر کے رہ گئے تھے، اس سے پہلے کہ وہ نیچے زمین پہ ڈھے جاتی اس نے کندھے سے پکڑ کے اسے اوپر کھینچتے ہوئے دوبارہ اپنے سامنے کیا تھا۔

''اتنا تو تم جان ہی چکی ہو کہ میں صالح عبد الرحمٰن نہیں ہوں، لیکن اگر یہ بات اس کمرے سے باہر نکلی تو تم لوگوں کا صالح اس زمین پر دوسرا سانس نہیں لے سکے گا۔'' اس کا سفاک غراتا ہوا لہجہ ماہا کے حواس معطل کر گیا تھا۔

''ایک بات یہاں بٹھا لو ماہا عبداللہ!'' اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی تے دو دفعہ اس کے سر پہ ہلکی سی ضرب لگائی، ماہا کی یہ ضرب کسی بھاری فولادی گرز سے کم نہیں لگی تھی۔

''صالح اس وقت میرے قبضے میں ہے اور میں جب تک نہ چاہوں تم لوگ اس کی آواز تک نہیں سن سکتے اور جب تک میں اپنے مقصد میں

Scan & PDF FIAK AHMED

کامیاب نہ ہولوں، تم لوگ صالح سے محروم ہی رہو گے، لیکن اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو صالح کے ساتھ ساتھ اس گھر کے ہر فرد کی جان شدید خطرے میں ڈال دو گی، کیونکہ قاتل خواہ ایک قتل کرے یا دس، اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' اس نے دھاڑتے ہوئے ماہا کو پیچھے دھکیلا تھا۔

''ناؤ گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔'' وہ دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے چلایا۔

وہ اندھا دھند بھاگتے ہوئے باہر نکلی اور اپنے کمرے میں پہنچ گئی اس کا ذہن سخت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا تھا، دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی، یقیناً اس وقت کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا ورنہ ضرور اس کی طرف لپکتا۔

اندھیرے میں ڈوبتے ہوئے ذہن کو بیدار کرنے کے لئے اس نے پوری قوت صرف کر کے چلا کے کسی کو پکارنا چاہا تھا لیکن اس کے حلق سے آواز نکل نہیں پائی تھی اور اگلے ہی لمحے وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہو کر دھڑام سے زمین پہ آ رہی تھی۔

☆☆☆

نہ فکر فردا، نہ یاد ماضی
نہ چین دل کو نہ بے قراری
نہ حد سے گزرا ہوا جنوں
نہ خاموشی وہ پہلے جیسی
بس اک اداسی ہے دھیمی دھیمی
جو زندگی کے ادھورے پن کو
حدوں سے آگے بڑھا رہی ہے
شاید تیری یاد آ رہی ہے
ہاں.....!
تیری یاد آ رہی ہے

خدا خدا کر کے چھٹیوں کا اختتام ہوا تو نازو کے جسم میں گویا طاقت سی بھر گئی، اتنے دنوں سے وہ جو نڈھال اور پژمردہ تھی آج اس کا جوش قابل دید تھا، صبح کالج جانے کی خوشی اور حقیقت میں عدیل ہاشمی سے ملنے کی خوشی کی وجہ سے وہ ساری رات سوئی ہی نہیں تھی۔

صبح اٹھتے ہی اس نے جانے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں، یونیفارم تو رات کو ہی پریس کر لیا تھا، بیگ، کتابیں، فائل ہر چیز ترتیب دے لی تھی، خوب اچھی طرح نہا کر گیلے بالوں کو ہلکا سا کیچ کر کے یونہی پشت پہ چھوڑ دیا، آنکھوں میں بھر بھر کے کاجل لگایا، ہونٹوں پہ نیچرل کلر کی لپ اسٹک لگائی۔

ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا جو اس کے خوشی سے جگمگاتے وجود کی گواہی دے رہا تھا اگرچہ اتنے دنوں بعد عدیل سے ملنے کے لئے یہ تیاری اسے ناکافی لگ رہی تھی تاہم فی الحال اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

''نازو پتر! ناشتہ تو کر لے۔'' اسے بغیر ناشتے کے جاتا دیکھ کر ابا نے کہا تھا۔

''نئیں ابا! بھوک نہیں ہے اتنے دنوں سے دیر سے ناشتہ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے ناں تو اب ذرا بھی بھوک نہیں ہے، میں وہیں سے کچھ کھا لوں گی۔'' دل میں تو خوشی کے باعث لڈو پھوٹ رہے تھے سرے سے بھوک ہی نہیں تھی لیکن ابا کو مطمئن کرنا ضروری تھا، اسی لئے اس نے فوراً جواز بھی بتا دیا تھا مبادا ابا زبردستی روک ہی نہ لے، جبکہ وہ تو اڑ کے آج کالج پہنچ جانا چاہتی تھی۔

''اچھا..... چل پھر یہ پیسے رکھ لے، وہیں سے کچھ کھا پی لینا، سارا دن بھوکی نہ رہنا۔'' ابا نے جیب سے چند نوٹ نکال کر اسے پکڑائے تو وہ اتنی جلدی جان چھوٹ جانے پر شکر ادا کرتی ابا کے ہاتھ سے پیسے پکڑ کے باہر نکل گئی۔

آج وہ معمول سے پہلے ہی کالج پہنچ گئی تھی، کہیں کہیں اکا دکا اسٹوڈنٹس نظر آ رہی تھیں،

کچھ آج پہلا دن تھا ویسے بھی تعداد کم ہی تھی، ٹیچرز بھی کم ہی نظر آ رہی تھیں۔

''میری نہیں آئی اب تک۔'' ایک نظر رسٹ واچ پہ ڈالتے ہوئے اس نے دوبارہ گیٹ سے داخل ہوتی لڑکیوں پہ ڈالی اور اس کے انتظار میں لان میں نیچے گھاس پہ ہی آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی۔

''السلام و علیکم..... کیسی ہو نازنین!'' تقریباً ایک گھنٹہ ہو چلا تھا اسے میری کا انتظار کرتے ہوئے اب تو وہ پریشان ہو چکی تھی، جب آشنا سی آواز پہ اس نے سر اٹھا کے دیکھا، سامنے اس کی کلاس فیلو عدیلہ نقوی کھڑی تھی۔

''وعلیکم السلام..... آئم فائن'' عدیلہ نقوی کے لبوں پہ بڑی دوستانہ مسکراہٹ تھی لہٰذا ناچار اسے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

''آج اکیلی نظر آ رہی ہو، مہرین کہاں ہے؟'' وہ خود ہی اس کے برابر بیٹھتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

وہ اور مہرین دونوں ہر جگہ ایک ساتھ پائی جاتی تھی، کالج کی ہر طالبہ ان کی گاڑھی دوستی سے خوب واقف تھی، کچھ لڑکیوں نے ان دونوں سے دوستی کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ دونوں کسی کو خاطر میں نہ لائی تھیں، البتہ ہیلو ہائے پوری کلاس سے ہی تھی۔

''ابھی تک تو نہیں آئی۔'' گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

''تمہاری اور مہرین کی کافی دوستی ہے۔'' عدیلہ نقوی نے بات برائے بات پوچھا تھا۔

آج زیادہ تر کلاسز آف تھیں کیونکہ پروفیسرز ہی چھٹی پر تھیں، عدیلہ نقوی بھی شاید ٹائم پاس کرنے کے لئے اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

''ہاں، ظاہر ہے۔'' نازو نے بے نیازی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب ..... ☆
خمار گندم ..... ☆
دنیا گول ہے ..... ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ..... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ..... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلئے ..... ☆
نگری نگری پھرا مسافر ..... ☆
خط انشا جی کے ..... ☆
بستی کے اک کوچے میں ..... ☆
چاند نگر ..... ☆
دل وحشی ..... ☆
آپ سے کیا پردہ ..... ☆

ڈاکٹر مولوی عبدالحق
قواعد اردو ..... ☆
انتخاب کلام میر ..... ☆

ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف نثر ..... ☆
طیف غزل ..... ☆
طیف اقبال ..... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز 7321690-7310797

"میں دراصل صوبہ سندھ کی رہنے والی ہوں یہاں پنجاب میں Migrate ہو کے آئی ہوں جب میں نئی نئی آئی تھی تو ہی سمجھی تھی کہ تم اور مہرین کزنز ہو، ایکچوئلی تم دونوں کا Life style اتنا ملتا ہے کہ تم کزنز ہی لگتی ہو۔" عدیلہ نقوی کی باتوں نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی تھی۔

"اچھا۔" اسے بے حد خوشی کا احساس ہوا تھا کہ لوگ اسے اور میری کو ایک ہی کلاس سے سمجھتے ہیں، اس کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی تھی کہ وہ میری کو کاپی کرے۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ اب میں میری جیسی لگنے لگی ہوں۔" اس نے دل میں سوچا۔

"لیکن یہ تو مجھے بعد میں پتا چلا کہ تم کزنز نہیں ہو، بلکہ میری ایک Uper class سے Relate کرتی ہے جبکہ تم ایک گاؤں کی رہنے والی لڑکی ہو۔" عدیلہ نقوی اپنی ہی دھن میں بول رہی تھی۔

"دھڑام۔" نازو کو یوں لگا تھا جیسے کسی نے پوری قوت سے اسے کسی بلند عمارت سے نیچے گرا دیا ہو۔

"تو کیا وہ اتنا کچھ کر لینے کے بعد بھی وہیں عام سی پینڈو لڑکی ہی رہے گی۔" اس سوچ نے گویا اسے پاتال سے گرا دیا تھا۔

"عمومی طور پر گاؤں کی لڑکیاں بہت سادہ اور معصوم ہوتی ہیں، اکثر اوقات اپنے اچھے برے میں بھی تمیز نہیں کر پاتیں، میں تمہیں کوئی نصیحت نہیں کر رہی لیکن ہم جماعت ہونے کے ناطے اتنا ضرور کہوں گی نہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے ایک دفعہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے بارے میں ضرور سوچ لینا۔" وہ عدیلہ نقوی کو جتنا سیدھا سمجھ رہی تھی وہ اتنی بھی سیدھی نہیں تھی، شاید اسے نازنین کے بارے میں کچھ سن گن مل گئی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" وہ بری طرح چونکی۔

دل اندر کہیں اس خوف سے بھی دھڑکا تھا کہ عدیلہ نقوی اس کے اور عدیل ہاشمی کے تعلق میں بارے میں کچھ جان تو نہیں گئی۔

"مطلب تو بہت صاف اور واضح ہوتا ہے نازنین! ہمیں یہی سمجھنے میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔" وہ دھیرے سے کہتی شاید کسی سوچ میں گم تھی، کوئی گہری سوچ۔

"مجھے تو تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔" نازو نے اس پل پل رنگ بدلتی لڑکی کو الجھ کر دیکھا تھا۔

"دیکھو نازنین! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں۔" عدیلہ نقوی نے اپنا ہاتھ نازو کے ہاتھ کے اوپر رکھتے ہوئے نرم اپنائیت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"مہرین کی ریپوٹیشن اچھی نہیں ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی برباد کر دے گی۔"

"شٹ اپ۔" نازو نے اپنے ہاتھ پہ دھرا اس کا ہاتھ زور سے پرے جھٹکا تھا۔

"مجھے پتہ تھا کہ تم غصہ میں آ جاؤ گی لیکن یہ میرا فرض کہ....." وہ کچھ کہنے جا رہی تھی کہ نازو نے بے حد غصے سے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"تم اپنے فرائض اپنے پاس سنبھال کے رکھو تو زیادہ بہتر ہو گا، میں اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہوں، میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کون میرا دوست ہے اور کون دشمن، تھینک یو سو مچ۔" نہایت بدلحاظی سے اسے ٹوکتی وہ مارے طیش کے کھڑی ہو گئی۔

"یہی تو تم جانتی نہیں ہو اور اسی غلط فہمی میں تم اپنا نقصان کر بیٹھو گی، ناقابل تلافی نقصان۔" عدیلہ نقوی نے سخت متاسف نظروں سے اس کے پھولے ہوئے سانس اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کو جانچا تھا۔

"ڈونٹ وری مس عدیلہ نقوی! اگر میں اپنا کوئی نقصان کروں گی تو تمہارے پاس ہیلپ کے لئے ہرگز نہیں آؤں گی، لہٰذا تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" تیز فیصلے لہجے میں کہتے ہوئے وہ مزید وہاں نہیں رکی تھی۔

"توبہ، کس قدر جیلس ہیں یہ لڑکیاں میری اور مہری کی فرینڈ شپ سے کس قدر اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں، کیا میں خود نہیں جانتی میری نے کس کس طرح میری مدد کی ہے بلکہ اس کے تو مجھ پر بہت احسانات ہیں جن کا بدلہ شاید میں ساری عمر نہ چکا سکوں۔" خود کو پرسکون کرتے ہوئے وہ ایک کلاس روم میں داخل ہو گئی، آج کا سارا دن تو جلتے کڑھتے اور مہری کا انتظار کرتے ہوئے ہی گزرا تھا۔

☆☆☆

"اب کیسی طبیعت ہے۔" اس کی آنکھیں کھلیں تو اپنے اوپر رمشاء کو جھکے ہوئے پایا۔

"توبہ ہے ماہا! تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی، میں کمرے میں آئی تو تم ہوش و حواس سے بیگانہ زمین پہ پڑی تھی، شکر ہے کہ اب تمہیں ہوش آ گیا ہے۔" ہالہ اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر فوراً بول اٹھی تھی۔

"تمہارے اندر صبر نہیں ہے اسے ڈھنگ سے ہوش تو آ لینے دو۔" منال نے اسے لتاڑا جو حسب عادت بغیر سوچے سمجھے شروع ہو گئی تھی۔

"ماہا! یہ لو پانی پی لو بیٹا!" منزہ نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا پھر سہارا دے کر اسے اٹھایا۔

پانی دیکھ کر ماہا کو یوں محسوس ہوا تھا گویا اس کے حلق میں کانٹے اگے ہوئے ہیں صدیوں سے وہ پانی کو ترستی چلی آ رہی ہو، منزہ نے پانی کا گلاس اس کے منہ کو لگایا تو وہ ایک ہی سانس میں غٹا غٹ چڑھا گئی۔

"لیٹ جاؤ آرام سے شاباش۔" انہوں نے دوبارہ اسے لٹا دیا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے اپنے کمانے پینے کا خیال رکھا کرو، بس سارا دن یا کتابوں میں گم رہتی ہے یا کام کو چت جانی ہے اپنی ڈائٹ کی ذرا پرواہ نہیں کرتی، پھر یہی حال ہونا ہے۔" الماس نہایت فکرمندی سے اس کا نقاہت زدہ چہرہ دیکھ کر ڈپٹ رہی تھیں۔

"رہنے دو الماس! بچی کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے اب تم مت ڈانٹو۔" منزہ محبت سے اس کے ماتھے پہ آئے بال ہٹاتے ہوئے الماس سے مخاطب ہوئیں۔

"امی! میں ماہا کے لئے کچھ لے کر آؤں پھر اسے میڈیسن بھی دینی ہے۔" رمشاء نے ماہا کی پیلی رنگت دیکھ کر ماں سے استفسار کیا۔

"ہاں جاؤ، دودھ کے ساتھ کچھ ہلکا پھلکا لے آؤ۔" منزہ نے کہا تو وہ فوراً کچن کی جانب پلٹی۔

ہالہ نے تو ماہا کو بے ہوش پڑے دیکھ کر چلانا شروع کر دیا تھا، شکر تھا کہ غوری گھر پہ تھا وہ جلدی سے ڈاکٹر کو لے آیا، رمشاء اور منال نے اسے اٹھا کے بیڈ پہ لٹایا تھا، ڈاکٹر نے کہا تھا کوئی زیادہ پریشانی والی بات نہیں ہے، بس کسی اچانک صدمے اور ٹینشن کی وجہ سے یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔

جبکہ الماس کا خیال تھا وہ اپنی صحت کی طرف سے بہت لاپرواہ ہے، کھانے پینے میں لاپرواہی اور امتحان کی تیاری باعث اس نے اپنی حالت ایسی بنا ڈالی ہے۔

"یہ لو، میں دودھ کے ساتھ رسک لے کے آئی ہوں، تھوڑا سا کھا لو، پھر تم نے میڈیسن لینی ہے۔" رمشاء نے لڑنے لا کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی، سہارا دے کر اسے اٹھایا، بکھرے بالوں کو سمیٹ کے پیچھا کیا اور اسے رسک کھلانے لگی۔

ماہا غائب دماغی سے کھا رہی تھی، اسے کچھ

Scan & PDF FIZA AHMED Friends Korner.com

خبر نہ تھی رمشاء اسے کیا کھلا رہی ہے، نہ کوئی ذائقہ تھا نہ احساس، رمشاء نے خود ہی ہاتھ رکھا تھا، پھر اسے دوا کھلائی سیرپ پلایا، بستر کی شکنیں درست کیں، بیک سے تکیہ ہٹایا اور نرمی سے اسے دوبارہ لٹا دیا وہ کسی روبوٹ کی مانند ہر فعل انجام دے رہی تھی۔

دوا کھاتے ہی اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہونے لگی تھیں، پھر سے دماغ پر غنودگی چھانے لگی تھی۔

"میرا خیال ہے ماہا کو آرام کرنے دیا جائے، ویسے بھی ڈاکٹر نے کہا تھا یہ جتنا آرام کرے گی اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔" اسے آنکھیں بند کرتا دیکھ کر ہالہ نے آہستگی سے کہا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔" منال نے بھی اس کی تائید کی تھی، وہ سب آہستگی سے آگے پیچھے باہر نکل گئی تھیں۔

ماہا کی آنکھ دوبارہ کھلی تو حواس کسی قدر ٹھکانے آچکے تھے کمرے میں مدھم نیلگوں روشنی پھیلی تھی، آنکھیں کھول کے اس نے اپنے اردگرد کی تعیین کی تھی، کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ بیٹھ گئی۔

"یہ شخص کون ہے؟" ذہن میں سوچنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو سب سے پہلے ہی سوال ابھرا تھا۔

"اتنا تو تم جان چکی ہو کہ میں صالح عبد الرحمن نہیں ہوں، لیکن اگر یہ بات اس کمرے سے باہر نکلی تو تم لوگوں کا صالح اس زمین پر دوسرا سانس نہیں لے سکے گا۔" اس کا حد درجہ سفاکی لئے ہوئے پھنکارتا لہجہ ماہا کی سماعت میں گونجا تھا۔

بری طرح بے چین ہوتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو جکڑا تھا۔

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ، وہ صرف تمہاری فیملی ہے، میرے کچھ نہیں لگتے، تمہاری فیملی، صرف تمہاری فیملی۔"

"جب تک میں نہ چاہوں کوئی یہ نہیں بتا سکے گا کہ تم صالح عبد الرحمن ہو، عبد الرحمن کے حقیقی بیٹے، جب تک یہ کارڈ میرے ہاتھ میں ہے تم بالکل بے بس و بے اختیار ہو۔" وہی سرد غراتا ہوا جارحیت سے بھرپور لہجہ اس کے اردگرد گونجنے لگا تھا۔

"نہیں..... نہیں۔" اس نے دونوں ہتھیلیاں کانوں پہ رکھ کے اس آواز کو روکنا چاہا تھا۔

"نہیں ہوسکتا، یہ کیسے ہوسکتا ہے، ایک اجنبی نہیں ہوسکتا۔" وہ اب دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھ کے رونے لگی تھی، آنسو اس کے چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔

"اس سے پہلے کہ یہ شخص ہمیں کوئی ناقابل تلافی نقصان پہنچائے مجھے کسی کو بتا دینا چاہیے۔" کافی دیر رو چکنے کے بعد جب اس کا دل کچھ ہلکا ہوا، تو وہ خود کلامی کے سے انداز میں کہتی بیڈ سے نیچے اتر گئی، جوتا پہنے بغیر ننگے پاؤں ہی وہ عجلت میں دروازے کی سمت بڑھی۔

"اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو صالح کے ساتھ ساتھ اس گھر کے ہر فرد کی جان شدید خطرے میں ڈال دو گی، کیونکہ قاتل خواہ ایک قتل کرے یا دس، وہ قاتل ہی کہلائے گا۔" پھر اسی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے تھے۔

ہینڈل پہ رکھا اس کا ہاتھ بالکل ساکت ہو چکا تھا، وہیں دروازے کے ساتھ اپنی پشت لگاتے ہوئے وہ نیچے ڈھے گئی۔

"یا اللہ! میں کیا کروں؟" دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے وہ بے بسی کی آخری انتہا پہ تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی کہ اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتی تھی، پتہ

نہیں وہ کس کس چیز کو رو رہی تھی۔

صالح عبد الرحمن کی گمشدگی کو.....!

اپنے نصیب کو.....!

تائی امی کی سادگی کو.....!

انہیں اگر یہ پتہ چل جاتا کہ یہ میرا صالح نہیں بلکہ کوئی اجنبی ہے تو وہ شاید جیتے جی مر جاتیں اور ماہا بھی ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی، کچھ بھی نہیں۔

☆☆☆

"یہ کیا رونی صورت بنا رکھی ہے اور منہ کو لٹکا رکھا ہے، اب یہ بہانے بازیاں بند کرو اور سیدھی ہو جاؤ۔" تیسرے دن سب اسے کمرے سے کھینچ لائے تھے، اس کی خاموشی اور پژمردگی ان میں سے کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

وہ سب تو قطعاً بے خبر تھے اس بیچاری پر کیسی قیامت گزر گئی تھی، دو دن وہ دانستہ کمرے میں بند رہی تھی اور خود کو مضبوط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے یار! اس طرح تو تم کبھی بیمار نہیں پڑیں۔" رمشاء نے محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا، چہرے پہ تشویش کے آثار لئے وہ ماہا کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے اس طرح پہلے کبھی میری تیمار داری بھی تو نہیں کی۔" وہ بمشکل چہرے پہ ہلکی سی مسکان نمودار کر پائی تھی۔

"باس..... اس سے زیادہ کی مجھ سے امید نہ رکھنا، میں اب ایسی بھی مدر ٹریسا نہیں ہوں اب اپنے ہاتھ پاؤں ہلاؤ، خود کرو اور خود کھاؤ۔" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے تنبیہی لہجہ اختیار کیا تھا۔

"اچھا بابا، اچھا، مت کھلانا تم مجھے، میں خود ہی بنا لوں گی اب۔" ماہا اس کے انداز پہ بے ساختہ مسکرائی تھی، اب کی دفعہ مسکراہٹ اس کے اندر سے ابھری تھی اسے اپنی ول پاور سے کام لینا نہیں پڑا تھا۔

اس نے تہیہ کر لیا تھا وہ جو کچھ بھی کرے گی اکیلی کرے گی، وہ اس نام نہاد صالح عبد الرحمن سے کوئی اچھی توقع نہیں رکھتی تھی، اسے اپنے پیاروں کی زندگی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی ان پر کوئی آنچ بھی آئے، وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، وہ جلدی بازی میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی جو خود اس کے اور اس کے گھر والوں کے لئے آزمائش اور تکلیف کا سبب بنے، وہ اس معاملے کو خود ہی نمٹانا چاہتی تھی۔

"شکر ہے کھرنوٹا خدا خدا کر کے۔" ہالہ نے اسے مسکراتا دیکھ کر بے اختیار اطمینان بھری سانس خارج کی۔

"تو اور کیا، تمہاری سڑی ہوئی شکل دیکھ دیکھ کر میرا تو اپنا جی اوب گیا تھا۔" منال نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

ان کے چہروں پہ ماہا کے لئے جو محبت تھی اس نے ماہا کی پلکوں کو نم کر دیا تھا۔

"اگر یہ سب وہ جان جائیں جو میرے علم میں آچکا ہے تو.....؟" وہ زہریلی سوچ ایک مرتبہ پھر اسے ناگ بن کے ڈسنے لگی تھی۔

"اب پھر مراقبے میں چلی گئی ہو۔" رمشاء نے زور سے اس کا کندھا ہلایا، تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یار! میں سوچ رہی تھی میں اپنی اسٹڈی کو کیسے کور کروں گی؟ میں نے تو بہت سارے لیکچرز مس کر دیئے ہیں۔" اس نے بروقت جھوٹ گھڑ لیا تھا۔

"دھت تیرے کی، ابھی تک پڑھائی کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہو، کیا بنے گا تیرا الڑ کیچ کبھی اپنے اردگرد بھی نظر دوڑا لی کرو، طبیعت میں افاقہ ہوگا۔" ہالہ نے سخت متاسف نظروں سے اسے دیکھا تھا اور ساتھ ہی نظروں سے سامنے کی طرف اشارہ کر دیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اس نے ہالہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو اسے لگا تھا وہ سچ مچ پتھر کی ہوگئی ہے، پورے تین دن بعد آج وہ اس شخص کا دوبارہ سامنا کررہی تھی اسے دیکھتے ہی اس کا چہرہ فق سا ہوگیا تھا، دل کی دھڑکن کی رفتار ایک دم ہی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، اسے لگ رہا تھا اس کی دو دن خود کو سمجھانے کی محنت اکارت چلی جائے گی اور وہ اس شخص کے سامنے حواس کھودے گی۔

"کیسی ہو ماہا! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" وہ بڑی اپنائیت سے استفسار کررہا تھا اس کی آنکھوں میں گزرے لمحات کی پرچھائیں تک نہیں تھی۔

دھوکے باز۔

مکار۔

ایکٹر۔

منافق۔

ماہا کے اندر لاوا پکنے لگا، ان گنت سوالات اس کے اردگرد چکرانے لگے، ایک دم ذہن پر بہت بوجھ بڑھ گیا تھا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"کیا ہوا ماہا!" اس کی متغیر ہوتی حالت دیکھ کر منال اس کی طرف لپکی۔

"آں..... بس شاید سر چکرا رہا ہے۔" اس نے بدقت تمام خود کو بولنے پہ آمادہ کیا تھا۔

"چلو کمرے میں آرام کرو، میں تمہارے لئے چائے لے کر آتی ہوں۔" رمشاء نے اسے بازو سے پکڑ کے اٹھایا تو وہ اس کا سہارا لے کر کھڑی ہوگئی۔

"رمشاء لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر جانا میں کچھ دیر آرام کروں گی۔" بیڈ پہ اس کا سہارا لے کر لیٹتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"ٹھہرو سونے سے پہلے کچھ کھا پی لو میڈیسن لے لو، پھر سو جانا۔" رمشاء اس کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھ کے ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

"نہیں مجھے بہت نیند آرہی ہے فی الحال سونے دو۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی آنکھیں بند کرلیں، گویا اس طرف اشارہ تھا کہ اب مجھے مزید ڈسٹرب مت کیا جائے۔

رمشاء چند ثانیے تفکر سے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی، اس کے باہر نکلتے ہی ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے وہ ایک مرتبہ پھر پھوٹ پھوٹ کے رودی۔

☆☆☆

"کہاں تھیں تم.....؟" وہ مہرین کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی تھی۔

کل کا سارا دن اس نے جس بے تابی اور بے قراری کی انتہا پر گزارا تھا، وہی جانتی تھی، جدائیوں کے کٹھن مرحلات سے گزرتے ہوئے اسے احساس ہوا تھا عدیل ہاشمی اس کے لئے کیا اہمیت اختیار کرچکا تھا، گھر میں تو جیسے تیسے کرکے اس نے دن گزار لئے تھے کل کالج آنے کے باوجود وہ عدیل ہاشمی سے مل نہیں پائی تھی تو بے قراری حد سے بڑھ گئی تھی۔

شکر تھا کہ آج مہرین ٹائم پہ آگئی تھی اسے زیادہ دیر اس کے انتظار میں جان لیوا لمحات نہیں کاٹنا پڑے تھے۔

"ہائے میری جان! کیسی ہو؟" مہرین اسے دیکھتے ہی اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"اتنے دنوں بعد ملے ہیں نہ سلام نہ دعا آتے ہی چڑھائی شروع کردی۔" اس نے آڑے ہاتھوں نازو کو لیا۔

"سوری یار! میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ۔" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے خجل سے لہجے میں بولی۔

اس کے سر پہ عدیل ہاشمی کا بھوت اس قدر سوار تھا کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ اپنی اکلوتی دوست سے اتنے دنوں بعد مل رہی ہے۔

"چلو چھوڑو اس شرمندگی کو، آؤ وہاں بیٹھتے ہیں۔" اس کے چہرے پہ خجالت کے آثار دیکھ کر مہرین نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سامنے لان میں پڑے بینچ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"کیسی رہیں تمہاری ووکیشن؟" نازو نے سراہتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا جو نئے ہیرا اسٹائل اور نیو لک کے ساتھ بڑی چارمنگ لگ رہی تھی۔

"فنٹاسٹک، اس دفعہ تو ہم نے بہت انجوائے کیا، ایکچوئلی سکندر نے اپنا نیا بزنس اسٹارٹ کیا ہے ناں جسے Introduce کروانے کے لئے کئی پارٹیز ارینج کرنا پڑیں کل بھی میں اسی وجہ سے نہیں آسکی تھی میں اور سکندر شہر سے باہر بزنس ڈنر میں انوائیٹ تھے۔" بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے ہوئے وہ اسے تفصیلاً آگاہ کررہی تھی۔

"عدیل سے کانٹیکٹ ہوا تمہارا یا سکندر کا۔" کافی دیر سے لبوں پہ مچلتے سوال کو اس نے پوچھ ہی ڈالا تھا کہ اس سے زیادہ اس میں صبر کا یارا نہیں تھا۔

"ہاں ہوا تھا، وہ کل ہی واپس پاکستان آیا تھا، ایکچوئلی ٹور تو اس کا بھی مزید تھا اس کے پاپا بھی اس کے جلد آنے پر خفا ہورہے تھے لیکن جیسے ہی اسے پتہ چلا کہ ہمارے کالج ری اوپن ہوچکے ہوں تو وہ ایک دن بھی مزید وہاں نہیں ٹھہرا، اگرچہ وہ تم سے ناراض ہے لیکن پھر بھی وہ تم سے ملے بغیر اب مزید نہیں رہ سکتا اور تم بھی سدھر جاؤ اب کسی کے جنون کو اس قدر بھی نہیں آزماتے۔" آخر میں اس نے اسے پیار بھری سرزنش کی تھی۔

مہری کے الفاظ نہیں تھے مہکتے گلاب تھے جو کسی نے دل کھول کر اس پر نچھاور کردیئے تھے، جن کی مہک نے اس کے پورے وجود کو معطر کردیا تھا۔

"آج گیارہ بجے وہ تمہیں لینے آئے گا۔" مہری نے اسے اطلاع دی۔

"گیارہ بجے، لیکن ابھی تو نو بجے ہیں، آج اتنی لیٹ۔" نازو نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے اچنبھے سے دریافت کیا تھا۔

اس کی حیرت بجا تھی، اس کے خیال کے مطابق تو عدیل ہاشمی کو اب تک آجانا چاہیے تھا کیونکہ جب انہوں نے سارا دن ساتھ گزارا ہوتا تھا تو وہ صبح کالج ٹائم میں ہی آکر اسے لے جاتا تھا اور چھٹی ہونے تک چھوڑ جاتا تھا اور آج تو وہ دونوں پھر اتنے دنوں بعد مل رہے تھے آج تو وہ زیادہ ٹائم ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔

"کیا بات ہے بھئی اب تو دو گھنٹے ہمارے ساتھ نہیں گزار سکتی، عدیل ہاشمی کے علاوہ بھی اب کسی اور کا حق ہے تم پر کہ نہیں۔" مہری نے معنی خیزی سے نگاہیں گھماتے ہوئے اسے چھیڑا تھا، جواباً نازو کا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

"یہ تو اب میں عدیل سے پوچھ کے ہی بتا سکتی ہوں کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مجھ پر حق جتلا سکتا ہے یا نہیں۔" اب کی دفعہ اس کے لہجے میں بھی شرارت رچی ہوئی تھی، لہجے میں خود بخود احساس تفخر پیدا ہوگیا تھا۔

"اوہ تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے۔" اس نے وسل کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے، نازو نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

عدیل ہاشمی سے ملنے کا سرور ابھی سے اس پر چھا رہا تھا، متوقع صورت حال کا تصور کرکے اس کا دل ہواؤں میں اڑا جارہا تھا۔

"چلو پھر تب تک کینٹین کو ہی رونق بخشتے ہیں۔" مہری اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے بولی، تو وہ بھی اس کی تقلید میں کھڑی ہوگئی، کہ اب یہ دو گھنٹے تو کسی نہ کسی طرح گزارنے ہی تھے، مہری کی سنگت میں ذرا اچھے گزر جاتے تھے اور کچھ نہیں تو اس کی باتوں میں عدیل ہاشمی کا تذکرہ تو

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ہوتا تھا اور نازو کا تو آج کل یہ حال تھا کہ۔

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص
یا ہم سے گفتگو نہ کرے

☆☆☆

آج اس کی طبیعت پہلے کی نسبت کافی سنبھلی ہوئی تھی آج تو وہ رمشاء کے ساتھ کالج بھی گئی تھی، گھر والوں نے بھی شکر کیا تھا کہ اس کی حالت بہتر ہو گئی ہے۔

نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد وہ چاروں ہال کمرے میں براجمان تھیں، ماہا کی بیماری کے باعث منزہ اور الماس رات کا کھانا خود ہی بناتی تھیں، رمشاء تو زیادہ تر اسی کی تیمارداری میں لگی رہتی تھی۔

"رمشاء! کیا کر رہی ہو تم۔" منزہ عجلت بھرے انداز میں کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"کچھ خاص نہیں۔" رمشاء فوراً سیدھی ہوئی۔

"لگتا ہے امی کو کوئی کام یاد آ گیا ہے، یا کچن کا راؤنڈ لگانا پڑے گا۔" وہ خود ہی قیاس آرائی کرنے لگی۔

"یہ کیا ہر وقت اول جلول حلیے میں گھومتی رہتی ہو کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں تمہارے پاس۔" جھنجلاہٹ بھرے انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے تنقیدی نظر سے اسے سرتاپا دیکھا۔

"جی...... امی......" وہ ہونق پن سے انہیں دیکھنے لگی۔

آج سے پہلے تو انہوں نے کبھی اس کے لباس پر تنقید نہیں کی تھی، بس بے ہودہ لباس نہ ہو، پورا جسم ڈھانپتا ہو، اس سے زیادہ انہوں نے کبھی نہیں ٹوکا تھا اور اس بات کا خیال تو وہ سب خود بھی رکھتی تھیں کہ ان کی تربیت ہی مشرقی نہج پہ کی گئی تھی۔

"میں نے کہا عقل سے ماورا بات کی ہے جو یوں منہ کھول کے مجھے دیکھ رہی ہو، چلو اٹھو اور کوئی ڈھنگ کے کپڑے پہنو بلکہ یوں کرو وہ جو تمہارا پنک کلر کا ڈریس ہے جو تمہاری پھپھو لے کر آئی تھیں وہ پہن لو اور بالوں کو بھی شیمپو کر لینا، کیا جھاڑ جھنکار بنا رکھا ہے۔" اس کے یوں تکنے پر وہ مزید جھنجلا گئی تھیں اور اسی جھنجلاہٹ میں اسے مزید ہدایت دے ڈالی۔

ایسا آرڈر وہ بھی منزہ کی طرف سے چونکہ آج پہلی مرتبہ جاری ہوا تھا اسی لئے وہ ابھی تک انہیں ہونق پن سے دیکھے جا رہی تھی۔

"اب اٹھ بھی چکو۔" اسے صم بکم کی کیفیت میں براجمان دیکھ کر وہ گرج کے بولیں، تو رمشاء جیسے خوابِ غفلت سے جاگتے ہوئے اچھل کے کھڑی ہوئی تھی۔

ان تینوں کے لبوں پر مدھم مسکان بکھر گئی، منزہ کے آرڈر پہ حیرت تو انہیں بھی ہوئی تھی لیکن وہ کسی حد تک بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں، جبکہ رمشاء کے پلے خاک بھی نہیں پڑا تھا۔

"اور تم تینوں بھی اٹھ جاؤ، منال! تم دیکھو ڈرائینگ روم کی ڈسٹنگ ڈھنگ سے کی گئی ہے، ہالہ! تم اپنی چچی جان کے ساتھ کچن کو دیکھو اور ماہا! تم میرے اور الماس کے کپڑے پریس کر دو۔" انہوں نے باری باری تینوں کو حکم نامے جاری کیے وہ تینوں فوراً الرٹ ہوئی تھیں۔

"تائی جان! کوئی Speceal گیسٹ آ رہے ہیں کیا؟" ماہا نے ہمت کر کے پوچھا تھا اور ایسی ہمت ان چاروں میں سے وہی کر سکتی تھی۔

"ہاں عبداللہ کے کسی دوست کی فیملی آ رہی ہے، اب اٹھ جاؤ تم سب، ہری اپ، وہ لوگ بس پہنچنے والے ہی ہوں گے۔" انہوں نے سرسری انداز اپناتے ہوئے آخر میں انہیں پھر جلد اٹھنے کی تاکید کر دی تھی۔

منزہ کے جواب میں ماہا نے معنی خیز نظروں سے رمشاء کو دیکھا تھا، جو خود ایک دفعہ ٹھٹک گئی تھی، لیکن ماں کی مزید ڈانٹ سے بچنے کے لئے وہ وہاں نہیں رکی تھی، ماہا کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

ہالہ کچن جبکہ منال ڈرائینگ روم میں گھس گئی تھی جبکہ ہالہ نے فوراً رمشاء کا پیچھا کیا تھا۔

"ابو کے کون سے دوست آ رہے ہیں تمہیں پتہ ہے؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ رمشاء کے سر ہو گئی تھی، نہایت تجاہل عارفانہ سے کام لیا گیا تھا۔

"جی نہیں! آپ کے ابو کے دوست ہیں آپ ہی زیادہ بہتر جانتی ہوں گی۔" وارڈ روب کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ تپ کے بولی تھی۔

"لیکن ہدایت نامہ تو تائی امی نے تمہارے لئے جاری کیا ہے۔" اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو رمشاء فقط اسے گھور کے رہ گئی۔

وہ تو خود کشمکش کا شکار تھی کہ امی کو آج کیا ہو گیا ہے چاچو کے دوست کی فیملی سے اس کا لین دین؟

"رمشاء...... رمشاء!" منال اسے پکارتے ہوئے دو، دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے دھاڑ سے دروازہ کھول کے پھولے سانسوں سمیت اندر داخل ہوئی تھی۔

"یا اللہ خیر!" رمشاء نے دہل کے اس کی حالت کو دیکھا تھا۔

"وہ جو آنٹی نہیں تھیں؟" ہمیشہ کی طرح اس نے نہایت بے تکے انداز میں بات کا آغاز کیا تھا۔

"نہیں۔" ماہا نے جھٹ سر نفی میں ہلایا۔

"افوہ، میں تم سے نہیں رمشاء سے پوچھ رہی ہوں۔" اس نے جلبلا کے ماہا کو ٹوکا پھر بڑے جوش و خروش رمشاء کی طرف متوجہ ہوئی۔

"وہی آنٹی جو اس دن ہمیں شاپنگ سنٹر میں ملی تھیں، سر فاروق لغاری کی مسز، وہ آئی ہیں ساتھ میں فاروق انکل بھی ہیں بمع پھل اور مٹھائی کے ٹوکروں کے۔"

رمشاء کی چھٹی حس نے الارم بجایا تھا، ساتھ ہی اس کے دل نے ایک بیٹ بھی مس کی تھی، کسی کی شرارت سے لبریز آنکھیں اس کے تصور میں در آئی تھیں، دل میں ابھرتے خیال کو اس نے پوری قوت سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی، مگر بری طرح ناکام رہی تھی، دل ہمک ہمک کر جو راگ الاپ رہا تھا وہ اسے خود سے خوفزدہ کیئے دے رہا تھا۔

"اوہ...... ہو۔" ماہا نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے اوہ کو خوب کھینچا تھا۔

"دیکھنا تھا کہیں رنگ بھی تو نہیں اٹھا لائے۔" رمشاء کے چہرے پہ پھیلے خفت کے رنگوں کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے مزید چھیڑا تھا۔

"ماہا کی بچی!" رمشاء نے صوفے سے کشن اٹھاتے ہوئے اسے دے مارا۔

"یہ تخریب کاریاں سنبھال رکھو اب اس "لسوڑے" کے کام آئیں گی۔" اس نے ہنستے ہوئے باسہولت کشن کو کیچ کیا تھا، رمشاء کے چہرے پہ پھیلے رنگوں میں اضافہ ہوا تھا۔

"رمشاء جلدی نیچے آؤ، امی جان بلا رہی ہیں۔" اس سے پہلے کہ ماہا اس کا ناک میں دم کر دیتی، ہالہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے اطلاع پہنچائی تھی۔

امی جان کا حکم نامہ سن کر رمشاء کا سانس ایک لحظے کے لئے رک سا گیا تھا۔

"فکر نہ کرو آنٹی! انکل اکیلے آئے ہیں، ساتھ میں تمہارا وہ "لسوڑا" نہیں ہے۔" ہالہ کون سا کم تھی جو اسے بخش جاتی۔

"یہ کیا تم لوگوں نے بدتمیزوں کی طرح لسوڑا لسوڑا لگا رکھی ہے، اس کا نام ارغان ہے لسوڑا نہیں ہے۔" انتہائی تپ کر کہتے ہوئے اس نے ہالہ کو گھورا تھا، غیر اختیاری طور پر ہی وہ ایسا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کر گئی تھی۔
"ہائے اللہ! میں مر جاؤں۔" ہالہ تو غش کھا کے وہیں گر پڑی تھی۔
"منال! ذرا چیک کرنا، میری سماعت تو ٹھیک ہے ناں؟ میرے کانوں نے وہی سنا ہے جو میں سمجھ رہی ہوں۔" ماہا نے اپنی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے منال کے قریب ہوتے ہوئے کہا تھا۔
رمشاء کو یکدم اپنی جلد بازی میں کی گئی غلطی کا احساس ہوا تھا، ایک تو وہ پہلے ہی خفت زدہ تھی ان کی چھیڑ خانی سے مزید سرخ پڑ گئی، جی تو چاہ رہا تھا کہ دونوں کو رکھ رکھ کے ایک چماٹ لگائے لیکن پتہ نہیں کیوں اتنی شرم آڑے آ رہی تھی اوپر سے مصیبت تو یہ تھی کہ وہ سب اسے برا بھی نہیں لگ رہا تھا۔
"ہالہ..... ماہا..... نیچے آؤ۔" اس سے پہلے کہ ان کے منہ مزید کھلتے منزہ کی پکار نے انہیں الرٹ کر دیا تھا۔
"منال اور ہالہ! تم دونوں فوری نیچے پہنچو میں رمشاء کو لے کر آتی ہوں۔" ماہا کی بات پہ سر ہلاتے ہوئے وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئی تھیں، جبکہ ماہا نے رمشاء کے نہ، نہ کرنے کے باوجود اسے لائیٹ پنک میک اپ کر دیا تھا۔
شرمائی گھبرائی ہوئی وہ ویسے ہی اتنی کیوٹ لگ رہی تھی کہ اسے کسی میک اپ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔
"ماشا اللہ! ماشا اللہ!" اپنی معیت میں جب وہ اسے لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو آنٹی اور انکل نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا تھا۔
اندر منزہ اور الماس کے علاوہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی موجود تھے سب کی موجودگی میں تو وہ سر ہی نہیں اٹھا سکی تھی۔
"کیسی ہو رمشاء! اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟" مسز فاروق نہال ہوتی نظروں سے اسے دیکھ کے بولی تھی۔
"جی آنٹی! فائن۔" وہ مختصراً اتنا ہی کہہ سکی تھی۔
"کب ہو رہے ہیں آپ کے کالج ایگزامز۔" فاروق لغاری کے لہجے میں اس کے لئے محسوس کی جانے والی شفقت اور محبت تھی۔
"نیکسٹ منتھ۔" قالین پہ نظریں جمائے جمائے اس نے جواب دیا تھا۔
چند ادھر ادھر کی باتیں کر چکنے کے بعد وہ اب ماہا کو ٹہوکے دے رہی تھی جس کا مطلب تھا اب یہاں دفعان ہونے کا سوچو، لیکن ماہا تو ایسی ڈھیٹ بنی بیٹھی تھی کہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔
"جاؤ بیٹا! ہالہ وغیرہ کے ساتھ لان دیکھو۔" اس کی حالت کے پیش نظر الماس نے اسے یہاں سے جلد اٹھا دینا ہی مناسب سمجھا تھا۔
رمشاء تو جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق باؤں سر پہ رکھ کے بھاگی تھی، کھانا نہایت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، فاروق لغاری نے بہت اچھے اسلوب میں اپنے بیٹے ارغان لغاری کے لئے رمشاء کا ہاتھ مانگا تھا، جس کے بارے میں وہ پہلے ہی عبداللہ سے تذکرہ کر چکے تھے۔
ارغان لغاری، عبداللہ صاحب کا دیکھا بھالا لڑکا تھا، پھر فاروق لغاری سے ان کے ذاتی تعلقات بھی تھے، ان کے لئے تو اعزاز کی بات تھی اتنی اچھی فیملی خود چل کر ان کے گھر تک آئی تھی، ان کی بیٹی کے لئے، انکار کی تو گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی تھی، تاہم پھر بھی عبدالرحمٰن اور منزہ نے رسماً ہی سہی ان سے کچھ وقت ضرور مانگا تھا۔
ویسے بھی جس انداز میں فاروق لغاری کی پذیرائی کی گئی تھی اس سے وہ بہت مطمئن اور مسرور تھے۔

☆☆☆

میرے چاند سنو!
میرے چاند چ میری اک بات سنو
میرا تم بن دل ویران سنو
ہر صبح کی رونق تم سے ہے
میری رات کے روشن چاند سنو
تیرا سب سے ہر انداز الگ
تیرے ہنسنے سے ہو شام دھنگ
تیرے بن ہر صبح لگتی ہے شام، سنو
میرے چاند! میری اک بات سنو
اک وعدہ کر لو تم مجھ سے
تم اب نہ روٹھو گے مجھ سے
رک جائے نہ میری سانس، سنو
میرے چاند! میری اک بات سنو

آج وہ کتنے دنوں بعد ایک دوسرے سے ملے تھے، گنتی تھی کہ ختم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھی، عدیل ہاشمی اسے گیارہ بجے لینے آ گیا تھا، وہ اگرچہ اس سے ناراض تھا تاہم اتنے دنوں بعد اس کی شکل دیکھتے ہی غصہ اور ناراضی نہ جانے کہاں جا سوئے تھے۔
"تم تو کوئی جادو ہو جو ہر دفعہ نئے سرے سے چڑھ کے بولتا ہے، میں نے پکا تہیہ کر رکھا تھا کہ تم سے بالکل بھی بات نہیں کرنی، لیکن اتنے دنوں تمہیں دیکھتے ہی اتنا پیار آیا کہ سارے ارادے اور بہتے پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئے۔" عدیل ہاشمی اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔
آج بھی وہ اسے نسبتاً ویران جگہ پہ لے کے آیا تھا جہاں اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔
"اور مجھ سے پوچھ کے دیکھیں، میں نے جو اتنے دن آپ کے بغیر گزارے ہیں، میرے لئے وہ دن کسی عذاب سے کم نہیں تھے ہر صبح، شام ہونے کا انتظار کرتی تھی اور ہر شام کو پھر صبح کے انتظار میں بیٹھ جاتی تھی، بس نہیں چلتا تھا کہ دنیا کے تمام کیلنڈروں سے اتنے دن ہی مٹا دیتی جتنے ہمارے وصال میں حائل تھے۔" وہ لفظ لفظ میں اپنی محبت کی صداقت سمو کے بولی تھی۔
"جھوٹ..... بالکل جھوٹ۔" عدیل نے قطعیت سے کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں موجود اس کے ہاتھ کو جھٹکا تھا۔
"اگر تمہیں اتنی ہی میری یاد ستاتی ہوتی تو تم یوں مجھ سے دور نہ ہوتی کہ میں تمہاری شکل دیکھنے کو، تمہاری آواز سننے کو ترس جاؤں، پاگلوں کی طرح میں تم سے ملاقات کو ترستا رہا، لیکن ملاقات تو دور کی بات میں تو تمہارا کونٹیکٹ نمبر تک نہیں جان سکا کہ تم سے رابطہ ہی کر لیتا۔" وہ اگر غصے سے کہہ رہا تھا تو بالکل حق بجانب تھا مہری سے اس نے ہزار دفعہ فون نمبر مانگا تھا لیکن اس بیچاری کے پاس خود ہوتا تو وہ کسی اور کو دیتی۔
"ایسے مت کہیں آپ۔" نازو نے تڑپ کے اس کے ہاتھ دوبارہ تھامے تھے، اگرچہ وہ غصے میں آ گیا تھا تاہم اس نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد نہیں کرائے تھے۔
"میری کچھ مجبوریاں ہیں عدیل! جو میں آپ کو نہیں سمجھا سکتی۔" لجاجت سے کہتے ہوئے اس کے چہرے پہ بے پناہ تھکان اتر آئی تھی۔
"کون سی ایسی مجبوریاں ہیں جو تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہیں۔" اس کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا شکوہ تھا۔
"عدیل! آپ سے عزیز تو مجھے کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ اپنی جان بھی نہیں، لیکن کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا مجھے سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ مسائل ہی میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔" وہ لب کچلتے ہوئے شکستہ لہجے میں بولی تھی۔
وہ کیسے بتا سکتی تھی اس کو کہ وہ ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے جس کے ماں باپ سیدھے سادھے اور دیہاتی لوگ تھے، اس کا رشتہ بچپن سے اپنے پھپھو زاد کے ساتھ طے جو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نہایت بدھو آدمی ہے، اس کے والدین مر کے بھی اسے عدیل ہاشمی کے ساتھ نہیں بیاہ سکتے، عدیل ہاشمی ہر لحاظ سے بہتر ہونے کے باوجود اس کے جاہل گنوار اور اجڈ منگیتر کی جگہ نہیں لے سکتا۔

ایک اعلیٰ اسٹیٹس سے بی لونگ کرنے والا شخص مڈل کلاس کی تنگ نظریوں کو کیسے سمجھ سکتا تھا؟

پھر نازو خود بھی تو اس ماحول سے بیزار ہو چکی تھی، عدیل ہاشمی کی سنگت میں اس نے جب بھی اپنے پیچھے نظر ڈالی تھی اسے سوائے اکتاہٹ کے کچھ نہ ملا تھا، سو وہ خود بھی جلد از جلد اس ماحول سے چھٹکارا پا کر آزاد زندگی کی فضاؤں کو عدیل ہاشمی کی پرکشش رفاقت میں گزارنا چاہتی تھی۔

"تمہارے کون سے ایسے مسائل ہیں جو میں حل نہیں کر سکتا، میری موجودگی میں بھی اگر تمہیں مسائل اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر تف ہے مجھ پر، بتاؤ مجھے کیا مسئلہ ہے تمہیں۔" وہ از حد سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اچھا چلیں چھوڑیں ان باتوں کو، آج ہم اتنے دنوں بعد ملے ہیں تو اچھی اچھی باتیں کریں۔" وہ صاف کنی کترا گئی، صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی۔

"ٹال مٹول سے کام مت لو نازو! I am sorious now۔" سنجیدگی کی تحریر اس کے چہرے سے صاف پڑھی جا سکتی تھی، نازو نے آج پہلی دفعہ اسے اس حد تک سنجیدہ دیکھا تھا، ورنہ وہ زیادہ تر ہنستا مسکراتا اور پیار محبت کرتا ہی نظر آتا تھا۔

نازنین نے کچھ کہنے کی بجائے سرد آہ کھینچتے ہوئے سر نیچے جھکا لیا تھا، دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کو کھرچنے کی سعی لاحاصل کرتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی عدیل نے نہایت خاموشی سے اس کے انداز کو نوٹ کیا تھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے ناز! جس کا اختیار تمہارے پاس ہے لیکن یہ جان لینا یہ میری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔" خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد وہ حتمی انداز میں گویا ہوا تھا۔

سوچ کے گہرے دریا سے چونکتے ہوئے نازو نے استفہامیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں تم سے ابھی شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں اپنے پیرنٹس کو تمہاری طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔" نگاہوں کو اس کے چہرے پہ فوکس کیے وہ گہرے لہجے میں بولا۔

نازو کا دل ایکدم سے دھڑکا تھا، اس نے عدیل ہاشمی کی طرف دیکھا جو دونوں بازو سینے پہ لپیٹتے ہوئے اس کے تاثرات کو جانچ رہا تھا۔

"عدیل! اتنی جلدی؟" مارے خوشی کے اس کی آواز حلق سے برآمد نہیں ہو رہی تھی، عدیل کے الفاظ نے اسے اپنی نگاہوں میں کس قدر معتبر کر دیا تھا، اب وہ نازنین سے مسز عدیل ہاشمی بن جائے گی، یہ احساس ہی اس قدر خوش کن تھا کہ اس کا دل ہواؤں میں اڑا چلا جا رہا تھا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ ابھی نہیں تم اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر لو پھر اس معاملے کو سوچیں گے، لیکن جو اتنے دن ہماری درمیان جدائی حائل رہی تو میں نے جانا کہ تم میری زندگی کا جزو لازم بن چکی ہو، اب میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا میں نے اپنی زندگی کے حصول کے لئے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔" اس کی سنجیدگی میں ابھی بھی فرق نہیں آیا تھا، ہاں البتہ اب وہ اسے دیکھنے کی بجائے اوپر آسمان پر کچھ کھوج رہا تھا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے عدیل! میں تو خود آپ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" وہ خوشی کے بے پایاں احساس سمیت بولی تھی۔

وہ شرم و حیا کے خول سے تو کب کی نکل چکی تھی، وہ قطعاً اپنے معاشرے اپنے گھر کے ماحول اور اپنے والدین کی تربیت کو فراموش کر چکی تھی، جب انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا ہے تو شرم و حیا کا نور اس سے دور ہوتا جاتا ہے اور یہیں سے انسان کی بدبختی کا دور شروع ہو جاتا ہے، شاید ناراض اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ وہ بھی حیاء جیسی نعمت سے محروم ہو چکی تھی، ایسی نعمت جس کا نعم البدل کوئی دوسرا نہیں۔

"اوہ...... تھینکس گاڈ! تو پھر بتاؤ کب بھیجوں اپنے پیرنٹس کو تمہارے دولت کدے پر؟" اس کی سنجیدگی یکدم غائب ہو گئی تھی اور چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا تھا، اس کا سوال سن کر نازو کے چہرے سے مسکراہٹ یکلخت ختم ہو گئی اور ایک سایہ سا اس کے چہرے پہ گزر گیا، نہایت مضطرب ہو کے اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائیں۔

"کیا ہوا ناز! خیریت ہے؟" عدیل نے پریشان ہو کے اس کے انداز کو نوٹ کیا اور اپنا دایاں ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھتے ہوئے نہایت اپنائیت و محبت سے دریافت کیا تھا۔

"عدیل! شاید میرے پیرنٹس ایگری نہ ہوں ہماری شادی پر۔" اس نے اپنا نچلا لب کچلتے ہوئے بالآخر اسے بتا ہی دیا۔

"بٹ وائے۔" عدیل کو تو گویا کرنٹ لگا تھا، بے حد حیران ہوتے ہوئے اس نے بے یقینی سے نازو کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نگاہیں چرا گئی بالآخر اس نے عدیل ہاشمی کو سب کچھ سچ بتانے کا ارادہ کر لیا۔

"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" اس نے دل میں سوچا اور دھیمے لہجے میں عدیل ہاشمی کو اپنے متعلق آگاہ کرنے لگی، وہ حیرت سے تصویر بنا اسے سنتا رہا۔

"جو کچھ بھی ہے عدیل! میں سب آپ کو بتا چکی ہوں۔" بات کے اختتام پر اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اٹس مین کہ میرا اپنے پیرنٹس کو تمہاری طرف بھیجنا نہ صرف بے کار ہے بلکہ اپنے لئے مزید مشکلات کھڑی کرنے کے مترادف ہے۔" تمام صورتحال سے آگاہ ہونے کے بعد اس نے اندازہ لگایا تھا۔

"مطلب کہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں؟ میں نے آپ سے اتنا کچھ کیوں چھپایا؟" نازو نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"کم آن یار! آئم ناٹ آ چائلڈ، جو ایسی فضول باتوں کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی تباہ کروں میرے لئے بس تم اہم ہو، تمہارے پیرنٹس اور تمہاری سوسائٹی نہیں۔" اس نے لاپروائی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"آئی لو یو سو مچ عدیل!" نازو نے بے پناہ احساس تشکر سمیت اسے دیکھا تھا۔

"آئی لو یو ٹو مائی لائف!" عدیل نے ایک شوخ جسارت کی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، آج تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"وعدہ کرو کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی، ساری زندگی میرے ساتھ گزارو گی۔" عدیل نے اپنی ہتھیلی سامنے پھیلائی۔

"وعدہ۔" نازو نے بلا جھجک اپنا ہاتھ اوپر رکھ دیا تھا اور اندر تک مطمئن ہو گئی تھی۔

☆☆☆

گھر بھر میں منگنی کی تیاریاں عروج پر تھیں، ایک طرف ماہا اور صالح کے لئے تیاریاں ہو رہی تھیں جبکہ دوسری طرف رمشاء اور ارغان کے لئے شاپنگ کی جا رہی تھی۔

ماہا اور صالح کی بات تو گھر والی ہی تھی لہٰذا دونوں کا فنکشن مشترکہ تھا، البتہ رمشاء اور ارغان کا فنکشن وہ الگ الگ کرنا چاہتے تھے، لیکن ینگ پارٹی کے پر زور اصرار اور صائمہ پھپھو کی تائید کی وجہ سے اب دونوں منگنیاں ایک ہی دن رکھ دی

Scan & PDF EIJAZ AHMED Friends Korner.com

گئی تھیں۔

تاہم بڑوں نے پھر اتنا اہتمام کیا تھا کہ زیادہ شور شرابا نہ کیا جائے اور نہ ہی زیادہ وسیع پیمانے پر ارینج منٹ کیا جائے، اپنی فیملی اور اس کے علاوہ چیدہ چیدہ لوگوں کو انوائیٹ کیا گیا تھا، تاہم ینگ پارٹی خوب ہلے گلے کا ارادہ رکھتی تھی۔

آج سب شاپنگ کے لئے نکلے ہوئے تھے، فنکشن میں صرف چار دن باقی رہ گئے تھے، پنڈی سے صائمہ پھپھو بھی تشریف لا چکی تھی، آج زیادہ تر شاپنگ انہوں نے ہی کرنا تھی، ماہا ان سب کے لاکھ اصرار کرنے پر بھی نہیں گئی تھی اس کے پاس بہت معقول عذر تھا۔

"علالت کی وجہ سے میں پہلے ہی کالج سے بہت چھٹیاں کر چکی ہوں اور اسٹڈی میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں، اب مجھے مزید نالائق مت کرو۔" اگرچہ وہ سب اس کے عذر کو خاطر میں نہ لانا چاہتے تھے لیکن جب وہ اپنی ضد پہ اڑی رہی تو ناچار انہیں اس کی ماننی ہی پڑی تھی۔

"مائی گاڈ!" ماہا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔

صبح سے وہ جس قدر ڈپریشن کا شکار تھی یہ وہی جانتی تھی، ان سب کو تو اس نے کسی نہ کسی طرح ٹال دیا تھا، لیکن اب خود کو کس طرح سمجھاتی، چار دن بعد اس کی منگنی ایسے شخص سے ہو رہی تھی جس کے بارے میں وہ صرف اس قدر جانتی تھی کہ یہ شخص صالح عبدالرحمن نہیں ہے، یہ جو کوئی بھی ہے ان کا دشمن ہے۔

اور تکلیف دہ بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے پیاروں کو آگاہ بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ آستین کا سانپ پال رہے ہیں، ان سب کے بے اندازہ پیار کو سمیٹنے والا ان کا اپنا خون نہیں بلکہ کوئی غاصب ہے، شکاری ہے جو ان کے آشیانے پہ گھات لگائے بیٹھا ہے۔

کئی دفعہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ امی کو یا وہب کو حقیقت حال سے باخبر کر دے لیکن ہر دفعہ وہی سرد، پھنکارتا ہوا لہجہ اسے زنجیر کر لیتا، تو وہ مجبور و بے بس ہو کر آنسو بہانے بیٹھ جاتی، ابھی بھی اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا، گھر میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا، وہ اپنے لئے چائے بنانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی۔

"السلام وعلیکم۔" عقب سے آواز پر وہ اچھل کے مڑی تھی، اپنے گیان و دھیان میں وہ اس قدر غرق تھی کہ اسے گاڑی رکنے کی آواز بھی سنائی نہیں دی تھی۔

"آ..... آپ۔" اسے دیکھتے ہی ماہا کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی ہاتھوں میں واضح لرزش پیدا ہو رہی تھی، جو مقابل کی آنکھوں سے ہرگز مخفی نہیں تھی۔

"اس قدر گھبرا کیوں رہی ہو تم؟ میں نے تم سے کچھ کہا تو نہیں۔" نہایت اطمینان و استحقاق سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

وہ جو اتنے دنوں سے اس کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی، آج تنہائی میں اسے اپنے مقابل پا کر خوف و ہراس کا شکار ہو گئی تھی

"بیٹھو۔" اس نے قریب پڑا اسٹول کھینچ کر اس کے سامنے کیا، اس کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ زیادہ دیر اپنے پاؤں پہ کھڑی نہیں رہ سکتی۔

"اب بتاؤ تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟" دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹ میں گھساتے ہوئے وہ بڑی فرصت سے اسے جانچ رہا تھا، آج اتنے دنوں بعد تو وہ اس کے ہاتھ لگی تھی ورنہ اسے دیکھتے ہی وہ کنی کترا جاتی تھی۔

"کک..... کون ہیں آپ.....؟" خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہوں؟" وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔

"ہمارا صالح کہاں ہے؟" اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"میری تحویل میں ہے۔" اس سوال کا اس نے جواب دے دیا تھا۔

"کیا آپ مجھے ان سے ملا سکتے ہیں۔" اس نے آس و نراس کی کیفیت میں گھر کے اسے دیکھا تھا کئی دنوں سے دل میں ابھرتے اس شوق و تجسس کو دبا نہیں سکی تھی۔

"ہاں۔" قدرے توقف سے اس نے جواب دیا تھا۔

ماہا نے بے یقینی میں گھر کے اسے دیکھا تھا، اس کے پورے وجود میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

"کیا وہ اپنے صالح سے مل سکے گی؟" یہ تصور ہی اس قدر خوش کن تھا کہ اس کا سارا خوف وہراس اڑ چھو ہو گیا۔

"کب؟" اس نے بے تابی سے دریافت کیا۔

"اس کا اختیار تو تمہارے پاس ہے۔" اس نے ذو معنی انداز اختیار کیا۔

"جی..... ای.....؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"میری ایک شرط ہے اگر تم اسے مان لو تو جب تم کہو گی میں تمہیں صالح سے ملوا دوں گا۔" وہ لب گہری نظروں سے اسے تول رہا تھا۔

ماہا کا دل کسی انجانے خدشے کے پیش نظر بڑی زور سے دھڑکا تھا۔

"کیا؟" ہمت کر کے اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔

"چار دن بعد ہماری انگیج منٹ ہے اگر تم اس دن منگنی کی بجائے نکاح کے لئے ہاں کر دو تو میں صالح سے تمہاری ملاقات کروا دوں گا۔" خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنا مدعا پیش کیا تھا۔

"واٹ؟" ماہا کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئی تھیں، اس کے مطالبے نے اسے ششدر کر دیا تھا۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو۔" ایک دم ہی غصے کی شدید لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، ضبط کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"میں نے تم سے کوئی ناجائز مطالبہ تو نہیں کیا۔" اس کے طمینان میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ ہماری شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، میں اگر اپنے گھر والوں کو بتا دوں کہ آپ وہ نہیں جو خود کو ظاہر کر رہے ہیں تو وہ آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی اس گھر میں برداشت نہ کریں۔" جوش و جذبات سے اس کی آواز کانپ گئی، اسٹول کو اتنی زور سے پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تھی کہ اسٹول پیچھے کی جانب لڑھک گیا تھا۔

"تو ایک بات تم بھی یاد رکھو لو ماہا عبداللہ! صالح اور اس کی فیملی کی سلامتی بھی تب تک ہے جب تک تمہاری زبان اس راز کو راز رکھنے کے قابل رہتی ہے، جس دن تم اس سے عاجز آ گئی سمجھ لینا وہ دن اس گھر کے مکینوں کے لئے قہر ثابت ہو گا اور اسے صرف لفظی مت سمجھنا۔" اس کا برمنلا سرد لہجہ ماہا کے سارے جذبات کو ٹھٹھرا کے رکھ گیا تھا۔

اک نگاہ غلط اس پہ ڈالے بغیر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا، جبکہ ماہا دہشت کے عالم میں وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔

"میں کچھ نہیں کر سکتی، کچھ بھی نہیں۔" ایک دفعہ پھر یہی سوچ اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

☆☆☆

"ماشاءاللہ! ماشاءاللہ!" ماہا اور رمشاء کو لا کر

Scan & PDF MAZ AHMED Friends Korner.com

سامنے اسٹیج پہ بٹھایا گیا تو سب کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ماہا نے کوپر اور سی گرین جبکہ رمشاء نے پنک اور سکائی کلر کا دیدہ زیب ڈریس زیب تن کیا تھا، فنکشن کی مناسبت سے میک اپ اور میچنگ جیولری بھی ان دونوں کو پہنائی گئی تھی، ارغان لغاری اپنی فیملی سمیت آ چکا تھا، ارغان بلیک ٹو پیس جبکہ صالح ڈیپ گرے پینٹ کوٹ میں غضب ڈھا رہا تھا، وہ تو عام دنوں میں بھی بہت خاص نظر آتا تھا آج تو پھر اس کا چہرہ اندرونی خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

"ویسے اتنے خوبصورت کپڑے، جیولری، میک اپ پھر انگیج منٹ رنگ، تمہارا تو دل کر رہا ہوگا کاش آج ماہا اور رمشاء کے ساتھ میرا بھی نمبر ہوتا۔" غوری کافی دیر سے اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا لیکن وہ شاید ماہا اور رمشاء کو تیار کروانے میں مصروف تھی جو اسے نظر نہیں آ رہی تھی، ابھی بھی وہ ماہا کے پھسلتے دوپٹے کو پن اپ کر کے نیچے اتری تو غوری نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"میرے دل میں تمہاری طرح لالچ نہیں بھرا ہوا، ہاں البتہ صالح بھائی اور ارغان بھائی کو دیکھ کر تمہارا دل بھی مچل رہا ہوگا۔" ہالہ بھنا کر پلٹی تھی، اس کی تذلیل وہ بھی غوری کرے اور وہ برداشت کر جائے یہ کہاں لکھا تھا۔

"ہاں میرا دل تو واقعی مچل رہا ہے اگر تم مان جاؤ تو میں بڑے ماموں سے بات کروں؟" آنکھوں میں شرارت سمو کر اس نے نچلے لب کا کونہ دبا کر معنی خیزی سے اسے دیکھا تھا۔

"کیوں وہ تمہاری چینا، ٹینا سب داغ مفارقت دی گئیں کیا؟" وہ ہالہ تھی اتنی جلدی ہاتھ آنے والی نہیں تھی۔

"اللہ نہ کرے۔" غوری نے شاندار ایکٹنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا، ہالہ نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نہ کرے میری منگنی ان میں سے کسی کے ساتھ ہو۔" اس نے کسی ماہر سیاستدان کی طرح فوراً بیان بدلا تھا۔

"او بھائی! کیوں میری جان کو اور سیاپا ڈال رہے ہو، مجھ سے تو دو منگنیاں نہیں نمٹائی جا رہی تم بھی اسی چکر میں سوٹڈ بوٹڈ ہو کے بیٹھ گئے تو سارے انتظامات تمہارے فرشتے کریں گے کیا؟" وہب جو کسی کام کے سلسلے میں اسے تلاش کر رہا تھا، قریب آتے ہوئے اس کا آخری جملہ سن کے فوراً بلبلا اٹھا تھا۔

"فکر نہ کر میرے بھائی! تو میرا کام کر تیرا کام اللہ کرے گا۔" غوری نے اسے زبردستی ساتھ لگاتے ہوئے فقیرانہ انداز اپنایا تھا۔

"دفع دور۔" وہب نے خالص زنانہ اسٹائل اپناتے ہوئے اسے ایک دھموکا جڑا تو وہ بیچارہ کراہ کر رہ گیا۔

"ظالم انسان! میرا کندھا سہلا کے رکھ دیا ہے۔" غوری اپنا کندھا سہلاتے ہوئے بولا تھا۔

"تیرے کرتوت ہی ایسے ہیں، شکل دیکھ اپنی منگنی کروانے کے چکروں میں پھر رہا ہے ذلیل انسان۔" وہب نے اسے بے دریغ سنائی تھیں۔

"میں بھی اسے یہی سمجھانا چاہ رہی تھی۔" ہالہ کو بھی لب کشائی کا موقع مل گیا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے تم سب سے خوبصورت ہوں، میرے حاسین کی تعداد تو ویسے ہی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔" وہ وہب جلی کٹی تو جیسے تیسے برداشت کر رہا تھا، ہالہ کا ٹکڑا تو اسے جلتے توے پر بٹھا گیا تھا وہ بلبلا کے بولا تھا۔

"ہائے رہے خوش فہمی۔" ہالہ نے اس کی بات کو اڑایا۔

"خوش فہمی نہیں، خود شناسی۔" اس نے تصحیح کرنا از حد ضروری سمجھا تھا۔

"جلدی انتظامات مکمل کرو پھر رسم کا آغاز کرنا ہے۔" انہیں ٹولے کی صورت میں باتیں بگھارتے دیکھ کر صائمہ پھپھو اسی طرف آ گئیں تھیں۔

"جی پھپھو!" ہالہ نے سعادت مندی سے سر ہلایا، پھر وہ تینوں ہی منتشر ہو گئے، جانتے تھے اگر صائمہ پھپھو کے علاوہ کسی اور ہتھے چڑھ گئے تو شامت اعمال لازمی ہے۔

"میرے خدا! یہ ڈھونگ کب ختم ہوگا۔" ماہا کے اندر ابال اٹھ رہے تھے، آج کا دن تھا کہ شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہی ہوتا چلا جا رہا تھا، وہ اس قدر جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی کہ بیچاری رمشاء کی خوشی پر بھی ڈھنگ سے خوش نہ ہو پائی تھی۔

"ہالہ! بات سنو۔" منزہ نے ایک نظر رسٹ واچ پہ ڈالتے ہوئے رسم کا آغاز کرنا چاہا تھا۔

"جی، امی جان!" ہالہ لپک کے آئی تھی۔

"جاؤ میرے بیڈ کے دراز میں ماہا اور ارغان کی رنگ پڑی ہیں وہ لے آؤ۔" منزہ کے آرڈر پہ اڑتی ہوئی اندر پہنچی تھی۔

سب سے پہلے منزہ نے ماہا کو صالح کے نام کی رنگ پہنا کر رسم کا آغاز کیا تھا۔

"بس اب یہ میرے صالح کی ہوئی۔" منزہ نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے محبت و ملامت سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

منزہ سے الگ ہوتے ہوئے غیر اختیاری طور پر ماہا کی نظر سامنے کی جانب اٹھی تھی، جہاں صالح اپنی مقناطیسی شخصیت سمیت آنکھوں میں شوق کا جہان آباد کیے اسے ہی دیکھ رہا تھا، ماہا کا دل یکبارگی بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"یا اللہ! کس قدر حسین ہے یہ شخص۔" اس کی سانسیں اتھل پتھل ہوئی تھیں۔

کچھ بھی تھا بہرحال ماہا نے اپنے دل کی دھرتی پہ سب سے پہلے جس شخص کی محبت کا بیج بویا تھا وہ ہی شخص تھا، وہ تو دوہری اذیت میں مبتلا تھی۔

نہ محبت کو پانے والوں میں سے تھی۔
نہ کھونے والوں میں سے تھی
عجب اذیت سی اذیت تھی
وہ وہاں موجود ہوتے ہوئے غائب تھی

مسز فاروق لغاری نے رمشاء کو رنگ پہنائی تھی، پھر عبدالرحمن نے ارغان کو جبکہ عبداللہ نے صالح کو رنگ پہنائی تھی ینگ پارٹی کے تمام ممبرز نے ان چاروں کو گفٹ دیئے تھے۔

یوں آج کی شام ان سب کو یادوں کی حسین تحفے تھما گئی تھی، مگر کاش آج کی حقیقت کوئی ماہا سے بھی پوچھ لیتا۔

☆☆☆

"بس یار! میں مزید پابندیاں برداشت نہیں کر سکتا۔" آئس بار میں اپنے لئے نسبتاً ویران ٹیبل منتخب کرتے ہوئے عدیل ہاشمی نے کی رنگ ٹیبل پہ بڑھکاتے ہوئے اٹل لہجے میں کہا تھا۔

"کیا مطلب؟" نازو نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں سے استعجاب کے رنگ واضح جھلک رہے تھے۔

"کس نے پابندی لگائی ہے آپ پر۔" اک ادا سے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے وہ اس کی، کی رنگ اٹھا کے گھمانے لگی تھی۔

"تم نے اور کس نے۔" وہ کچھ جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔

"میں نے؟" اس نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"تو اور کیا اپنا حال تو اب ایسا ہے کہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔"

بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

اس نے ایک طویل سرد آہ کھینچی۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" نازو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نے قدرے برا مان کر اس کی جانب دیکھا۔

"ایسی ہی بات ہے مائی سویٹ ہارٹ! ہم کالج ٹائم کے علاوہ نہیں مل سکتے ہر روز بھی نہیں مل سکتے، نہ اکٹھے ڈنر کر سکتے ہیں، نہ شاپنگ کر سکتے ہیں نہ میں کوئی شام تمہارے ساتھ منا سکتا ہوں، نہ تم میری کسی پارٹی میں شرکت کر سکتی ہو، بھلا اتنی زیادہ پابندیوں میں انسان کیا کر سکتا ہے۔" اس کے انداز میں بے چارگی تھی۔

نازو کے ہاتھوں کی گردش چند لمحوں کے لئے رک گئی تھی، واقعی وہ جو کہہ رہا تھا صحیح کہہ رہا تھا، یہ ساری تو ایسی تشنہ حسرتیں تھیں جو ابھی تک اس کے اپنے دل میں دبی ہوئی تھیں، وہ بھی میری کی طرح اپر کلاس میں سیر وائیو کرنا چاہتی تھی، لیکن فی الحال ایسا کر نہیں سکتی تھی۔

"میں ان تمام زنجیروں کو توڑ دینا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ بھرپور طریقے سے لائف کو فیل کرنا چاہتا ہوں اسے انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔" وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

"لیکن یہ کیسے پوسبل ہے عدیل! جبکہ میں آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کر چکی ہوں۔" وہ مضطرب لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"دنیا میں کچھ بھی ان پوسبل نہیں ہے ناز! بس تم اگر ہمت کرو اور میرا ساتھ دو تو منزل بالکل ہمارے سامنے کھڑی ہے بس ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی دیر ہے۔" وہ پرعزم تھا۔

"نیکسٹ ٹائم میرا ارادہ ہے کہ جب میں ابوظہبی جاؤں تو اس ٹور میں تم بھی میرے ساتھ ہو، مجھے وہاں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے لگیں گے پھر وہیں سے ہم ورلڈ ٹور پر نکل جائیں گے۔" وہ شاید کوئی لائحہ عمل تیار کر چکا تھا۔

"لیکن میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں جبکہ....."

"دیکھو ناز! بچوں جیسی باتیں مت کرو۔" وہ کچھ کہنے جا رہی تھی جب عدیل ہاشمی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارے سامنے دو راستے ہیں تمہیں کسی ایک کو چوائس کرنا ہے، اختیار کا حق تمہارے پاس ہے، خوب سوچ سمجھ لو، تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں آپ کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتی، میں کیسے سمجھاؤں آپ کو۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"سمجھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے آئی نو۔" وہ اس کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ میں ہولے سے دبا کر مسکرایا تھا، نازو کی جان میں جان آئی تھی اس کی مسکراہٹ دیکھ کر، ورنہ اسے تو الٹے سیدھے وہم ستانے لگے گئے تھے۔

"اس کے لئے ہمیں جو اسٹیپ سب سے پہلے اٹھانا ہے وہ ہے شادی، جس کے لئے تمہاری فیملی تو ایگری نہیں ہوگی تو ہمیں کورٹ میرج ہی کرنی پڑے گی، پھر تمہارے پیپرز تیار کروانے ہیں۔" وہ بتا رہا تھا جبکہ نازو کا دل اک ثانیے کے لئے رک سا گیا تھا، اماں ابا کے چہرے نظروں کے سامنے گھوم گئے تھے۔

"دیکھو ابتدا تمہارے پیرنٹس یقیناً تم سے خفا ہوں گے، لیکن جب تم ایک کامیاب بزنس مین کی بیوی کی صورت میں ان کے سامنے جاؤ گی معاشرے میں اپنی عزت اور نام پیدا کر لو گی تو وہ یقیناً تمہارے فیصلے کو سراہیں گے۔" وہ شاید اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ گیا تھا، تبھی اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

"یہ تو ہے۔" اس نے بھی اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔

اس کا دل تو ویسے بھی زنگ آلود ہو چکا تھا، یہ شاید اس کے ضمیر کی آخری سعی لاحاصل تھی پھر شاید اسے ہمیشہ کے لئے سو جانا تھا۔

"ویسے بھی جب تک میں زندہ ہوں تمہیں ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے میں ہوں ناں

تمہاری ہر پریشانی کو اپنے سر لینے کے لئے۔" وہ نہایت خوشگوار موڈ میں اس سے مخاطب تھا۔

"اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے۔" نازو نے فوراً کہا تھا۔

"تمہارے ساتھ۔" عدیل جھٹ سے بولا تھا۔

"بالکل۔" وہ مطمئن ہو کے مسکرائی تھی، جبکہ عدیل ہاشمی اب آئندہ کے لئے لائحہ عمل کر رہا تھا۔

☆☆☆

کبھی کچھ سوچ کے لکھنا کبھی کچھ سوچ کے پڑھنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا
کسی کا دلربا چہرہ اور اس پہ دلنشین آنکھیں
کہ جس کو دیکھ کے جینا اسی کے نام پہ مرنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا
خیالوں میں بنا لینا کسی کا عکس دھیرے سے
حیا کے رنگ سپنوں کے کسی کی آنکھ میں بھرنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا
"مجھے یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اس شخص کا سراغ لگانا چاہیے۔" آج بہت دنوں بعد اس نے پھر اپنی بکھری ہوئی ہمت کو مجتمع کیا تھا اور کچھ کرنے کی ٹھانی تھی۔

"کچھ ایسا ہو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" اس نے دل میں سوچا۔

"ارے واہ! یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے، حیرت کی بات ہے اب تک میرے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آئی۔" وہ ایک دم خوشی سے اچھلی تھی۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی سب اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے، وہب اور غوری ابھی تک یونیورسٹی سے نہیں لوٹے تھے جبکہ صالح ابھی آفس میں تھا، موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ دبے پاؤں صالح کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

بے آواز دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر ایک دفعہ پورے کمرے کا جائزہ لیا تھا، سامنے رائٹنگ ٹیبل پہ کچھ بکس وغیرہ پڑی تھیں، ماہا نے آگے بڑھ کے ایک ایک کتاب، پیڈ، فائل سب کھنگال ڈالا، لیکن کچھ سراغ نہ ملا تھا۔

وہ وارڈ روب کی طرف بڑھی، اس کا جائزہ لیا، لیکن وہاں بھی سوائے کپڑوں کے اور کچھ نہ ملا تھا۔

"لگتا ہے سولڈ کام کیا ہے، کوئی کاغذ، پیپر کچھ بھی نہیں جس سے اس کی شناخت ہو سکے۔" وہ اندر ہی اندر بڑبڑائی۔

اچانک اس کی نظر الماری کے نیچے والے خانے پر پڑی جس کا لاک کھلا ہونے کے باعث اس کا دروازہ قدرے باہر کو سرکا ہوا تھا، ماہا نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا ڈور کھولا اندر کچھ کاغذات ترتیب سے پڑے ہوئے تھے، سب سے اوپر پاسپورٹ والی کاپی چمک رہی تھی، اس نے دھڑکتے دل، لرزتے ہاتھوں سے پاسپورٹ باہر نکالا، اس سے پہلے کہ وہ اسے بغور دیکھتی اچانک کسی نے نہایت سرعت سے وہ پاسپورٹ اس کے ہاتھوں سے اچک لیا تھا، وہ فوراً پلٹی اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر جہاں کی تہاں رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

شام محبت

مبشرہ نار

ناولٹ

اسٹیشن پر آہستہ آہستہ رش بڑھنے لگا تھا اور رش میں چائے فروش وخوانچہ فروش کے ساتھ تازہ گرم انڈوں کی تانیں لگ رہی تھی کچھ مسافر خرید رہے تھے تو کچھ کان لپیٹے مستقل اپنی دھن میں آگے چلے جارہے تھے، کراچی کینٹ اسٹیشن پر جب ٹرین کی وسل بجی تو تمام مسافروں کے قدموں میں تیزی آگئی، مسافروں کے بڑھتے قدموں کو دیکھ کر آسمان پہ بکھرے سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپا تھکا ماندہ سورج آسمان پہ سیاہ بدلیوں کی حکمرانی دیکھ کر جلد ہی الوداع کہہ کر رخصت ہوگیا، وہ بھی اپنا مختصر بیگ سنبھالتی شولڈر بیگ کو مضبوطی سے تھام کر اپنی برتھ میں سوار ہو گئی، ٹرین رینگنا شروع ہوگئی تھی وہ بھی شکر کا کلمہ پڑھتی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی، کھڑکی سے آتی ہوا اس کے بالوں کی آوارہ لٹوں سے شوخ و شنگ شرارتوں میں مصروف تھی، تھوڑی دیر میں شوخ ہوا نے اس کے چہرے پہ پانی کی پھوار برسائی تو وہ چونک گئی، کالے بادلوں نے آسمان پہ اپنا تسلط قائم کرلیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین کو اپنی موٹی بوندوں سے سیراب کرنا شروع کردیا، ٹرین کی رفتار بھی بارش کی رفتار کے ساتھ بڑھنے لگی تھی، تھوڑی ہی دیر میں ٹرین اپنے نیچے آنی والی ہر چیز کو روندتی طوفانی رفتار سے پٹڑی پہ بھاگ رہی تھی، مومنہ نے کھڑکی سے باہر بھاگتے منظر کو بغور دیکھنا چاہا تو نظر ٹھہرنے سے انکاری ہوگئی، بڑے بڑے درختوں اور پھول پودوں، قدیم و کھنڈر عمارتوں کو پیچھے چھوڑتی ٹرین ایک اندھیرے غار میں داخل ہوگئی تھی مومنہ نے اس اندھیرے غار میں دیکھنے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گئی اور جب ٹرین اس غار سے باہر نکلی تو منظر بدل چکا تھا، ہرے بھرے کھیتوں اور پھول پودوں کے بجائے چٹیل میدان ان دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، بارش ان بنجر میدانوں پر پوری قوت سے برس رہی تھی چٹیل میدان کو دیکھ کر اس

Scan & PDF
IJAZ AHMED
FriendsKorner.com

نے رخ موڑ لیا کیونکہ ہریالی ختم ہو چکی تھی، ٹرین کی سال خوردہ چھت پر برستا پانی ایک انوکھا ساز بجا رہا تھا، اس نے بغور اس ساز کو سننے کی کوشش کی پھر ناکام ہو کر اس نے اپنی توجہ گود میں رکھی کتاب کی طرف مبذول کر لی اور کتاب پڑھتے پڑھتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

سورج کی استقبالیہ کرنیں اس کے چہرے پہ پڑیں تو اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں نظریں بے اختیار کلائی پہ بندھی گھڑی پہ چلی گئیں جہاں سوئیاں دس کے ہندسے پر چمک رہی تھیں اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی اور واش روم کی طرف بڑھ گئی، اس کا سفر ایک گھنٹے کا رہ گیا تھا، اس نے اندازہ لگایا دو گھنٹے بعد اسے راولپنڈی میں رانیہ کے گھر موجود ہونا چاہیے تھا، واش روم سے فارغ ہو کر اس نے بیگ سے ٹسکٹ اور جوس کا پیکٹ نکال کر خود کو تازہ دم کیا اور پھر بال بنا کر ادر گرد پھیلی کتابیں اور دیگر سامان سمیٹ کر سامنے والی سیٹ پر رکھ دیا، وہ ہمیشہ اکیلے سفر کرتی تھی، تنہائی پسند ہونے کی بناء پر وہ اپنے بابا کے بارہا اصرار پر بھی خود کو جہاز میں سفر کرنے پر تیار نہیں کر پائی تھی یہی وجہ تھی کہ اس وقت وہ پوری برتھ پر اکیلی تھی، ٹرین نے آہستہ آہستہ راولپنڈی کے کینٹ ایریا کو چھونا شروع کر دیا تھا، اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

کرنل حمید احمد کا تعلق پاکستان کی بری فوج سے تھا بلکہ صرف وہی نہیں بلکہ فوج ان کے خاندان میں نسل در نسل منتقل ہو رہی تھی، اگر قیام پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان کی بری فوج کا چارج شیٹ دیکھا جاتا تو کرنل حمید کے دادا اور پردادا کا نام تمغہ امتیاز و تمغہ حسن کارکردگی ستارہ جرات اور ستارہ حیدر کے ساتھ تمام امتیازات میں سرفہرست تھا خود کرنل حمید ستارہ کارکردگی اور ستارہ جرات کا تمغہ حاصل کر چکے تھے، مگر شاید شہادت کا تمغہ ان کی قسمت میں نہیں اس لئے وہ فوج سے ریٹائرڈ ہو گئے ان کے بھائی کاشان احمد اور بہنوئی کو شہادت کا جام پیئے ایک عرصہ ہو گیا تھا، جبکہ ان کی بہن شوہر کی شہادت کے بعد ان کی محبت اور جدائی کا غم نہ سہہ سکیں اور ایک سال کی قلیل مدت میں ان کے پہلو میں جا سوئیں، ان کی شریک حیات شہانہ حمید بھی ان کو شادی کے سال بھر بعد مومنہ کا تحفہ دے کر رخصت ہو گئیں، یہی وجہ تھی کہ وہ تنہائی جو کرنل حمید کی زندگی کا حصہ تھی وہ مومنہ حمید کے گرد اب اپنا حصار باندھ چکی تھی، انہوں نے اپنی بیٹی کو اس تنہائی سے نکال کر دنیا کے ہنگاموں میں لانے کی بہت کوشش کی مگر آخر ناکام ہو گئے اس لئے انہوں نے اب اس کو کہنا چھوڑ دیا تھا، اس وقت بھی وہ اپنی عزیز ترین دوست کی شادی میں شرکت کرنے راولپنڈی جا رہی تھی شادی اور دیگر ہنگاموں سے وہ کوسوں دور بھاگتی تھی مگر مجبوری یہ تھی کہ اس کی عزیز ترین دوست کی شادی تھی جس میں اسے رانیہ کی طرف سے ملنے والی محبت بھری دھمکیوں اور کرنل حمید کے پر زور اصرار پر شرکت کرنا پڑھ رہا تھا اور اس وقت وہ شادی کے ہنگاموں اور رانیہ کے سوالات کا سامنا کرنے کے لئے تنہائی کی ہم راز بنی ہوئی تھی۔

وہ جس وقت راولپنڈی اسٹیشن سے باہر آئی تھی تو شاہ خاور پوری شان سے آسمان کے سینے پر جلوہ افروز تھا مگر آسمان پر تیرتے کالے بادلوں کی بدولت اس کی کرنیں تپش کے بدلے چہروں کو نرمی سے چوم رہی تھیں، اس نے سامنے سے آتی کیب کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور اسے آفیسرز کالونی کا پتا بتا کر خود پیچھے بیٹھ گئی، تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک خوبصورت پھولوں پودوں کے علاوہ رنگ برنگی لائٹوں سے آراستہ بنگلہ کے باہر تھی جس کی پیشانی پر جلے حرفوں میں ''قصر شایان'' لکھا تھا، چوکیدار نے سے دیکھتے ہی گیٹ وا کر دیا، وہ وہاں بہت کم آتی تھی مگر بنگلہ میں موجود تمام ملازم اسے پہچانتے تھے کیونکہ اس کا بچپن قصر شایان میں کھیلتے کودتے ہی گزرا تھا، مگر جب کرنل حمید فوج سے ریٹائرڈ ہوئے تو انہوں نے اس شہر کی یادوں کو بھلانے کے لئے کراچی جیسے مصروف شہر میں سکونت اختیار کر لی، پورٹیکو میں کھڑی بلیو اور لینڈ کروزر کو نظر انداز کرتی وہ پھول پودوں کو بغور دیکھتی پورٹیکو کے اطراف میں بنی روش پر چل رہی تھی، جبھی رانیہ کی آواز پہ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''ارے آج سورج کہاں سے نکلا تھا کہ چاند آج رات سے پہلے ہی ہمارے گھر میں اتر آیا، عزت مآب مومنہ صاحبہ نے ہمارے غریب خانے پر اپنی تشریف کا ٹوکرا لا کر ہمیں عزت بخشی ہے۔'' سامنے سے آتی رانیہ نے اسے دیکھتے ہوئے طنز کیا تو وہ اس کی محبت پر مسکرائی اس کے گلے لگ گئی۔

''بے وفا کب فون کیا تھا اور آج آ رہی ہو جب میں کل مایوں بیٹھ جاؤں گی۔'' اس نے الگ ہو کر شکوہ کرتی رانیہ نے اس کے گرد بازو پھیلایا اور اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''ہاں یار بس وہ مصروفیت میں ٹائم ہی نہیں مل سکا۔'' اس نے جلدی سے بہانہ بنایا۔

''کیوں تم صدر پاکستان منتخب ہو گئی ہو یا چیف آف آرمی اسٹاف جو ملک کا بار تمہارے کاندھوں پر ہے اور تمہیں ٹائم نہیں ملتا۔'' اپنے جھوٹ کے پکڑے جانے پر وہ خاموش ہو گئی۔

''پلیز مون محبتوں کی قدر کرو اس تنہائی سے باہر نکلو میں تو کہوں گی کہ خدا تمہیں بھی آشنائے محبت دے تاکہ تمہیں بھی محبت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو اور ویسے بھی میری محبت کی قدر تو علی کو نہیں ہے تو پھر تم سے کیا شکوہ۔'' رانیہ نے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے مصنوعی ناراضگی سے شکوہ کیا تو مومنہ کی ہنسی نکل گئی اس کو ہنستے دیکھ کر رانیہ نے بے اختیار اس کی دائمی مسکراہٹ کی دعا کر ڈالی اور شاید وہ قبولیت کی گھڑی تھی۔

☆☆☆

پو پھٹنے لگی تھی، آسمان کے آنچل پہ ٹکے ننھے ننھے ستارے آسمان پہ پھیلتی دودھیا روشنی سے غائب ہونے لگے تھے قریبی مسجد سے بلند ہوتی اللہ اکبر کی صدائیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھیں اسے وہاں آئے دو دن ہو چکے تھے رانیہ مایوں بیٹھ چکی تھی اس لئے اب اس کے نکلنے پر پابندی لگ گئی تھی مگر ایک جگہ نہ ٹکنے والی رانیہ اس پابندی سے خوش تھی۔

اذان کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے اس نے منہ پہ ہاتھ پھیر کر واش روم کا رخ کیا نماز سے فارغ ہو کر وہ باہر آئی تو پورے گھر میں سناٹے کا راج تھا اس نے مرکزی دروازہ کھول کر باہر کا رخ کیا، فروری کا اوائل تھا اس لئے ہوائیں بھی فر فر کر رہی تھیں اس نے شدت کو کم کرنے کے لئے سینے پہ دونوں بازو لپیٹ لئے، آسمان پہ پھیلی دودھیا لکیریں زرد سنہری لکیروں میں بدلنے لگی تھیں اس نے لان میں قدم رکھا تو نرم گھاس نے اس کے دماغ کو معطر کر دیا، اس نے جوتے اتار کر گھاس کی نمی و نرماہٹ کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی اور اس پہ چہل قدمی کرنے لگی تھوڑی دیر تک اس شغل سے لطف واندوز ہونے کے بعد وہ اندر کی طرف بڑھ گئی جہاں ناشتے کی تیاری کے لئے چہل پہل شروع ہو گئی تھی ناشتے پر ہی اس کی ملاقات کرنل شایان سے ہوئی۔

''السلام وعلیکم انکل کیا حال ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے تم سناؤ بیٹا کیا حال ہیں اور وہ گوشہ نشین کہاں ہے اس کو بھی لے آتی ناں بیٹا۔'' کرنل شایان نے کرنل حمید کے بارے میں استفسار کیا جن سے اب خال خال ملاقات ہوتی تھی ورنہ ایک زمانے میں دونوں ایک دوسرے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کے بغیر پانی تک نہیں پیتے تھے۔

"بابا کو ابھی چھ ماہ پہلے اٹیک ہوا تھا ناں اس لئے اب ڈاکٹرز نے ان کے سفر کرنے پر پابندی لگا دی ہے اور پھر آج کل یہاں کا موسم بھی سرد ہے تو وہ ان کے لئے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتا اس لئے وہ نہیں آئے حالانکہ بابا کو آپ آج کل بہت یاد آرہے ہیں، آپ آیئے گا ناں انکل۔" اس نے ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تفصیل بتانے کے ساتھ دعوت دی۔

"ہاں ضرور اور اب تو انشاءاللہ ضرور آؤں گا اس بے وفا نے تو اپنے اٹیک کا بتایا ہی نہیں حالانکہ ابھی دو چار روز پہلے بھی میری اس سے فون پر بات ہوئی تھی۔" کرنل شایان نے پوچ انڈے کے پیس کرتے ہوئے بتایا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگی تھوڑی دیر بعد کرنل شایان کا فون بج اٹھا تو وہ معذرت کرتے چیئر کھسکا کر وہاں سے اٹھ گئے ان کے اٹھنے کے بعد رانیہ مومنہ کو اپنی کل ہونے والی رخصتی اور اس کے دیگر سامان کی تفصیل بتانے لگی۔

شام کے سائے اپنے پر پھیلانے لگے تھے، قصر شایان میں ہنگامے ماند پڑ گئے تھے، کیونکہ گھر میں موجود کچھ خواتین بیوٹی پارلر مہندی لگوانے اور دیگر تزئین و آرائش کے لئے جا چکی تھیں جبکہ باقی ماندہ خواتین اپنی ادھوری شاپنگ مکمل کرنے کے لئے شہر کی مشہور آؤٹ لیٹس کا رخ کر چکی تھیں۔

رانیہ کو مہندی لگانے کے لئے شہر کی مشہور بیوٹیشن گھر آچکی تھی کیونکہ اس کے بقول اب وہ گھر سے صرف ایک ہی مرتبہ گھر سے باہر نکلے گی وہ بھی پارلر جانے کی صورت میں اور وہاں سے پھر اسے ہوٹل چلے جانا تھا، مومنہ کچھ دیر تو رانیہ کے پاس بیوٹیشن کی مہارت دیکھتی رہی پھر اکتا کر وہ باہر نکل آئی اس نے گیٹ سے باہر جھانک کر دیکھا کالونی کی سٹریٹ لائن آن ہو چکی تھیں وہ اپنی سوچوں میں گم سے جانے کب اس طویل سڑک کو پار کر آئی تھی تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے جی ایچ کیو کا سائن بورڈ نظر آیا جو کچھ دور جانے کی نشاندہی کر رہا تھا جبکہ کچھ فاصلے پر ملٹری کا آفیسرز کلب تھا، جس کی پیشانی پر "پنڈی آفیسرز کلب" نمایاں لفظوں میں کندہ تھا، اس نے سر اٹھا کر ڈوبتے سورج کی روشنی میں ان لفظوں کو چمکتا دیکھا اور کلب کی طرف قدم بڑھا دیئے پنڈی آفیسر کلب اس کے لئے نیا نہیں تھا اس کا لڑکپن باپ کے ساتھ اس کلب میں ہونے والی تقریبات میں شرکت کرتے گزرا تھا مگر آج وہ کئی سالوں بعد اس طرف آئی تھی، انٹرنس پر پہنچ کر اس نے دیکھا ملک کے محافظ اندر جا رہے تھے اور کچھ اندر سے باہر آرہے تھے، اندر جانے والوں کو باوردی اہلکار سلیوٹ کر رہا تھا، وہ انٹرنس ڈور کے قریب پہنچی تو باوردی اہلکار نے عزت سے سر جھکا کر سلیوٹ کیا تو اس نے جواباً سر کو خم دے کر شکریہ ادا کیا اور اندر کی طرف بڑھ گئی، بنیادی طور پر کلب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا اس نے سنگ مرمر سے بنی روش اور اس کے گرد بنے سبزہ کے علاوہ ساتھ ہی نیلگوں پانی کی بوچھاڑ اچھالتے فوارہ کو دیکھا تو نہ جانے کیوں اس کے اندر نمی گھلنے لگی وہ بہت حساس تھی، وطن کے محافظوں کے لئے کروڑوں روپے صرف آرائش پہ خرچ ہوا دیکھ کر اسے بے ساختہ وہ عورت یاد آگئی جس کی معصوم بچی صرف اس وجہ سے مر گئی تھی کہ اس عورت کے پاس اسے سردی سے بچانے کے لئے کوئی گرم کپڑا نہ تھا اس نے اپنی مامتا کی گرمی سے اس کو بچانے کی سر توڑ کوشش کی تھی مگر سردی نے اور ان حکمرانوں کی بے حسی نے اس کی مامتا کو بچھاڑ کر موت کے حوالے کر دیا تھا آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیل کر وہ کلب کے سبزہ زار کی طرف بڑھ گئی، میجرز

اور جنرلز ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے جوا کھیلنے کے ساتھ وائن سے لطف اٹھاتے بلند و بانگ قہقہے لگا رہے تھے اسے بے اختیار رانیہ کی بات یاد آئی، فوج میں شمولیت اختیار کرنے کے ساتھ اپنے رینک میں اضافہ کروانے کے بھی چند اصول ہیں جن میں شراب اور عورت سرفہرست ہیں شراب ان کے دماغ کو تسکین کے لئے جبکہ عورت ان کے نفس کی تسکین کے لئے تھی، جام پہ جام انڈیلے جا رہے تھے۔

کلب کے اس حصے میں رکھی کین کی کرسی پر بیٹھا وہ شخص نہ جانے کون تھا جس کی تعظیم میں مشروب لے کر آنے والے بیروں نے اسے سلیوٹ کیا اور پھر ارغوانی رنگ کا مشروب اس کے سامنے رکھ دیا اس کے منہ کے آگے اخبار کا ایک بڑا حصہ تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر آنے سے قاصر تھا اور پھر کچھ اندھیرے میں بیٹھنے کی وجہ سے مومنہ کو وہ صحیح طور پر نظر نہیں آسکا، مومنہ نے اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی جستجو میں چیئر کھسکا کر قدرے روشنی میں کر لی چند لمحوں بعد اس شخص نے اخبار تہہ کر کے ٹیبل پہ رکھا اور مشروب کا گلاس اٹھا لیا، وہ شخص مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا، بڑی بڑی سیاہ چمکدار آنکھیں، روشن پیشانی اور جس چیز کو دیکھ کر وہ چونکی تھی وہ تھا اس کی روشن پیشانی پہ چمکتا محرابی نشان، وہ حقیقتاً جاگتا حسن یوسف تھا، وہ مبہوت سی اسے دیکھ رہی تھی اس نے اپنی بیس سالہ زندگی میں کسی مرد کو اتنا وجیہہ نہیں دیکھا تھا، بے شک اس کی کالج لائف اور یونیورسٹی لائف کے علاوہ اس کے باپ کے حلقہ احباب میں بھی بے حد وجیہہ مرد تھے مگر اس شخص کی وجاہت میں ایک عجیب سا سحر تھا جو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا، اس نے اپنی طرف یک ٹک دیکھتا پا کر اس نے پہلے تو اسے ناگوار نظروں سے دیکھا اور پھر اثر نہ ہوتے دیکھ کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی اس کے جانے کے بعد مومنہ کو لگا کہ اب کچھ نہیں رہا اسے وہاں ہر چیز بے کار لگنے لگی اور پھر چند لمحوں وہ وہاں سے اٹھ گئی وہ جس وقت کلب سے باہر نکلی تو دس بج رہے تھے۔

☆☆☆

قصر شایان میں اس وقت بے پناہ شور تھا ہر طرف ہلچل مچی ہوئی تھی، آج رانیہ کی بارات تھی سب ہی خواتین تیار ہو رہی تھیں رانیہ پارلر جا چکی تھی وہ بھی سفید نیٹ کا سوٹ جس پہ گولڈن موتیوں سے ہلکا پھلکا کام بنا ہوا تھا پہنے کانوں میں ننھے آویزے اور ہاتھ میں ایک بریسلٹ پہنے سادگی سے تیار ہو گئی رانیہ کے بے پناہ اصرار پر بھی اس نے مہندی نہیں لگوائی تھی اور اب اس کے سادگی سے تیار ہو کر ہوٹل پہنچنے پر رانیہ نے اسے خوب لتاڑا تھا۔

"تم میری شادی پر آئی ہو یا میرے مرنے پر جو یہ سفید سوٹ پہن لیا اور اگر پہن بھی لیا تھا تو میک اپ ذرا ڈھنگ سے کر لیتیں مون تمہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم میری اکلوتی دوست ہو اور ذرا حلیہ دیکھو اپنا لوگ کیا کہیں گے کیا سوچیں گے بے شک تم میرے لئے فل مون (پورا چاند) ہو مگر یار دنیا داری بھی تو دیکھنی پڑتی ہے۔" رانیہ اس کے چہرے کے سنہرے پن سے نظریں چراتے ہوئے اسے خوب لتاڑ رہی تھی وہ خاموشی سے اس کے برابر بیٹھی ان کی ڈانٹ سن رہی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا وہ جب بول نہیں لے گی خاموش نہیں ہوگی۔

"ارے واہ قوس قزح میں چاند کیسے اتر آیا۔" مردانہ آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا وہ علی تھا، رانیہ کا ہزبینڈ اور اس کے ساتھ وہی تھا، جس کو دیکھ کر وہ پلک جھپکنا بھول گئی تھی مومنہ کو لگا اگر وہ اسے دیکھتی رہی تو وہ ہپناٹائز ہو جائے اس نے فوراً نظریں چرا لیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''او کے رانیہ میں اس طرف جا کر بیٹھتی ہوں۔'' اس نے گڑبڑا کر اس سے اجازت مانگی۔

''کتنی غلط بات ہے رانیہ نہ سلام نہ دعا تمہاری دوست ایسے ہی جا رہی ہیں، سلام نہ سہی تعارف ہی کروا دیں۔'' علی کے شرمندہ کرنے پر رانیہ نے اسے گھورا تو وہ گڑبڑا کر سلام کرتی وہیں بیٹھ گئی۔

''یہ میری بہت اچھی دوست مومنہ ہے مگر میں اسے مون کہتی ہوں۔'' اس کے مون کہنے پر مومنہ نے اسے گھورا تو وہ سوری کہتی ان کے بارے میں بتانے لگی۔

''مون یہ علی ہیں۔''

''ہیلو۔'' مومنہ نے اخلاقاً سر ہلا کر ہیلو کہا۔

''اور یہ حسن بھائی ہیں علی کے بہت اچھے دوست ان کا پورا نام کیپٹن حسن یوسف ہے مگر خواتین میں انہیں ''حسن یوسف'' کہا جاتا ہے۔'' رانیہ نے شرارت سے نچلا لب دبا تو علی کا بے ساختہ قہقہہ گونج اٹھا جبکہ وہ مسکرا کر رہ گئی اور اس رات مومنہ کو لگا پورا ہال جگمگانے لگا وہ بے حد خوش تھی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر وقفے وقفے سے رینگ رہی تھی اس وقت بھی وہ کسی خاتون کے لئے اچھی سامع بنی ہوئی تھی مگر جو چیز رانیہ نے بغور دیکھی وہ تھی اس کے لبوں پر رینگتی مسکراہٹ اور رانیہ حیران تھی کہ پچھلے ایک ہفتے میں وہ گنتی کے چند پل مسکرائی تھی اور اب مستقل مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

اسے اسلام آباد آئے ہوئے دس دن ہو چکے تھے اور رانیہ حیران تھی کہ کہاں تو وہ اس کی رخصتی کے ساتھ ہی اپنا بیگ تیار کیے بیٹھی تھی اور اب واپس جانے کا ذکر بھی اس کے منہ سے نہیں نکلتا تھا، اس دن بھی رانیہ قصر شایان آئی ہوئی تھی علی کو اسے لینے رات کو آنا تھا، مگر مومنہ اس دن بھی رانیہ کی آمد سے بے پرواہ سر شام ہی آفیسرز کلب جانے کے لئے تیار ہو چکی تھی اور سات بجتے ہی اس کے قدم کلب کی طرف بڑھ رہے تھے، بیس منٹ بعد وہ پنڈی آفیسرز کلب کے باہر تھی حسب معمول اس کے اندر داخل ہونے پر باوردی گارڈ کھڑا ہو گیا تھا وہ سب کو نظر انداز کرتی کلب کے سبزہ زار کی طرف بڑھ گئی اس کا گوہر مقصود سامنے ہی تھا، حسب سابق وہ آج بھی اخبار میں مگن تھا، مشروب کا ایک گلاس اس کے سامنے والی کرسی پہ رکھا تھا، تھوڑی دیر بعد دو تین مرد کیپٹن کا رینک لگائے اس کے پاس آئے تھے پہلے انہوں نے شرارتی انداز میں دونوں بھنوؤں کو سکیڑا تو وہ مسکرا دیا اس کے مسکرانے پہ وہ خاص فوجی انداز میں اس کو سلام و سلیوٹ کرتے اس کے پاس رکھی کرسیوں پہ بیٹھ گئے اس نے اپنی کرسی سے نیم دراز ہو کر ان کا استقبال کیا اور فرداً فرداً سب سے مصافحہ کیا وہ آج بھی اس کی روشن مسکراہٹ کو مبہوت ہو کر دیکھ رہی تھی جس سے اس کا چہرہ روشن ہو گیا تھا، ویٹر ان کی ٹیبل پہ حاضر ہوا تو اس نے زیر لب کچھ کہا تو وہ فوراً سر کو جھکاتا سلام کر کے چلا گیا چند لمحوں بعد ٹرے میں قرینے سے سجے مشروبات کے گلاس اٹھا کر لے آیا، ساتھ میں سوڈے کی بوتلیں تھیں مومنہ کا دل یکدم دھڑکنے لگا وہ دل کے عجیب طرح سے دھڑکنے پر پریشان ہوئی، اسے اس شخص کا شراب سے تعلق الجھن میں مبتلا کر گیا ایک ایسا شخص جس کے چہرے پر نماز کی محراب بنی ہو اور چہرہ پر نور ہو وہ ام الخبائث کا ساتھی کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ نماز اور شراب دو متضاد چیزیں ہیں مگر اگلے لمحے ہی اس کی دھڑکن معمول پر آ گئی کیونکہ اس نے ان گلاسوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا بلکہ وہ اس کے ساتھیوں کے لئے بطور خاص منگوائی گئی تھیں، وہ اپنے ہاتھ میں پہلے موجود گلاس سے چسکیاں لے رہا تھا، مومنہ نے پورے سبزہ زار پر نظر ڈالی تو

اس نظر فوجی افسروں کے بلند و بانگ قہقہوں سے ہوتی ہوئی کیپٹن حسن اور اس کے ساتھیوں پر چلی گئی وہ لوگ انتہائی دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے سرگوشیاں کر رہے ہوں وہ چونکہ اندھیرے میں ہو کر بیٹھی ہوئی تھی اس لئے سمجھ رہی تھی کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہے اور وہ آرام سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنی نظروں کی پیاس بجھا سکتی ہے مگر وہ اس بات سے انجان تھی کہ جس کو دیکھ کر اپنی نظروں کی پیاس بجھا رہی ہے وہ اس کی اس حرکت سے انجان نہیں۔

اس دن بھی کلب کے سبزہ زار میں فوجی بینڈ بج رہا تھا مگر تمام لوگ اس دھن سے بے نیاز اپنے ہی موج میلے میں مگن تھے، البتہ فوجی ضابطے اور قائدے کے مطابق جیسے ہی کوئی دھن ختم ہوتی بینڈ ماسٹر ایک خاص زاویے سے جھک کر سلام کرتا تو سب کے سب بڑی بردباری سے تالیاں بجا کر داد دینے لگتے مگر وہ سب سے بے نیاز اور لاتعلق بیٹھا ہوا تھا گویا اس ساز و دھن سے کوئی لگاؤ نہیں اور نہ ہی وہ سب کو داد و تحسین کے قابل سمجھتا ہے، اس کے ساتھیوں نے گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھے اور دوبارہ ویٹر کو اشارہ کیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔

''ویل وش یو گڈ لک فرینڈز۔'' ان کو گڈ لک کہتا وہ باہر نکل گیا اس کے باہر نکلنے کے دس منٹ بعد ہی مومنہ بھی باہر نکل آئی اس کے خیال میں وہ جا چکا تھا مگر چند لمحوں بعد اسے کوئی ہم قدم ہوتا محسوس ہوا تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، وہ لاکھ بہادر بنتی اور اس وقت کلب روڈ پر چل رہی تھی وہاں اس وقت چہل پہل بھی تھی مگر اس کا دل پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔

''پوچھ سکتا ہوں آپ سے کہ آپ اس کلب میں روزانہ اس اندھیرے کونے میں بیٹھ کر کیا کرنے آتی ہیں مس مومنہ حمید۔'' اس کے طنز سے زیادہ وہ اس کے منہ سے اپنا نام سن کر چونک گئی۔

''آپ کو میرا نام کیسے پتا چلا۔'' اس نے بیوقوفانہ سوال کیا۔

''مجھے تو آپ کے بارے میں اور بھی بہت کچھ پتا ہے کہیں تو تفصیل بتا دوں۔'' وہ ہونق سی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''آپ کراچی میں رہتی ہیں، آپ کے والد ریٹائرڈ کرنل حمید اور دادا کا نام کرنل سرور حمید جبکہ چچا میجر شہید کاشان حمید بھی ہیں آپ کی ایک پھپھو بھی تھیں جن کو تاحال آپ نہیں جانتیں کہ وہ آج زندہ بھی ہیں یا مر چکی ہیں، آپ اسلام آباد رانیہ اور علی کی شادی میں شرکت کرنے آئی ہیں اور یہ بھی کہ آپ آج کل جن سرگرمیوں میں مبتلا ہیں وہ آپ کے لئے انتہائی نامناسب ہے، کیونکہ آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں۔'' وہ جو اس کے ہم قدم چلتے ہوئے حیرت سے اس کے منہ سے تفصیل سن رہی تھی اس کے چھوٹے کہنے پر اس کی سرگرمیوں سے آگاہی ہو جانے پر یکدم تپ گئی۔

''جی نہیں میں کوئی چھوٹی نہیں پورے بیس سال کی ہو چکی ہوں اور اپنا اچھا برا اچھی طرح سمجھتی ہوں اور ہاں بحفاظت پہنچانے کا شکریہ۔'' قیصر شایان کے قریب پہنچتے ہی اس نے پھٹ پڑنے کے انداز میں کہا اور اندر داخل ہو گئی اور اس کے اس انداز پر حسن زیر لب مسکرا دیا۔

☆☆☆

سورج کی کرنیں آسمان پہ پھیلے آوارہ بادلوں سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں، وہ اس وقت ٹیرس پہ بیٹھی اسلام آباد کے رنگ بدلتے موسموں سے لطف اندوز ہو رہی تھی ہوائیں زور و شور سے اس کی لٹوں سے شوخ و شنگ شرارتوں میں مصروف تھیں اس نے نظم لکھ کر قلم بند کیا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی آنکھیں بند کیے وہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہوا کی سرسراہٹ سنتی لطف واندوز ہو رہی تھی جبھی آواز پر چونک گئی۔

بڑے انجان موسم میں
بہت بے رنگ لمحوں میں
بنا آہٹ
بنا دستک
بہت معصوم سا سپنا
اتر آیا ہے
آنکھوں میں
بنا سوچے بنا سمجھے
کہنا ہے دل نے
جھکا ڈالا ہے
سر ہم نے
مگر
تعبیر کیا ہوگی
یہ ہم نہ جانیں
یہ دل نہ جانے
فقط معلوم ہے اتنا
کہ
دل کے فیصلے اکثر
ہمیں کم راس آتے ہیں

"واہ کیا اعلیٰ پائے کا ذوق ہے مگر تمہارے پاس نظم کا کیا کام تمہیں شعر و شاعری سے کب دلچسپی ہوئی مون۔" رانیہ نے دبے قدموں آکر با آواز بلند نظم پڑھتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہے وہ خوش نصیب جس نے تم جیسی گوتم بدھ کو اپنا اسیر کرلیا۔" رانیہ جانتی تھی کہ وہ اپنی کلاس کے لائف اسٹائل سے کتنی خفا ہے اس لئے اسے زیادہ بیزاری دکھانے اور تنہا پسند ہو جانے پر گوتم بدھ کہتی تھی۔

"کوئی نہیں ہے بس ایسے ہی ایک نظم اچھی لگی تھی تو لکھ لی موسم بھی کتنا اچھا ہو رہا ہے۔"

"کیا؟" رانیہ کی چیخ نما آواز بلند ہوئی۔

"یہ موسم اچھا ہو رہا ہے۔" رانیہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، جہاں سیاہ بادل غائب ہو چکے تھے۔

ہوا میں کمی آگئی تھی اور سورج بادشاہ پورے شان سے آسمان کے سینے پر جلوہ افروز ہو گیا تھا۔

"دوپہر کے بارہ بج رہے ہیں مومنہ صاحبہ اور میرا خیال ہے آپ کے دماغ کچھ سورج کی روشنی نے کچھ زیادہ ہی اثر ڈالا ہے جو آپ کو یہ موسم اچھا لگ رہا ہے۔" رانیہ جب زیادہ غصے میں ہوتی تو آپ جناب سے بات کرتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے رانیہ کیا علی بھائی سے لڑ کر آئی ہو جواب مجھ سے بھی لڑنے بیٹھ گئیں اور تم آئیں کب؟" مومنہ نے بات کو دوسرا رخ دینے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گئی کیونکہ رانیہ اسے بغور دیکھ رہی تھی اور اس کے بات بدلنے اور اس کی رات میں آمد سے بے خبری پر اس کی آنکھیں صدمے سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"میں رات کو آگئی تھی مگر تم کو آفیسرز کلب میں حاضری دینے سے فرصت ملے تو تمہیں کسی کے آنے جانے کے بارے میں معلومات بھی ہو۔" اس کے طنز پر وہ نظریں چرا گئی۔

"تمہیں کیسے پتا میں آفیسرز کلب جاتی ہوں اور اگر جاتی بھی ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔" اس نے اعتراف کرنے کے ساتھ اس کے پوچھنے پر اعتراض کیا۔

"پتا کیسے چلا یہ تم مجھ پر چھوڑ دو، ہاں کیوں جاتی ہو یہ میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ تمہاری بے وقوفانہ حرکتیں بہت سے لوگوں کی نظروں میں آگئی ہیں اس لئے تماشہ بننے سے بہتر ہے مسئلہ کا سدباب تلاش کرو۔" رانیہ نے کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے رسان سے سمجھایا، تو اس کی آنکھیں یکدم چھلک پڑیں۔

"مون!" اس کے رونے پر وہ یکدم پریشان ہو گئی اس لئے اپنی کرسی چھوڑ کر اس کے قریب آئی تو وہ اس کے گلے لگ کر زار و قطار رو دی، چند پل رونے کے بعد وہ چپ ہوئی پھر جھجکتے ہوئے بولی۔

"شاید مجھے محبت ہو گئی ہے۔"

"جانتی ہوں۔" مون کے لہجے میں جتنی جھجک تھی رانیہ کے انداز میں اتنا ہی اطمینان تھا، اس کے اطمینان پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے صرف اس خوش نصیب کا نام بتا دو۔" اس کے نام پوچھنے پر مون کی پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔

"مجھے معلوم ہے تمہیں کس سے محبت ہوئی ہے۔" رانیہ کے اس کی نظریں جھکانے پر انکشاف کیا تو اس کے انکشاف پر مومنہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"تمہیں کیسے پتا اور....." ابھی بات اس کے لبوں پر تھی کہ رانیہ نے ہاتھ اٹھا کر خاموش کروادیا۔

"تمہارے چہرے کے رنگوں نے مجھے بتا دیا تھا کہ تمہیں حسن بھائی سے محبت ہو گئی ہے۔" رانیہ نے اطمینان سے کہا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"میں جانتی ہوں مون میں نے ہی تمہیں دعا دی تھی کہ خدا تمہیں آشنائے محبت کر دے اور اب خدا سے کہوں گی کہ خدا تمہیں تمہاری محبت ضرور عطا کرے۔" اس کی دعا پر مومنہ کے دل نے بے ساختہ آمین کہا۔

☆☆☆

فون کی ایک بیل ایک تواتر سے بج رہی تھی اور لاؤنج میں پھیلی خاموشی کی فون کی بیل نے ختم کر دیا تھا وہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھی میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی، فون بج بج کر خاموش ہو گیا تھا، تو وہ بھی خاموشی سے میگزین کے ورق پلٹنے لگی، بظاہر وہ میگزین دیکھ رہی تھی مگر سوچوں کی پرواز اس دشمن جان کی طرف ہی تھا،

چند لمحوں بعد فون دوبارہ بجنے لگا تو وہ میگزین چھوڑ کر فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام وعلیکم جی کس سے بات کرنی ہے۔" اس سے سلام کے بعد حسب عادت استفسار کیا۔

"واٹ؟" دوسرے طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا تھا کہ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا قریب تھا کہ وہ گر جاتی سامنے سے آتے کرنل شایان نے اس کی زرد رنگت اور ہاتھ سے چھوٹتا ریسور دیکھا تو تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

"خیریت بیٹا کیا ہوا؟"

"وہ انکل بابا....." اس کی آنکھوں میں تیزی سے پانی جمع ہونے لگا۔

"ہاں کیا ہوا اسے۔" کرنل شایان نے اسے کاندھوں سے تھام کر قریبی صوفے پر بٹھایا۔

"انکل بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہیں میں ابھی گھر جانا چاہتی ہوں پلیز انکل مجھے بابا کے پاس لے چلیں۔" وہ ان کی قمیص پر ان کے پاس بیٹھتے ہوئے مچلنے لگی۔

"ریلیکس بیٹا ریلیکس آپ یہ پانی پیو میں ابھی فلائٹ شیڈول معلوم کر کے ٹکٹ منگواتا ہوں۔" کرنل شایان نے سائیڈ میں رکھی ٹیبل پہ سے گلاس اٹھا کے اس کے منہ سے لگایا تو اس نے دو گھونٹ پی کر ان کا ہاتھ پیچھے کر دیا، ماں کو کھونے کے بعد وہ اس کی باپ سے محبت سے بھی واقف تھے اس لئے فوراً فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئے اور کرنل شایان کی کوششوں سے وہ رات کو ان کے ساتھ کراچی پہنچ گئی ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے ملازم کو کال کر کے ہاسپٹل کا نام معلوم کیا اور پھر کرنل شایان کے ساتھ اس ہاسپٹل کی طرف بڑھ گئی ماں کو کھونے کے بعد اب باپ کو اس حالت میں دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور جب ڈاکٹرز نے ان کی کنڈیشن بہتر ہونے اور ہوش میں آجانے کی خبر

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

دی جب بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا بند نہیں ہوئے تھے پھر ایک ہفتے تک وہ کرنل حمید کی بیٹی سے لگی رہی کرنل شاہان تو دو دن رہ کر واپس چلے گئے تھے، پھر جب کرنل حمید نے جب دوبارہ اپنے دوستوں کے ساتھ جم جانا اور کھیلنا شروع کیا تب اسے سکون آیا تھا اور وہ اپنی روٹین شروع کر سکی تھی جو اسلام آباد جانے سے پہلے تھی جن میں صبح سویرے پارک میں چند گھنٹے گزارنا بھی شامل تھا۔

مارچ کا اوائل شروع ہو چکا تھا، درختوں پہ کھلتی ننھی ننھی کونپلیں سر نکالے بہار کا استقبال کرنے کے لئے بے تاب تھیں، پارک میں کھلے پھول پودے کونپلوں کی بے تابی پر مسکرانے لگے مومنہ نے پارک میں بنے جاگنگ ٹریک پر پانچواں چکر مکمل کرنے کے بعد ننھی کونپلوں کو مسکرا کر دیکھا اور پھر اپنے وجود پر نظروں کی تپش محسوس کر کے اس نے دائیں جانب نگاہ اٹھائی وہ آج بیس دن بعد بھی وہاں موجود تھی مومنہ ہمیشہ کی طرح اس کی طرف ایک مسکراہٹ اچھالی مگر اس بار بھی اس کے جامد چہرے پہ کوئی رمق نہ اٹھی اس کے بے تاثر انداز پر مومن نے اچانک ایک فیصلہ کیا اور باہر نکل آئی چند قدم چل کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور چاکلیٹ اور کریم رنگ کا مینشن سے سجا بہت خوبصورت ڈبل اسٹوری بنگلہ تھا، گولڈن فریم والی کھڑکی سے جھانکتا اس لڑکی کا وجود کسی مجسمہ کا لگتا تھا وہ نپے تلے قدم اٹھاتی اس بنگلہ کی طرف بڑھ گئی بنگلے کی بڑھتے ہوئے اس نے سیر بھری سے نظر اٹھا کر دیکھا وہ لڑکی غائب ہو گئی تھی، وہ سر جھٹک کر دوبارہ بنگلے کی طرف بڑھنے لگی جبھی بنگلے سے نکلتی سلور بلیو ایک زناٹے سے اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی گاڑی میں موجود اس شخص پہ اسے کیپٹن حسن کا گمان ہوا ہے یہ گمان تھا جس کو وہ جھٹلانا نہیں چاہتی تھی اور یہ آس تھی جس کی وجہ سے وہ بھاگتی ہوئی اس کھلے گیٹ تک پہنچی تھی چوکیدار گاڑی جانے کے بعد گیٹ بند کر دیا تھا، گیٹ کے اوپر لگا حسن ولا کا بورڈ اس کے گمان کی تصدیق کے لئے کافی تھا اس نے گیٹ کے پاس لگی نیم پلیٹ پر احتیاطاً نظر ڈالی پاک آرمی کا بڑا سا بیج لگا ہوا تھا اور ساتھ ہی کیپٹن حسن یوسف سنہرے لفظوں میں کندہ تھا۔

''سنو مجھے کیپٹن حسن سے ملنا ہے۔'' اس نے اپنے دھڑکتے دل کو قابو میں کرتے ہوئے چوکیدار سے کہا۔

''جی وہ تو ابھی ابھی آفس کے لئے نکلے ہیں۔'' چوکیدار نے کہا۔

''اچھا پھر مجھے ان کی بہن سے ملوا دو۔'' اس لڑکی سے ملنے کے لئے اس کے پاس اس دشمن جان کے نام کے علاوہ کوئی جواز نہیں تھا، جبھی اطمینان سے بولی۔

''معاف کرنا بی بی جی! بی بی صاحب سے ملنے کی اجازت نہیں۔''

''کیوں؟''

''پتا نہیں جی ہم تو حکم کے غلام ہیں۔'' چوکیدار نے گیٹ بند کر کے احترام سے جواب دیا۔

''اچھا۔'' وہ مایوس ہو کر پلٹی تو اس کی نظر بے ساختہ اوپر چلی گئی وہ ساکت نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی مومنہ ایک ٹھنڈی سانس بھرتی اپنی اسٹریٹ کی طرف بڑھ گئی مگر راستے میں مستقل وہ اسے ملنے اور اس کی اداسی کو تلاش کرنے کا لائحہ عمل بھی ترتیب دے چکی تھی کیونکہ اس دشمن جان کو قریب سے دیکھنے کے لئے اس کی بہن سے تعلق جوڑنا ضروری تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ رانیہ نے بتایا ہی نہیں کہ کیپٹن حسن کی کوئی بہن بھی ہے اور وہ بھی جو دنیا قطع تعلق کیے ہوئے ہے۔

☆☆☆

سورج تین چوتھائی آسمان کی سیر کر چکا تھا،

پانچ بجنے والے تھے اس نے کچن میں جا کر چاکلیٹ اور دیگر سامان نکالا اور براؤنیز تیار کرنے کے لئے اوون آن کر دیا آمیزے میں تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے اس کی نظریں ڈائننگ روم میں لگی گھڑی پر تھیں، جو تھوڑی دیر بعد پانچ کے ہندسے پہ پہنچنے والی تھی اس نے آمیزہ تیار کر کے اوون میں رکھا ٹائم سیٹ کیا اور سنک کے نل سے ہاتھ دھو کر وہ خانساماں کو کچن سمیٹنے کی ہدایت کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، تھوڑی دیر میں وہ وائیٹ موتیوں سے سجا سوٹ پہنے گلے میں وائیٹ اسکارف اور کانوں میں ننھے ننھے آویزے پہنے تیار تھی، کچن سے اس نے براؤنیز کا باؤل اٹھایا جو اس کی غیر موجودگی میں خانساماں ترتیب دے چکا تھا اور باہر کی طرف بڑھ گئی، ڈیفنس کی ان گلیوں میں سرِ شام سناٹے بولنے لگتے تھے، صرف ہوا کی سرسراہٹ اور مختلف پرندوں کی بولیاں تھیں جو فضا میں ایک انوکھا ارتعاش پیدا کر رہی تھیں، وہ سوچ میں مگن اس سے بات کرنے کا لائحہ عمل ترتیب دیتی کب اس بنگلے تک پہنچی اسے معلوم ہی نہ ہو سکا۔

''جی بی بی جی کس سے ملنا ہے۔'' گیٹ تک پہنچ کر اسے دیکھتے ہی چوکیدار مستعدی سے کھڑا ہو گیا۔

''کیپٹن حسن کی بہن سے۔''

''سوری بی بی ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''واٹ؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے تم مجھے انکار کر رہے ہو تم شاید مجھے جانتے نہیں ہو شرافت سے دروازہ کھولو ورنہ میں دماغ درست کرنا بھی جانتی ہوں۔'' چوکیدار کے دوبارہ انکار پر مومنہ کا ٹمپر لوز ہو گیا۔

''بی بی جی میں نے آپ سے کہا ناں میں دروازہ نہیں کھول سکتا آپ کیوں میری نوکری کے پیچھے.....'' اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے جبھی گیٹ سے ملحقہ کمرے میں بجنے والی گھنٹی پر اس نے گیٹ کے برابر بنی کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر ریسور اٹھایا۔

''جی بی بی جی وہ تو ٹھیک ہے بی بی جی مگر صاحب.....'' دوسری طرف نہ جانے کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا۔

''جی ٹھیک ہے جی۔'' مون نے حیرت سے اسے دیکھا جو اسے اب اندر جانے کی اجازت دے رہا تھا، دوسرے پل وہ اندر قدم رکھ چکی تھی پورٹیکو میں نئے ماڈل کی پراڈو کھڑی تھی، بائیں جانب آنکھوں کی تازگی بخشنے کے لئے خوبصورت لان تھا جبکہ دائیں جانب بنی لابی کے آخر میں سرونٹ کوارٹرز تھے وہ بظاہر بے نیازی سے مگر بغور جائزہ لے رہی تھی جبھی سامنے سے آتی ملازمہ کو دیکھ کر مون کے بڑھتے قدم بے ساختہ رک گئے۔

''بی بی جی آپ کو اوپر بلا رہی ہیں۔'' نوکرانی نے اسے پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ چلنے کا عندیہ دیا تو مون نے کچھ بھی جواب دیئے بنا اس کی ہمراہی میں قدم بڑھا دیئے اسے یہ گھر طلسم زدہ لگ رہا تھا۔

اسے دروازے تک پہنچا کر ملازمہ واپس مڑ گئی، ملازمہ کے جاتے ہی اس نے اعتماد سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

''یس کم ان۔'' اجازت ملنے کے بعد مون نے اندر قدم رکھا تو سامنے وہیل چیئر پہ بیٹھی وہ لڑکی نظر آ گئی وہ حسب معمول کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی شاید اسے قدرتی نظارے بہت پسند تھے اس لئے وہ ہمیشہ مون کو اس کھڑکی سے نظر آتی تھی مگر ایک چیز جس نے مومنہ آنکھوں میں روشنی اور لبوں پہ مسکراہٹ بکھیری تھی وہ تھی اس کی مشابہت وہ ہو بہو اپنے بھائی سے مشابہ تھی۔

''ہیلو مائی نیم از مون میں تمہاری اسٹریٹ

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

میں جو وائٹ والا بنگلہ ہے اس میں رہتی ہوں میں پچھلے ایک ماہ سے دیکھ رہی تھی کوئی ہے جو واچ کرتا ہے اور جب میں نے واچ کرنے والے کو بغور دیکھا تو مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اسے تو میرے پارک میں آنے جانے اور ایکسر سائز کے علاوہ دیگر چیزوں کے بارے میں بھی مکمل معلومات ہے پھر سوچا جس کو میرا پورا بایو ڈیٹا معلوم ہے مجھے بھی تو اس پری کے بارے میں معلومات ہونے چاہیں بس اس لئے میں تمہیں دیکھنے اور دوسرے لفظوں میں تم سے دوستی کرنے آئی ہوں اور اس خوشی میں میں تمہارے لئے اپنے ہاتھ کے براؤنیز بنا کے لائی ہوں بس......" دل کے سنگھاسن پہ بیٹھنے والے شخص کی زندگی کو جاننے کی خوشی میں وہ بلا تکان بولتی چلی گئی وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس پل رانیہ سے دیکھ لے تو شاید صدمے سے ہی بے ہوش ہو جائے، اس نے ہاتھ اٹھا کر خاموش کروا دیا پھر وہ بولی تو مومنہ کو اس کے بولنے میں بھی ایک بے نام سی حسرت نظر آ رہی تھی۔

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کی خاموشی میں بھی آپ کی آنکھوں کی طرح آپ میں زندگی بولتی ہے مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ آپ کے بولنے سے کائنات میں موجود زندگی صرف بولتی نہیں بلکہ پھولوں کی طرح کھلکھلاتی اور بہتے پانیوں کی طرح گنگناتی بھی ہے۔"

"واؤ تم تو بہت خوبصورت بولتی ہو۔"

"تھینک یو۔"

"تھینک یو سے کام نہیں چلے گا اور ہاں تم تو بڑی بد اخلاق لڑکی ہو مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا اور نہ مجھ سے ہاتھ ملایا، نہ ہی اپنا نام بتایا۔" مون نے ہاتھ میں پکڑا باؤل دروازے کے قریب ٹیبل پہ رکھا اور خود اس کے قریب جا کر اس کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میرا نام ہانیہ ہے، بھیا جانی مجھے ہنی کہتے ہیں آپ بھی مجھے ہنی کہیں گی تو مجھے اچھا لگے گا میرے پیرنٹس کی ڈیتھ ہو چکی ہے میرے ایک بھیا جانی ہے کیپٹن حسن نام ہے ان کا آج کل ان کا تبادلہ پنڈی بیرک میں ہو گیا ہے۔" اس نے بیٹھے بیٹھے تعارف کروا کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مون نے اس کا ہاتھ تھام لیا مگر نہ جانے کیوں کیپٹن حسن کا نام سن کر دل نے جو بیٹ مس کی تھی اس کی بہن کی یہ حالت دیکھ کر تکلیف میں بدلنے لگی تھی۔

"استقبال کے لئے معذرت چاہوں گی کیونکہ میں چل نہیں سکتی ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے میری ٹانگ میں کچھ ڈیفیکٹ ہو گیا ہے ڈاکٹرز کہتے ہیں میں چل سکتی ہوں عام انسانوں کی طرح زندگی گزار سکتی ہوں اس کے لئے مجھے خود ہمت کرنا ہوگی مگر مجھے تماشہ سے ڈر لگتا ہے اور مجھے یہ بات انتہائی ناپسند ہے کہ کوئی مجھے دکھ بھری یا ترحم بھری نظروں سے دیکھے اس لئے میں نے باہر کی دنیا سے رشتہ ختم کر کے اپنی الگ دنیا بنا لی ہے۔" کہہ کر اس نے نظریں جھکا لیں مون نے افسوس اور دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا اور کرسی سے اتر کر اس کے پاس نیچے بیٹھ گئی۔

"آج سے مون تمہارے ساتھ ہے ہر پل ہر قدم پر اب تمہیں نہ کوئی ترحم بھری نظروں سے دیکھے گا اور نہ ہی کوئی تماشہ بنائے گا ہاں ایک بات اور تمہارے اندر بھی زندگی بولے گی اور تمہارے بولنے سے ہوائیں گنگنائیں گی مگر تمہیں وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو میں کہوں گی اور مون سب کچھ وہ کرے گی جو ہنی کہے گی۔" مون نے محبت سے اس کے ہاتھ تھام کر کہا تو اس کے مان و محبت کے ساتھ ہنی کہنے پر رشتوں سے ترسی وہ لڑکی اس سے لپٹ کر رو دی اور اس کے رونے پر اس کی محرومیوں اور خاموشیوں کا مون کو بہت شدت سے احساس ہوا تھا۔

حسن ولا جانا مون کا روز کا معمول بن چکا تھا اس سے دوستی استوار کرنے کے ساتھ مون کے چند گھنٹے گزارنے سے ہنی میں اتنی تبدیلی آ گئی تھی کہ وہ اپنی پناہ گاہ سے باہر آ گئی تھی پہلے پہل جب مون نے اس کی مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو اسے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ اس کی پوری دنیا صرف وہ ایک کمرہ تھا جس کی چاروں دیواروں میں بنے شیلف میں ہر قسم کا لٹریچر تھا، آہستہ آہستہ مون نے پہلے اس کے اندر اعتماد پیدا کیا اور پھر اس اعتماد کی بدولت اس نے اسے کمرے سے باہر نکلنے پر راغب کر لیا، کمرے میں نکلنے پر اس میں اتنی تبدیلی آ گئی تھی کہ اب ہنی باہر مون کو کمرے میں نظر نہیں آتی تھی وہ کبھی اسٹک کے ذریعے کھڑی خانساماں اور کوکنگ بک کی مدد سے مون کے لئے کوئی ریسپی بنا رہی ہوتی یا پھر مون کی دی ہوئی زبردستی ہی سہی کوئی مووی دیکھ رہی ہوتی، اس دن بھی مون جب حسن ولا پہنچی تو لاؤنج کا دروازہ کھولنے پر اس پہ خوشگوار تاثر پڑا سامنے ہی کمپیوٹر کے Desktop پہ مون کی کھلکھلاتی تصویر فوکس تھی جو ہنی نے کل ہی کھینچی تھی، جبکہ بیک گراؤنڈ میں وصی شاہ کی خوبصورت نظم چل رہی تھی وہ بے ساختہ نظم کے اشعار میں کھو گئی۔

چاندنی گنگنانے لگی
تارے آنگن میں لگے
کس لئے رنگ مہندی کا کھلنے لگا
پھول ہم کو ستانے لگے
کس لئے صرف تمہارے لئے

جبھی نظم سنتے ہوئے اس کی نظر مانیٹر کے اوپر رکھی مردانہ وجاہت کے شاہکار سے جا ٹکرائیں اس کے دل نے بے ساختہ ایک بیٹ مس کی وہ تصویر کے قریب آ گئی اسے محسوس ہوا وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے۔

"یہ تو طے ہے کہ کیپٹن حسن میں جو کچھ کر رہی ہوں صرف تمہارے لئے کر رہی ہوں تمہاری محبت میں اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے محبت کے رنگوں کی روشنی تم تک کب پہنچے گی آفیسرز کلب میں نہ آنے پر تم تو شکر پڑھ رہے ہوں گے مگر میرا رب بہت مہربان ہے اس نے تم سے ملانے کا متبادل راستہ میرے لئے بنا ہی دیا۔" وہ تصویر کو زیر لب چیلنج کرتے ہوئے بولی اور لاؤنج پر ایک گہری نظر ڈال کر کچن کی طرف بڑھ گئی جہاں ہنی کرسی پہ بیٹھی خانساماں کو کیک اوون میں رکھنے کی ہدایت کر رہی تھی مون نے گلا کھنکھار کے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا تو ہنی نے رخ موڑ کر دیکھا سامنے مون کھڑی تھی۔

"ارے مون تم کب آئیں مجھے پتا ہی نہیں چل سکا کتنی لمبی عمر ہے میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔" اس نے اچانک اس کی موجودگی سے ملنے والی بے پایاں خوشی کے زیر اثر باؤل جلدی سے سلیب پہ ٹکایا تو مون آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی، پھر وہ اسے تھام کر باہر نکالی تو ہانیہ نے مڑ کر خانساماں اسے باقی لنگس فرائی کر کے ٹرالی سیٹ کرنے کی ہدایت کی اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر آ گئی اور جب وہ پوری شام ہنی کے سنگ گزار کر باہر نکل رہی تھی، تبھی پورٹیکو میں داخل ہوتی سلور بلیو کو دیکھ کر اس کے قدم رک گئے آج ایک ماہ بعد اس کا دیدار نصیب ہوا تھا اور اس کے گھر میں آنے کے بعد پہلی مرتبہ ان دونوں کی یہ باضابطہ ملاقات تھی اب وہ اتنی بھی بد اخلاق نہ تھی کہ روز اس کے گھر میں اتنا وقت گزارنے کے بعد اب اس کو دیکھ کر آنکھیں پھیر لیتیں فل یونیفارم میں کاندھوں پہ سجے بیج کے ساتھ وہ اپنی مکمل مردانہ وجاہت کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔

"ہیلو مس کیسی ہیں آپ؟" اسے پورچ میں رکتا دیکھ کر اس نے اخلاقاً حال چال دریافت کیا اسے کے انداز سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ مون کی آمد سے واقف ہے مگر انجان بن رہا ہے

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

اس کے انجان بننے پر مومنہ کو حقیقتاً بہت دکھ ہوا مگر وہ خاموش رہی وہ پل اس کی زندگی کے سب سے تکلیف دہ پل تھے جس شخص سے وہ محبتوں میں اتنے آگے نکل گئی تھی وہ اس سے انجان تھا یا پھر انجان بن رہا تھا۔

''ہیلو آئی ایم مون آئی مین مومنہ۔'' اس نے بھی اخلاقاً ہیلو ہائے کرتے ہوئے تعارف کروایا۔

''آپ رانیہ بھابھی کی وہی دوست ہیں ناں جو آفیسرز کلب میں باقاعدگی سے آتی تھیں۔'' وہ ایک بار پھر انجان بنا اور اس کے انجان بننے پر مومنہ کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا جسے اس نے پلکیں جھپک جھپک کر پیچھے دھکیلتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

''حیرت ہے مسٹر کیپٹن آپ تو میرا پورا بائیو ڈیٹا جانتے تھے تو آج آپ کی یادداشت اتنی کمزور کیسے ہوگئی کہ میرا پورا بائیو ڈیٹا جاننے کے باوجود آپ مجھے پہچان نہیں پائے۔'' اس کے طنز پر حسن پہلو بدل کر رہ گیا وہ اس کے چہرے پہ پھیلتے رنگوں سے انجان نہیں تھا، جو پورٹیکو میں داخل ہوتے ہی اسے نظر آئے، اس پل بھی وہ اس کی بھیگتی آنکھوں سے نظریں چرا کر اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

''تھینک یو سو مچ مس مومنہ۔''

''تھینک فار واٹ؟''

''میری بہن کو زندگی کی طرف لانے اور زندگی کے رنگوں سے آشنا کرنے کا۔''

''اوہ!'' مومنہ نے گہری سانس بھری۔

''ایسی کوئی بات نہیں مسٹر حسن ہنی کوئی خدا نخواستہ ایسی کسی معذوری کا شکار نہیں تھی کہ اس کو زندگی کے رنگوں اور خوشیوں سے محروم کر دیا جائے مگر شاید آپ نے اپنی مصروفیت کے باعث اس کو محروم کرنے کی کوشش ضرور کی تھی اور اب جبکہ وہ ان رنگوں سے آشنا ہو چکی ہے تو میں آپ سے ریکوسٹ کروں گی کہ اسے ان اندھیروں اور محرومیوں میں مت دھکیلیے گا جس سے وہ باہر آ چکی ہے، امید ہے آپ غور کریں گے۔'' کہہ کر اس نے قدم بڑھا دیئے۔

''ایک منٹ مس مون!'' اس کے مون کہنے پر وہ بے ساختہ پلٹی تھی۔

''میں آپ کو ہنی کی محرومیوں اور اس کی گوشہ نشینی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں اس لئے آپ سے ریکوسٹ کروں گا کہ آپ کل کا لنچ ہمارے ساتھ کریں۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' مومنہ نے صاف انکار کر دیا نہ جانے کیوں اس کے رویے سے دل کو بہت تکلیف ہوئی تھی کیونکہ یہ وہ شخص تھا جو اس کی محبت کے رنگوں کو جانتا تھا مگر انجان بن رہا تھا تو مومنہ کو بھی اپنا پندار عزیز تھا اس لئے انکار کر دیا۔

''پلیز مس مون!'' اس نے دوبارہ التجا کی۔

''آپ آئیں گی تو مجھے خوشی ہوگی کیونکہ میں آپ کو چند اور حقیقتوں سے بھی روشناس کروانا چاہتا ہوں۔''

''اوکے۔'' اس نے تھک کر ہتھیار ڈال دیئے۔

''مگر ایک بات مسٹر حسن میرا نام مومنہ حمید ہے اور مون کہنے کا حق صرف میرے عزیز ترین لوگوں کو ہے ہر کسی کو نہیں امید ہے آپ آئندہ دھیان رکھیں گے۔'' وہ بھیگے لہجے میں طنز سے کہتی گیٹ کی طرف بڑھ گئی اور اس کے لہجے کے بھیگے پن پر حسن ساکت رہ گیا۔

☆☆☆

میجر یوسف آفریدی پاکستان کے دیانتدار اور فرض شناس سپہ سالار تھے، وہ پُرعزم اور ایماندار ہونے کے ساتھ محبِ وطن بھی تھے اور وطن کی اس محبت کے عوض انہیں ایک سازش کے تحت سیاچن کے محاذ پر تعینات کر دیا گیا اور شہادت جیسے عظیم و اعلیٰ مرتبے پر فائز کروا کے ان کا نام ہمیشہ زندہ رہنے والے لوگوں میں لکھ دیا گیا، شوہر کے اس عظیم مرتبے کو آبگینہ آفندی نے بڑی ہمت سے قبول کر لیا مگر وہ شوہر کی محبت اور دائمی جدائی نہ سہہ سکیں اور چھ ماہ کے قلیل عرصے میں پانچ سالہ ہانیہ اور چودہ سالہ حسن یوسف کو یوسف آفریدی کی بہن کے سپرد کر کے ابدی سفر پہ روانہ ہو گئیں ماں اور باپ کی پے در پے موت اتنا اثر ڈالا کہ اس نے بمشکل تعلیم مکمل کی اور دنیا سے کنارہ کر لیا رہی سہی کسر اس ایکسیڈنٹ نے پوری کر دی جس نے اس کی ٹانگ میں نقص پیدا کر دیا تھا حسن نے اسے تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ دنیا کی رنگینوں اور خوشبوؤں کی طرف لانے کی ہر ممکن طریقے آزما ڈالے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکا اور آج جب اس کی ساکت جھیل جیسی زندگی میں مون نے پہلا پتھر پھینکا تو وہ اس پتھر کے پھینکے جانے سے پیدا ہونے والی لہروں پہ چونکا ضرور تھا اور پھر جھیل میں پے در پے پھینکے جانے والے ان پتھروں نے اس کی زندگی میں ہلچل مچائی تو حسن کا دل بے اختیار شکر گزار ہو گیا یہی وجہ تھی کہ آج حسن نے اپنی زندگی کے ان لمحات سے بھی پردہ اٹھا دیا تھا جو اس کے قریبی دوست بھی نہیں جانتے تھے، لاؤنج میں صرف وہ تین نفوس تھے مومنہ نے نظر اٹھا کر دیکھا حسن اسی کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ ہانیہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

''جہاں تک بات اس چیز کو جاننے کی ہے کہ میں آپ کے والد کرنل حمید اور آپ کے دادا سرور حمید کو کیسے جانتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ میری ماں کے بھائی اور باپ ہیں۔''

''واٹ؟'' مومنہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''جی آپ کو شاید یقین نہ آئے مگر یہ حقیقت ہے میری والدہ آبگینہ یوسف آفریدی آپ کی سگی پھپھو ہیں۔'' اس انکشاف پر وہ حقیقتاً سر تھام کر رہ گئی جبکہ ہنی بے ساختہ خوشی سے بولتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

''دیکھا مون میں نہ کہتی تھی تمہارے پاس سے صرف محبت کی نہیں بلکہ اپنائیت کی بھی خوشبو آتی ہے یہی تو وہ اپنا پن تھا جو مجھے تمہاری طرف کھینچتا تھا۔'' مومنہ اس انکشاف پر دم بخود تھی جبھی یکدم وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور لاؤنج سے نکلتی چلی گئی اس کے ردعمل پر جہاں ہنی ساکت تھی وہیں حسن مطمئن تھا گویا اسے مومنہ کی طرف سے اسی ردعمل کی توقع تھی۔

☆☆☆

نہ وعدہ ہے کوئی تم سے رشتہ نبھانے کا
نہ کوئی اور ہی دل میں تہیہ یا ارادہ ہے
کئی دن سے مگر دل میں
عجیب الجھن سی رہتی ہے
نہ تم اس داستان کے سرسری کردار ہو
نہ قصہ اتنا سادہ ہے
تعلق جو میں سمجھی تھی
کہیں اس سے زیادہ ہے

پوری کوٹھی میں تاریکی کا راج تھا کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا بھاری دبیز پردوں میں سے چاند کی روشنی کا آنا محال تھا مگر وہ پھر بھی پردوں میں چھپے کونوں میں سے رستہ بنا کر اندر آنے لگی تھی بالکل اس کے دل کی طرح جس میں رستہ بنا کر کیپٹن حسن نے قبضہ کر لیا تھا اس کے آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر شبنم کے قطروں کی طرح اس کے مومی ہاتھوں پر ٹھہر گئے تھے وہ نازک سی لڑکی انکشافات کی زد میں تھی اور ان انکشافات کی زد میں وہ اس وقت ہچکیوں سے لرز رہی تھی جبھی کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑ کر صاف کرنے لگی سامنے حمید صاحب کھڑے تھے وہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسے آنسو رگڑتے دیکھ چکے تھے انہوں نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا تو کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

"مون میری جان کیا ہوا بیٹا کیوں رو رہی ہو۔" کرنل حمید اس کے سرخ پڑتے چہرے اور لرزتے جسم کو دیکھ کر تڑپ کر آگے بڑھے تھے انہوں نے اسے محبت سے سینے سے لگا لیا اور ان کے سینے سے لگ کر وہ ایک بار پھر زار و قطار رو دی۔

"مون بیٹا کیا ہوا اس طرح کیوں رو رہی ہو۔" کرنل حمید نے اس کا سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں پاپا بس ماما یاد آ رہی تھیں۔" اس نے ان سے الگ ہوتے ہوئے بہانہ بنایا کرنل حمید نے اسے بغور دیکھا پھر بولے۔

"بیٹا میں جانتا ہوں شاہانہ ہماری یادوں سے کسی بھی پل جدا نہیں ہو سکتی مگر آپ اس وقت شاہانہ کے علاوہ اور کسی بات پہ رو رہی ہیں یہ میں نہیں جانتا۔" ان کے کہنے پر اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر نظریں چرا لیں، کرنل حمید نے اس کے نظریں چرانے کو بغور دیکھا پھر بولے۔

"مون بیٹا اپنے پاپا کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"

"پاپا ایک بات پوچھوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کرنل حمید کو نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

"ہاں بیٹا بولو۔" انہوں نے محبت سے اس کے ہاتھ تھامے۔

"پاپا آبگینے یوسف کون تھیں۔" اس نے کرنل حمید کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا اس کے سوال پر کرنل حمید کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا۔

"بیٹا آپ کیسے جانتی ہو کیا تم ملی تھی اس سے۔" کرنل حمید کے لہجے میں چھپی بے تابی مومنہ سے چھپی نہ رہ سکی تھی اس نے ان کے سوال پر سر جھکا لیا۔

"مون بیٹا تم ملی تھیں اس سے اگر ملی تھیں تو مجھے بھی اس کے پاس لے چلو۔" انہوں نے بے تابی سے اسے جھنجھوڑا۔

"نہیں پاپا ان سے نہیں ملی ان کے بچوں سے ملی ہوں۔"

"اس سے کیوں نہیں ملیں؟" انہوں نے اس کے جواب کو نظر انداز کر دیا۔

"کیونکہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔" اور اس کے جواب پر کرنل حمید بھربھری مٹی کی طرح ڈھے گئے، ان کی حالت پر مومنہ نے بے ساختہ ان کو تھاما۔

"پاپا پلیز ریلیکس ہر انسان کو اس دنیا سے جانا ہوتا ہے کیونکہ یہی مشیت ایزدی ہے۔"

"ہاں جانا ہوتا ہے مگر وہ میری معصوم گڑیا اتنے جلدی کیوں چلی گئی اسے ایک پل کو بھی میرا خیال نہیں آیا۔" کرنل حمید بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیے اور اس پل روتے ہوئے انہوں نے اسے سب کچھ بتا دیا شاید وہ بھی تھک گئے تھے اپنے ضمیر اور تنہائی کا بوجھ اٹھائے۔

☆☆☆

"سرور احمد زئی کا تعلق پشاور کے یوسف زئی قبیلہ سے تھا ہمارے ہاں ایک روایت یہ ہے کہ ہم دوسروں قبیلوں کی لڑکی اپنے قبیلہ میں مردوں کے لئے قبول کر لیتے ہیں مگر اپنے قبیلے کی لڑکی کو کبھی دوسرے قبیلے میں نہیں بھیجتے خاص طور پر آفریدی قبیلے میں، کیونکہ آفریدی قبیلے سے ہمارے قبیلہ کی لڑائی نسل در نسل چل رہی تھی اور نسل در نسل چلنے والی اس لڑائی کو میرے بابا سرور احمد زئی نے مزید پروان چڑھایا نتیجتاً دشمنی کی اس بھینٹ میں ہمارے گھر کی خوشی ہم سے روٹھ گئی وہ بہت نازک تھی بالکل اپنے نام کی طرح "آبگینہ" نام تھا اس کا اور وہ ہمارے گھر کا وہ آبگینہ تھی جسے ہم نے خود ہی اپنے روایتوں کے پتھروں سے چور چور کر دیا، میں اور کاشان اسے آپی کہتے تھے میں محبت سے اسے آپی کہتا تھا جبکہ کاشان کو اس کی آنکھوں میں ہمہ وقت ٹھہرا پانی بہت پسند تھا اس لئے وہ اسے آبی کہتا تھا وہ ہماری سگی بہن نہیں تھی ان کے اس جملے پر مومنہ نے چونک کر سر اٹھایا مگر کہا کچھ نہیں، مگر بہنوں سے بڑھ کر تھی وہ چار سال کی تھی جب چچا اور چچی کی وفات کے بعد بابا اسے ہمیشہ کے لئے ہمارے گھر لے آئے یوں ہمارے گھر میں جو بہن کی کمی ہم دونوں کو محسوس ہوتی تھی وہ پوری ہو گئی، وہ مجھ سے بہنوں جیسے لاڈ اٹھواتی تو بھائیوں جیسے نخرے بھی برداشت کرتی تھی کاشان سے تو اس کی ہر وقت نوک جھوک ہوتی رہتی تھی اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ یہ نوک جھونک محبت میں بدل گئی میں اس بات سے قطعی انجان رہا کہ کاشان نے اسے بہن کے رشتہ کے بجائے دوسرے رشتہ سے دیکھنا شروع کر دیا ہے اور ویسے بھی یہ سب یک طرفہ تھا آبگینہ اس سے انجان تھی اور اگر انجان نہ ہوتی تو شاید وہ سب نہ ہوتا جو ہو چکا تھا کیونکہ وہ رشتوں پہ قربان ہو جانے والی لڑکی تھی وہ کہتی تھی "حمید بھائی رشتے ہیں تو محبت ہے جب رشتے ہی نہ ہوں تو محبت بھی اپنی موت مر جاتی ہے۔" میں اس وقت نیا نیا کیپٹن تعینات ہوا تھا ہمارے میس میں ایک پٹھان لڑکا ٹرانسفر ہو کر آیا تھا یوسف آفریدی نام تھا اس کا، ایک ہی میس میں ملاقات ہونے اور بعد میں روم میٹ بن جانے کے بعد ہم دونوں گہرے دوست بن چکے تھے ہم دونوں کی دوستی کو دیکھ کر کوئی یقین نہیں کرتا تھا کہ ہم دونوں چند سال کے نہیں بلکہ چند ہفتوں کے بنے ہوئے دوست ہیں۔"

"انہیں دنوں میں کاکول میں تعینات تھا اور چھٹیاں گزارنے اسلام آباد آیا ہوا تھا اس دن مجھے صبح ہی واپسی کے لئے ارجنٹ کال کر لیا گیا میں تیار ہو کر باہر نکلا جبھی کڈنی میں اٹھنے والی تکلیف نے مجھے کسی طور بھی چین نہ لینے دیا اور خود کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہو کر سیڑھیوں سے نیچے گرتا چلا گیا آبگینہ آواز پہ بھاگی ہوئی آئی تھی بھائی کیا ہوا وہ پریشان ہوتی اپنے دوپٹے سے میرا چہرہ صاف کر رہی تھی اس کے بعد بند آنکھوں سے مجھے کچھ بھی نہ نظر آ سکا جب مجھے ہوش آیا تو میں پنڈی ہاسپٹل میں تھا، کاشان بابا اور آبگینہ میرے پاس ہی کھڑے تھے آبگینہ کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا سب ہی اس کو تسلیاں دے رہے تھے کہ اب میری حالت بہتر ہے بابا جان نے ہیڈ کوارٹر میرے نہ آنے کی اطلاع کر دی تھی، اس کے بعد اس کو نہ جانے کیسا خوف طاری ہو گیا تھا بچھڑنے کا یہ کچھ کھونے کا، وہ دن رات کا فرق بھلا کر میری تیمارداری میں جت گئی، اس دن بھی وہ سوپ بنا کر میرے کمرے میں لائی تھی۔

"بھائی جلدی سے چکن اینڈ ویجیٹیبل سوپ پئیں اور مجھے دعائیں دیں" سوپ کا باؤل سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر وہ میرے سامنے کرسی پہ بیٹھ گئی، میں نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو واپس رکھ دیا آبی یہاں میرے پاس بیٹھو میں نے اسے ہاتھ تھام کے بیڈ پہ اپنے پاس بٹھا لیا۔"

"تم کیوں کرتی ہو میری اتنی خدمت اب میں اتنا بیمار بھی نہیں کہ تم میری تیمارداری میں خود کو بیمار کر لو۔" میں نے محبت سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"آپ کو میری محبت خدمت یا ڈھونگ لگتی ہے بھائی۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"ارے نہیں آبی!" میرے منہ سے اس کے الفاظ پر آواز بھی نہ نکل سکی۔

"میرے پاس آپ سے صرف ایک رشتہ کی طاقت نہیں بلکہ کئی ایک رشتوں کی ہے آپ صرف میرے بھائی نہیں بلکہ بہت اچھے دوست بھی ہیں اس گھر میں آ کر مجھے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی کمی کبھی محسوس ہی نہیں ہوئی کیونکہ

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

کاشان بھی صرف میرا کزن نہیں بلکہ بہت اچھا بھائی بھی ہے، بس وہ میرا دوست نہیں ہے۔" اس نے ناک چڑھا کر بتایا تو میرے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بابا جان (تایا ابو) بھی بہت اچھے ہیں مگر آپ کو پتا ہے آپ میرے بھائی، راز دار اور بہت اچھے دوست ہیں آپ کو یاد ہے ناں میں نے اسکول کالج کی ہر بات صرف آپ سے شیئر کی ہے اب آپ نے آئندہ ایسی بات کی تو یاد رکھیے گا آپ کی آپی مر جائے گی۔" وہ کہتے کہتے رو پڑی تھی اور اس کی محبت و شدت پسندی پہ میں ساکت ہو گیا۔

"آپی میری گڑیا۔" میں نے اس کے بال سہلائے مگر وہ گھٹنوں میں منہ دیئے مستقل رو رہی تھی اور کسی طور چپ نہ ہو رہی تھی۔

"السلام و علیکم!" سلام کی آواز پہ جہاں میں نے چونک کر سر اٹھایا وہیں وہ اجنبی مردانہ آواز پہ چابی کی گڑیا کی طرح چپ ہو گئی۔

"ارے یوسف تم؟" میں خوشدلی سے اٹھا، جبکہ آبگینہ تیزی سے دوپٹہ سے چہرہ رگڑتی وہاں سے نکل گئی۔

"خیریت یہ حسینہ مہ جبین کون ہیں جس کو اتنے دلار سے تم چپ کروا رہے تھے اور ویسے یار تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تم کو لڑکیوں کو چپ کروانے کا تجربہ بھی ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہتے ہوئے شرارتاً مجھے آنکھ ماری تو اس کی بکواس پر میں نے اسے تکیہ اٹھا کر کھینچ مارا۔

"ویسے تو بکواس کرنے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں مگر تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں یہ میری چچا زاد بہن ہے مگر سگی بہنوں سے بڑھ کر ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے اسے بتایا۔

"یار تم اتنی سی بات پہ دانت کیوں پیس رہے ہو اگر ٹوٹ گئے ناں تو لڑکیاں بابا جی کہیں گی اور اس پل یوسف کے انداز پر میری ہنسی نکل گئی اور پھر گزرتے دنوں اور یوسف کی بڑھتی ہوئی آمد کے ساتھ یوسف بابا جان کا چہیتا اور لاڈلا بھی بن گیا اسے محبتوں کا فن آتا تھا مگر ایک چیز جس کا ادراک مجھے بہت دیر میں ہوا وہ تھا آنکھوں میں تعمیر ہونے والا خواب آبگینہ یوسف خان آفریدی کی محبت میں مبتلا ہو چکی تھی اور اس کی آنکھوں نے اس کے خواب بننے شروع کر دیئے تھے، وہ نازک سی لڑکی اس سنگ راہ پر چل پڑی تھی جس میں اس کو ہر جگہ پتھر ملنے تھے، ڈیوٹی پہ واپس آنے کے بعد مجھے بھی کبھی کبھی یوسف کے اندر تبدیلی کا احساس ہوتا مگر میں اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیتا اس خیال کو تقویت اس وقت ملی جب میں ہنگامی بنیادوں پر واپس اسلام آباد آیا، شام کے سائے رات سے گلے ملنے لگے تھے، میں نے کوٹھی کا چھوٹا گیٹ وا کیا اور اندر کی طرف بڑھ گیا کوٹھی میں اس پل سناٹے کا راج تھا، میں سب کو آوازیں دیتا لاؤنج میں ہی پریشان حال صوفے پر بیٹھ گیا، تبھی چوکیدار نے آ کر بتایا کاشان اپنے دوستوں کی طرف گیا ہے جبکہ بابا جان کلب میں تھے میں خانساماں کو چائے کا کہہ کر آپی کی کمرے کی طرف بڑھ گیا سوچا اس سے باتیں کر کے ہی وقت گزار لوں۔"

"آپی!" میں اسے پکارتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا میں نے اندھیرے کمرے میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گیا میں نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا تو کمرہ روشنیوں میں نہا گیا میں نے اسے بغور دیکھا وہ بکھرے بالوں اور چہرے پہ بکھرے آنسوؤں کے ساتھ نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

"آپی!" میں نے اسے دوبارہ پکارا تو وہ یکدم ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔

"جی بھائی۔" اس نے بکھرے بالوں اور چہرے پہ بکھرے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے دوپٹے کو از سر تو لپیٹا اور اپنا آپ چھپا رہی تھی اس پل اس کی حالت اس چور کی تھی جسے رنگوں ہاتھوں پکڑا گیا ہو پنکھے کی ہوا میں اڑتے پھڑپھڑاتے کاغذوں نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔

کس سے پوچھوں وہ کیا
شخص ہے جو مرے
آرزوؤں کے جھروکوں میں ٹھہرے ہوئے
سارے چہرے میں بکھرا ہوا ہے
مگر خود ابھی اپنے چہرے میں اترا نہیں ہے
کس سے پوچھوں وہ کیا
نام ہے جو مری
دھڑکنوں کے مقدر میں مرقوم ہے
اور وہ کیا اجنبی ہے جو صدیوں سے میرے
خیالوں کے قریے میں آباد ہے
مگر میرا صورت شناسا نہیں
کس کی آواز ہے
جو میری روح میں نغمہ پرواز ہے
کون بتلائے گا اس نگر کا پتہ
جس کی مٹی کی خوشبو مرے جسم کے واسطے
جس کے درودیوار
مری بے خواب آنکھوں سے مانوس ہیں
اور جس کو کبھی میں نے دیکھا نہیں تھا
نارسائی مری و نارسائی مری
جس کو پایا نہیں اس کو کھوتے کا غم
میری خواہش کے سینے کا ناسور ہے
کس کو آواز دوں کس کا ماتم کروں
وہ ابھی اپنے چہرے میں اترا نہیں ہے
کس سے پوچھوں میرا مدعا کون ہے
میرا نارسا کون ہے
میرا خواب کون ہے

کاغذ پہ لکھی نظم اس کی حالت کی گواہ تھی اور اس پل اس نظم اور اس کی حالت دیکھ کر میرے قدموں کو زمین نے جکڑ لیا تھا۔

"آپی یہ سب کیا ہے؟" میں نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ اس کے آگے کیا جس پہ وہ نظم تحریر تھی اور میرے سوال پر اس کا چہرہ پیلا پڑنے گیا۔

"تم مجھے دوست کہتی ہو ناں آپی تو یقین کرو تمہارا دوست تمہاری مدد ضرور کرے گا مگر مجھے پہلے اس کا نام بتاؤ شاباش۔" میں نے اس کو دوستی اور مدد کا یقین دلایا تو میرے یقین و سوال پر اس نے سر جھکا لیا۔

"کیا وہ یوسف آفریدی ہے۔" میں نے اپنے خیال کو ڈرتے ہوئے لفظوں کا روپ دیا، اس کے چہرے پہ پھیلتے رنگوں اور جھکی پلکوں نے مجھے اس کے جواب سے آگاہ کر دیا تھا اور ایک دوست ہونے کے ناطے میں نے اس بات کو راز رکھنے اور اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا مگر اس وقت سے لے کر آج تک میں کامیابی اور ناکامی کے پھندے پر جھول رہا ہوں اور اس بات کا فیصلہ نہیں کر پایا کہ آیا اس کی محبت اسے دلانا صحیح تھا یا اس کے رشتوں کو سزا کے طور پر اس سے چھڑوا دینا غلط فیصلہ ہے، میرے اصرار پر بابا جان نے یوسف آفریدی کو اس کا ہم سفر بنا دیا تھا مگر خود سے اور ہم سے اس کے تمام رشتے یہ کہہ کر ختم کر دیئے کہ آج سے وہ ہمارے لئے اور ہم اس کے لئے مر گئے۔" کرنل حمید بولتے ہوئے یکدم خاموش ہو گئے۔

"پھر کیا ہوا بابا جان۔" مومنہ نے ان کی زندگی کی کہانی سنتے ہوئے کرنل حمید کے خاموش ہونے پر انہیں دوبارہ جھنجھوڑا جو غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے بیٹھے تھے۔

"پھر اس کی رخصت ہو جانے کے بعد میں واپس جاب پر آ گیا جبکہ کاشان نے احتجاج کے طور پر اپنا تبادلہ سرحد پہ کروا لیا میں نے اور بابا جان نے اس کو اس فیصلے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ اپنی ضد سے پیچھے نہ ہٹا محاذ پر تبادلہ کروانے کے چھ ماہ بعد میرا وہ لاڈلا بھائی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

دشمن کی طرف سے کیے جانے والے حملوں کا جواب دیتے ہوئے شہید ہوگیا، بابا جان کو اس کی شہادت کا بہت صدمہ تھا اور اسی صدمے کی وجہ سے وہ محض چھ ماہ بعد اس کے پہلو میں جا سوئے ان کی شہادت کے بعد مجھے پتا چلا کہ آبگینہ کراچی شفٹ ہوگئی ہے میں نے اس کو تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام ہوگیا پھر آگے پیچھے پوسٹنگ کے سلسلوں نے اس قصے کو ٹھنڈا کر دیا مگر جب چودہ سال بعد میری ایک بار پھر اسلام آباد پوسٹنگ ہوئی تب مجھے یوسف کی شہادت کی خبر ملی میں نے ایک بار پھر آبگینہ کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے کی وجہ سے میں نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد حتمی طور پر کراچی شفٹ ہونے کا فیصلہ کرلیا، مگر قسمت کو شاید ابھی میرا اور امتحان مطلوب تھا میں نے آبگینہ کو ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام ہوگیا اور اس دن سے آج تک میں اپنے ضمیر کا اور اس کی محبتوں کا قیدی ہوں وہ روز مجھ سے سوال کرتی ہے۔"

"میری کیا غلطی تھی جو آپ لوگوں نے مجھے اپنے آپ سے الگ کر دیا، کیا قبیلوں کی تفریق دیکھنا ضروری ہے کیا مسلمان ہونا شرط لازم نہیں، قبیلوں کی نسل در نسل دشمنی کتنے آبگینے توڑے گی کتنے دلوں میں دڑاڑیں ڈالے گی، ایسی دراڑ جو صرف قبر کی مٹی بھر سکے مجھے معلوم ہے یوسف نے میری محبت نے بابا جان اور میرے رشتے میں ایسی دراڑ ڈال دی ہے جو اب شاید صرف میری موت پوری کرسکتی ہے اب مجھے انتظار ہے اس موت کا جو ہماری محبتوں اور رشتوں میں پیدا ہونے والی دراڑوں کو پر کر سکے۔" اور اس کے شکووں نے میرے وجود میں دراڑیں ڈال دیں ہیں ایسی دڑاڑیں جو آج اتنے سال بعد بھی پر ہونے کی بجائے مزید تڑختی ہیں اور ان گہری ہوتی دڑاڑوں نے مجھے ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔"

اب تو صرف ایک آرزو ہے آبگینہ نہ سہی اس کی اولاد سے ہی اس کے ساتھ ہونے والے ظلم اور گھر بدری کی معافی مانگ لوں۔" کہہ کر کرنل حمید نے نظر اٹھا کر دیکھا گھڑی پانچ کے ہندسے چمک رہی تھی پو پھٹنے لگی تھی ساری رات گزر گئی تھی ان کو حقیقت بتانے میں مگر وہ پرسکون تھے ایک نیا سورج طلوع ہو رہا تھا اور ایک رات ان کے ضمیر کا بوجھ اپنے دامن میں چھپائے رخصت ہو چکی تھی۔

"مجھے اب معافی چاہیے ہاں صرف معافی چاہیے۔" وہ زیر لب کہتے باہر نکلتے چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد وہ ان انکشافات پر حیران سوچتی ہوئیں نہ جانے کب بیڈ پہ آ کر لیٹی تھی اور بیڈ پر لیٹتے ہی اس کے دماغ نے کچھ بھی سوچنے سے انکار کر دیا اور وہ نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی۔

پھر اس کی آنکھ دوپہر کے بعد کھلی تھی اس نے اٹھنے کے بعد پہلے واش روم کا رخ کیا فریش ہونے کے بعد وہ باہر آئی تو سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے کرنل حمید اخبار میں گم تھے جبکہ ٹیبل پہ رکھا چائے کا کپ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"گڈ مارننگ پاپا۔" اس نے حسب عادت کہتے ہوئے چیئر گھسیٹی اس کے مارننگ کہنے پر کرنل حمید نے آئی بروسمیٹ کر شرارت سے اسے دیکھا۔

"بیٹا جی مارننگ کے بعد اب آفٹرنون بھی گزر گیا ہے اور ایوننگ ٹائم شروع ہو چکا ہے۔" ان کے کہنے پر خفت سے سر جھکا گئی اور اس کے شرمندہ ہونے پر کرنل حمید ہنستے ہوئے خانساماں کو آواز دینے لگے۔

☆☆☆

"پاپا آپ ہنی اور کیپٹن حسن یوسف سے آج ملنا پسند کریں گے یا پھر جب آپ کہیں۔" اس نے جان بوجھ کر کرنل حمید کو اس طرف متوجہ کیا مقصد ان کا اقرار سننا اور دشمن جاں کا دیدار

تھا۔

"کون ہنی بیٹا؟"

"آبگینہ پھپھو کی بیٹی پاپا۔" اور آبگینہ کو پھپھو کہنے پر ان کا ہاتھ جہاں کا تہاں رہ گیا وہ سمجھی ان کی بیٹی تھی ان کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔

"ریلیکس پاپا وہ نہیں تو کیا ہوا ان کی اولاد تو زندہ ہے ناں آپ اپنے ضمیر کو سکون ان سے معافی مانگ کے اور ان کو باپ جیسی شفقت دے کر بھی تو حاصل کر سکتے ہیں۔" اس نے انہیں تسلی دی۔

"واہ بھئی میری بیٹی اتنی سمجھداری کی باتیں کرنے لگی یعنی ہماری بیٹی بھی اب بڑی ہوگئی ہے۔" کرنل حمید نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"دس از ناٹ فیئر پاپا آئی ایم ناٹ آ چائلڈ آئی ایم ینگ (یہ صحیح نہیں ہے پاپا میں اب بچی نہیں بلکہ بڑی ہوگئی ہوں) اور اب تو پورے اکیس سال کی ہو جاؤں گی۔"

"آف کورس بیٹا آپ تو اپنے پاپا سے بھی زیادہ جینئس ہیں۔" کرنل حمید نے اسے دوبارہ تنگ کیا تو وہ باپ کی شرارت سمجھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے کرنل حمید یقیناً گالف کھیلنے کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ ڈنر کھانے چلے گئے تھے ورنہ اس وقت تک وہ گھر آ چکے ہوتے تھے مومنہ نے تھوڑی دیر ان کا انتظار کیا اور پھر ان کے لئے سرپرائز کا سوچ کر نمبر ملانے لگی، تیسری بیل پر فون ریسو کر لیا گیا تھا۔

"ہیلو میں مومنہ بات کر رہی ہوں۔"

"السلام وعلیکم!" دوسری طرف سے حسن نے سلام کیا تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

"جی فرمایئے۔" اس کی شرمندگی کو اس نے محسوس کر لیا تھا جبھی بات کو بڑھانے کی غرض سے بولا۔

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"مجھ سے مگر خیریت۔" اس کے لہجے میں شرارت صاف چھلک رہی تھی۔

"صرف آپ سے نہیں آپ سے اور ہنی سے مجھے ضروری کام ہے۔" اس کی شرارت پر وہ تپ گئی تھی جبھی لفظ چبا چبا کر بولی۔

"تو آ جایئے دیر کس بات کی کیسی ہم تو ویسے ہی آپ کی راہ میں پلکیں فراش کیے بیٹھے ہیں۔"

"جی۔" مومن نے حیرت سے کہا جبھی حسن یکدم سنبھل گیا۔

"تو پھر آپ آ رہی ہیں۔" اس نے بات کو سنبھالنے کے لئے پوچھا "مگر اس وقت" اس نے پریشانی سے گھڑی دیکھی۔

"مومن میرا خیال ہے ہم آپ کے اپنے ہیں اور اپنوں میں کبھی وقت جگہ اور اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اس کی گمبھیر آواز میں نہ جانے کون سا اثر تھا وہ اسے اپنے آنے کا عندیہ دیتی ریسور رکھ کر فوراً کھڑی ہوگئی، چوکیدار کے ہمراہ جب وہ حسن ولا پہنچی تو گیٹ کھلا ہوا تھا حسن گیٹ کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"السلام وعلیکم!" اس کو دیکھتے ہی اس نے سلام میں پہل کر ڈالی، مبادا کہیں دوبارہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے حسن نے سلام کا جواب دے کر اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور احتراماً پیچھے ہٹ گیا اس کے آگے بڑھنے پر اس نے قدم بڑھا دیئے اور لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو ہنی سامنے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی جبکہ ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا تھا وہ سیدھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی جبکہ حسن اس کے سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Forum

"مون تم اس وقت خیریت۔" ہنی اس کو دیکھ کر حیران تھی۔

"کیوں کیا میرے آنے جانے کے تم نے اوقات مقرر کر رکھے ہیں۔" اس نے الٹا اس سے سوال کیا۔

"نہیں میرا یہ مطلب تھوڑی تھا تم جب دل چاہے آؤ اور ویسے بھی اب تو یہ تمہارا گھر ہے۔"

"کیوں بھائی جان۔" اس نے حسن کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے اس کے گلے میں بانہیں ڈالیں تو حسن بے ساختہ اپنی چوری پکڑے جانے پر نظریں چرا گیا اور بھائی کو اپنی ہی محبت اور خواہش سے نظریں چراتے دیکھ کر ہنی کھلکھلا کے ہنس پڑی ہنسی بات بے بات اس کے لبوں سے پھوٹ رہی تھی اس نے کل رات ہی حسن سے مون کو اپنی بھابھی بن جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور آج مون اس پل اس کے سامنے تھی مون نے اس کو بلاوجہ ہنستے دیکھ کر الجھتے ہوئے اس کے معنی خیز انداز کو دیکھا مگر حسن کی موجودگی کی وجہ سے خاموش رہی۔

"تم بتاؤ ڈنر میں کیا لوگی کچھ نہیں بلکہ میں آپ دونوں آج کے ڈنر کے لئے انوائٹ کرنے آئی ہوں۔"

"مگر اس وقت۔" حسن نے کلائی پر بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے احساس دلانا چاہا۔

"سوری ٹائم زیادہ نہیں ہوا اور پھر ڈیئر کراچی جیسے شہر میں تو راتیں جاگتی ہیں۔" مومنہ نے خوشی سے مخمور لہجے میں کہا حسن نے اس کے انداز کو بغور دیکھا وہ آج کچھ زیادہ ہی خوش لگ رہی تھی۔

"اب اٹھ بھی جاؤ ہنی اور کتنی دیر لگاؤ گی۔" ہنی کو اپنی جگہ جمے دیکھ کر اس نے اٹھانا چاہا۔

"مگر بھائی۔" وہ حسن کو دیکھ کر تذبذب کا شکار ہو گئی مومنہ یکدم سلگ کر رہ گئی وہ بغور دیکھ رہی تھی ڈنر کا سن کر اس کے چہرے پر مزید سنجیدگی آ گئی ہے پل پل رنگ بدلتے اس شخص کو دیکھ کر وہ حیران تھی فون پر بات کرتے ہوئے اس کے لہجے میں بچوں کی سی شوخی تھی تو اس وقت چہرے پر چٹانوں کی سی سنجیدگی تھی۔

"آئی ایم سوری شاید آپ لوگوں کو میرا ڈنر پر انوائٹ کرنا ناگوار گزرا ہے اٹس اوکے مگر میں ایک بات ضرور کہوں گی حسن صاحب۔"

"اگر آج بھی ہم اپنی انا کے گنبد میں قید رہیں گے تو ان گنبدوں میں ہماری صرف حنوط شدہ لاشیں رہ جائیں گی اور حنوط شدہ لاشوں کو لوگ افسوس سے دیکھتے ضرور ہیں مگر دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، میں یہاں رشتوں کو مزید استحکام دینے اور نئے رشتوں سے ملوانے کے لئے آپ لوگوں کے پاس آئی تھی مگر آپ لوگوں کو یہ سب منظور نہیں تو کوئی بات نہیں میں کم از کم آبگینہ پھپھو اور اپنے ضمیر کے آگے مطمئن ہوں کہ جس بھائی کے لئے وہ ساری عمر تڑپتی رہیں اس بھائی سے میں نے ان کی اولاد کو ملوانے کی کوشش کی تھی اب اگر وہ نہ ملنا چاہیں تو یہ ان کی قسمت شاید ان کی محبت ان کی انا سے زیادہ طاقتور نہیں تھی۔" بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا تو وہ لاؤنج کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ایک منٹ تم ہمیں ماموں جان سے ملوانا چاہتی تھیں ناں۔" مومنہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو چلو ناں میں ان سے ضرور ملوں گی اور مجھے یقین ہے بھیا جان بھی انکار نہیں کریں گے کیوں کہ جس شخص سے ہماری ماں محبت کرتی تھی ان کا عقیدت کی حد تک احترام کرتی تھی میں ان سے ضرور ملنا چاہوں گی کیونکہ آبگینہ یوسف کی اولاد اتنی بھی کم ظرف نہیں کہ اپنے ماں کے محسن

سے نہ ملے، میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں بھیا جان۔" ہنی نے پر یقین انداز میں حسن کی طرف دیکھا تو وہ بھی اثبات میں سر ہلا گیا اس کے اثبات میں سر ہلانے پر مومنہ خوشی سے ہنی سے لپٹ کر رو دی اس کے اس طرح رونے پر وہ یکدم پریشان ہو گئے۔

"مون کیا ہوا کیوں رو رہی ہو۔" ہنی نے اس کا سر کاندھے پر سے اٹھایا۔

"کچھ نہیں؟" اس نے گلابی چہرے پر پھیلے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا حسن بھی ان دونوں قریب آ چکا تھا اس نے اس پل اسے بغور دیکھا گلابی چہرہ جو گلابی سوٹ میں اور دمک رہا تھا آنسوؤں کے قطروں سے وضو کیا ہوا تھا گلابی ہونٹ جو اضطرابی کی حالت میں بار بار کچلنے سے اتنے سرخ ہو گئے تھے گویا ان سے ابھی خون چھلک پڑے گا وہ یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا اسے دیکھنے پر مومنہ نے خفگی سے اسے نظر اٹھا کر دیکھا اور رخ موڑ لیا اس کی اس بچکانہ حرکت پر حسن کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ چھو گئی۔

رات کے دس بج رہے تھے مگر ڈیفنس کی ان گلیوں میں سر شام اندھیرا پھیلنے کی وجہ سے اس پل آدھی رات کا گمان ہو رہا تھا وہ تینوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے مگر ہر کوئی اپنی جگہ خاموش تھا اور اس خاموشی کے پیچھے صرف ایک ہی سوال تھا وہ تھا کرنل حمید کا ردعمل، اسی خاموشی میں وہ مون ولا کے قریب پہنچ چکے تھے، ولا کی تمام لائٹس آف تھیں، مومنہ نے گھبرا کر جلدی سے چھوٹا گیٹ وا کیا اور ان دونوں کو نظر انداز کرتی اندر کی طرف بھاگتی چلی گئی۔

"بابا جان!" پورے لاؤنج میں اس کی آواز گونج کر رہ گئی حسن اور ہانیہ بھی اس کو گھبراتے دیکھ کر لاؤنج میں داخل ہو چکے تھے۔

"کریم و نواز۔" اس نے خانساماں کے ساتھ دیگر ملازمین کو آوازیں دی۔

"جی چھوٹی بی بی!" خانساماں کچن میں موجود ہونے کی وجہ سے فوراً باہر آ گیا۔

"بابا جان کہاں ہیں اور یہ ساری لائٹس کیوں آف ہیں۔"

"وہ بی بی صاحب تو اپنے کمرے میں ہیں، انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا جی اور ساری لائٹس بھی آف کر دی تھیں۔" خانساماں نے اسے وجہ بتائی تو وہ اسے جانے کا اشارہ کرتی حمید صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اپنی پریشانی میں وہ حسن اور ہانیہ کو بھی فراموش کر چکی تھی مگر ان دونوں نے کوئی شکوہ نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے ہی کرنل حمید کے کمرے کی طرف بڑھ گئے مومنہ کمرے میں داخل ہوئی جبھی سامنے کے منظر کو دیکھ کر اس کے قدم رک گئے کرنل حمید ریوالونگ چیئر پہ بیٹھے تھے آنسو قطار در قطار ان کی کنپٹی کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

"بابا!" وہ تڑپ کر آگے بڑھی ان کے پاس نیچے بیٹھتے ہوئے دونوں ہاتھ ان کے گھٹنے پر رکھ دیئے۔

"مون تم میری آبگینہ کو لینے گئی تھی ناں وہ نہیں آئی تمہارے ساتھ۔" وہ خلا میں غیر مرئی نقطے پر نظریں جماتے ہوئے بولے۔

"اس سے کہنا اب تو اپنی ناراضگی ختم کر دے میں تھک گیا ہوں اس کی ناراضگی اور شکوے سہتے ہوئے اسے بلا لاؤ، مون اسے کہو ایک دفعہ آ کر مجھ سے مل لے صرف ایک دفعہ۔" وہ چھوٹے بچے کی طرح اس کے دونوں ہاتھ پکڑے گڑگڑا رہے تھے اور باپ کی یہ حالت دیکھ کر آنکھوں سے آنسو نکل پڑے وہ جانتی تھی اس کا باپ لڑ رہا ہے، اپنے آپ سے مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کی یہ حالت ہو جائے گی، اور اپنی ماں کے غم میں کرنل حمید کی یہ حالت دیکھ کر حسن بھی پریشان

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

گیا تھا جبکہ ہانیہ روتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔

"ماموں جان!" اس نے کرنل حمید کو پکارا تو انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا انہیں لگا سامنے آبگینہ کھڑی ہے کیونکہ وہ آبگینہ کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

"آبگینہ!" وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب آ گئے۔

"آبگینہ تم نے مجھے معاف کر دیا بولو تم نے مجھے معاف کر دیا، جبھی تم آ گئی ہو۔" ہانیہ خاموش نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی آنسو اس کی آنکھوں سے مستقل بہہ رہے تھے۔

"بولو ناں آبگینہ تم نے مجھے معاف کر دیا تم میری وہی آبگینہ ہو ناں جو کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوتی تھی جو مجھ سے اپنی ہر بات کہتی تھی۔" انہوں نے ہانیہ کو جھنجھوڑا تو وہ ان کے سینے سے لگ کر زار و قطار رو دی اور اس کے رونے پر کرنل حمید بھی بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیئے تھے مومنہ بھی ان کے ساتھ رو رہی تھی ان دونوں کو روتے ہوئے کافی دیر گزر گئی جبھی حسن نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو الگ کیا تو انہوں نے اسے اپنے سینے سے الگ کر کے بازو کے گھیرے میں لے لیا گویا انہیں ڈر تھا کہ وہ دوبارہ نہ چلی جائے حسن کے آگے بڑھنے پر مومنہ بھی اپنے آپ کو سنبھالتی آگے بڑھی۔

"بابا جان یہ آبگینہ پھپھو کی بیٹی ہانیہ اور یہ ان کے بیٹے کیپٹن حسن یوسف ہیں۔" ان کے سنبھلنے پر مومنہ نے ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ان دونوں کا تعارف کروایا تو انہوں نے چونک کر حسن کی طرف دیکھا ان کی نظریں اس کی آنکھوں پر تھیں اس کی آنکھیں بالکل یوسف آفریدی جیسی تھی روشن سیاہ چمکدار انہیں یاد تھا وہ اتنے سال پہلے بھی اس کی آنکھوں کی وجہ سے اس کے اسیر ہو گئے تھے اور بعد میں یوسف کے سامنے جب اعتراف کیا تو وہ کتنا تنہا تھا وہ ہانیہ کو چھوڑ کر حسن کی طرف بڑھے دوست کے بیٹے میں دوست کی مشابہت دیکھ کر انہیں بے ساختہ دوست کی یاد آئی بے شک ان کی دوستی کی عمر بہت کم تھی مگر وہ ان کے دل کے نہاں خانوں میں آج بھی موجود تھا، انہوں نے دیوانہ وار لپک کر اسے گلے لگا لیا، ان کی محبت دیکھ کر ہانیہ اور مومنہ کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگنے لگیں۔

☆☆☆

تیرے آگے سوال کرتے کیوں
اور خود کو نڈھال کرتے کیوں
ایک تعلق بھی کم نہیں ہوتا
سو تعلق بحال کرتے کیوں
تیرے انداز کے نہیں ہیں ہم
ورنہ اپنا ملال کرتے کیوں
ایک مروت نے ہم کو مار دیا
ورنہ جینا وبال کرتے کیوں
ہجر جب راس آ گیا تھا تیرا
تو تجھ سے عرض وصال کرتے کیوں

وہ خاموش اور نڈھال سے قدم اٹھاتی پارک کی طرف بڑھ رہی تھی، سرمئی شام ڈھلنے لگی تھی ہوائیں سبک رفتاری سے بھی اس کے قدموں سے لپٹتیں کبھی اس کے بالوں سے شوخ و شنگ شرارتیں کرتیں اور کبھی اس کے چہرے پر بغاوت کرنے والے آنسوؤں کو نرمی سے سمیٹ لیتیں، کرنل حمید بہت خوش تھے ان کو ہانیہ کی شکل میں ایک بیٹی اور اپنی آبگینہ مل گئی تھی جبکہ ہانیہ باپ جیسے ماموں کی شفقت و محبت پا کر خوش تھی، حسن کے چہرے سے کچھ بھی اندازہ لگانا مشکل تھا کیونکہ پل پل بدلتا وہ شخص اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے میں بھی کمال فن رکھتا تھا رہ گئی وہ تو وہ بھی نئے رشتوں کو پا کر بہت خوش تھی مگر دل نجانے کیوں پھر بھی اداس تھا، یہ دل بھی

عجیب چیز ہے اس کو من پسند چیز مل بھی جائے تو یہ پھر بھی ہر اس شے کا طلبگار رہتا ہے جو ناممکن ہوتی ہے اس کا دل بھی کیپٹن حسن کی رفاقت کا طلبگار ہو گیا تھا اسیر تو وہ پہلے ہی تھی مگر اب دل ہمک ہمک کر اس کی ہمراہی مانگتا تھا، ہر پل ہر گھڑی، اس وقت بھی وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے پارک میں اپنے مخصوص گوشے میں بنچ پر بیٹھی تھی، آنکھوں کو بند کیے آنسوؤں کو باہر کا رستہ مل جانے پر پرسکون انداز میں بیٹھی وہ ہوا کی سرگوشیوں کو سن رہی تھی جبھی اسے اپنے قریب کسی کا گمان ہوا اس نے آہستگی سے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کے برابر میں حسن بیٹھا ہوا تھا۔

تمہیں ایک بات کہنی تھی
مگر
ناراض مت ہونا
کہ تم جو ہر گھڑی مجھ کو
یوں اتنا یاد
آتے ہو
ہمیں اتنا ستاتے ہو
نہ اتنا یاد آؤ تم
نہ یوں اتنا ستاؤ تم
کہ اتنا یاد آ کر
یوں
ہمیں پاگل بنا کے تم
فقط
اتنا بتا دو کہ
ہماری جان لو گے کیا
مگر
یہ بھی حقیقت ہے
تمہاری یاد ہی تو ہے
جو ہر پل ساتھ رہتی ہے
خوشی میں بھی
غمی میں بھی
اداسی کے پلوں
میں بھی

"مون!" اس کے مون کہنے پر مون بے ساختہ گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے اب تو میں تمہیں مون کہنے کا حق رکھتا ہوں، کیونکہ میں نے انا کے گیند میں قید ہو کر حنوط شدہ لاش بننے کے بجائے پرانے رشتوں کو جوڑنے اور نئے رشتے بنانے کے لئے زندہ رہنے کے فن سے آشنائی حاصل کر کے زندگی کی طرف قدم بڑھایا ہے اور اب اس زندگی کی شاہراہ میں، میں تمہارے ساتھ چل کر میں اس منزل پہ پہنچنا چاہتا ہوں جہاں محبتیں و خوشیاں اور مسکراہٹیں ہیں بولو چلو گی ناں میرے ساتھ۔" حسن نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا تو وہ اس کے منہ سے اعتراف محبت سن کر ساکت تھی اس کا ہاتھ بڑھا دیکھ کر الجھ گئی مگر، اس نے الجھ کر کچھ کہنا چاہا تو حسن نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کر دیا۔

"مگر کیا یہی ناں کہ مجھے تو تم سے محبت نہیں ہے یہ سچ ہے کہ مجھے تم سے محبت نہیں تھی مگر اسلام آباد سے آنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ سرمئی شام میں ڈوبی وہ دو سیاہ آنکھیں جو کلب میں مجھ کو ہر روز دیکھتی تھی ان آنکھوں کا گمان مجھے اب ہر شخص پر ہوتا ہے مجھے ہر شخص کی آنکھوں میں وہ سحر زدہ آنکھیں نظر آتی ہیں کیونکہ ان سحر زدہ آنکھوں نے مجھے محبت کے فن اور محبت کے لفظ سے آشنا کیا ہے اور آج مجھے اعتراف کرنے میں بالکل عار نہیں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔" اور اس کے کھلے اعتراف پر اس سرمئی شام مومنہ نے ایک تشکرانہ نظر آسمان پہ ڈالی اور بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

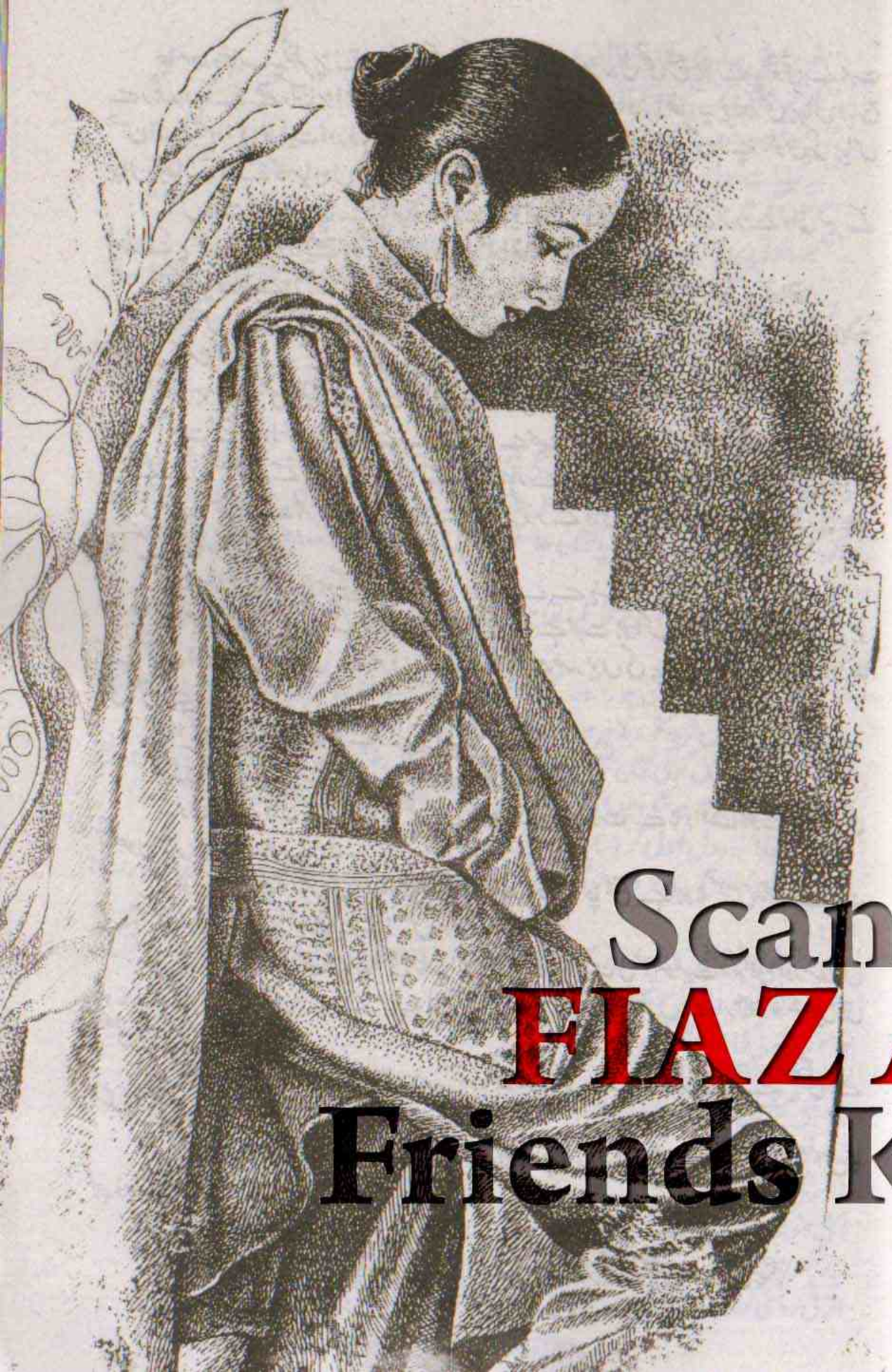

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

چھٹی قسط کا خلاصہ

ماریا کو فوراً ہاسپٹل پہنچایا جاتا ہے وہاں ایک مسلم ڈاکٹر نزہت حیدر اسے اپنا بلڈ ڈونیٹ کرتی ہے ہوش آنے پر ماریا کے دوست اور ڈاکٹر نزہت سمجھاتی ہیں کہ زندگی ضائع نہیں کرتے محبت و خلوص سے اور سلیقے، قرینے سے گزارتے ہیں۔

شہریار ایک بک سٹال پہ کھڑے وہاج حسن سے ٹکراتا ہے تو اس کی موجودہ زندگی اور فرسٹریشن پہ حوصلے کا درس دیتے ہوئے ایک کمپنی میں ٹرائی کا مشورہ دیتا ہے۔

سلعیہ ایم بی اے میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کرتی ہے، تو سب خوش ہوتے ہیں۔

شہریار کے مشورہ پر وہاج متعلقہ کمپنی پہنچا تو اس کی ہائی کوالیفکیشن دیکھ کر پرکشش سہولیات اور اچھی سیکری کے ساتھ اسے ٹرائی سیشن پر رکھ لیا گیا۔

محلہ کی عورتیں انزلہ پر الزام تراشی کرتی ہیں، تو وہ ان سے الجھ پڑتی ہے، محلہ کے مولوی صاحب کا پروفیسر بیٹا موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع رفع کرواتا ہے اور اگلے دن انزلہ کے لئے رشتہ بھجوا دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

ساتویں قسط

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

جامعہ پنجاب پہ نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی ملیح چہرے پہ خوشی کے بہت سے رنگ در آئے تھے، کتنا بڑا خواب تھا اس کا جو آج شرمندہ تعبیر ہو رہا تھا، یہ یونیورسٹی یہاں وہاج حسن اپنے علم، اپنی قابلیت اور ذہانت کی بے پناہ دھاک بٹھا کر نکلا تھا وہ بھی اپنے جنون کی پیاس یہاں بجھاتے ہوئے کامیابیوں کے سندیسے سمیٹے۔

"اس وقت میرا دل پتا ہے کیا چاہ رہا ہے۔" یونیورسٹی کے درمیان سے گزرنے والی نہر کے ٹھنڈے پرسکون پانی کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"کیا چاہ رہا ہے دل۔" اس کی موہنی صورت پہ نگاہیں ٹکائے وہاج حسن نے پوچھا تھا۔

"رومینس ازم کی جتنی داستانیں اس نہر کے اردگرد لگے درختوں پہ کھدے ناموں سے وابستہ ہیں سب کو مٹا کر ان پہ دو نئے نام لکھ دوں،" اریبہ اشفاق وہاج حسن۔

"اور جو یہ نام بھی حقیقت نہ بنے صرف داستانوں تک رہ گئے تو۔"

"محبت مٹنے یا داستاں بننے کے لئے نہ ہوتی ہے محبت تو اپنے عہد میں موجود فضاؤں کی خوشبو بن کے زندگی معطر کرنے کے لئے ہوتی ہے، جیسے ہمارے قریب سے گزرنے والی ہوا ہمیں چھو کر گزرتی ہے تو خوشبو سے بھر جاتی ہے اور محبت کو چھو کر گزرنے والی یہ معطر ہوا یہاں سے گزرتی ہے فضائیں مہکتی جاتی ہیں۔"

"بہت شاعرانہ مزاج ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"شاعری بھی تو محبت کے وجود سے ہی جنم لیتی ہے محبت جو اک آفاقی جذبہ ہے محبت جو تڑپ کسک اور درد کی شدتوں سے بھری ہے ایک نگاہ محبت صدیوں کی پیاس بجھا بھی سکتی ہے بڑھا بھی سکتی ہے۔"

"بڑا تجزیہ ہے محبت پہ لگتا ہے ریسرچ کیے بیٹھی ہو۔"

"یہی سمجھو، تم بتاؤ وہاج تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے کیا تم میرے جذبوں کی شدت سے ناواقف ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"لاکھ خبر ہو محبت تو پھر بھی اقرار چاہتی ہے، بار بار سننا چاہتی ہے کہو نا تمہیں مجھ سے محبت ہے، تو کتنی اور کس قدر۔" وہ بچکانہ انداز میں بولی۔

"اریبہ دنیا میں کوئی ایسا پیمانہ ابھی تک ایجاد نہیں ہوا جو محبت کی معصومیت، گہرائی اور شدتوں کو ماپ سکے یہ تو احساس ہے جسے صرف احساس ہی سمجھ کر سکتا ہے نظروں کے ارتکاز کو نظریں ہی پرکھتی ہیں۔"

"یہ سمجھو کہ میرا احساس ابھی خام ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑے پتے کو توڑتے ہوئے شگفتگی سے مسکرائی تھی۔

"ایسے سوالات کے جوابات کا بھی اک وقت ہوتا ہے اور وقت پہ ہی جواب دوں گا۔" اس کا لہجہ ذومعنی ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" اس نے منہ بنایا۔

"یہ وہی بات ہوئی جو تیرے جیسی خالی الذہن لڑکی کے دماغ میں نہیں سمائے گی۔"

"مجھے ناراض مت کرو، ورنہ تمہیں منانا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم ناراض ہو لو ایک دفعہ جتنا ہونا ہے۔" وہ آرام سے بولا۔

"پھر تم مناؤ گے۔" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"یہ موڈ اور وقت پہ منحصر ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ جھلا کر بولی۔

"اچھا اگر میں ابھی روٹھ جاؤں؟" اسی شوق سے پھر پوچھا۔

"بعد شوق پروا کیسے ہے۔" وہاج ہونٹوں پہ آئی ہنسی روکتے ہوئے بولا۔

"بہت ڈفر شخص ہو تم اتنے رومینٹک ماحول میں بھی رومینٹک نہیں ہو سکتے کیا تھا جو کہہ دیتے کہ تمہیں روٹھنے دوں گا تو روٹھو گی۔" وہ جل کر بولی۔

"میں تمہیں روٹھنے دوں گا تو روٹھو گی۔" وہ جل کر بولی۔

"اچھا پھر کیا ہوتا؟" وہ ہنستا ہوا بولا۔

"بس اچھا لگتا مجھے یہ احساس ہوتا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو میرے خفا ہونے یا روٹھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"پگلی لڑکی تصورات سے نکلو حقیقت کی دنیا میں آؤ، زندگی خیالات سے نہیں حقیقت سے چلتی ہے اور حقیقت میں تم سے محبت کا جو احساس اور جذبہ میرے اندر ہے وہ اس قدر بے پایاں اور گہرا ہے کہ کسی زاویے یا پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا، سمجھیں۔" اس کے قدرے جھکے سر کو ہلاتے ہوئے وہ بولا۔

"یہی بات پہلے کہہ دیتے تو کیا تھا میرا دل رہ جاتا پر آپ کو اتنا احساس ہو تب ہے نا۔" وہ بدستور خفگی سے بولی۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہر بات کہنے سے عیاں ہو محبت کی زبان تو بہت خاموش ہوتی ہے، بہت سی ان کہی باتیں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں۔"

"افسوس کہ میں گونگی نہیں بفضل خدا میری سماعتیں مکمل طور پر کام کرتی ہیں، اس لئے بولنے کے ساتھ سننے کی حاجت بھی میری مجبوری ہے۔" وہ کچھ گھورتے ہوئے بولی۔

"اچھا!" وہ دل کھول کر ہنسا۔

"اچھی اطلاع ہے تو اسی خوشی میں تمہیں ایک بہت خوبصورت احساس سے گندھی نظم سناتا ہوں۔"

"چلو یادش بخیر کسی بہانے سہی تم نرم احساس کی اظہار پہ آئے تو۔" وہ گہرا سانس لیتی اس کی جانب دیکھتے ہوئے خاموشی سے سننے لگی۔

خاموشی میں کسی سے گفتگو کرنا
نہایت اچھا لگتا ہے
خاموشی گنگناتی ہے
خاموشی رقص کرتی ہے
خاموشی گفتگو کو
اک انوکھا ساز دیتی ہے
یہ آنکھوں میں
اترتی روشنی کو رنگ دیتی ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

یہی راستہ ہے
ان کہی باتیں سمجھنے کا
اتر جانے کا دن میں
ذرا تم غور سے سننا
میری خاموشیوں میں
کون سی باتیں پوشیدہ ہیں
ذرا تم غور کرنا
میری آنکھوں میں
کتنے رنگ اترتے ہیں
اور تمہیں آواز دیتے ہیں

☆☆☆

"انسان چاہے جتنا مرضی کھائے گھر میں مزے سے مزے کا مگر جو لطف فاسٹ فوڈز میں ہے وہ الگ ہی ہے۔" وہ چکن رولز پہ چلی ساس اور سموسوں پہ کیچپ ڈالتے ہوئے بولی۔

"ایسا بھی کبھار ہی ہوتا ہے ہر ٹائم نہیں۔" شہریار نے پیپسی کا گھونٹ بھرا۔

"مجھے تو ہر ٹائم ہوٹلز کے کھانے اچھے لگتے ہیں، آپ کو پتا ہے ناں میں تو آدھی رات کو پاپا کو مجبور کر دیتی تھی کہ مجھے برگر اور پیپسی لا کر دیں کبھی روغن نان تو کبھی پکوڑے۔" وہ ہنسی۔

"یاد ہے بہت اچھی طرح کیونکہ پھر آدھی رات کو مجھے ہی پاپا کے ساتھ جانا پڑتا تھا، تمہارے چسکے پورے کرنے کے لوازمات لینے کو۔" وہ کوفت سے بولا۔

"ویسے آفس ٹائمنگز بھی بہت ٹف ہیں کام میں دھیان ہو تو وقت گزرنے کا جیسے احساس ہی نہیں ہوتا اگر آپ نہ کھانے کے لئے کہتے تو مجھے شاید دھیان بھی نہ آتا۔"

"دھیان رکھا کرو اتنی بے دھیانی وہ بھی خود سے اچھی نہیں۔"

"خود سے بے دھیانی تو پھر بھی گوارہ ہے اپنے اردگرد سے لاتعلق یا بے دھیان نہیں ہونا چاہیے۔"

"اور جو تم بے دھیان ہو رہی ہو وہ۔" شہریار ایکدم سے کہہ گیا سعدیہ کی تمام حسیات جیسے لمحہ بھر کو سو کر پھر سے جاگ اٹھی تھیں اور وہ بہت تحیر سے اپنے سامنے بیٹھے اٹریکٹیو سے بندے کو دیکھ رہی تھی۔

"اپنے اتنے نزدیکی افراد سے بے دھیانی برتنے والا بہت جلد بہت سارے رشتوں اور تعلقات سے کٹ جاتا ہے، جبکہ زندگی تعلق اور رشتوں سے ہی عبارت ہے، یہ نہ ہوں تو آپ اپنے وجود سے کٹ جاتے ہیں۔" شہریار کے الفاظ بہت کچھ جتاتے معلوم ہو رہے تھے۔

"میرے لئے یہ سب کچھ بہت نیا اور خلاف توقع ہے اور اگر آپ سچ سننا چاہیں تو کس قدر تکلیف دہ بھی جب آپ کی توقعات کے برعکس آپ کو بہت کچھ دکھائی دیے سنائی دیے اور ملنے لگے تو سمجھ میں نہیں آتا اس وقت کیسے اپنے آپ کو پرکھے، کیسے خود کو حالات میں ضم کرے یا حالات کو اپنے مطابق رکھے، اک الجھنوں کا دور ہوتا ہے جو روز و شب پہ محیط ہو جاتا ہے سمجھیں اسی دور سے گزر رہی ہوں۔" اس نے پہلی دفعہ اپنے اور شہریار کے مابین قائم رشتے پہ اتنی تفصیل سے بات کی تھی۔

"سعدیہ ہر چیز کو شفاف طریقے سے درست جگہ پہ رکھنے والے انسان ذرا سی بے ترتیبی سے جھلا اٹھتے ہیں خواہ وہ بے ترتیبی رشتوں میں ہو یا چیزوں میں لیکن تمہارا بی ہیوئیر اس حوالے سے قدرے مختلف ہے اور اگر سچ سننا چاہو گی تو تم مختلف ہو اپنے اظہار و خیالات میں بھی اور تم بہت الگ قسم کی لڑکی ہو۔" دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے شہریار خان اس کے سامنے آ رکے۔

"الگ یا عجیب؟" اس کے استفسارانہ انداز میں کچھ اور تھا جو شہریار کو اسے بغور دیکھنے پہ مجبور کر گیا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ تم نے "عجیب" کا لفظ کس معانی میں استعمال کیا۔" وہ پشت ریلنگ سے ٹکا کے اسے دیکھنے لگے۔

"آپ بتائیں آپ نے "الگ" کا لفظ کیس معنی میں برتا۔"

"اپر کلاس سے تمہارا Link کروڑوں کی جائیداد، خوبصورت چہرہ اور پرکشش وجود اور مہنگے تعلیمی اداروں کی سٹوڈنٹ اس کے باوجود عام لڑکیوں سے قطعاً الگ نہ فیشن کی رسیا نہ مصنوعی شوشا کی شاؤنزم، نہ بے تحاشا بولنا نہ بلاوجہ ہنسنا، دوستوں کی محفلیں نہ ہوٹلنگ اور سیر سپاٹے کے مشغلے۔"

"اچھا آپ نے تو بڑا تجزیہ کیا ہوا ہے میرا لیکن بہت سی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں، مجھ میں ان سے الگ کچھ اور نہیں ہے۔"

"بلاشبہ طبعاً یا عادتاً اکثر لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود تم اپنی صنف سے یکسر مختلف ہو، تم میں ایک انفرادیت ہے جو کسی اور میں نہیں۔"

"اور وہ انفرادیت کہ تم سعدیہ، شہریار ہو جو کوئی اور نہیں ہو سکتی۔" اس کا ہاتھ تھامے اپنائیت و محبت سے مخاطب ہوتا توجہ سے دیکھتا شخص جس کے چہرے پر پھیلی نرم مسکراہٹ نے اس کے تمام نقوش کو روشن کر دیا تھا، سعدیہ نے صرف دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں اور بھیگتی رات کی تاریکی نے محسوس کیا تھا کہ اس کی شربتی آنکھوں میں نمی اتر آئی ہے۔

☆☆☆

وہ اپنے آپ کو بار بار ہاتھ لگا کر اور چھو کر دیکھ رہی تھی پھر بھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ زندہ رہے اگرچہ اس کے ساتھ گاڑی میں موجود تمام نفوس بری طرح جل چکنے کے بعد مر گئے تھے، سجا تا زندہ تھی مگر یوں کہ اس کا خوبصورت چہرہ جل کر بھیانک ہو چکا تھا، جسم کا بھی کافی حصہ جلا تھا اور وہ معجزانہ طور پر بچ گئی تھی آگ سے بھی موت سے بھی جب گاڑی شعلوں میں لپٹی کھڑکھڑکی کی زوردار آواز کے ساتھ جلنے کے کڑاکے مار رہی تھی تو اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"اے مالک سب کو پالنے والے ہر نفس کو پیدا کرنے والے مجھے بچا لے میں بے شناخت وجود کے ساتھ مرنا نہیں چاہتی مجھے پانا ہے ابھی مجھ کو بھی خود کو بھی تو میری تلاش حق کو باریافت کرنے تک مجھے مہلت دی۔" اور پھر جیسے کسی غیبی طاقت نے جلتا دروازہ توڑ کر گراتے ہوئے اسے کھینچ کر باہر نکالا تھا وہ اوندھے منہ لڑھکتی ہوئی کئی گز دور جا گری تھی اور اس کی خوفزدہ، وحشت سے بھری نگاہوں کے سامنے گاڑی اور گاڑی میں موجود افراد جلتے رہے اور وہ بھیگی آنکھوں سے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سوچتی رہی۔

"دیکھو سچا تا یہ تمہارا ابو دا مذہبی عقیدہ تھا تم لوگ آگ کو اپنا مذہبی نشان و شانتی جانتے تھے اسی نے نہیں تڑپا تڑپا کر مارا، بے عقیدگی اور جہالت نے کفر کی موت کو تم لوگوں کا مقدر بنا دیا۔"

"یہ آگ مجھے بھی تو جلا سکتی تھی میں بھی تو اک بے عقیدہ راستے پہ بنا کسی سچائی کے چلتی رہی تھی اور اس وقت بھی حالت کفر میں تھی۔" یہ خیال آتے ہی اس کے بدن میں خوف انتہائی خوف کی لہر سنسنا اٹھی اسے لگا تھا وہ لق و دق صحرا میں اکیلی بے اماں، بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں کھڑی ہے اس کے چاروں طرف سرخ دہکتی آگ کی لپٹیں کالا گرد آلود سا نسیں اکھاڑتا دھواں اور بس موت کا سماں ہے، گاڑی سے نکلتی آگ کی لپٹیں اور جلتے جسموں کی خوفزدہ چیخیں اسے اپنی طرف کھینچتی محسوس ہونے لگیں۔

"اس سے پہلے کہ یہ آگ سچ مچ مجھے گھیر کر جلا ڈالے مجھے یہاں سے اٹھ کر بھاگ جانا چاہیے۔" اس کو خیال آیا تو پاؤں جیسے زمین نے پکڑ لئے تھے اور آگ تھی کہ اس کی تیز لپٹیں گرم لو لے کر چلتی ہواؤں کے ہمراہ اس کی طرف بڑھی آتی تھی تیز رفتاری کے ساتھ۔

"کیا میں مر جاؤں گی اور مرتے ہوئے میرے پاس کیا ہے نہ کوئی بڑی نیکی نہ چھوٹی اچھائی، میں تو کوئی درست مذہبی عقیدہ تک نہیں رکھتی مجھے بخشش کیسے ملے گی، میرا یہ خوبصورت چہرہ بے داغ جسم اس آگ کا رزق ہو جائے گا اور بنا کسی قصور کے میں سسک سسک کر بے بسی کے عالم میں بے یار و مددگار مر جاؤں گی یہاں ویرانے میں اپنے وطن اپنے گھر والوں اپنے دوستوں سے اتنی دور۔" اس پہ عجیب سے خوف کے ساتھ کپکپی طاری ہوگئی اور گاڑی الٹ بازیاں کھاتی، جلتی اس کی طرف کو گرنے لگی اس کے قدم ہلنے تک سے انکاری تھے اور موت اک وحشتناک رقص کر رہی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے گاڑی اس سے محض فٹ بھر کے فاصلے پہ آگری وہ یک لخت چیخ ماری پوری قوت کے ساتھ خود کو گھسیٹتی اٹھی قدم پیچھے کو موڑے مگر چند انچ کے فاصلے پر دھاری دار کوبرا سانپ پھن پھیلائے اسے چمکدار نگاہوں سے گھور رہا تھا آگے موت پیچھے موت، اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔

"ماریا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں زندگی کا سفر تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں کیا تم میرا ساتھ دو گی۔" نیلی کانچ آنکھوں والا گورا چٹا مائیکل اسے اس لمحے بے طرح یاد آیا۔

"وہ کتنا سچا اور سادہ شخص تھا اور میں نے اسے دھتکار دیا تھا کیا یہ اس کے دل کو دکھانے کی سزا ہے مگر میرے خدا تو جانتا ہے میرا ارادہ اسے دکھ دینے کا نہیں تھا بلکہ میں تو اپنی منزل پانے کے لئے کوئی بیڑی نہ پہننا چاہتی تھی بس۔" اس نے لہراتے سانپ کو دیکھ کر خوف سے سوچا۔

"میں بہت بری سہی مگر اتنی گناہ گار تو نہیں کہ میرا انجام ایسی موت ہو، میں نے تو حالت کفر میں بھی اپنے کردار کو بہت سلیقے سے شفاف رکھا کبھی گندگی میں نہیں گری۔"

"مم، مجھے اس طرح کی موت نہ دے۔" آنسو بہت تیزی سے اس کے رخسار تر کرتے گئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی مگر خوف نے آنسو بھی جیسے فریز کر رکھے تھے، اس نے ایک خوفزدہ نگاہ اپنے آگے پھن پھیلائے کھڑے سانپ پہ ڈالی تھی جو لہرا کر اس پہ جھپٹنے کو تیار تھا اور تعاقب میں جلتی گاڑی کی دوزخ جیسی تپش پشت جلاتی محسوس ہوتی تھی، موت اس سے چند انچ کے فاصلے پر کھڑی مسکرا رہی تھی، متوقع انجام اور ایسی بھیانک موت کے تصور سے ہی اس کی حالت غیر ہونے

لگی، اس کے دل و ذہن پر موت و سزا کا شدید ترین خوف طاری تھا اور وہ اپنے ذہن سے اس احساس کی اذیت کو جھٹکنے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھی بہت ہمت کر کے اس نے دائیں سمت کو بھاگنے کی سعی کی کہ دھاری دار سانپ نے جھٹکا کھا کر اس پر حملہ کیا وہ ڈر کے پیچھے کو ہٹی پیچھے یہاں آگ تھی اسے اپنی آغوش میں لینے کو بے قرار۔

"تو موت مجھ پہ حاوی ہو گئی ہے۔" یہ آخری شدید ترین احساس تھا جو اندھیروں میں ڈوبتے ذہن میں ابھرا تھا اور پھر ہر سمت تاریکی چھا گئی ہولناک تاریکی، وحشت بھری تکلیف سے بھری تاریکی جس نے اسے بے خبری کی نیند سلا دیا تھا۔

☆☆☆

"السلام و علیکم ابو جانی!" اس نے پیچھے سے آ کر اپنے والد کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں اور اپنا چہرہ ان کے سر پہ ٹکا دیا تھا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہے میری بیٹی، بہت مصروف اور پڑھا کو ہو گئی ہے کہ بابا سے باتیں کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔" وہ شفیق انداز میں اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"بس بابا ایک تو گرمی کے موسم میں آتے جاتے جان نڈھال ہو جاتی ہے، کچھ ٹیوشن والے بچے دماغ چاٹتے ہیں پھر تھوڑا بہت ٹائم اسٹڈیز کو دے کے جو بستر پہ لیٹوں تو بس نیند کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں پھر آپ خود بھی تو اتوار ات گئے آتے ہیں اور صبح سویرے چلے جاتے ہیں کہ ملنے کا موقعہ نہیں ہوتا۔" وہ ان کے شکوے کا جواب دیتے ہوئے خود بھی ہلکے پھلکے انداز میں شکوہ کر گئی۔

"بس بیٹی کام ایسا ہے کہ مورننگ اور نائٹ ٹائمنگ میں زیادہ رش لیتا ہے اور اپنے گھر والوں کو اچھی زندگی بہتر سہولیات دینے کے لئے کچھ تو وقت دینا پڑتا ہے۔"

"ابو اللہ کا شکر ہے ہم بہت سوں سے بہتر اور پر آسائش زندگی گزار رہے ہیں آپ صرف ہمارے لئے نہ سوچیں کچھ وقت اپنے لئے بھی نکالیں آپ کا خود اپنے اوپر بھی حق ہے۔" اریبہ بہت لاڈ بھرے انداز میں ان کے کندھے پہ سر رکھ کے بولی۔

"میری بیٹی پڑھ لکھ کر لیکچرار بن جائے پھر میرے پاس بہت وقت ہوگا۔"

"ابو جانی آپ کی خواہش میں ضرور پوری کروں گی۔" وہ اعتماد سے بولی۔

"ہاں بس پڑھا کے نوکری لگوانا ہے ارے میں کہتی ہوں یہ لڑکی ہے لڑکا نہیں اسے اتنا سر چڑھا کے نہ رکھیں کل کو اگلے گھر بھی جانا ہے۔" نجمہ بولیں۔

"ابھی تو بچی ہے یہ کچھ پڑھ لکھ کے سمجھ دار ہو نے شعور سیکھ لے پھر اگلے گھر کا سوچنا ہے۔" اشفاق احمد نے کہا۔

"دیکھ لیں ابو امی بس میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں، میری دو روٹیاں بار ہو گئی ہیں۔" وہ پیر پٹختی ہوئی اٹھ کر پرے جا بیٹھی۔

"تم نے میری بچی کو ناراض کر دیا، اریبہ ادھر آؤ بچی۔" وہ شفیق انداز میں بولے۔

"بس بچی بنی رہنے دیں اسی بچپنے میں اب تک کچن جانے سے کتراتی ہے، جھاڑو نہیں لگاتی کہ غبار چڑھتا ہے برتن، پوچا نوکروں جیسے کام لگتے ہیں ارے میں کہتی ہوں یہاں جائے گی وہاں کیا ملازمین کی فوج بھجوائے گا بابا ساتھ اگلے بیٹھا کر نہیں کھلاتے ہاتھ پیر ہلانے پہ سب ملتا ہے۔" وہ چڑ کر بولیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"غصہ نہ کر نیک بختے دیکھنا رب سوہنا میری دھی کے نصیب بہت اچھے کرے گا، راج کرے گی یہاں جائے گی۔"

"نصیب کس نے دیکھے ہیں کون جانے کتنا غم ہے کتنی خوشی ہے تو وہاج اپنا اچھا بانکا سجیلا اور محنتی پر بختوں سے ڈر لگتا ہے رشتے بدل جائیں ناں تو اپنے بھی پرائے ہو جاتے ہیں۔" وہ ماں تھیں بہت دور تک سوچ رہی تھیں۔

"تو یہ بیکار کی سوچیں نہ پالا کر بچی کے ذہن میں کوئی الٹی سیدھی سوچ بیٹھ گئی تو آنے والا وقت خوامخواہ مشکل ہو جائے گا اس کے لئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پر مجھے..... اچھا چھوڑیں ایک اور بات یاد آگئی ہے رشیدہ آپا کہہ رہی تھیں کہ وہاج خیر سے اب پکی نوکری پہ لگ گیا ہے تو باقاعدہ رسم کرتے ہیں ایک تو سب عزیز رشتے داروں کو پتا چل جائے گا دوسرے رشتہ پکا ہو جائے گا، آپ کیا کہتے ہیں۔" نجمہ ذرا آہستگی سے پوچھنے لگیں۔

"میں نے کیا کہنا ہے گھر کا لڑکا ہے تمیز دار سلجھا، پڑھا لکھا پھر اریبہ سے اچھی دوستی ہے پر ایک بات بتا دینا اپنی بہن کو منگنی بے شک جتنے مرضی لوگوں کو بلا کر کرے شادی تب ہو گی جب تمن اور ہما بھی رخصت ہو جائے گی، اپنی بیٹی کو بنا کسی الجھن کے فکر کے اچھی زندگی دینے کا وعدہ لینے پہ ہی میں یہ رشتہ دونگا۔" اشفاق سنجیدگی سے بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا، وہاج اور آپا سے بڑھ کر اچھی زندگی اور سکھ اسے کہاں ملے گا اور کون دے گا اور رشتہ دینے کی بھی خوب رہی رشتہ تو آپ نے کبھی دے دیا تھا جب وہ پالنے میں تھی۔"

"وہ ہنسی مذاق میں طے ہوا تھا سب خیر کوئی خاص اعتراض بھی نہیں مگر تم یہ بھی تو دیکھو ابھی وہاج کے سر پہ کتنا بوجھ ہے وہ پہلے بہنیں بیاہے گا یا اپنا بیاہ رچائے گا۔"

"ظاہر ہے جوان بہنوں کی موجودگی میں خود تو سہرا باندھ کر بیٹھنے سے رہا۔"

"تو تم خود سوچو اگر ہم اریبہ کا رشتہ کر دیں اور اگلے سال دو سال تک رشیدہ کی بیٹیاں اپنے گھر کی نہ ہوئیں تو ہمیں اریبہ کے لئے زور دینا پڑے گا کہ نہیں اور جوان کنواری نندوں کی موجودگی میں شادی شدہ زندگی اریبہ کے لئے سو مسائل کھڑے کر سکتی ہے، یہ جو عمر رسیدہ بن بیاہی نندیں ہوتی ہیں بھاوجوں کا جینا کیسے حرام کرتی ہیں تم نہیں جانتیں، آئے دن اخبارات بھی گیس سلنڈر پھٹنے آگ لگنے اور خودکشی کے قصے یونہی تو نہیں چھپتے۔" انہوں نے بہت باریک بینی سے حالات کا متوقع تجزیہ پیش کیا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میری بھانجیوں کے لئے آپ کے یہ الفاظ مجھے کیسا دکھ پہنچا رہے ہیں اللہ نہ کرے آپ بھی بیٹیوں کے باپ ہیں کبھی کسی کی بیٹی کے لئے ایسا نہیں کہتے اور اللہ خیر رکھے وہ بیاہی جائیں منہ سے اچھے کلمات نہ نکلتے ہوں تو چپ رہنا بہتر ہوتا ہے۔" نجمہ تلخی و غصہ سے بولیں اور احتجاجی انداز میں اٹھ کر چلی گئیں۔

"امی خوامخواہ ہرٹ ہو رہی ہیں ابو بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں اب اکیلے وہاج کے سر پر تو اپنی اولاد کو دھول میں نہیں جھونک سکتے، سوری وہاج مگر تمہیں اپنی زندگی میں مجھے شامل کرنے کے لئے اس جھنجھٹ سے جان چھڑانا ہو گی۔" اریبہ اپنے بستر پہ لیٹی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

"ہیلو پاپا آپ نے بلایا تھا۔" وہ لاؤنج سے ہوتی ان کے کمرے میں آئی۔

"ہاں بیٹا آؤ بیٹھو بہت ضرورت بات کرنی ہے تم سے۔" عفنان علی خان اپنے قریب جگہ بناتے ہوئے بولے۔

"جی کہیں۔" وہ ان کے سامنے بیٹھی۔

"پہلے تو یہ بتاؤ آفس روٹین سیٹ ہے یا نہیں۔"

"سیٹ ہے پاپا ویسے بھی میں پہلے بھی آفس جاتی رہی ہوں تو کوئی اتنی پرابلم نہیں ہوئی پھر شہریار بھی اکثر آتے رہتے ہیں یہاں ضرورت ہو ہیلپ مل جاتی ہے۔"

"good۔" وہ خوشگوار انداز میں بولے پھر سیدھے ہوتے ہوئے کچھ پرسوچ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہماری ٹیکسٹائل ملز کے فوری طور پہ ایک اچھے اور فریش ایڈوائزر کی ضرورت ہے ایک لڑکی شہریار نے رکھی تو ہے جس نے باہر سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں ڈپلومہ رکھا ہے اگر تم کچھ ٹائم وہاں دے دو تو کیسا ہے اس کی ذرا ہیلپ مل جائے گی۔"

"اوہ نو پاپا، مجھے بس اپنے آفس میں رہنے دیں شہریار وہاں ہیں تو، تو بس ٹھیک ہے، اتنے اچھے طریقہ سے تو وہ سب مینج کر لیتے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے بھلا تردد کی کیا فکر ہے۔"

"شہریار پہ پہلے ہی بڑا بزڈن ہے اس کی اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی ہے اور ساتھ وہ کئی کام ہمارے دیکھ رہا ہے، اچھا نہیں لگتا یوں سب اس کے کندھوں پہ ڈال کے خود آرام سے بیٹھ رہیں۔"

"Oh, papa no more tention۔"

"جب وہ اتنے آرام سے سب کرتے ہیں تو ظاہر ہے ان کے پاس وقت ہے تو کرتے ہیں، آپ فکر نہ کریں اور اگر آپ اتنے پکی ہو رہے ہیں تو میں کوشش کرونگی کہ کبھی کبھار ادھر بھی دیکھتی رہوں، ٹھیک ہے نا، اب اپنے اسی فریش سے موڈ میں آجائیں۔" انہیں اطمینان دلاتی وہ شگفتگی سے بولی تو وہ ہنس دیے۔

"Thanks my lovely chiled۔"

"بیٹا تم نے میری بہت بڑی پریشانی کم کر دی ہے۔"

"No thanks اولاد ہوتی ہی والدین کی پریشانیاں کم کرنے اور ان کا دست و بازو بننے کے لئے ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے اچھا مجھے یاد آیا تم نے جو ایک بے حد کوالیفائیڈ شخص کو Reject کیا تھا کیا اسے ہم Re-call نہیں کر سکتے، اگر وہ ہمارے شعبہ ٹیکسٹائل میں آجائے تو اچھا رہے گا۔"

"No papa وہ بہت اکھڑ مزاج اور خوددار قسم کا بندہ ہے اور میں میں نے بہت asist کیا تھا اسے کہ وہ ہمارے ہاں کام کر لے مگر اس نے ایک فوڈ پوائنٹ پلس سٹریٹ کیفے پہ کام کر لیا ہمارے ہاں نہیں ویسے بھی اب تو وہ بہت اچھی جگہ پہ ہے۔"

"اچھا کہاں ہے۔" انہوں نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"انکل حیدر اکرام کے ہاں، اچھے عہدے پہ ہے اور کافی پرکشش سہولیات کے ساتھ اچھی سیلری ملتی ہے۔"

"اچھا بھی حیدر بہت تعریف کرتا ہے آج کل اپنے نئے سپروائزر کی خیر اچھا ہوا ورنہ ہماری

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بیٹی تو بہت گلٹی فیل کرتی رہتی۔"

"تو اور کیا، مجھے تو اطمینان ہو گیا ڈھیروں سر سے پریشانی اور کسی کو ڈس ہارٹ کرنے کا بھوت اترا۔"

"یہ شہریار ابھی اٹھا نہیں بہت ٹائم ہو گیا ہے۔" دفعتاً وہ کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھنے لگے۔

"تو رات کو لیٹ آئے تھے کیسی بزنس فنکشن کی وجہ سے۔"

"ہاں لیکن اب گیارہ بجے سے پہلے اسے اٹھا دینا کیونکہ ایک بزنس میٹنگ ہے بہت اہم اور تم بھی تیار ہو جانا تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے تمہیں کاروباری امور اور بزنس ڈیلنگز کے معاملات کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔"

"او کے اب میں چلوں اگر آپ کی اجازت ہو تو۔"

"ضرور اور جانے سے پہلے اپنی مما سے کہنا بلیک کافی کا ایک کپ بھجوا دیں۔"

"جی کہہ دیتی ہوں۔" وہ باہر نکلی تو شائستہ کاریڈور میں ہی مل گئیں ایکسر سائز کے بعد پسینے سے تر جسم لئے۔

"اتنی اسمارٹ اور ینگ تو لگتی ہیں مما پھر بھی ایکسر سائز کتنا خیال رہتا ہے مما کو اپنے فگر کا حالانکہ کھانی بھی برائے نام ہیں موٹاپے کے ڈر سے۔" اس نے اپنی خوبصورت ماڈل مما کو دیکھا۔

"سعدیہ تم پارلر سے ہو آئیں تمہارے پاپا نے بتایا نہیں کہ تمہیں بزنس میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔" وہ اسے بہ غور دیکھتے ہوئے بولیں۔

"جی جاتی ہوں آپ پلیز پاپا کے لئے بلیک کافی بھجوا دیں۔" اس نے جلدی سے جان چھڑانے کی کی، جانتی تھی کہ ماما کا لیکچر شروع ہو گیا، گھنٹہ بھر نہیں لے گا اور وہ یہ گھنٹہ سو کر گزارنا چاہتی تھی تاکہ پھر اٹھے تو بالکل تر و تازہ اور فریش ہو۔

"سوری سویٹ ہارٹ یہ کام تم کر دو مجھے ابھی ناہید کا فون آیا ہے، ہماری N.G.O کے کلب ممبرز کی میٹنگ ہے فوری بلایا ہے۔"

"مگر مما میں سونے جا رہی ہوں۔"

"یہ سونے کا یہ کون سا ٹائم ہے کچھ وقت خود کو دو، تمہاری پہلی بزنس میٹنگ ہے اور تمہارا پہلا امپریشن زبردست ہونا چاہیے First impression is the last impression اپنے ہیئر اسٹائل کو کچھ نیو لک دو فیشل لو پالش کرواؤ کوئی اسٹائلش ڈریس پہنو، کرنے والے کام پہ دھیان دو سونا سب کھونا ہے اور کھونا نری بربادی، کیا سمجھیں۔" وہ اس کے رخسار کو تھپتھپا کے بولیں۔

"سب سمجھ گئی۔" وہ گہرا سانس لیتی بولی اور شائستہ کو جاتا دیکھنے لگی۔

☆☆☆

جب انسان کے پاس پیسہ نہ ہو تو ضروریات زندگی محدود ہوتے ہوئے بالکل گھٹ جاتی ہیں اور جب پیسہ ہاتھ میں آ جائے تو ضرورت نہ ہوتے بھی خرچ کے جا بے جا مصروف خود بخود نکلنے لگتے ہیں یہی اس کے گھر میں ہو رہا تھا ہما اور ثمن جو ٹیوشنز پڑھاتی تھیں یا سلائی کرتی تھیں اس پیسوں سے زیادہ تر انہی کے کپڑے برتن اور بقیہ آٹے خرید کے پیٹی بند ہو جاتے تھے، بہت لگا بندھا ہاتھ کھینچ کے گھر کی ہانڈی روٹی ہوتی اور اب جو وہاج ہزار ہزار کے کرارے نوٹ لا کر رشیدہ

بیگم کے ہاتھ پہ ماہ بہ ماہ رکھتا تو اضافی اخراجات خود بخود نکلتے گئے گھر میں استعمال کے لئے نئے ڈنر سیٹ آئے پھر اگلے ماہ چادریں، پردے بدلے گئے اور اس سے اگلے ماہ کلر ٹی وی کے ساتھ واشنگ مشین لائی گئی پہلے جو مہینوں بعد گوشت پکتا تھا اب ہفتہ میں دو بار پکنے لگا تھا، وہاج نے پہلے تو بہت خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا پھر کہہ اٹھا۔

"امی گھر کی طرف توجہ بعد میں دیجئے گا پہلے ہما اور ثمن کی فکر کیجئے ان کے لئے جو ضروری اشیاء ہیں وہ لیں ان کا جہیز پورا کریں اور بہتر ہو گا کہ کچھ رقم ماہ بہ ماہ بچا کر رکھتی جائیں کل کو ان کی شادیوں کے موقع پر کام آئے گی۔"

"مگر بیٹا پیسے بچتے کہاں ہیں سو تو خرچ ہیں گھر کے پھر اگر ہم لوگ گھر میں کوئی شو شار کھیں گے تو رشتے بھی آئیں گے اچھے ورنہ ایسے خالی خولی گھر میں کون آتا ہے۔"

"پھر بھی امی تھوڑا ہاتھ کھینچ کھینچ کر استعمال کریں۔" وہ جزبز ہوا۔

"تو فکر نہ کر میرے بچے، مجھے سب پتا ہے کس مشقت و محنت کے بعد تو یہ پیسے کما کر لاتا ہے اور میں اسے الللے تللوں میں اڑا کر تیری محنت ضائع نہیں کر سکتی لڑکیوں کا ضروری سامان جہیز تقریباً پورا ہے کراکری، بستر، الیکٹرونکس سب ہے بس فرنیچر کی کمی ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔"

"مگر کیسے امی ایکدم سے اتنا پیسہ کہاں سے لائیں گے اگر جمع جوڑ نہ رکھا پھر بہت معمولی غریبوں کی استعداد کے مطابق دینے والا فرنیچر بھی لاکھ تک ہے اور آپ جانتی ہیں بنا سامان کے رشتے ملتے کہاں ہیں۔" مرد ہونے کے باوجود اس کی خانگی معاملات پہ نظر نہ صرف گہری تھی بلکہ وہ اپنی بہنوں کے لئے بہت حساس جذبات رکھتا تھا رشیدہ خاتون کے لئے یہ بات یک گونہ احساس کا باعث تھی۔

"اپنی ماں کو اتنی بے خبر نہ سمجھ وہاج میں نے بہت دکھ غریبی اور بیوگی کاٹی ہے، اتنے مجبور دن بھی کہ جب دو دو دن چولہا ٹھنڈا رہتا تھا تو اب سہج سہج کر ہی چلنے سے گزارہ ہو گا جو چیزیں گھر کے لئے آئیں سمجھو وہ بھی لازم تھیں سو لوگ آتے جاتے ہیں بیٹا برتن کپڑا اچھا ہو گا گھر میں تو لوگوں پہ ہماری خانگی زندگی اور سہولت کا تاثر خود بخود اچھا پڑے گا اور پھر کوئی رشتہ لیتے ہچکچائے گا نہ دیتے، تمہیں پتا نہیں پچھلے ماہ حلیمہ (رشتے کی پھپھو) کی بیٹی کا رشتہ اسی وجہ سے ہوتے رہ گیا کہ مہمانوں کا موقف تھا ان کے گھر میں تو کھانے پینے کے ایک جیسے برتن اور دروازوں کھڑکیوں پر پردے تک نہیں ایسے ٹٹ پونجیے بیٹی کو کیا دیں گے، حالانکہ حلیمہ اتنی بڑی زمیندارنی ہے مگر صرف کھانے پینے میں پیسہ اڑایا، نہ گھر سنوارا نہ کوئی اچھا برتن ٹھیکر لیا یہ بھی ناشکری ہے بیٹا جب نہ ہو تو صبر رکھنا لازم ہے مگر ہو تو اللہ کے دیے کا اظہار اچھے طور پہ کرنا بھی تشکر کے زمرے میں آتا ہے، تمہیں اسی سلسلے میں ایک حدیث مبارکہ سناتی ہوں۔"

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا جس کے بدن پہ میلے کپڑے، پھٹے کپڑے تھے نہ سر پہ کنگھی کی تھی نہ صورت صاف، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے پاس ایسی چیز (صابن) نہ تھی کہ جس سے وہ میلے کپڑے دھو لیتا کنگھا نہ تھا کہ الجھے بال سنوارتا یا کوئی اور اچھا کپڑا نہ تھا کہ پہنتا؟ اور منہ دھوتا، تو صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص صاحب حیثیت ہے مگر اسی حلیے میں پھرتا ہے،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو قیامت کے دن ایسے ناشکرے لوگوں کو عذاب ہوگا جو اللہ کی دی نعمت کو خود سلبی کر کے حلیہ بگاڑے پھرتا ہے اللہ کا بندے پر حق ہے کہ جب وہ اسے اچھا دے تو بندہ اسے استعمال کر کے اللہ کا شکر ادا کرے اور نعمت کی ناشکری سے بچے (بخاری و مسلم)۔"

"تو بیٹا کچھ دنیا داری اور کچھ دل کی چاہ کہ ہم بھی اللہ کے دیے سے اچھا پہنیں اوڑھیں اب تک خرچ ہوا مگر اب میں نے سوچا ہوا ہے کہ اس تنخواہ سے ماہانہ کمیٹی ڈالوں گی ایک اور ثمن کے لئے یہ رقم محفوظ ہوگی، اللہ نے تمہاری انکم بڑھائی تو ایک کمیٹی ہما کے لئے ہوگی جس سے ہم آسانی سے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔"

"بہت درست اور نیک سوچ ہے امی یقین کریں مجھے اپنی بہنوں کی بہت فکر رہتی ہے اللہ انہیں اچھے نیک سلوک لوگوں سے ملائے۔"

"آمین بس بیٹا بچوں کی اچھی تربیت کے بعد ماں باپ انکے اچھے مقدر چاہتے ہیں اور انشا اللہ میرا رب بہت اچھا کرے گا اور میری تو خواہش تیرے سر پہ سہرا سجانے کی ہے تو کہے تو تجھ سے بات کروں اب تو ماشا اللہ تو ملازمت پہ لگ گیا ہے۔" وہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نہیں امی ابھی یہ ذکر رہنے دیں میں اپنی بہنوں سے پہلے اپنے لئے سوچ بھی نہیں سکتا پہلے ان کے فرض ادا کرنے دیں پھر جو حکم آپ کا ہوگا مجھے منظور ہوگا۔"

"جیتے رہو بیٹا اللہ ترقی کامیاب اور صحت وسلامتی دے میرے لال تجھے تو نے ماں کا دل ٹھنڈا کیا ہے رب تجھے کبھی گرم ہوا نہ لگائے۔" رشیدہ بیگم بھیگے لہجے میں بیٹے کو دل کی گہرائیوں سے دعا دینے لگیں اور وہاج ماں کے خلوص دعاؤں پہ مسکراتا ان کی گود میں سر رکھ کے آنکھیں بند کر گیا۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو وہ ہاسپٹل کے ٹھنڈے کمرے میں بستر پہ لیٹی تھی اور اسے ڈرپس لگی ہوئی تھیں کچھ لمحے کو اس کا ذہن موجودہ صورتحال کو سمجھنے سے بالکل قاصر رہا اور وہ اجنبی حیران پریشان آنکھوں سے اپنے اردگرد دیکھنے لگی پھر یکا یک ایک خوف سا رینگتا محسوس ہوا اپنے رگ وپے میں آگ، سانپ، موت، صحرا سب کچھ جیسے واضح ہو رہا تھا، اس نے اپنے اندر ابھرنے والے خوف زدہ احساس کے تحت اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی اور ڈرپ کی سوئی کھینچ کر نکالی دونوں ہاتھوں کی نسوں سے خون نکلنے کے ساتھ سوجن درد کی لہر اٹھی۔

"اوہ سیڈ پلیز آپ لیٹ جائیں حرکت نہ کریں پہلے بھی بڑی مشکل سے زندگی کی طرف لوٹی ہیں اس وقت ذرا سی بھی بے احتیاطی آپ کے لئے خطرناک ہوسکتی ہے۔" ایک ڈاکٹر شستہ انگریزی میں کہتا اس کی ڈرپ کو بند کر کے خون صاف کر رہا تھا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ بھرائے لہجے میں بولی۔

"مگر اس کے لئے تھوڑا صبر رکھیں آپ کو مکمل ریکوری سے پہل ڈسچارج نہیں کیا جا سکتا، صحت یابی کے بعد ہی آپ اپنے وطن جا سکیں گی۔"

"مجھے درد ہو رہی ہے، بہت سارے جسم میں درد ہے۔" وہ کراہی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا آپ کا بی پی بالکل لو ہو گیا تھا شوٹ نہیں ہو رہا تھا دل کی دھڑکن بھی معمول سے بہت مدہم نہ ہونے کے سے انداز میں چل رہی تھی، چھ گھنٹے کی لگاتار کوششوں کے بعد

آپ کو ہوش آیا ہے اسی وجہ سے قوت مدافعت متاثر ہونے کے ساتھ جسمانی کمزوری اور تکلیف محسوس ہو رہی ہے اس لمحہ آپ کا بلڈ پریشر ساٹھ پر ہے جو بہتری کی طرف اچھا اسٹیپ ہے، فی الحال خود کو ہر سوچ سے بچائیں اور صرف آرام کریں خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کریں۔" ڈاکٹر اب خالصتاً پروفیشنل انداز میں بول رہا تھا، پھر نرسنگ عملہ کو کچھ ہدایات دینے کے بعد باہر نکلا تھا۔

"سجاتا کیسی ہے؟" اسے یکدم خیال آیا۔

"وہ ٹھیک ہے اور فی الحال انڈر ٹریٹمنٹ ہے۔" نرس نے جواب دیا۔

"میں زندہ کیسے بچی کس نے بچایا مجھے۔"

"زندہ رکھنے اور بچانے والی ذات صرف اللہ کی ہے سوائے اللہ کے نہ تو کوئی زندہ کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے۔" یہ ایک مسلمان نرس تھی جو اس کی ڈرپس سلو کر رہی تھی۔

"اللہ، اللہ کون ہے۔" وہ آہستگی وتحیر سے بولی۔

"اللہ جو زمین آسمان اس کائنات اس میں موجودہ ہر جاندار بے جان اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے، اللہ جو اکیلا عالم کل کا مالک ورب ہے۔"

"اکیلا، اللہ اکیلا ہے؟" وہ بڑبڑائی تھی۔

"ہاں وہ اکیلا ہے بنا کسی رشتے اور مددگار کے پاک ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا وہی اللہ ہے۔"

"مس فرخندہ آپ یہاں ملازمت کر رہی ہیں تبلیغ نہیں آپ کو نرسنگ کے لئے رکھا گیا ہے دہشت پھیلانے کے لئے نہیں۔" تعاقب سے ایک درشت اور سخت آواز آئی تھی نرس کے ہاتھ سوئی نکالتے لحہ بھر کو کانپے اور ماریا کو شدید چبھن کا احساس ہوا۔

"I am sorry sir۔" وہ بہت خائف انداز میں بولی۔

"اس حرکت پر تم ملازمت سے Suspend ہو سکتی ہو۔" لہجہ وانداز پہلے سے سخت تھے جو اسے بالکل خاموش کرا گئے۔

"ڈاکٹر پلیز دیکھیں ذرا میرے سر کے دائیں طرف بہت شدید درد ہو رہا ہے۔" ماریا نے یک لخت کہا تو ڈاکٹر اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور نرس فرخندہ فوراً سے پیشتر وارڈ سے نکلی تھی چند گھنٹوں کے بعد اس کی حالت قدرے سنبھلی تو انگلش فورس کی طرف سے دو نمائندے اور انگلش رپورٹر اس سے بیان لینے آ پہنچے تھے اس حادثے کے متعلق، ماریا نے اپنا تفصیلی بیان انہیں ریکارڈ کرایا پھر ہندوستانی پریس اور پولیس کو بیانات لکھوائے گئے، اس کاروائی سے فراغت کے بعد اس نے سجاتا سے ملنا چاہا تو پتا چلا وہ بہت زیادہ جھلس جانے کے باعث ابھی تک I.C.U میں انڈر آبزرویشن تھی اور کسی کو اس سے ملنے یا دیکھنے کی اجازت نہ تھی ماریا کو چونکہ صرف خوف ڈرنے خطرناک حالت تک پہنچایا تھا حادثے میں کسی قسم کے نقصان سے وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہی تھی اور کہیں ہلکی خراش تک نہ آئی تھی، سو حالت سنبھلتے ہی اسے اگلے دن ڈسچارج کر دیا گیا تھا اس کے ہاسپٹل ڈیوز برطانوی سفارت خانے ادا کرنا چاہے تھے مگر ہاسپٹل کے ذمہ دار عملے نے اسے ہندوستانی مہمان نوازی کے طور پر اپنے کھاتے میں ڈال لیا تھا۔

"سجاتا زخموں کے زیادہ بگڑنے کے سبب چل بسی تھی ماریا کو شدید دکھ کا احساس ہوا تھا، سجاتا کی آخری رسومات کی ادائیگی میں شرکت کے بعد وہ فوری طور پر واپسی کا ارادہ کر چکی تھی کہ سجاتا کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ایک کزن نے اسے مشورہ دیا تھا وہ جانے سے پہلے بھگوان کا شکر ادا کرے کیونکہ اس کی جان بچ گئی۔"

"بھگوان کے تشکر کا طریقہ کیا ہے؟" ماریا نے پوچھا۔

"مندر میں جا کے پرنام کے بعد بھگوان کو سجدہ کر کے مٹھائی کا نذرانہ پیش کرو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی جاتے ہوئے راستے میں ایک چھوٹا سا مندر ہے وہاں مٹھائی لے جاؤں گی۔"

"وہاں مت جانا، وہ چماروں اور اچھوتوں کا مندر ہے۔"

ماریا کو یہ سن کر دھچکا سا لگا۔

"کیا اچھوتوں کا بھگوان اور ہے۔"

"نچلی ذات کے لوگ جو گھٹیا درجے کا کام انجام دیتے ہیں انہیں برہمن ذات اعلیٰ ہے اس کے مندروں میں داخلے کی اجازت نہیں ان کے مندر الگ ہوتے ہیں۔" جواب ملا۔

"بھگوان تو ایک ہی ہے تو پھر یہ الگ الگ مندر کیوں؟ یہ کیسا معاشرہ ہے جس نے صدیوں پرانے جھوٹے تصورات و روایات میں الجھ کر بھگوان تک جانے کے راستے کو بھی دشوار بنا رکھا ہے اور معاشرے میں ذات پات کی لعنت کو رائج کر کے لوگوں کو اونچے نچلے اعلیٰ گھٹیا درجوں میں تقسیم کر کے تفرقہ پیدا کیا ہے۔"

ماریا کا ذہن ایک بار پھر بری طرح جکڑ گیا تھا اور وہ کچھ دنوں کے لئے رک گئی تھی سجاتا کی کزن کے پاس Paing guest (با معاوضہ مہمان) کے طور پر تا کہ ہندو مذہب اور ہندوستانی معاشرے پہ اک آخری گہری چھان بین کر ڈالے۔

☆☆☆

"پھر کیا سوچا ہے آپ نے، اریبہ کے لئے، آپا بہت زور دے رہی ہیں کہ فی الحال منگنی وغیرہ ہو لے تمکن اور ہما کے فرائض سے سبکدوش ہو کر وہ سال چھ مہینے تک رخصتی کا اہتمام کر لیں گے۔" نجمہ پھر سے شوہر کو پکڑے بیٹھی تھیں۔

"بہت جلدی ہے تمہاری بہن کو ارے کون سا بھاگے جا رہے ہیں پھر اریبہ کا ماسٹرز تو کمپلیٹ ہو جائے اتنا روپیہ لگا کے اسے ایڈمیشن دلوایا ہے اور وہاج بھی گھر کی حالت سنوار لے۔"

"تو وہ کون سا آج ہی ہتھیلی پہ سرسوں جمانے بیٹھی ہیں زبانی کلامی رشتے کو ایک نام، ایک وعدہ دینا چاہتی ہیں سال دو تو نکلتے ہی لگنے ہیں بس آپ ہاں کر دیں مجھے بے فکری ہو گی۔"

"تو پہلے کون سا فکروں کے پہاڑ لئے کھڑی ہو۔" وہ ہنسے۔

"آپ نہیں جانتے اشفاق احمد جوان بیٹیاں پہاڑ کے برابر ہی ہوتی ہیں، کہیں باضابطہ بات طے ہو جائے تو سمجھو پہاڑ آدھا اپنی جگہ سے سرک گیا۔" وہ ماؤں والے مخصوص تشویش زدہ انداز میں بولی۔

"کہتی تو تم ٹھیک ہو، چلو جیسے تم کہتی ہو کر دو اپنی بہن کو فون کہ اس اتوار کو آ کر رسم کر لیں اور رخصتی دو سال بعد کہ اس عرصے میں وہ اپنی بیٹیوں کے فرض سے نپٹ لیں گی اور ہم اپنی تیاری کر لیں گے، پھر اریبہ کا ایم اے بھی مکمل ہو جائے گا۔" اشفاق احمد کی بات نے یہاں نجمہ بیگم کو

اطمینان بخشا وہیں کھڑکی کے پٹ سے لگی کھڑی اریبہ کے اندر بھی خوشی کی لہریں دوڑا دی تھیں، اس کی آنکھیں خوابوں کی چمک سے روشن ہو کر کچھ اور فروزاں ہو گئی تھیں اور لبوں پہ اپنے آپ اک مدھر مسکان کھلنے لگی۔

وہاج سے محبت کا جو اک سندر سا احساس دل کے اندر کہیں ڈھکے چھپے انداز میں کنڈلی مار کے بیٹھا تھا وہ لہریں بن کے ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا اور سہیلیوں کی شوخی و چھیڑ چھاڑ کرنز کے مذاق بہنوں کے کھنک دار قہقہوں کی موجودگی میں وہاج کی پرسکون سی مسکراہٹ تلے وہ اس مہکار آلود لمحے کی سیج پہ آ بیٹھی جو اک خوبصورت وعدے کا پابند کر کے اس کے وجود کو محبت کی زنجیروں میں قید کرنے جا رہا تھا۔

شاکنگ پنک اور اورنج کنٹراسٹ کے نفیس سے کام والے سوٹ کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے وہ تیار بیٹھی تھی حسین پیشانی پہ نازک بندیا، ستواں ناک میں نتھلی اور حیا کے بوجھ سے گری گھنیری پلکیں بہت سادہ رہنے والا چہرہ آرائش حسن سے آراستہ ہو کر دلوں میں اترا جا رہا تھا، بلیک جینز اور ہلکے پنک کلر کی شرٹ میں ملبوس اونچے لمبے وجیہہ وہاج حسن نے بہت خاص انداز میں دیکھا تھا اسے، جو عین نگاہوں کے سامنے شعلہ جوالہ بنی بیٹھی تھی۔

رشیدہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور آہستگی سے وہاج نے گولڈ کی اک نازک رنگ اس کی درمیانی انگلی میں ڈال دی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو دل چاہتا ہے کہ ابھی رخصتی کروا لوں۔" خوشگوار بے احساسات کے

ابن انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح سفر نامے

- اردو کی آخری کتاب،
- آوارہ گرد کی ڈائری،
- دنیا گول ہے،
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں،
- چلتے ہو تو چین کو چلئے،
- نگری نگری پھرا مسافر،

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دل وحشی

لاہور اکیڈمی

۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ساتھ یہ مہکتا جذبوں سے بھرا فقرہ اریبہ کی سماعتوں میں دھیرے سے اترا تو نوخیز چاہتوں اور اولین لمحہ محبت کے جذبوں سے چمکتے جگنو اس کے آنچل پہ سجتے گئے اور آنکھیں مسکرا کے "محبت فاتح عالم" کا اسم پڑھنے لگیں۔

محبت روح کا پاگل پن
محبت دل کا ہے بندھن
محبت تقدیر ہاتھوں کی
محبت پیاسے ہونٹوں کا سنگم
محبت ادھ کھلی آنکھوں کا سپنا ہے
محبت دھڑکتی سانسوں کی خواہش ہے
محبت آسماں کی کہکشاؤں سے
نکلتی خوشبو کی بارش ہے
محبت پانیوں پہ لکھی معصوم آرزو
محبت ہواؤں کا آنچل ہے
محبت کشتی جاں ہے
محبت بادباں ہے
محبت سکھ کا ساحل ہے
محبت نغمہ زندگی، محبت ٹھنڈی چاندنی
محبت حسن دنیا کا، محبت امن کی راگنی
محبت ہنسائی ہے آنکھوں کو
محبت مہکائی ہے سانسوں کو
محبت جذب ہوتی ہے، وجدان ہوتی ہے
محبت صحیفہ زندگی کا ایمان ہوتی ہے
محبت روح کا ملبوس سنہرا ہے
محبت کا ہر رنگ ہی گہرا ہے

☆☆☆

بارش کی تیز بوچھاڑیں تھیں جو ہر چیز کو نکھار کر صاف شفاف کر رہی تھیں اور بارش کی رم جھم نے گرمی کے زور، موسم کی گھٹن کو بہت حد تک نارمل کر دیا تھا گزشتہ دو دن سے ٹھہر ٹھہر کے بارش ہو رہی تھی اور وقفے کے دوران ٹھنڈی ہواؤں کی لہریں بھیگتے منظروں میں اک عجیب خوشگواریت عطا کر رہی تھیں۔

"مجھے بہت اچھی لگتی ہیں بارشیں سب کچھ کتنا نکھرا اور ستھرا لگتا ہے ہر کثافت دھل جاتی ہے۔" سعدیہ گلاس ونڈو کھول کے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کون سی کثافت منظروں کی، یا ذہنوں کی۔" صبا نے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"ہر قسم کی۔" وہ بولی۔

"مگر مجھے لگتا ہے تمہارے اندر کہیں گھٹن موجود ہے، کوئی جگہ ہے یہاں آدھے سوکھے، آدھے گیلے خوابوں والی خاموش سی لڑکی اپنے اندر کوئی خوشبو ڈھونڈ رہی ہے۔" صبا نے اس کے چہرے کو حصار میں لیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اپنی یہ فضول فلاسفی اپنے پاس رکھو سمجھیں، میں صرف بارش کی بات کر رہی ہوں۔" سعدیہ نے کھورا تھا پلٹ کر۔

"اور میں تمہاری بات کر رہی ہوں، تم سعدیہ خان جو ہو تو تم بھی بارش جیسی ہو کبھی کھلے تو بارش کے مانند چھاجوں برسے اور خود کو سینت لے تو یوں کہ برسوں گزر جائیں اور تمہاری خاموشی کا بھید نہ ملے اور بندہ کھڑا سوچتا رہے لب خاموش سے اظہار تمنا چاہیں، مگر تمنا پلے تو اظہار ہونا۔"

"اس بکواس کا مطلب؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"مطلب چھوڑو، جوہر معانی و مفہوم سے واقفیت رکھتے ہوئے بھی انجان بنے اسے کیا مطلب سمجھانے، ہائے داوے یہ تو بتاؤ شہریار خان کے حوالے سے تمہارے اندر کوئی احساس، ہلچل کسی شوخ لمحہ کا بلاوا واقعی کچھ نہیں۔" صبا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اعتماد سے بولی۔

"نہیں۔" وہ لمحہ بھر بھی دیر کیے بغیر بولی۔

"تو تمہاری دور کی ہی نہیں نزدیک کی بھی نظر کمزور ہے اور دل کے والو بھی درست کام نہیں کر رہے اپنے چار چوفیرے کی چیکنگ کرواؤ۔"

"شٹ اپ، پہلے تمہاری چیکنگ نہ کروا دوں لگتا ہے کوئی مینٹل اسکرو ڈھیلا ہو گیا ہے جو اناپ شناپ بکے جا رہی ہو۔"

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں کسی کا اچھا کرو تو وہ بھی برا مانتا ہے۔" صبا کا انداز متاسفانہ تھا۔

"تم صرف اپنی اچھائی کا سوچو، ہمارے لئے سوچ سوچ کر اپنے چھوٹے سے دماغ کو زحمت نہ دو۔"

"لو جی کر لو گل اسے کہتے تھے جن کے لئے مرے تھے وہ رہے وضو کرتے۔"

"یہ مصرعہ کو اتنا ننھا منا کر کے اپنی من مرضی سے نہ پڑھا کرو، توہین ہوتی ہے شاعری کی بھی شاعر کے احساسات کی بھی۔"

"واہ رے نزاکت و احساس کی حد، جیتے، جاگتے، سامنے چلتے، پھرتے بندے کے احساس و جذبات کی پرواہ نہیں اور جسے جانتے نہیں پہچانتے نہیں اس کی توہین کا احساس، سعدیہ خان تم اتنی بے حس اور لاتعلق تو نہ تھیں اپنے اردگرد سے پھر اب یہ چپ اور لاپروائی کی چادر کیوں اوڑھ رکھی ہے۔" صبا نے پوچھا تو سعدیہ کو اپنے اندر کہیں دور تک دور کی لہریں اٹھتی محسوس ہوئیں۔

"Saba please leave this topic۔" "میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی بات نہ کرنا چاہتی ہوں نہ سننا۔" اس کے انداز میں ایک دم سرد مہری در آئی۔

"مگر کیوں سعدیہ جبکہ وہ شخص تمہارے ساتھ ایک شرعی و قانونی رشتہ میں منسلک ہے بہت خوبصورت جواز اور معتبر حوالہ رکھتا ہے پھر تم اسے اتنی شدت سے رد کیسے کر سکتی ہو، کیوں الجھا رہی ہو خود کو خوامخواہ اور ساتھ اس شریف بندے کو بھی انتظار و بے مہری کی سرورت میں لٹکا رکھا ہے۔"

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

صبا کا لہجہ احتجاجی انداز لئے تھا سعدیہ نے کوئی بھی جواب دیے بغیر سپاٹ انداز میں اسے دیکھا تھا جو اس کی واحد دوست تھی۔

''کیا تمہیں وہ بندہ اتنا برا لگتا ہے کہ تم......'' صبا نے دانستہ فقرہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

''میں نے یہ کب کہا وہ بہت اچھا ہے۔'' وہ جز بز ہوئی۔

''لیکن کوئی اچھا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے محبت کرنے لگیں اور اسے اپنی زندگی میں بھی شامل کر لیں۔''

''تو پھر کیسے کرو گی اپنی زندگی میں شامل۔'' صبا ایک بار پھر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس کے انداز سے لگتا تھا وہ آج کوئی فیصلہ کروا کر دم لے گی۔

''میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''تو اب سوچو گی جب اگلا بندہ قبر میں جا پہنچے گا۔'' صبا کو غصہ آیا۔

''اگلے بندے کا سب کو احساس ہے میرا کسی کو نہیں، میرے بارے میں کسی نے نہیں سوچا کہ میں اپنی زندگی کے متعلق کیا چاہتی ہوں کیا رائے رکھتی ہوں اور کس بارے میں کیا سوچتی ہوں، تم بھی صرف مجھے الزام دے رہی ہو میرے اوپر چڑھائی کر رہی ہو، کیا تم نے شہریار خان سے پوچھا کہ......'' وہ یکدم لب بھینچ کر خاموش ہو گئی اور بھیگتی آنکھوں کو صاف کرنے لگی، صبا کو دکھ سا ہوا۔

''سعدیہ، شہریار تم سے بہت محبت کرتے ہیں حیرت ہے کہ تم ان کے انداز پرکھ نہیں پائیں عورت تو اپنی طرف اٹھنے والی نگاہوں کو لمحہ بھر میں پہچان لیتی ہے۔''

''لیکن میں ان سے محبت نہیں کرتی۔'' وہ چیخی۔

''اچانک ہے ناں یہ سب تمہارے لئے اسی لئے تمہیں قبول کرنا مشکل ہو رہا ہے آہستہ آہستہ اس رشتے کی اہمیت گہرائی اور تعلق کی خوبصورتی کو سمجھو گی تو محبت خود بخود ہو جائے گی۔'' صبا نے رسان سے سمجھایا۔

''Saba mind it تم میری دوست ہو شہریار کی نہیں اس لئے میرے سامنے ان کی اتنی وکالت مت کرو۔''

''اٹس او کے تم Tens مت ہو، آؤ ذرا باہر چلتے ہیں موسم کی دلکشی کو انجوائے کریں اور موڈ بدلیں۔'' صبا نے کہا تو وہ خاموشی سے چل پڑی۔

☆☆☆

بائیک میں پٹرول ڈلوا کے وہ سڑک پہ آیا تو اپنا رخ وہاج کے آفس کی طرف موڑ لیا، وہاج اسے آفس کے باہر ہی مل گیا وہ اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا کہ شہریار کو آتے دیکھ کر کھل اٹھا۔

''آؤ یار! کیسے راستہ بھول پڑے۔'' بہت خوشدلی سے مصافحہ کر کے گلے لگتے ہوئے وہاج نے کہا تھا۔

''میں تو پھر بھول جاتا ہوں تمہیں یہ توفیق کبھی نہیں ہوئی۔'' شہریار نے شکوہ کیا۔

''نو یار! تم مس انڈر اسٹینڈ کر رہے ہو، میں دو دفعہ تم سے ملنے گیا تھا مگر تم سائیٹ پہ تھے اور سم بھی چینج کی ہوئی تھی اسی لئے رابطہ نہ ہو سکا۔''

''پتا ہے مجھے اسی لئے خود چلا آیا۔''

''تو پھر آؤ، بیٹھتے ہیں۔'' وہاج آفس روم کی طرف بڑھا۔

''اب بتاؤ کیا چلے گا ٹھنڈا یا گرم۔'' وہاج کے ہاتھ کی انگلی انٹر کام پہ تھی۔

''گرمی اتنی ہے یار کہ مروت میں بھی تکلف نہیں کر سکتا ٹھنڈا منگوا لو۔'' شہریار آرام دہ چیئر پہ بیٹھتے ہوئے اس کے آفس کو طائرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''کیسا جا رہا ہے کام؟''

''بڑا کرم ہے اللہ کا، احسان ہے اس ذات پاک کا کہ اچھا ہے سب کچھ۔''

''مطلب ایڈ جسٹ ہو گئے ہو۔''

''ایڈ جسٹمنٹ کرنی تھی یار یہ جو پیٹ کی بھوک ہے ناں بہت کچھ کروا دیتی ہے مگر شکر ہے زیادہ بھٹکا نہیں پھر سب سے بڑی بات یہ کہ کسی غلط ٹریک پہ نہیں آ گیا جو کچھ پا پایا پا رہا ہوں صراط مستقیم پہ چل کر اور رب اسی پہ رکھے۔''

''بالکل، رزق حلال ہی انسان کو نیک سجھاؤ پہ چلاتا ہے اور کوئی پرابلم تو نہیں۔''

''نہیں یار! یہاں سب تعاون کرنے والے لوگ ہیں بہت اچھے اور حیدر صاحب خود کو آپریٹو ہیں اپنے عملے سے اتنی کوئی مشکل ہوتی نہیں۔''

''ویسے بھی انسان اپنے کام اپنے مقام کو سمجھ لے تو مشکل ہوتی بھی نہیں فرض شناسی اور احساس ذمہ داری یہ دو وصف کردار میں عمل میں شامل ہوں تو انسان کہیں مات نہیں کھا سکتا۔'' شہریار کولڈ ڈرنک لیتے ہوئے بولا اور وہاج تائیدی انداز میں سر ہلانے لگا۔

''شہری مجھے ایک بات تم سے پوچھنا یاد نہیں رہی یہ تو بتاؤ شادی، وادی کی یا ابھی تک یونہی پھر رہے ہو۔'' وہاج نے اچانک پوچھا تو شہریار کچھ دیر اپنے ہاتھ میں تھامے گلاس پہ نظریں جمائے دیکھتا رہا پھر ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پہ لاتے ہوئے بولا۔

''ابھی شادی اور آبادی کے درمیان میں پھنسا ہوں۔''

''مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔'' وہاج الجھ کر اسے دیکھنے لگا۔

''مطلب یہ کہ کافی عرصہ پہلے بچپن میں نکاح ہو گیا تھا چچا کی بیٹی سے اور رخصتی ابھی کھٹائی میں پڑی ہے۔''

''رخصتی کھٹائی میں پڑی ہے مگر کیوں؟''

''ہم دونوں اپنی اپنی اسٹڈیز میں مصروف کیریئر بنانے میں لگے تھے اور تھوڑا عرصہ پہلے میں نے پریکٹیکل لائف میں قدم رکھا ہے وہ بھی گزشتہ ماہ سے ہی M.B.A سے فارغ ہوئی ہے اور آج کل دفتری امور دیکھ سیکھ رہی ہے۔''

''تو دیر کس بات کی ہے، اب یقیناً تم دونوں اتنے باشعور اور اسٹیبلش ہو کہ میرڈ لائف بلا جھجک شروع کر سکتے ہو۔''

''شروع تو کر سکتے ہیں مگر اگلا فریق بھی چاہے تب نا۔'' شہریار بے دلی سے مسکرایا۔

''مگر انکار کی وجہ جبکہ تم اتنے کوالیفائیڈ، ہینڈسم اور صاحب حیثیت ہو پھر۔'' وہاج بے پناہ حیرت سے بولا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"وہ اب تک اس رشتے سے ناواقف تھی بہت اچانک پتا چلا ہے اسے، ایکدم سے سن کر جو شاک کی سی کیفیت ہوتی ہے اسی میں ہے وہ اور اس رشتے کے تقاضے سمجھ نہیں پا رہی۔"

"تو تم سمجھاؤ یہ کون سی مشکل بات ہے۔" اس کا انداز ذو معنی تھا جسے سمجھ کر وہ ہنس دیا۔

"میں بہت فیئر بندہ ہوں یار، اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں سب کچھ سہ سکتا ہوں مگر زبردستی نہیں وہ خود کو جانچتی اندرونی کشمکش میں مبتلا مجھ سے بیزاری کا اظہار کبھی کبھی کر جاتی ہے مگر روٹین وائز اس کا رویہ قدرے نارمل ہے اور میں آنے والے دنوں کا کوئی بھی فیصلہ اس پہ چھوڑتا ہوں، وہ کچھ بھی کہے، کچھ بھی کرے کوئی تلخ قدم ناگوار بات سب جھیل لوں گا کیونکہ مجھے اس سے محبت سے اور محبت کے صدقے اس کی ہر حرکت قابل معافی ہے۔" وہ بول رہا تھا اور اس کی آنکھوں کے کنارے بہت خاموشی سے نم ہوئے تھے۔

"بہت محبت کرتے ہو اس سے۔" وہاج نے پوچھا تھا۔

"بے حد، بے حساب، بے شمار ایسی محبت جو کسی دنیاوی جائزے میں پیمائش نہیں کی جا سکتی اور یہ محبت لمحہ بھر کو نہیں برسوں کی ہے جو بڑے چپکے سے میرے اندر پلتی اور بڑھتی چلی گئی، جب مجھے اپنے اور اس کے بیچ موجود رشتے کی خوبصورت نوعیت کا علم نہ تھا میں تب بھی اس سے محبت کرتا تھا اور اپنے درمیان تعلق کی دلفریب سی حقیقت کا پتا چلا تو یہ محبت شدید ہوتی گئی اس محبت کی شدت نے مجھے ایک ایکسٹریم جذبہ دیا ہے اور وہ ہر چیز کو پازیٹو لینے والا جذبہ ہے اور یہ وہ مثبت جذبہ ہے جو انسان سے ہر وہ کام کروا دیتا ہے جو عام طور پر انسان نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی پختگی اور سچائی آپ کو آخر کار اللہ کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ کی ذات وہ ذات ہے جو ہم پہ ستر ماؤں سے زیادہ مہربان ہے یہ مہربانی نیگیٹو لی سوچنے یا کرنے نہیں دیتی۔" وہ ٹھہرے ہوئے پر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا اور وہاج حسن پوری آنکھیں کھولے اپنے سامنے بیٹھے شہریار خان کو تحیر و استعجاب سے دیکھ رہا تھا جو بہت ریزرو ڈ اور قدرے مغرور مشہور تھا اپنے رکھ رکھاؤ اور لئے دیئے انداز کی بناء پر۔

"آج وہ کسی لڑکی کے لئے سنجیدہ تھا تو اس قدر شدت سے اتنی گہری نوعیت تک اتنی چاہت اور کامل محبت، ایسی دیوانگی آج کے مشینی دور میں، ایسی بے دید بے فیض دنیا کے بیچ ایسا سچا اور پر خلوص انسان یقیناً وہ لڑکی بہت خوش قسمت ہے شہریار جسے تم جیسا بندہ چاہ رہا ہے۔"

محبت ساون کی رم جھم ہے
محبت دلوں پہ گرتی شبنم ہے
محبت خود سے شناسائی کا موسم ہے
محبت گلابی دھوپ سردی کی
محبت نرم صبح کا اجالا ہے
محبت وجہ کائنات ہستی ہے
محبت جینے کا حوالہ ہے
محبت سرور محبت کیف و مستی ہے
محبت خون میں شامل محبت جاں میں بستی ہے
محبت اس کے میرے درمیاں
جنموں کا ناتا ہے
محبت ہی سے افسانہ حیات تکمیل پاتا ہے
محبت جس کو حاصل ہے
زندگی میں اس کی سب کچھ شامل ہے

☆☆☆

ہندو مذہب کو بہتر طور پہ سمجھنے اور اس کے رائج نظام کو جاننے کے لئے وہ ہندو مذہب کی کتابیں خریدنے آئی تھی کہ اس نے ایک خوبصورت نقش و نگاری سے مزین گنبد نما عمارت کے مندر لوگوں کو جوتے اتار کر جوق در جوق جاتے دیکھا یہ لوگ کیا کرنے اور کیوں جا رہے تھے، وہ یکدم دلچسپی سے دیکھتی اسی عمارت کے اندر چلی گئی کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا، اندر موجود تمام لوگ بڑی سادگی اور انکسار سے صحن میں پہنچتے پہلے سے صف در صف کھڑے لوگوں میں شامل ہوتے اور ایک جھکتے ایک ساتھ زمین پر ماتھا ٹیکتے پھر ایک ساتھ کھڑے ہوئے، مختلف عمروں، مختلف لباسوں اور سماجی اعتبار سے مختلف سطح کے لوگ ایک ساتھ کھڑے ہو کر کتنے سکون اور برابری کی سطح پر عبادت کر رہے کتنی پاکبازی اور سادگی تھی اس طریق عبادت میں، وہ بنا پلکیں جھپکے کھڑی دیکھتی رہی۔

"ایسے پرسکون لمحات ایسا اطمینان کیا مجھے بھی کبھی نصیب آ سکتا ہے۔" اس نے رشک سے سوچا تھا، وہ لوگ اپنے طریق عبادت سے فارغ ہوئے تو اس نے کچھ سے گفتگو کی وہ سب مسلمان جماعت تھے نیک طبیعت اور بغیر ہیر پھیر کے بات کرنے والے، اس کی باتوں کا جواب بہت سادہ طریقے سے دینے والے سیدھے لوگ۔

"اتنے بے ضرر لوگ دہشت گرد کیسے ہو سکتے ہیں۔" وہ یکدم الجھی۔

"اسلام رشد و ہدایت امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔" مسجد کے باہر جلی حروف میں یہ الفاظ لکھے تھے، ماریا جوزف کو اپنا بچپن یاد آ رہا تھا جب وہ سکول جانے کے راستے میں رک کر مسلمانوں کے طریقہ عبادت کو اسی شوق سے دیکھا کرتی تھی جو آج پھر سے پلٹ آیا تھا۔

"لے لیں تم نے اپنی مطلوبہ کتابیں۔" سجاتا کی کزن ایکدم سے آ کر بولی تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی تھی۔

"ہاں چلو۔" وہ گاڑی کی سمت بڑھی۔

"ویسے تمہیں ان کتابوں کو خریدنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ہندو مذہب کی بیشتر کتابیں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔"

اور یہ بات سچ نکلی عام آدمی کی رسائی اس زبان تک نہ تھی تو اس کی کیسے ہوتی کہ اس زبان پہ برہمنوں کی اجارہ داری تھی جس کی جہ سے ہندوؤں کا علم مٹھی بھر برہمنوں کی گرفت میں تھا، اسی وجہ سے ہندو مذہب اور معاشرہ انحطاط کا شکار تھا، جس نے انسانوں کو اونچ نیچ کے فرق میں جکڑ رکھا تھا۔

چھوت چھات عام آدمی کو برہمنوں کے مندروں اور عبادت گاہوں سے دور رکھتی تھی اور اس

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

چھوت چھات کی بنا پر جھوٹا نہیں کھاتے تھے بلکہ ضائع کر دیتے تھے، دنیا میں انسانی مخلوق میں ایسے گھٹیا امتیاز کا طریقہ شاید کوئی مذہب نہیں سکھاتا تھا۔

''ایک سیکولر ریاست ہونے کا فائدہ اگر یہ لوگ مذہب کے ایک طریقے پر نہیں چل سکتے۔'' اس نے تاسف سے اپنے لادین ریاست کے نظری فلسفے کا پرچار کرنے والے ہندوؤں کے متعلق سوچا تھا۔

وحشی طریقے اور جاہلیت کے رسوم و رواج پر چلنے والے مسلمان پھر ان سیکولر ہندوؤں سے کہیں بہتر ہیں کہ کم از کم مذہبی نظریے، حوالہ یہ ان کا طریقہ عبادت ایک ہے بنا کسی سماجی اونچ نیچ کے۔

وہ ایک تنقیدی انداز میں سوچ رہی تھی اور ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا دیکھنے لگی جس کے من جانب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہ تھا مگر ہندو اس بات پر متفق تھے کہ یہ کتاب ایک شخص ویاس نے لکھی ہے جو بہت برگزیدہ تھا۔

اس کے مندرجات بھی زیادہ تر تصوراتی تھے انسانی روح اور مراقبے وغیرہ کا طریقہ کسی حد تک انسانی کردار اور روزمرہ معمولات کا حوالہ بھی تھا مگر موت کے بعد کی زندگی اور یوم حساب کا کوئی تصور نہ تھا، پھر وہ گیو ماتا (گائے) کو مقدس و متبرک جانتے تھے اس کے پیشاب کو متبرک جانتے تھے اور اس سے خود نہانا یا مندروں کو نہلانا اچھا عمل سمجھ کر کرتے تھے ماریا کو اس آخر الاذکر عمل کے تصور سے ہی شدید گھن کا احساس ہوا۔

لگی اسے دکھ ہو رہا تھا کہ انسانی عقلوں سے ماورا مذہبی فلسفے کی بہت، خوبیوں، خامیوں کو سمجھے بغیر بے چارے ہندو نظر نہ آنے والے اللہ اور برہمنوں کے ہاتھوں اپنا استحصال کرواتے شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔

ان کی زندگی کا سارا تعلق آرام اور آسائش سے روحانیت کا اس میں ذرا بھی عمل دخل نہ تھا اور وہ بت پرستی و گیو ماتا پہ یقین رکھنے کی روایت کے اتنے پابند تھے کہ اس کافرانہ ماحول سے نکلنے کی جرأت بھی نہ رکھتے تھے، یہی نہیں بلکہ بھارتی صوبے راجستھان کے ایک گاؤں دیولی میں گھومتے ہوئے اس کی نظروں سے اک ایسا دلخراش واقعہ گزرا جس نے اسے کتنی دیر کے لئے سکتے میں مبتلا کر دیا تھا ایک نوجوان تعلیم یافتہ جوڑا اپنی نوزائیدہ بچی کو روتی بلکتی پلاسٹک بیگ میں بند کر کے کوڑے دان میں پھینک کر جا رہے تھے اور آوارہ کتے بچی کے آس پاس منڈلا رہے تھے، وہ بھاگتی ہوئی ان شقی القلب ماں باپ کے پیچھے گئی تھی اور ان سے اس ظالمانہ فعل کی وجہ پوچھی تھی تو مرد بولا تھا۔

''لڑکیاں ماں باپ پر بوجھ ہوتی ہیں بہتر ہے انہیں جلد سے جلد مار دیا جائے۔'' عورت کا کہنا تھا ''میرے ہاں چار بیٹیوں نے جنم لیا مگر میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔''

''کیا؟ تم کیسی بے درد اور ظالمانہ طرز رکھنے والی عورت ہو تمہیں کیا ملا معصوم بچیوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کر کے۔'' ماریا حیرت و صدمہ سے چیخی۔

''یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے، ہم لڑکیاں پیدا نہیں کرتے خوامخواہ خاندان کا بیشتر سرمایہ سامان جہیز یا جائیداد کی صورت اس کے حوالے کرنا پڑتا ہے، اسی لڑکی پیدا ہوتے ہی بیشتر لوگ اس کی

گردن مروڑ دیتے ہیں یا کتوں کے آگے زندہ پھینک دیتے ہیں۔'' مرد اور عورت دونوں نفرت انگیز لہجہ میں بولے۔

''کیا؟ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ایک سیکولر ریاست کہلانے والی قوم میں زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج اور لوگ ایسے کہ جدید تعلیم بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی حکومت بھی ایسے قوانین بنائی جو ان لوگوں کو اس ظالمانہ فعل سے روک سکیں اب بھی عورت کی ایسی بے حرمتی.....'' وہ کتنی دیر سکتے کے عالم میں سوچتی رہی۔

''ایسے رسم و رواج کو ترویج دینے والے لوگ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ خود بھی کسی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں ان کی ماں بہنیں بھی عورت ہیں اور ان کی بیویاں بھی عورتیں ہیں، یہ عام عورتیں بھی تو زائیدہ بچیاں ہی تھیں اور یہ نہ ہوتیں تو ان مردوں کی شادیاں کس سے ہوتیں مگر یہ عورتیں بھی تو ان کے ظلم میں برابر کی شریک ہیں خود اپنی ہم جنسوں اپنی اولاد اپنی بچیوں پہ یہ ظلم توڑتے ہیں۔'' وہ جیسے جیسے سوچ رہی تھی اسے لگتا تھا ذہن ماؤف ہو رہا ہے۔

خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلانے والی یہ بھارتی قوم اپنے اخلاقی و سماجی رویوں میں زمانہ جاہلیت کی عرب قوم سے کب مختلف تھی جو پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

''یہ تو ایک وحشیانہ قتل عام ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کو اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے نہ کہ خود اس عمل کا حصہ بن جانا چاہیے، تم لوگوں کو پتا ہے یہ کتنا بڑا گناہ ہے ناقابل معافی جرم ہے اور اس کی کیا سزا ہے تم لوگ نہ دنیا میں بخشے جاؤ گے نہ آخرت میں۔''

اس کا جی چاہ رہا تھا ان میاں بیوی کو بے نقط سناتے ہوئے خود انہی کے گلے دبا کر جان سے مار ڈالے، جبکہ اس کی اس بات کو انہوں نے جیسے ہنس کر اڑا دیا تھا۔

''میم انہیں زندہ رکھ کر کرنا بھی کیا ہے کیونکہ زندہ رہ کر بھی وہ لڑکوں کے مقابلے میں مصائب سے پر زندگی گزارتی ہیں، انہیں کھانا کم ملتا ہے، بیمار پڑ جائیں تو ڈاکٹر کو دکھانے کی بجائے گھریلو ٹوٹکوں سے ان کا علاج ہوتا ہے، اس طرح وہ خود بخود مر جاتی ہیں۔''

''اور تم لوگوں کو دکھ نہیں ہوتا اپنی اولاد کو یوں پھینک کر اذیت دے کر مارتے ہو کچھ کہتا نہیں دل اور کوئی قانون نہیں تم جیسے لوگوں کے لئے۔''

''میم دکھ کے لئے ہمی رہ گئے ہیں، تم انگریز لوگوں کو دکھ نہیں ہوتا جو کسی کی اولاد پیدا کر کے جگہ جگہ رلنے کے لئے چھوڑ دیتے ہوئے ابھی وہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہوتے اور تم لوگ انہیں آزاد کر دیتے ہو کہ جاؤ اپنا کماؤ اور کھاؤ اور اولاد جوان ہو جائے تو وہ والدین کو اولڈ ہومز میں پھینک آئی ہے، کیا فائدہ پھر ایسی اولاد کا کم از کم ہم اس معاملے میں تم سے اچھے ہیں ویسے بھی لڑکیاں ماں باپ کے لئے باعث شرمندگی ہیں ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔''

کتنی بے حسی سے کہہ رہے تھے وہ لوگ اور ماریا یک ٹک حیرت، تاسف اور صدمے کے عالم میں بس دیکھے جا رہی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

خدا کتنا مہربان ہے

مہدیہ شیر دل جدون

''بابا سائیں! میرا گاؤں آنے کا دل نہیں چاہتا میں یہاں خوش ہوں۔'' گاؤں جانے سے گویا اس کی جان جاتی تھی۔

''پتر! بہت یاد آتی ہے نہ تیری۔''

''پر بابا سائیں! آپ مجھ سے ہر ہفتے ملنے جو آتے ہیں، ماں جی بھی اکثر آ کے میرے پاس رہ لیتیں ہیں، پھر میرا ہے کون وہاں جس سے میں ملنے آؤں۔'' وہ جی بھر کے بدمزہ ہوئی تھی۔

''تیری بی بی جان (نائی) تجھے بہت یاد کرتی ہے، شیلا بھی پوچھتی رہتی ہے، چھ ماہ ہو گئے تو نے گاؤں کا چکر نہیں لگایا۔'' ان کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا۔

''اچھا! ڈرائیور کو بھیجئے گا۔'' اس نے بھی ہتھیار ڈال دیے گویا۔

گاؤں میں آٹھویں تک اس نے پڑھا تھا اور پھر وہ شہر اپنے ماموں کے گھر آ گئی تھی آگے تعلیم جاری رکھنے کے لئے میٹرک کرنے کے بعد بابا سائیں نے اسے کالج کے ہاسٹل میں ڈال دیا تھا، کیونکہ وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتے تھے، یسمی ان کی اکلوتی بیٹی تھی، خاندان کی وہ پہلی لڑکی تھی جو پڑھنے کے لئے نکلی تھی، زمین جائیداد کی وہ اکلوتی وارث تھی، ان کے بڑے بھائی اکرام علی خان کے دو بچے تھے، صارم اور شیلا، شیلا نے آٹھویں کے بعد نہ پڑھا تھا ہاں صارم انگلش میں ماسٹرز کر کے گاؤں واپس چلا گیا تھا، نوکری کی اسے ضرورت بھی نہیں تھی، ماں جی شہر کی تھیں، بابا سائیں نے انہیں ہسپتال میں دیکھا تھا، وہ اپنی خالہ کے ساتھ آئی تھیں جو شوگر کی مریضہ تھیں، وہ وہیں دل ہار بیٹھے تھے اور پھر اپنے والد کو ایڑھی چوٹی کا زور لگا کے منا لیا تھا اور وہ دلہن بن کے ان کی خوبصورت حویلی میں آ گئیں پر وہ بھی گاؤں کے ماحول سے اکتائی ہوئی تھیں اسی لئے بیٹی کو پڑھنے کے بہانے شہر بھیج دیا تھا۔

☆☆☆

''گاؤں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب تمہارے بابا سائیں آ کے جو لیتے ہیں۔'' سالار کو ہمیشہ غصہ آتا تھا اس کے گاؤں جانے پہ۔

''میرا تو بی اے مکمل ہونے والا ہے، آگے لڑکوں کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ملی تب پڑھوں گی، مجھے تو اسی گاؤں واپس جانا پڑے گا۔'' وہ رونی صورت بنا کے بولی تھی، وہ جب اداس ہوتی، ماموں کے گھر آ جاتی تھی، وجاہت بھائی، سالار اور اسد اس کے کزن تھے، یہ سب بھی اس سے بہت الفت رکھتے تھے، کچھ ماں جی کی تربیت بھی ایسی تھی کہ اس کا رجحان ننھیال کی طرف تھا، جب ماں جی اس سے ملنے آتیں تو تینوں خالائیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ آ جاتی تھیں ماموں کے گھر اور پھر خوب محفل سجتی تھی اور پھر گاؤں اور شہر کے ماحول میں بھی زمین آسمان کا فرق تھا۔

''دل کیوں چھوٹا کرتی ہو بیٹی! گاؤں نہیں پسند تو میرے پاس رہنا، ویسے بھی میری بیٹی کوئی نہیں، تم کمی پوری کر لینا۔'' ممانی جان نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تو اس نے سالار کی جانب دیکھا تھا جو مسکرا دیا تھا۔

''نہیں مما! اگر اسے گاؤں پسند نہیں تو ہم

اسے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھ لیں گے۔'' اس کی معنی خیز بات پہ وہ سرخ ہو گئی تھی جبکہ ممانی نے بیٹے کو گھوری دی تھی۔

''نہیں خیر، وہاں سب مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں، بس مجھے گاؤں نہیں پسند، کیونکہ ماں جی نے بھی وہاں کٹھن ہوئی زندگی گزاری، حویلی میں جا کے جیسے وہ قید ہو گئیں۔'' یہ بات اسے ماں جی ہی کہتی تھیں، حالانکہ بابا سائیں نے کبھی ان پہ روک ٹوک نہیں کی تھی شہر جا کے بہن بھائیوں سے ملنے پہ۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Konnect.com

"تو پھر اپنے بابا کا دل رکھ لو نا، ہوں؟ بے شک تمہارے تایا، تائی تمہاری تعلیم کے خلاف ہیں، پر ہیں تو تمہارے بزرگ۔" وجاہت بھائی نے اسے سمجھایا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ڈرائیور آ چکا تھا اسے لینے، بجھے دل سے وہ بیٹھ گئی تھی، گاؤں جا کے وہی باتیں ہوں گی، "جمال خان! بیٹی نے بہت پڑھ لیا، اب بس کرواؤ، تعلیم لڑکی کو خودسر بنا دیتی ہے، پھر شیلا کی باتیں، بتاؤ نہ ادی، وہاں لڑکیاں کیسے فیشن کرتی ہیں؟ تم اکیلی کیسے رہتی ہو؟" اور پھر جیراں ماسی کی باتیں۔

"پھپھو کی بیٹی ساتھ کے گاؤں کے لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی، کریمہ اور گلاب جان نے ایک دوسرے کی درگت بنا دی، بچوں کے لڑنے کی وجہ سے، عظمیٰ کا پانچواں مہینہ چل رہا ہے پر کام کولہوں کے بیل جتنا کروانی ہے ساس، صارم .....؟ جانے وہ خود کو کیا سمجھتا تھا، یوں اکڑا رہتا تھا جیسے کسی نے کلف لگایا ہو، موبائل کان سے لگائے حالیوں کو حکم دیتا رہتا تھا، بڑے خان (تایا جان) اور بابا سائیں کی وہی گفتگو، بھینسوں کے باڑے کے کاروبار میں کتنا نفع ہوا؟ اور کتنا نقصان؟ فصل پک رہی ہے، فصل کم ہے، اس دفعہ بارش کم ہوئی۔" وہی باتیں اور پھر گاؤں کی ہم عمر لڑکیاں، بات کچھ ہوتی نہیں تھی کھی کھی ہنسنے لگتی تھیں منہ پہ دوپٹہ رکھ کے، بے ڈھنگا مذاق، ماں جی کی ہمت تھی جو وہاں رہ رہی تھیں، اس نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے سر ٹکا دیا تھا، سیٹ پہ۔

سوچوں کا سلسلہ پھر جوڑا، کہاں شہر میں کتنے کھلے دماغ تھے لوگوں کے، کوئی پائلٹ بن رہی ہے لڑکی، کوئی وکیل، کوئی ڈاکٹر اور کوئی انجینئر، منزل پا کے بھی لوگ آگے پڑھنے کے خواہاں تھے، یہاں بی اے کو کوئی کچھ سمجھتا نہیں اور گاؤں میں منہ پھٹ جاتا تھا عورتوں کا مارے حیرت کے، جب انہیں پتا چلتا جمال خان کی بیٹی چودہ پاس کرنے والی ہے، یہاں کے لوگوں کی گفتگو، ملک کی سیاست سے شروع ہو کے ہالی ووڈ کے ایکٹرز پہ ختم ہوتی، پڑھائی کی بات چلتی تو او لیول سے شروع ہو کے بی ایچ ڈی پہ جا کے رکتی، لڑکے خود کو برتر نہیں سمجھتے تھے، وجاہت بھائی اور سالار کے لہجوں کی نرمی بہت بھاری تھی صارم کے لہجے کی سختی پہ جو لڑکی کو کمزور سمجھتا تھا، یہ اس کا ذاتی خیال تھا۔

پانچ گھنٹوں کی مسافت کے بعد گاؤں کا راستہ شروع ہو چکا تھا، تا حد نظر پھیلے ہوئے کھیت اور ان میں کام کرتے مرد عورتیں، کچے مکانوں سے اٹھتا دھواں، دن ڈھل رہا تھا اور شاید عورتیں کھانا بنانے کی تیاری کر رہی تھیں، سب مڑ مڑ کے گاڑی کو دیکھ رہے تھے، حیرت، اشتیاق اور حسرت سے، اس نے بچوں کی طرف ہاتھ ہلایا تھا جو اسے دیکھ کے جوش سے ہاتھ ہلا رہے تھے، کسان اپنے جانور لے کے واپس کے سفر پہ گامزن تھے اور پھر حویلی آ گئی تھی، بیلوں سے ڈھکی، درختوں کے درمیان وہ دیکھنے میں بہت شاندار تھی۔

سب اسے بہت جوش سے ملے تھے، بی بی جان کو بہت شکوہ تھا، وہ بس مسکراتی رہی تھی، بڑے خان نے اسے بہت لاڈ کیا تھا، پر ماں جی کے ماتھے پہ پڑی شکنیں وہ گن سکتی تھی، انہیں یہ التفات ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔

☆☆☆

"ارے اڈی! بال دکھاؤ۔" دوپٹہ سر سے ڈھلکا تو شیلا نے مزید کھینچ کے اتارا۔

"تم تو میم لگ رہی ہو۔" اس کا اشارہ اس کے سنہری بالوں کی طرف تھا جن کو اس نے رول کروالیا تھا۔

"لوز پرمنگ کروائی تھی۔" ممانی جان نے

کہا تھا۔

"کروالو، اچھے لگیں گے۔" اس نے کتاب بند کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"بہت خوبصورت دکھ رہی ہو، یہ اسٹائل بھی کتنا اچھا بنایا ہے۔" اس نے پٹ بنا کے کیچر لگایا تھا، باقی بال کھلے چھوڑے تھے، صارم نے کمرے سے جونہی قدم باہر نکالا، اس کے سلکی بالوں کا یہ حال دیکھ کر سخت نظروں سے گھورنا ضروری سمجھا تھا۔

"آؤ شیلا! باغ میں چلیں۔" اس نے اسے قطعاً نظر انداز کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے اڈی! میں جوتے پہن آؤں۔" وہ اندر چلی گئی تھی۔

"یہ بالوں کا کیا کیا ہے؟ شہری لڑکیوں کی دیکھا دیکھی بال خراب کر دیے ہے؟" لہجے ہی نہیں آنکھوں سے بھی سختی ہویدا تھی۔

"برے تو نہیں لگ رہے اور میں جو بھی کروں تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟ جب ماں جی اور بابا سائیں مجھے کچھ نہیں کہتے۔" وہ بھی کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔

"میں کون ہوتا ہوں؟ وقت آنے پہ بتا دوں گا۔" وہ اس کے قریب چلا آیا تھا، اس کا اشارہ کدھر تھا وہ بخوبی سمجھتی تھی۔

"اور چاچا جی تو معصوم ہیں، سادے بھی وہ کیا جانیں دوسروں کی چالاکیاں۔" اس کا جی چاہا وہ اس چھ فٹ سے بھی نکلتے قد کے مرد کو مزہ چکھا دے پٹائی کر کے، پر اسے دیکھ کے ایک چٹان کا سا گمان ہوتا تھا، اونچا اور تنا ہوا، گاؤں کی خالص خوراک سے ویسے بھی یہاں مرد تندرست و توانا تھے، وہ بے بسی سے اسے دیکھ کے رہ گئی، گھنی مونچھوں تلے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ رقصاں تھی، وہ سمجھتی تھی اچھی طرح کہ وہ چالاک اسے ہی کہہ رہا تھا۔

"میں تمہاری وجہ سے ہی تو گاؤں آنا نہیں چاہتی۔" اتنا کہہ کے وہ شیلا کے ساتھ آ گئی تھی جو خاموشی سے واپس آ کے ان دونوں کو نا سمجھی کی کیفیت میں دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

بی اے کے امتحان میں وہ پاس ہوئی تھی، بابا سائیں نے پورے گاؤں میں مٹھائی بانٹی تھی اور پھر جب اس نے آگے پڑھنے کی ضد کی تو بڑے خان خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھ کے چلے گئے تھے۔

"جب ہماری بیٹی پڑھنا چاہتی ہے تو یہ پڑھے گی۔" ماں جی نے بھی حتمی فیصلہ دے دیا تھا، بابا سائیں تذبذب کا شکار تھے۔

"ماں جی! چودو سال پڑھا، دو سال اور پڑھ لئے تو کیا ہو جائے گا؟" اس نے آس سے ماں کا چہرہ دیکھا، بابا سائیں بھی کچھ کہے بنا اٹھ کے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے، امید ٹوٹتی محسوس ہوئی تو وہ کمرے میں چلی گئی۔

"میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں، بڑے خان تمہارا رشتہ کرنا چاہتے ہیں صارم سے، ان کا خیال ہے تین ماہ کے اندر تم دونوں کی شادی کر دی جائے۔" ماں جی اس کے پیچھے آئی تھیں، اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں، ان کی بات پہ وہ مارے صدمے کے حیران ہو گئی۔

"جیسے میں نے یہاں زندگی گزاری، ویسے میں اپنی بچی کو یہاں نہیں رہنے دوں گی، بھابھی نے سالار کے لئے بات کر رکھی ہے مجھ سے۔" ایک نئے انکشاف پہ اندر خوشیوں کے جیسے سوتے بہہ پڑے، امید کی کرن جاگی تھی۔

"پر تمہارے بابا کی بھی دلی خواہش ہے صارم سے تمہاری شادی کی، اس شادی کو روکنے کا یہی طریقہ ہے کہ تم آگے پڑھو اور میں بی بی سے بات کروں گی کہ صارم کے لئے کوئی اور لڑکی دیکھ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے کام نپٹائیں، سیمی تو پتا نہیں کب تک پڑھے گی۔"

"ہاں ماں جی! یہ ٹھیک ہے۔" اس نے آنسو صاف کیئے۔

"سالار بہت اچھا لڑکا ہے، کسی بھی قسم کی روک ٹوک نہیں کرے گا تم پہ اور تم وہاں کے ماحول میں پلی بڑھی، گاؤں تمہارے لئے قطعی ناموزوں ہے۔" اس کے بال سہلائے جا رہی تھیں اور پھر اس کی ضد کے آگے بابا سائیں نے ہتھیار ڈال دیے تھے، ویسے بھی تعلیم کی قدر ایک ان پڑھ اور تعلیم یافتہ انسان بہتر جان سکتے ہیں، درمیانی قسم کی تعلیم نیم حکیم خطرہ جان والی بات ہو جاتی ہے، لیکن بڑے خان جلال میں تھے۔

"تمہیں یاد ہونا چاہیے جمال خان! سیمی میرے بیٹے کی منگ ہے، خان اپنی زبان سے نہیں ہٹتے اور یہ بات یہ پورا گاؤں بھی جانتا ہے کہ سیمی صارم کی منگ ہے۔"

"میں شادی اور منگنی کی حقیقت سے انکاری نہیں، میں صرف بیٹی کو پڑھا رہا ہوں، شادی بھی ہو گی اس کی جب اس کی تعلیم مکمل ہو گی۔" بابا سائیں نے بات سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

"ایم اے کے بعد وہ بی ایچ ڈی کا کہے گی، پھر کیا کرو گے؟" وہ طنز سے گویا ہوئے۔

"ابھی پڑھنے دیں اسے، ایم اے کر لے تو آگے نہیں پڑھاؤں گا۔"

"زبان اپنی پہ قائم رہنا۔" بڑے خان کی بات پہ اس نے سکون کا سانس لیا تھا، مڑ کے اس نے دیکھا صارم بھی اس کے پیچھے کھڑا تھا، وہ شرمندہ ہو گئی یوں چھپ چھپ کے باتیں سننے پہ، لیکن خود کو سنبھالتے ہوئے فاتحانہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھال کے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

☆☆☆

سالار اکنامکس میں اس کے فارم جمع کروا کے آیا تھا۔

"ضرورت پڑھنے پر، یا شوق کے طور پہ تم بینک میں بھی جاب کر سکو گی اور ایز ٹیچر بھی۔" سالار کی بات پہ وہ تلخی سے ہنسی تھی۔

"گاؤں سے کون مجھے نوکری کے لئے بھیجے گا؟"

"گاؤں میں تو ساری زندگی نہیں گزارنی یہاں رہو گی، میری بن کے۔" سالار نے موقع مناسب سمجھ کے دل کا حال سنا دیا تھا اور وہ جیسے جانتے بوجھتے بھی انجان بن گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میری تمہاری شادی کے بعد۔" وہ دوبدو بولا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ نظریں چرا گئی اور اپنی اور صارم کی منگنی والی بات من و عن سمجھا گئی۔

"تم اتنی لاڈلی ہو، پھر پھپھو بھی تمہارا ساتھ دیں گی، بابا تمہارے بھی ہر بات مانتے ہیں، تھوڑا اسٹینڈ لو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

صارم کا نام سنتے ہی اسے بے حد غصہ آتا تھا۔

"تم میرا نام بے شک مت لینا نا، صرف منگنی توڑ دینا، کہنا شادی کرتی ہی نہیں، صارم شادی کے لئے مناسب انسان نہیں اور جب اس کی کہیں اور شادی ہو گی تو کچھ عرصے بعد میں پرپوزل بھیج دوں گا، معاملہ ٹھنڈا ہونے پہ۔" وہ اسے ہولے ہولے شیشے میں اتارنے لگا تھا۔

"وہ سب چھوڑو، میرا ایڈمیشن ہاسٹل میں ہوا؟"

"جی جناب! ہوسٹل میں ہو گیا آپ کا ایڈمیشن، ملا بھی اچھا روم ہے، دو لڑکیاں ہو گے تم لوگ۔" سالار نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کب سے جانا ہے؟"

"پرسوں سے، سامان وغیرہ تیار کر لینا۔" اس کی تائید پہ وہ سر ہلا گئی۔

اور پھر وہ نئے ہوسٹل چلی گئی تھی، کالج اور یونیورسٹی کے ہوسٹل میں فرق تھا، یہاں سہولیات زیادہ تھیں اور پہلے دن سالار اسے اس کے کلاس روم تک چھوڑ کے گیا تھا، شروع میں اسے مشکلات پیش آئی تھیں، ذہین اچھا تھا اس لئے وجاہت بھائی کے ایک دفع کے سلائڈز بنانی سکھانے کے بعد وہ خود وہیں لیب میں بیٹھ کے تیار کر لیتی تھی، کمپیوٹر اسے میٹرک سے استعمال کرنا آتا تھا، ماموں کے گھر بیٹھ کے دو سال گانے سننے اور نیٹ سرچنگ کا فائدہ اب پتا چلا تھا، کچھ ایسی لڑکیاں بھی تھیں جو کمپیوٹر سرے سے استعمال کرنا نہیں جانتی تھیں، ان کو بہت مشکلات پیش تھیں، پہلا سمسٹر گزر چکا تھا اور وہ پھر اچھے نمبر لے کر پاس ہوئی۔

☆☆☆

گرمی کی چھٹیاں ہو گئیں اور اسے بادل نخواستہ گاؤں آنا پڑا۔

"بی بی! تم نے تو طریقہ ہی پکڑ لیا، چھ ماہ بعد آئی ہو، یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" ماسی جیراں پرانی ملازمہ تھی اس لئے بے تکلفی سے دل کی بات کہہ گئی۔

"ماں جی اور بابا سائیں ملنے آ جو جاتے ہیں ماں جی تو ماموں کے گھر رہتی ہیں جب، میں بھی اتنے دن ان کے پاس رہتی ہوں۔"

"ماں باپ ہی تو تمہیں سب کچھ ہوتے، بی بی جی اتنا یاد کرتی ہیں تمہیں اور شیلا بچی کی زبان "اڈی اڈی" کہتے سوکھتی نہیں، تھوڑا ان کا خیال رکھ لیا کرو۔" ماسی جیراں کی جرح اسے زہر لگ رہی تھی۔

"اوہو، ماسی! آپ بھی بچی کے آتے ہی شروع ہو گئیں، اسے دم تو لینے دیں۔" بی بی جان نے انہیں چپ کروایا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔

"ہائے اڈی! کتنا پیارا سوٹ ہے۔" وہ شیلا کے لئے عنابی رنگ کا فراک لائی تھی جس پہ موتیوں سے ہلکی کڑھائی نے چار چاند لگا دیے تھے، دوپٹہ شیفون کا تھا عنابی اور آف وائٹ کنٹراسٹ میں۔

"یہ میں سلمٰی کی شادی پہ پہنوں گی۔" اس نے پھپھو کی بیٹی کا نام لیا تھا۔

"کب ہے اس کی شادی؟"

"تین ماہ بعد۔" ماں جی نے جواب دیا تھا۔

"میرے لئے باقی کے کپڑے بھی تم لانا۔" شیلا نے حکم صادر کیا تو وہ ہنس دی۔

"تمہیں میری چوائس پسند آئی نا؟ ٹھیک ہے باقی کے بھی میں لے کے آؤں گی، بڑے خان نظر نہیں آ رہے۔" اس نے بی بی جان سے استفسار کیا۔

"وہ اور صارم زمینوں پہ گئے ہیں، کیڑا لگ رہا ہے فصل کو، سوچ رہے ہیں میں اچھے سے کیمیکل لا کے چھڑکاؤ کروائیں۔" وہ ان کی بات پہ سر ہلا کے رہ گئی تھی۔

☆☆☆

"تھوڑا تھکا کرنا پتر!" وہ برآمدے میں آئی تو دیکھا صارم بی بی جان کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا، بالوں کا مساج کر رہی تھیں وہ۔

"آؤ آؤ پتر! بیٹھو۔" بی بی جان کے کہنے پہ صارم نے آنکھیں کھول دی تھیں، سرخ سرخ آنکھیں اسے اپنے آر پار ہوتی محسوس ہوئیں۔

"کب جا رہی ہو؟"

"کل۔" مختصر جواب دیتے ہوئے وہ مسہری پہ بیٹھ گئی تھی۔

"بی بی جان! فون ہے آپ کا، پھپھو بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" شیلا کے کہنے پہ موبائل اس کے ہاتھ سے لے کے وہ لان میں چلی گئیں، شیلا واپس چلی گئی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komen.com

"میں ساتھ جاؤں گا چھوڑنے۔" اٹھتے ہوئے اس نے کہا تو وہ ہاتھ مسلنے لگی۔
"مگر ڈرائیور۔"
"تم اب میری ذمہ داری بھی ہو اور لوگوں کو پتا چلنا چاہیے تمہارے ماموں کے علاوہ بھی تمہارے رشتہ دار زندہ ہیں، بلکہ میں اب اکثر یونیورسٹی کا چکر لگا لیا کروں گا، یہ چاچا جی کا بھی حکم ہے۔" سپاٹ لہجے میں کہتا وہ اسے جیسے بری طرح جلا رہا تھا، سالار کو پتا چلا تو کہیں وہ برا نہ منا جائے۔

اپنی بات کہہ کے وہ جا چکا تھا اور پھر وہ ڈرائیور اور صارم کے ساتھ یونیورسٹی آئی تھی۔
"ہوں، یونیورسٹی تو اچھی ہے خاص طور پہ ماحول۔" وہ اس کے ساتھ کیفے میں بیٹھ گیا تھا۔
"کیا کھاؤ گے؟"
"تم بیٹھو، میں آرڈر کر کے آتا ہوں۔" وہ ایسے بولا جیسے وہ اس کی یونیورسٹی ہو، سینڈوچ اور چائے سے انصاف کے بعد وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"اپنے شہری رشتہ داروں سے دور ہی رہنا۔" جاتے ہوئے بھی وہ باز نہ آیا تھا۔
"اتنا ہینڈسم بندہ کون تھا؟ جو اتنی شان سے آیا پراڈو میں؟" اس کی روم میٹ نے پوچھا تھا۔
"تایا کا بیٹا ہے۔"
"اوہو، تب ہی دیکھنے سے ہی لگتا ہے جیسے کوئی بیورو کریٹ ہو، یا وڈیرا، اسی کے ساتھ تمہاری منگنی ہوئی ہے نا؟" وہ متاثر تھی۔
"نہیں صرف بات طے ہے، بہت سر پھرا جاہل اور مغرور ہے یہ، میں اس سے نہیں، سالار سے شادی کروں گی۔" اس کی غلط فہمی دور کی۔
"سالار سے سو درجے بہتر ہے یہ، لگتا بھی شریف ہے، کتنا پڑھا ہے؟"
"ایم اے انگلش ہے پنجاب یونیورسٹی سے۔" وہ زچ ہو کے بولی اسے صارم کو ڈسکس کرنے سے کوفت ہو رہی تھی۔
"پھر تو کمال کا بندہ ہوگا، لٹریچر کا اسٹوڈنٹ ہے نا؟"
"ہاں، ایف ایس سی تک آرمی برن ہال سے پڑھا ہے، بی اے اسلامیہ کالج سے اور کچھ معلوم کرنا ہے؟" وہ چڑ گئی۔
"تم نے نہیں کرنی اس سے شادی تو مجھ غریب کی بات چلا لو، یہ تو ویسے بھی کہیں سے بگڑا ہوا رئیس زادہ نہیں لگتا، البتہ سالار مجھے پسند نہیں۔" وہ شرارت سے بولی، وہ جیسے اس کی عقل پہ ماتم کناں تھی۔
"پر مجھے پسند ہے سالار۔" بات ختم کرتے ہوئے وہ روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

سلمیٰ کی شادی کی شاپنگ اس نے اور ماں جی نے مل کے کی تھی، شیلا کے لئے بھی جدید اسٹائل کے کپڑے لئے تھے اس نے، بی بی جان کے لئے بھی ماں جی نے کھلے دل سے اچھی شاپنگ کی تھی شیلا کو اپنے کپڑے بے حد پسند آئے تھے۔

ایک دن پہلے ہی مایوں سے وہ اور شیلا پھپھو کے گھر آئے تھے، پھپھو کا گاؤں شہر سے نزدیک تھا، اسی وجہ سے ان کے سب بچے پڑھ لکھ بھی گئے تھے اور تھوڑے آزاد خیال بھی تھے، سلمیٰ کی دوستیں بھی آئی تھیں جو اس کی کلاس فیلو تھیں، شیلا تھوڑا جھجک رہی تھی اس ماحول میں، مگر سیمی پورے اعتماد کے ساتھ ان سے گفتگو جاری رکھے ہوئے تھی۔
"اڈی! پڑھائی بھی کتنی ضروری ہے نا؟ مجھے تو بات ہی نہیں کرنی آتی ان لڑکیوں سے، ثمرہ کے ساتھ ہی بس دوستی ہے میری۔" شیلا نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔

"ہاں گڑیا! پڑھائی بہت ضروری ہے، لیکن سلمیٰ کی دوستیں پڑھی لکھی کم، شو آف زیادہ کر رہی ہیں اور پڑھائی پہ تو انہوں نے کوئی بات کی نہیں کہ تمہیں احساس کمتری گھیر رہا ہے؟ ان کی باتیں تو فیشن سے شروع ہوتی ہیں اور ڈانس پارٹیز پہ ختم ہوتی ہیں۔"
"وہ اتنی تیز تیز باتیں کرتی ہیں۔"
"تو کریں نا۔"
"ان کے کپڑے کتنے اسٹائلش ہیں۔"
"جو میں لائی کیوں، پہنو گی تو ہر بندہ پوچھے گا کہاں سے لائی ہو اور پھر تم تو ہو بھی شہزادی، سلمیٰ کی دوست مجھے پوچھ رہی تھی تم دونوں کزنز کیا لگاتی ہو جو اتنا فیئر کلر ہے۔" اس نے شیلا کی ہمت بندھائی۔
"ہیں؟" وہ حیران ہوئی۔
"ہاں، یہ اپنی لمبی آنکھیں دیکھی ہیں کبھی؟ آج تمہیں میں تیار کروں گی۔" سیمی کے کہنے پہ وہ فیروزی رنگ کی کڑھائی والی قمیض پہن آئی، نیچے پٹیالہ شلوار تھی، کڑھائی یلو کلر میں تھی، اسی لئے دوپٹے میں بھی یلو شیڈ تھا، اس نے اپنے سارے کپڑے شیلا جیسے ہی لئے تھے کہ وہ خفا نہ ہو، مناسب فٹنگ میں اور ہاف سلیوس میں شیلا پہچانی نہیں جا رہی تھی۔
"یہ میں ہوں؟" وہ ورطہ حیرت تھی۔
"ہاں جی، ابھی دیکھنا میں تمہیں کیسے بدلتی ہوں؟ شہزادی سے پری بناؤں گی۔" وہ ہنسی تھی۔
"یہ کیا کر رہی ہو؟" اس نے اس کے بالوں پہ اسپرے کیا تو پوچھنے لگی۔
"رول کروں گی نیچے سے، تاکہ پف بناؤں تو بال اچھے لگیں۔" کرلنگ راڈ سے وہ بڑی مہارت سے اس کے بالوں کو اسٹائل دے رہی تھی۔
"تم تو بڑی تیز ہو اڈی!"
"ہاہاہا۔" وہ ہنس دی تھی، پھر جیولری اسے پہننے کو دی۔
"یہ کیا ہے؟ اسے تو جیسے زنگ لگا ہے، اتنی پرانی لگ رہی ہے۔" وہ ناگواری سے بولی۔
"اسی کا فیشن ہے۔" اب وہ اس کا مہارت سے میک اپ کر رہی تھی۔
"لو کھسے پہن کے خود کو دیکھو، اب میں بھی تیار ہو لوں۔"
"اڈی! یہ میں ہوں؟ میں تو ہیروئن لگ رہی ہوں۔" خود کو دیکھ کے وہ بہت خوش لگ رہی تھی، ہر وقت سادی رہنے والی شیلا کی چھب ہی نرالی تھی، اس نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی، تب ہی عظیم (پھپھو کے بیٹے) کی نظریں اس پہ بھٹک رہی تھیں، وہ اچھی پوسٹ پہ آفیسر تھا، سنجیدہ اور سوبر سے عظیم کا دل لے گئی تھی، شیلا اور پھر شیلا میں اعتماد بحال ہونے لگا کیونکہ سلمیٰ اور اس کی دوستیں اس کی بے حد تعریف کر رہی تھیں۔
"اوہ گاڈ، جیولری کا کیا ٹیسٹ ہے۔"
"فٹنگ کتنی زبردست ہے۔"
"بالوں کا کیا اسٹائل ہے۔"
صارم نے بھی بہن کو دیکھ کے دعا دی اور مردان خانے کی طرف آنے سے منع کیا تھا۔
"آج حور زمین پہ آ گئی۔" سیمی کچن میں تھالوں میں مٹھائی ڈال رہی تھی کہ کسی نے مضبوط ہاتھوں نے اسے تھام کے اپنی طرف موڑا تھا۔
"یہ کیا ہے؟" صارم کو دیکھ کے اور اس کی بات سن کے وہ حواس باختہ ہوئی تھی۔
"سوری میں سمجھا شیلا ہے، کپڑے اور بال ایک جیسے ہیں بالکل، تو بندہ دھوکہ کھا ہی سکتا ہے۔" اب اس نے اس کے بازو چھوڑ کے اسے دیکھتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا جبکہ یارے خفت اور شرمندگی کے وہ سرخ ہوئی جا رہی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com

"ماشا اللہ!" بی بی جان جی بھر کے ان دونوں کو دیکھ بھی نہیں رہی تھیں کہ نظر نہ لگ جائے۔

اگلے دن دونوں نے لائٹ پرپل کلر میں فراک اور چوڑی دار پاجامہ زیب تن کیا تھا، وائٹ اور پرپل کا کنٹراسٹ زبردست تھا۔

"تمہاری کلر چوائس بہت زبردست ہے۔" سلمٰی نے بھی تعریف کی، بیوٹیشن گھر آئی تھی اسے تیار کرنے اور جب اسے ممانی جان اور سالار نظر آئے تو یہاں وہاں سکون پھیل گیا تھا، وہ سب چھوڑ چھاڑ کے ان کی طرف آئی تھی۔

"لڑکی باؤلی ہوئی ہو کیا؟ نظر لگ جائے گی۔" ممانی جان نے اسے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو، الفاظ ہی نہیں تعریف کے لئے۔" سالار نے بے باکی سے کہا، وہاں سے گزرتے ہوئے صارم کو سنانے کے لئے کہا، اس نے بہت کاٹ دار نظریں سمی اور اس پہ ڈالی تھیں۔

سلمٰی کے رخصت ہونے کے بعد وہ بھی آ گئیں گھر اور پھر عظیم کے لئے شیلا کو بہت چاہ سے مانگا تھا، بڑے خان نے سوچ بچار کے بعد ہاں کر دی، سب خوش تھے، سوائے سمی کے، بڑے خان نے ایک دفعہ بھی اپنی بیٹی کی مرضی نہیں پوچھی تھی، بے شک عظیم مکمل انسان تھا، لیکن شیلا کی مرضی پوچھنا فرض تھا۔

☆☆☆

ماسٹرز بھی ختم ہونے والا تھا، وقت پر لگا کے گزرا تھا اور یہ وقت اس کے دل کو سالار کے لئے نرم کر گیا تھا، دنیا پھیکی لگنے لگی تھی اس کے بغیر اور وہ بھی اس کا حد درجے خیال رکھتا تھا، مسئلہ بابا سائیں کا نہیں بڑے خان کا تھا، جو کچھ سمجھنے پہ تیار نہیں ہوتے تھے۔

"تم نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا ہے پورا کرو گی نا؟" سالار بے یقین تھا۔

"میں ہر ممکن حد تک کوشش کروں گی ورنہ گھر چھوڑ دوں گی۔"

"نہیں اس کی نوبت نہیں آنے دینا، بابا سائیں کو مناؤ بس۔" وہ خفا سا تھا۔

اور پھر ماسٹرز کمپلیٹ ہونے کے بعد وہ گاؤں آ گئی تھی، دل اتنا سمجھ چکا تھا کہ وہ کمرے سے نکلنے کا نام نہیں لیتی تھی، ماں جی کو اس نے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا، باقی وہ نہ شیلا سے کوئی بات کرتی نہ ہی خاندان کے کسی اور فرد سے، ماں جی بھی بیٹی کے رویے پہ شبہ پا کے ارادہ پکا کر چکی تھیں، دبے الفاظ میں صارم کے لئے ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا بابا سائیں کے آگے۔

"میری ایک بیٹی ہے، ساری زندگی اپنے پاس رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے اور کروڑوں کی جائیداد میں باہر نہیں جانے دوں گا۔" انہوں نے گویا بات ختم کر دی تھی۔

☆☆☆

بڑے خان نے شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں آہستہ آہستہ اسے لگا وقت گزر جائے گا اور وہ یہی دامان رہ جائے گی، بہت سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پہ پہنچی کہ صارم کے آگے ساری بات کھول دے، وہ اس کے کمرے میں دبے پاؤں آئی پر وہ موجود نہیں تھا، واش روم سے پانی گرنے کی آواز آئی تو مطمئن ہو کے صوفے پہ بیٹھ کے انتظار کرنے لگی، تولیے سے سر رگڑتا جب وہ برآمد ہوا تو اسے دیکھ کے حیران ہو گیا۔

"خیریت؟" اس نے پہلی دفعہ اس پتھر چہرے پہ تاثرات دیکھے تھے، وہ بھی تشویش کے۔

"صارم! میری مدد کرو پلیز۔" وہ بہت بے چینی سے گویا ہوئی۔

"کیا ہوا؟" وہ پریشان ہوا تھا۔

"میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔"

"وہاٹ؟" وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا جو اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"وجہ؟" سخت لہجہ اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھ رہا تھا مگر اسے لگا چپ رہی تو مار کھا جاؤں گی۔

"تم کون سا مجھ سے محبت کرتے ہو کہ تمہیں دکھ ہو گا مجھے نہ پا کے، میں سالار کو پسند کرتی ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ!" غصے سے وہ چیخا تو اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"بات پسند ناپسند کی نہیں، بات عزت کی ہے اور میں بے غیرت نہیں کہ اپنی منگ چھوڑ دوں، میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا تمہارا رجحان ادھر کیوں ہے؟ تمہارا وہم ہے کہ تمہیں وہ پسند ہے، تمہیں کسی نے راستے سے بہکایا ہے، یہ میں ہوں جس نے تمہاری بکواس سن لی، کسی اور کے آگے ایسا کہا تو کہرام مچ جائے گا اور چلی جاؤ یہاں سے۔" وہ منہ موڑ گیا تھا اور وہ بے آواز روتی چلی گئی۔

"میں تمہارے قابل نہیں۔" اس نے ایک اور کوشش کی۔

"تم جیسی بھی ہو، مجھے منظور ہے، اپنے باپ کا فیصلہ، میں نافرمانی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہاری زندگی عذاب بنا دوں گی۔" نفرت سے پھنکار کے وہ چلی آئی تھی، اب بابا سائیں سے ڈائریکٹ بات کرنی تھی۔

☆☆☆

"کیا بکواس کر رہی ہو؟" بابا سائیں کے زوردار تھپڑ سے وہ لڑکھڑا گئی تھی، ماں جی نے کلیجہ تھام لیا تھا، اسے یقین نہ آیا اس کا باپ اس پہ ہاتھ بھی اٹھا سکتا ہے۔

"اس لئے تعلیم دلوائی میں نے؟ کہ تم میرا سر جھکاؤ؟ تعلیم یہ سکھاتی ہے؟ بھائی صاحب ٹھیک کہتے تھے، زیادہ پڑھ لکھ کے لڑکیاں سر چڑھ جاتی ہیں۔" وہ غیض و غضب سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

"تعلیم نافرمانی نہیں، اپنا حق لینا سکھاتی ہے۔" اس نے بچاؤ کرنا چاہا۔

"کون سا حق؟ تم ہمارا قرض چکا سکتی ہو؟" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسے تھے۔

"دے دوں گی جتنا پیسہ آپ نے مجھ پہ لگایا ہے۔" وہ بدتمیزی سے گویا ہوئی۔

"اسی دن سے لوگ ڈرتے ہیں تب ہی لڑکیوں کی پیدائش پہ لوگ خوش نہیں ہوتے تھے۔" وہ جیسے ڈھے گئے تھے۔

"میں نے تمہارے منہ سے نکلی ہر بات پوری کی، تم اتنا بھی نہیں کر سکتی میرے لئے؟"

"آپ میری زندگی داؤ پہ لگانے کا کہہ رہے ہیں، کیسے مان لوں؟"

"کیا کمی ہے صارم میں؟" بابا سائیں اسے قائل کرنے کی ہر ممکن حد تک کوشش کر رہے تھے۔

"اگر یہ نہیں مانتی تو کیوں زبردستی کر رہے ہیں آپ؟ اور جیسے صارم آپ کے بھائی کا بیٹا ہے ویسے ہی سالار میرے بھائی کا بیٹا ہے، بھائی جان اور بھابھی نے مجھ سے اسے بڑے چاؤ سے مانگا۔"

"تو یہ بات ہے؟" بابا سائیں نے ماں جی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ تم ہو جو بیٹی کو ورغلا رہی تھی؟ اپنے شوہر کی عزت کا خیال رکھنے کی بجائے بھائی کے گھر کی پڑی ہے؟ چوبیس سال میں دیکھتا رہا تم اس حویلی کے مکینوں کے ساتھ کبھی مخلص نہیں رہیں۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"یہ میری ہمت تھی جو پینڈو لوگوں میں گزارا کیا۔" ماں جی کا لہجہ زہر کے تیر سے بجھا ہوا تھا۔

"تو ٹھیک ہے جاؤ اس حویلی سے، دیکھتا ہوں تمہارا بھائی کب تک تمہیں رکھے گا۔" ان کی بات سے ماں جی سناٹے میں آگئیں اور سیمی پھٹی پھٹی نظروں سے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

عورت اتنی غیر محفوظ ہوتی ہے کہ سفید بالوں میں بھی اسے شوہر اس کے باپ کا گھر بھیج سکتا ہے؟ اس کی ریاضتیں بھول کے؟ اس کی قربانیاں رائیگاں جاتی ہیں؟

"جا رہی ہوں، جمال خان! کبھی نہ آنے کے لئے۔" ماں جی نے اس حویلی کی دہلیز چھوڑتے ہوئے پائی تک نہ لی تھی، وہ آئیں تو بہت کچھ لے کے ہوں گی، پر وہ خالی ہاتھ یہ حویلی چھوڑ گئی تھیں، سیمی نے پرامید نظروں سے باپ کو دیکھا شاید اپنی محبوب بیوی کو وہ روک لیں، مگر عزت ہر جذبے پہ غالب آگئی تھی۔

"ماں جی رکیں، میں بھی جاؤں گی۔" اس نے دوڑ لگائی تھی، ڈگمگاتے قدم لرزتی آنکھیں، سیمی سے ماں کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی، صارم نے جب چاچی اور سیمی کو حویلی کا دروازہ پار کرتے دیکھا تو بہت کچھ سمجھ گیا، اس نے انہیں بہت روکنے کی کوشش کی مگر وہ جا چکی تھیں، چاچا جی کے کمرے کا دروازہ بند تھا، بی بی جان کے پوچھنے پہ انہوں نے بتایا کہ سیمی لوگ ماموں کے گھر کچھ دن رہنے گئی ہیں۔

☆☆☆

"چاچا جی! چاچی کو کیوں جانے دیا اور سیمی، میں ابھی جا کے انہیں لا رہا ہوں۔" وہ عورتیں بے وقوف تھیں، کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتی تھیں۔

"ابھی نہیں، وہ غیر کے گھر نہیں اپنے بھائی کے گھر گئی ہے، کچھ دن تک دونوں ساتھ جائیں گے لینے اور تم پریشان نہ ہو میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔" وہ بھی سمجھ کے مسکرا دیا تھا۔

ماموں، ممانی، سالار حیران ہو گئے تھے ان کے پریشان ہوئے چہرے دیکھ کے اور اچانک آمد پہ۔

"جمال خان نے مجھے نکال دیا ہے حویلی سے بیٹی سمیت۔" جھکی نظروں سے انکشاف کیا۔

"کیا؟" سارے نفوس سکتے میں آگئے۔

"میں نے بھی کہا سیمی کی شادی ہو گی تو صرف سالار سے اور میرے بھائی کی چھت مجھ پہ تنگ نہیں۔" ماں جی استحقاق سے بیٹھ گئیں، ان کی غیر معمولی چپ کا نوٹس لئے بغیر۔

"مگر ایسے تو کوئی گھر نہیں چھوڑ دیتا۔" ممانی نے کچھ ناگواری سے کہا۔

"وہ پتھر ہیں، ان کی ہر بات پتھر پہ لکیر ہوتی ہے، انہوں نے کہا سالار سے شادی ہو گی تو سیمی کو یہ حویلی ہمیشہ کے لئے چھوڑنا پڑے گا۔" ماں جی نے انہیں بتایا، لیکن وہ سب خاموش تھے۔

☆☆☆

"تمہاری خاطر میں حویلی تو چھوڑ آئی پر مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے سالار کی طرف دیکھ کے کہا جو سردیوں کی راتوں جیسا خاموش تھا کچھ سوچتا ہوا۔

"تم نے ٹھیک نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟ ماں جی کو حویلی سے نکالا تو میں اپنی ماں کا ساتھ نہ دیتیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے باپ کو مناتیں، کجا کے گھر ہی چھوڑ آئیں۔" وہ ناگواری سے اسے دیکھ کے بولا۔

"تم نے ہی کہا تھا وعدہ کرو مجھے چھوڑو گی تو

نہیں؟" وہ اب شکوہ کناں ہوئی۔

"میں نے تم سے شادی کا وعدہ کبھی کیا؟ تم نے بے وقوفی کی ہے۔" وہ اسے صدمے سے دو چار کر کے اندر چلا گیا تھا، اسے اپنی سماعتوں پہ یقین نہ ہوا۔

"شاید ہم نے واقعی بے وقوفی کی تب ہی خفا ہو رہا ہے وہ، آخر عزت دار مرد ہے۔" خود کو تسلی دیتے ہوئے کمرے میں آگئی ماں جی نہیں تھیں تھوڑے انتظار کے بعد وہ ڈھونڈتی ہوئی انہیں وجاہت بھائی کے کمرے کے پاس آئی جہاں وہ قفل رنگ لئے کھڑی تھیں، انگلی ہونٹوں پہ رکھ کے چپ رہنے کا اشارہ کیا، نا سمجھی کی کیفیت میں گھری وہ ان کے پاس آئی۔

"بیٹی ہی نہیں ماں بھی ہمارے سر پہ آ کے بیٹھ گئی۔" اتنی کرخت آواز ممانی کی تھی، اسے یقین نہ آیا۔

"مما! آپ نے ہی جانے کب سے آس لگا رکھی تھی کہ میری شادی سیمی سے ہو گی تو میں اس کی جائیداد کا وارث بن جاؤں گا، میں تو انیلا میں انٹرسٹڈ تھا، پھر دولت کا سوچ کے سیمی کو شیشے میں اتارا، پہ یہ تو سب چھوڑ کے آ گئی، وہ سمجھتی ہے کہ میں اس کی محبت میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوں۔" کتنی حقارت تھی اس کی آواز میں۔

"آپ لوگوں کی سوچ کتنی چھوٹی ہے، اس معصوم کی دولت پہ نظر تھی؟" یہ وجاہت بھائی تھے وہ بیٹھتی چلی گئی۔

"تم تو چپ رہو، مسئلہ یہ ہے کہ اب کریں کیا؟ ماں بیٹی تو اپنی طرف سے سب چھوڑ کے آ گئیں۔" ممانی پریشانی سے بولیں۔

"آپ بھی بھولی ہی ہیں مما! دو دن انتظار کرتے ہیں شاید سیمی کا باپ مان جائے نہ بھی مانا نکاح کر لوں گا، وہ گاؤں کے خان ہیں اس عمر میں بیوی کو طلاق دینے سے رہے، کچھ عرصہ بعد دل نرم ہو گا تو بیٹی سے بھی راضی ہو جائیں گے، پھر ہم ہوں گے اور عیش ہو گا، ویسے بھی بوڑھا باپ کب تک زندہ رہے گا، ماں بیٹی تو ہمارے قبضے میں ہیں ہی پہلے سے، دنیا جہاں کی بے وقوف ہیں۔" یہ سالار تھا، جسے اس نے اپنا سب کچھ مان کر عظیم باپ سے ٹکر لی تھی، بڑوں کے فیصلے کتنے ٹھیک ہوتے ہیں ماں جی اس سے نظریں چرا رہی تھیں، کمرے میں آ کے دونوں گم سم تھیں۔

"مجھے پتا ہوتا کہ بھابھی کے دل میں اتنا میل ہے میں کبھی اپنے ہیرے جیسے شوہر سے نافرمانی نہ کرتی۔" ماں جی افسوس سے بولیں۔

"ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا، ہم صبح ہوتے ہی گاؤں واپس جائیں گے۔" اس نے ماں کو تسلی دی تو وہ پھیکے سے ہنس دیں۔

"تم جمال خان کی بیٹی ہو، جب چاہے جا سکتی ہو، میں اس کی بیوی ہوں، خود سے نہیں جا سکتی اور شاید میں کبھی سر نہیں اٹھا سکوں گی ان کے سامنے۔"

"سالار اور ممانی کو ہم سے پیار نہیں، دولت سے پیار ہے، آپ نے سنا نہیں؟ وہ کہہ رہا تھا اگر سال کے اندر جمال خان نے انہیں راضی نہ کیا تو وہ مجھے طلاق دے دے گا اور انیلا سے شادی کر لے گا، آپ ان لوگوں کے پاس رہیں گی؟ آپ اب چپ کر جائیں، میں خود باقی کا کام کروں گی۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

"بیٹی رانی اٹھ گئی۔" ممانی کا رویہ صبح پھر شہد آگیں تھا۔

"ناراض تو نہیں مجھ سے، تمہارے بابا سائیں کی عزت ہے، ایک مقام ہے گاؤں میں، اچھی بچیاں اتنی جلدی نہیں روٹھتیں باپ سے۔" سالار نے رات کی تلخی کا اثر زائل کرنے کی کوشش

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کی۔

"کیسے نہ روٹھتی، انہوں نے مجھے عاق کر دیا تھا ساری دولت بڑے خان کے نام ہے ویسے بھی، ساری جائیداد، ماں جی کو تو ہمیشہ کے لئے حویلی چھوڑ دینے کا کہا، تب ہم نکلے۔" اس کی بات پہ ناشتہ کرتے ممانی اور سالار کے نوالے حلق میں پھنسنے لگے۔

"مطلب تم عاق ہوگئی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا سکون سے۔

"تو پھر یہاں کیا لینی آئی ہو ماں بیٹی۔" ممانی کی پھنکار سے وہ ڈر گئی، معاً باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی، سب باہر کی جانب متوجہ ہوئے پھر بابا سائیں کو گیٹ سے آتا دیکھ کر وہ بھاگی تھی۔

"بابا سائیں!" کہتے ہی ان کے ساتھ لپٹ گئی تھی، کتنی بے وقوف تھی وہ، دھوکے باز لوگوں کی خاطر سچے رشتے اور آسائشات ٹھکرا کے آئی تھی وہ۔

"کل ہی تو آئی ہو، پھر اتنا لاڈ کیوں بابا سائیں سے؟" وہ ہنسے تھے۔

"ماں کدھر ہے تمہاری؟ ایسے کوئی گھر چھوڑ کے جاتا ہے؟ ہوں۔" انہوں نے اس کی ناک چھوئی تو وہ کھلکھلا کے ہنس دی۔

ممانی حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں، پھر ایک دم خوش اخلاقی کا خول چڑھا کے انہیں بیٹھایا۔

"تم بھی بیٹھو۔" ممانی نے صارم سے کہا تو وہ چونک کے اس کی جانب متوجہ ہوئی جو گہری نظروں سے اسے جانچ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے بابا سائیں کے کان میں کہا تو وہ محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگے۔

"جیتی رہو۔" اسے دعا دی، پھر ممانی کے لاکھ روکنے کے باوجود وہ اسے اور ماں جی کو لے آئے تھے حویلی۔

"ادھر کسی کو کچھ پتا نہیں، میں نے یہی کہا کہ سیمی ضد کر رہی تھی ماموں ممانی کے پاس جانے کی تو میں نے بھیج دیا، ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے ماں جی کو مخاطب کر کے کہا تو انہوں نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا، سیمی نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ بابا سائیں سے کیسے معافی مانگے، پچھلے دو گھنٹوں سے وہ مسلسل ان کا سر دبا رہی تھی۔

"بس کر دو پتر! تھک گئی ہو۔"

"آپ نے مجھے معاف کر دیا نا؟" وہ ان کو آس سے دیکھ کر بولی۔

"اپنے بچوں سے بھی کوئی ناراض ہوتا ہے، بچوں میں تو انسان کی جان ہوتی ہے، بس یہ یاد رکھنا، ماں باپ کبھی غلط فیصلہ جان بوجھ کے نہیں کرتے۔" وہ ان کو کیا کہتی، ٹھوکر بہت بری لگی تھی، اثبات میں سر ہلاتی وہ ان کے پاس سے اٹھ آئی تھی۔

☆☆☆

شادی کی تیاریاں اسی طرح جاری تھیں فرق یہ تھا کہ اب وہ چپ تھی اور ماں جی خوشی خوشی تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھیں، اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہوگی کہ بیٹی ہمیشہ پاس رہے گی پر اسے صارم سے خوف محسوس ہونے لگا کیونکہ اس نے سالار سے پسندیدگی کا اظہار جو کیا تھا۔

پھر اس کا ڈر ٹھیک ثابت ہوا، گولڈ کے کنگن اس کی منہ دکھائی کے طور پہ گود میں ڈال کے وہ صوفے پہ سو چکا تھا، اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں، کتنی خوبصورت لگ رہی تھی، وہ سی گرین کلر میں، زیورات میں لدی ہوئی وہ کوئی مغلیہ شہزادی لگ رہی تھی، پر دوسری طرف صارم تھا، ایک پتھر۔

پھر ولیمہ بھی گزر گیا اور معمولات روٹین پر آ گئے، مگر ان دونوں کے درمیان سرد جنگ جاری تھی، وہ اس کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتی پر وہ ماسی کو ہی آواز دیتا تھا کاموں کے لئے، پھپھو نے شیلا کی رخصتی پہ زور دیا تو وہ تیاریوں میں جت گئی تھی۔

محبت تو ایسے ویسے بھی نہ تھی کہ ماتم کرتی اس کی بے وفائی کا، ہاں شکر ضرور ادا کرتی تھی کہ وقت پہ آنکھیں کھل گئیں، پر مسئلہ صارم کا تھا جو اس پہ ایک نظر بھی ڈالنا گوارا نہ کرتا تھا، پھر وقتی طور پہ سب بھول بھلا کے شیلا کی شادی میں مصروف ہوگئی۔

☆☆☆

"میرے کپڑے دو۔" وہ وائٹ ساڑھی میں قیامت ڈھا رہی تھی، نازک بدن کسی لچکیلی ڈال کی مانند بل کھا رہا تھا، ڈائمنڈ کی نازک جیولری اس پہ نچ رہی تھی، آج جیسے اس نے سارے کیل کانٹوں سے خود کو لیس کیا تھا، صارم کی آواز پہ وہ پیچھے مڑی، وہ ایک پل کو مبہوت ہوا لیکن اگلے ہی لمحے نظریں چرا گیا تھا، اس کے کپڑے سے تھما کے وہ انتظار کرنے لگی کہ تیار ہو کے آئے ڈریسنگ روم سے۔

"چلیں؟" سیمی کے پوچھنے پہ اس کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"میرے ساتھ چلنا ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔" کتنا خوبصورت لگ رہا تھا وہ، اس کے ساتھ ہال میں آئی تو سب کی نظریں خوبصورت جوڑی پہ جم گئیں، سیمی کو اپنا آپ مکمل لگا تھا۔

اگلے دن شیلا عظیم کے ساتھ آئی تھی، شیلا تو پہچانی نہیں جا رہی تھی ایسی بہار کھلی تھی اس کے چہرے پہ، اس نے دل ہی دل میں ان کی ہمیشہ خوش رہنے کی دعا مانگی، محبت ان کے ہر ہر انداز سے عیاں تھی، اس نے حسرت سے دیکھا تھا، نئی نویلی جوڑی کو، دفعتاً اس کی نظر صارم پہ گئی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

☆☆☆

اس کا دم گھٹنے لگا تھا، وقت سرک رہا تھا، صارم کی بے اعتنائی ہنوز جاری تھی، غلطی بھی اس کی اپنی تھی، صارم کی انا پہ اس نے چوٹ پہنچائی تھی، جس کی وجہ سے وہ باپ تک کو چھوڑ کے گئی تھی، ماں جی نے اسے کہا کہ وہ صارم کی ساری غلط فہمی دور کر دے اسے سچ بتائے کہ ماں جی نے ہی اسے بہکایا، ددھیالی رشتہ والوں کے خلاف کینہ بھرا اس کے دل میں اور اس نے بھی تہیہ کر لیا کہ وہ آر یا پار جائے گی۔

☆☆☆

"کیوں مسئلہ ہے؟" وہ صوفے پہ آ کے اس کے ساتھ بیٹھی تو اس نے ماتھے پہ بل ڈال کے دریافت کیا، وہ چپ رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"کیا ہوا؟ آر یو آل رائٹ؟ کسی نے کچھ کہا؟" وہ ہمیشہ کی طرح اس کے رونے پہ پریشان ہوا تھا۔

"صارم! مجھے معاف کر دو، خدا کا واسطہ ہے۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے، اگر اس کی انا کو تسکین ایسے پہنچتی تھی تو ایسے سہی۔

"کیا کر رہی ہو پاگل۔" اس نے ایک دم اس کے ہاتھ الگ کیے۔

"مجھے غلط مت سمجھو، مجھے بس عزت دو، میں بدکردار نہیں میں بہکاوے میں آ گئی تھی۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"آئی نو، چپ کرو تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

محبت امر ہوئی

شائستہ ساجد

''مجھے کہنے دو، پلیز نہ روکو مجھے، ماں جی کو ان کی بھابھی اور بھتیجے آپ لوگوں کے خلاف بہکاتے تھے اور مجھے ماں جی، میرا ذہن ایسے بدلا گیا کہ مجھے شہری ماحول بہت اچھا کر کے دکھایا گیا اور گاؤں کے لوگوں کا امیج بہت دقیانوسی ذہنوں والا اور پھر تم سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے کسی سے تو اس بات پہ یقین کی مہر ثبت ہوگئی کہ گاؤں اور حویلی کے مرد عورتوں کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں، تمہارے مقابلے میں سالار بہت نرم لگتا تھا، لیکن اسے میری نہیں میری دولت کی چاہ تھی، وہ تو میرے بابا سائیں کے مرنے کا انتظار کر رہا تھا گویا۔'' وہ اس کے کندھے سے سر ٹکائے روئی چلی جا رہی تھی۔

''مجھے سالار سے محبت نہیں تھی، کوئی دلی لگاؤ نہ تھا۔'' اس کے کہنے پہ صارم نے اسے جھٹکے سے علیحدہ کر کے بے یقینی سے دیکھا۔

''آر یو شیور؟''

''ہاں، سالار تو ایک راستہ تھا گاؤں کے ماحول سے نکلنے کا اور وہ کہتا تھا اسے مجھ سے محبت ہے تو یہ بات سونے پہ سہاگہ ہوگئی ماں جی کی بھی بہت خواہش تھی کہ میں سالار کی دلہن بنوں میں تمہاری زندگی میں سچے دل کے ساتھ داخل ہوئی، سالار سے مجھے کبھی محبت نہ تھی، تب ہی اسے کھونے کا بھی دکھ نہیں ہوا میں تم سے پیار محبت نہیں مانگتی، پر مجھے وہ مقام دو، وہ عزت دو جو ایک شوہر بیوی کو دیتا ہے۔'' اس نے بہت آس سے اسے دیکھا تھا۔

''میں کبھی تم کو اگنور نہ کرتا مگر میں سمجھتا تھا کہ تم سالار سے محبت کرتی ہو اور بابا سائیں کی فرمانبرداری میں میری بیوی بنی، تم یہ حقیقت پہلے نہیں بتا سکتی تھیں؟'' اب وہ خفگی سے اسے گھور رہا تھا۔

''اوں .....ہوں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''اور میں تو تم سے بہت محبت کرتا ہوں سیمی! پاگل لڑکی! تب ہی تو کسی قیمت پہ تم سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔'' اب کے حیران ہونے کی باری اس کی تھی۔

''میں نے سوچا تھا شادی کے بعد ہی تمہیں اپنے جذبات سے آگاہ کر کے تمہیں حیران کر دوں گا پر تم انکار کر رہی تھیں تو میں نے بھی انا کی دیوار کھڑی کر دی، اپنے جذبات کی ناقدری کیسے برداشت کرتا؟'' اس نے اس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا تو وہ جھجک کے دور کھسکی۔

''نہیں جناب! بہت کھیل لی آنکھ مچولی۔'' وہ شرارت کے موڈ میں تھا۔

''یہ بتاؤ میں اچھا تو لگتا ہوں نا؟'' وہ بہت شوخ ہو رہا تھا، جیسے کوئی بوجھ اتر گیا ہو سر سے۔

''ہاں۔'' شرمیلی مسکراہٹ سجائے بولی۔

''پھر گزارا چل جائے گا، محبت بھی ہو جائے گی، ہے نا؟'' وہ پرامید تھا یہ تو وہ صارم لگ ہی نہیں رہا تھا۔

''ہوں۔'' اس نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

''کبھی بھی کوئی بات دل میں چھپا کر نہیں رکھنی چاہیے اس سے غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔''

''ہاں نا، اگر تم بتا دیتے تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو نوبت ہی نہ آتی، کیونکہ محبت یقین دیتی ہے، وسوسے ختم کرتی ہے۔''

''معاف کر دو جناب!'' اس نے کان پکڑ لئے۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔'' سیمی نے شان بے نیازی دکھائی لیکن اگلے ہی پل بچاؤ کے لئے دروازے کی جانب دوڑ لگائی، صارم کے قہقہے نے پیچھا کیا تو وہ مطمئن سی مسکرا دی، خدا کتنا مہربان ہے ہے نا؟

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

رات بارش کھل کر برسی تھی، صبح ہر شے دھلی دھلی اور نکھری نکھری سی تھی، ہوا اٹھکیلیاں کرتے ہوئے بادلوں کو چھو کر گزرتی تو وہ جھوم جھوم کر ٹکڑوں کی صورت میں پورے آسمان پہ آوارہ گردی کرنے لگتے، تب موسم اور بھی سہانا ہو جاتا، رملی فجر کی نماز پڑھ کر اوپر چھت پہ آ گئی تھی اور ابھی تک اس خوبصورت موسم کو انجوائے کر رہی تھی، گرمیوں کا موسم تھا ایسے میں یہ موسم اور بھی سکون سا بخش رہا تھا۔

''املی! املی! بیٹی کدھر ہو، آج ناشتہ نہیں ملے گا کیا؟'' دادی اماں کی آواز پہ وہ چونک گئی، دادی اماں بہت جلدی ناشتہ کرنے کی عادی تھیں، ان کا ناشتہ بھی سادہ تھا، چائے کے ایک کپ کے ساتھ سادہ روٹی، املی صرف چائے پہ ہی گزارہ کر لیتی تھی، پھر کالج چلی جاتی، کالج سے واپسی پہ روٹیاں بناتی، رات والے سالن کے ساتھ وہ اور دادی کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتیں پھر وہ گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی کو بھی ٹائم دیتی، بی اے کے آخری سال میں تھی، بس یہی اس کی روٹین تھی، صبح سے رات تک کی۔

رملی جب پیدا ہوئی تو اس کی ماں کی ڈیتھ ہو گئی، وہ ابھی دو سال کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ باپ بھی اس کی ماں کے غم سے دنیا سے چل بسا، اس نے ہوش سنبھالا تو دادی کو ہی دیکھا، دادی اسے بتاتی تھیں کہ اس کے ماں باپ نے اپنی پسند کی شادی کی تھی، لیکن ان کی خوشیاں بہت تھوڑے عرصے پہ محیط تھیں، دادی نے اسے بہت لاڈ پیار سے پالا تھا، ان کا خاندان اتنا بڑا نہیں تھا، اس لئے نہ تو وہ کہیں جاتی تھیں اور نہ ہی کوئی ان کے گھر آتا تھا، ایک عثمان انکل کبھی کبھار آ جاتے تھے، دادی نے بتایا تھا کہ یہ اس کے بابا کے کزن ہیں، املی سلام سے آگے کبھی نہیں بڑھی تھی، لیکن وہ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔

شہر کی مارکیٹ میں املی کے بابا کی کچھ دوکانیں تھیں جن کا کرایہ آ جاتا جس سے دادی پوتی کی گزر بسر بڑی آسانی سے ہو رہی تھی۔

☆☆☆

دادی آج کل کافی الجھی الجھی سی رہتی تھیں، رملی کو کبھی کبھی وہ بہت پریشان لگتی، اس نے بہت کوشش کی پوچھنے کی، لیکن دادی ٹال جاتیں، رملی نے بھی انہیں زیادہ نہیں کریدا، پھر اس کے ایگزامز شروع ہو گئے تو وہ مصروف ہو گئی، امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد وہ گھر کی صفائی ستھرائی میں لگ گئی، دادی کی طرف دھیان ہی نہیں دیا کہ وہ سارا دن سٹور میں گھسی صندوق کھول کر کیا کرتی رہتی ہیں۔

''رملی بیٹی ادھر آؤ میرے پاس۔'' وہ ابھی نہا کر نکلی تھی گیلے بالوں میں برش کر رہی تھی دادی کے بلانے پہ ان کے قریب بیٹھ کر ہی برش کرنے لگ گئی۔

''ارے بیٹی کتنی دفعہ کہا ہے کہ ایسے ہی ہر جگہ کنگھی مت کرنے لگ جایا کرو، اتنی بھی کیا جلدی تھی، سکون سے بال باندھ کر میرے پاس آ جاتی۔'' رملی نے ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''دادی کیا بات ہے؟ آپ نے بلایا تھا۔''

دادی کچھ دیر خاموش رہ کر اس کی طرف دیکھتی رہیں، پھر بولیں۔

''بیٹی میں بہت دنوں سے تم سے بات کرنا چاہ رہی ہوں، تمہارے امتحان کی وجہ سے خاموش تھی۔'' رملی نے بالوں کو کیچر میں قید کیا، پھر دادی کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھ گئی، دادی پھر بولیں۔

''دیکھو بیٹی میرے اندر اب ہمت نہیں رہی کہ میں تمہاری حفاظت کر سکوں تمہاری تعلیم بھی مکمل ہو گئی، میں نے تمہیں پہلے بتا دیا تھا کہ یونیورسٹی میں تمہیں نہیں بھیجوں گی۔

''دادی آپ اصل بات کریں نا...... میں نے ابھی رات کا کھانا بنانا ہے۔'' رملی نے بیزار سے لہجے میں کہا، دادی بولیں۔

''رملی یہ لاپرواہیاں چھوڑ دے اب بڑی ہو گئی ہو تو میں تم سے تمہاری شادی کی بات کرنے جا رہی ہوں اور تم ہو کہ دھیان ہی نہیں دے رہی ہو۔''

''کیا...... کہا دادی...... میری شادی۔'' رملی ایسے اچھلی جیسے کرنٹ لگ گیا ہو، دادی نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ چپ ہو گئی، دادی نے بہت پیار سے اس کی طرف نرم لہجے میں بولی۔

''دیکھو میری بچی شادی تو ایک نہ ایک دن کرنی ہے، ساری زندگی میں تیرے ساتھ نہیں رہ سکتی، تم سنجیدہ ہو کر میری بات کو سنو، جو سکینہ ہے نا میں نے اس سے بات کی ہے کہ وہ کسی اچھے رشتے کا بتائے، پھر تیرے عثمان انکل سے بھی کہا ہے۔''

''دادی وہ سکینہ اماں مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی، برقع اوڑھ کر سارے محلے میں گھومتی رہتی ہے اور ہر کسی کی چغلیاں کرتی ہیں وہ میرے لئے رشتہ ڈھونڈنے گی، کوئی اپنے جیسا ہی لے آئے گی۔'' دادی مسکرانے لگی تھی، پھر بولی۔

''وہ رشتے کرواتی ہے، تقریباً سارے محلے کی لڑکیوں کے رشتے اسی کے ہاتھ سے ہوئے ہیں اور سب خوش باش ہیں۔''

''دادی اندھیرا پھیل رہا ہے کھانا بنانا ہے مجھے۔'' وہ جان چھڑوانے والے انداز میں کہہ کر اٹھ گئی، دادی نے سر پیٹ لیا۔

☆☆☆

''اچھا کیا بیٹی جو تو نے اپنی سہیلیوں کو بلا لیا، کچھ رونق رہے گی گھر میں۔'' رملی نے جب بتایا کہ وہ کالج فرینڈز کو گھر بلا رہی ہے تو دادی نے خوشی سے کہا، رملی کی دو ہی دوستیں تھیں، ناعمہ اور اقصیٰ، اقصیٰ کی شادی ہونے والی تھی وہ ناعمہ کے ساتھ مل کر شادی کا کارڈ دینے آ رہی تھی، رملی نے کھانے پہ خوب اہتمام کیا۔

''رملی یار اپنی دادی سے کہو تمہارے لئے بھی کوئی ہیرو، ڈھونڈے کب تک یونہی بورنگ لائف گزارو گی۔'' اقصیٰ نے بریانی کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے کہا۔

''اقصیٰ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے، لیکن رملی ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کیا تم شادی کے بعد بھی اس طرح چپ چاپ رہا کرو گی، وہ بیچارا کہے گا میں نے بھی کس سے شادی کر لی، یار تھوڑا ہنسا بولا کرو، اس گھر سے باہر نکلو، لائف کو تھوڑا انجوائے کرو۔'' ناعمہ نے بھی اپنی رائے دی، رملی مسکرا کر بولی۔

''میں کس کے ساتھ اور کہاں جاؤں، کس سے ہنسو بولوں، کس کے ساتھ، گھر کی سونی دیواروں کے ساتھ، تم دونوں میری فکر میں اتنا مت گھلو، مجھے بچپن سے ہی عادت ہے، یہ نرگس کوفتے تو کھاؤ، دادی نے ترکیب بتائی تھی مجھے۔'' اس طرح ناعمہ اور اقصیٰ کا دھیان بٹ گیا، اقصیٰ نے جاتے ہوئے شادی پہ آنے کے لئے خاص تاکید کی تھی رملی نے حامی بھی بھر لی تھی، اور اگلے ہی دن دادی کے سر ہو گئی۔

''دادی میرے سارے کپڑے پرانے اسٹائل کے ہیں میں نے نئے خریدنے ہیں ویسے بھی کالج کے فنکشن پہ تقریباً سارے ہی کپڑے پہن چکی ہوں، اقصیٰ اور ناعمہ نے دیکھے ہیں، اب وہ وہی شادی میں پہن لوں، بس مجھے نہیں پتہ میں نے شاپنگ کرنی ہے، آپ مت جائیں میرے ساتھ، مجھ ناعمہ کے گھر چھوڑ دیں اس کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' رملی کافی دیر سے دادی کے ساتھ بحث کر رہی تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے میں تجھے ناعمہ کے گھر چھوڑ آتی ہوں، لیکن سن زیادہ دیر نہیں لگانی، شام سے پہلے واپس آ جانا۔'' رملی خوشی خوشی تیار

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہونے چلی گئی۔

مہندی کے فنکشن کے لئے اس نے لائٹ گرین کلر کا ڈریس جس پہ ہم رنگ موتیوں کا کام ہوا تھا وہ خریدا اور برات کے لئے سفید چوڑی دار یا جامے کے ساتھ فراک، نائمہ نے اسے جی بھر کر سنائی تھیں۔

"بھلا شادیوں پہ بھی کوئی اتنے ہلکے کلر پہنتا ہے۔" لیکن رملی صرف مسکراتی ہی رہی، میچنگ جیولری وغیرہ خرید کر وہ واپس آ گئی، دادی نے بھی کپڑے دیکھ کر یہی کہا، بھلا اتنے ہلکے رنگ لڑکیاں کہاں پہنتی ہیں، رملی پھر بھی کچھ نہ بولی، خاموشی سے شاپنگ سمیٹ کر کچن میں اپنے لئے چائے بنانے چلی گئی۔

☆☆☆

"ارے لڑکی نکل بھی آؤ بچہ کب سے بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔" دادی نے کافی غصے سے کہا تو رملی اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دیتے ہوئے باہر آ گئی، نائمہ کا بھائی اسے لینے آیا تھا، وہ دونوں ایک ساتھ ہی شادی پہ جانا چاہتی تھیں اور واپسی پہ بھی اس کا بھائی ہی اسے گھر چھوڑ جاتا۔

"بیٹا ذرا جلدی چھوڑ دینا۔" دادی نے چودہ سالہ علی سے کہا، اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رنگ برنگے لباس، شوخ و چنچل قہقہے لگاتی لڑکیاں اِدھر اُدھر پھر رہی تھیں، کسی کی چوڑیوں کی چھنک، تو کسی کی پائلوں کی چھنکار، رملی کونے میں لگی کرسی پر بیٹھی سب دیکھ رہی تھی، نائمہ پانچ منٹ کا کہہ کر گئی تھی، لیکن ابھی تک واپس نہیں آئی تھی، رملی لوگوں میں گھبراتی تھی، اس لئے جیسے ہی اس کے قریب ہنسی مسکراتی لڑکیاں آ کر بیٹھ جاتیں تو وہ خود میں سمٹ سی جاتی، بمشکل نائمہ ادھر آئی تو اس کی سانسیں بحال ہوئیں۔

"ارے رملی آؤ رسم شروع ہونے والی ہے دیکھو ہماری اقصیٰ کتنی کھلی کھلی لگ رہی ہے۔"

پیلا چوڑا پہنے ساتھ ڈھیر سارا پھولوں کا زیور پہنے اقصیٰ واقعی بہت پیاری لگ رہی تھی، رملی کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی، ایکدم ہی "مہندی آئی" شور مچ گیا، دولہا والوں کے ساتھ جو مہندی لے کر آئے تھے، ان میں سے کچھ شوخ سے لڑکے اسٹیج پہ آ گئے، دولہن کی طرف سے بھی چنچل سی لڑکیاں ان کے مقابلے کے لئے پہنچ گئیں، شوخ سے جملے، ہنسی، سب کچھ رملی بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی، وہ بھلا کب اس طرح کسی تقریب میں شامل ہوئی تھی، نائمہ بھی لڑکیوں کے ساتھ مل گئی تھی، رملی ان سب کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، پھر اسے پیاس محسوس ہوئی، وہ پانی کے کولر کے پاس پہنچی۔

"آپ کی طرح آپ کی ہنسی بھی بہت خوبصورت ہے۔" اجنبی آواز پہ اس نے مڑ کر دیکھا۔

وائٹ کرتا شلوار پہنے کافی ہینڈسم سا لڑکا تھا، اس کی اپنی مسکراہٹ بہت دلکش تھی، املی گھبرا سی گئی، وہ وہاں سے جانے لگی، تو وہ بولا۔

"ارے یہ گلاس تو یہاں رکھتی جائیں کسی اور نے بھی پانی پینا ہے۔"

"اوہ....." وہ کچھ شرمندہ ہو گئی، جلدی سے گلاس وہاں رکھ کر بھاگ گئی، لیکن جب تک فنکشن رہا، رملی نے محسوس کیا اس لڑکے کی نظریں اس کے اردگرد ہی بھٹک رہی ہیں، رملی یوں ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس کی طرف دھیان نہیں دے رہی، لیکن جب انجانے میں اس سے نظریں مل جاتیں تو اس کی آنکھوں میں ان دیکھے، ان چاہے جذبوں کی ایسی شدت محسوس ہوتی، کہ اس کا ننھا سا دل ایسے تڑپنے لگتا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا، پھر اس نے گھبرا کر نائمہ سے واپس جانے کی ضد شروع کر دی، لیکن جب تک فنکشن ختم نہیں ہوا، نائمہ بھی وہاں سے نہیں ہلی۔

رات بستر پہ لیٹتے ہی جب رملی نے

آنکھیں بند کی تو چھپاک سے وہ ہنستا مسکراتا چہرہ اس کے تصور میں آ گیا، وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی، آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

پتلے پتلے سے نین نقش، سانولی سی رملی، اسے خود میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوئی، تو پھر وہ ایسے کیوں دیکھ رہا تھا، ایسے فلرٹ کر رہا ہو گا، یہ لڑکے ایسے ہی کسی تقریب میں لڑکیوں کی طرف دیکھ کر مسکرا کر، فنکشن کو مزید انجوائے کرتے ہیں، پھر جب فنکشن ختم ہو جائے تو وہ دوستوں میں بیٹھ کر ہنس ہنس کر قصے سناتے ہیں اور میں جانے کیا سمجھ بیٹھی، کل بارات والے دن اگر اس نے اس طرح دیکھا یا کوئی بات کی تو خوب سناؤں گی، خود سے سوال جواب کرتی، وہ دوبارہ بستر پہ آ گئی، لیکن جانے کیوں دل کسی ضدی بچے کی طرح اسی بات پہ اڑا ہوا تھا کہ ان آنکھوں میں لپکتے جذبے سچے تھے، یہی سوچتی سوچتی وہ نیند کی وادی میں اتر گئی۔

☆☆☆

وائٹ فراک کے ساتھ وائٹ ہی موتیوں کی جیولری پہنے، بالوں کی لمبی سی چٹیا میں چنبیلی کے پھول لگائے ہوئے جب وہ باہر آئی تو دادی کے منہ سے بے اختیار ہی نکلا۔

"ماشا اللہ، بیٹی ادھر آؤ تمہاری نظر اتاروں۔" رملی جھینپ سی گئی اور بولی۔

"رہنے دیں دادی، شادی میں اتنی گوری گوری فیشن ایبل لڑکیاں ہونگی، مجھے کس نے نظر لگانی ہے۔" اتنے میں نائمہ کا بھائی آ گیا، تو وہ اچھی طرح چادر اوڑھ کر اس کے ساتھ چل دی۔

نائمہ نے بھی اس کی تعریف کی تھی، جواب میں وہ مسکراتی رہی، پھر جب وہ دولہن بنی اقصیٰ کے پاس گئی تو وہ بھی تعریف کیسے بنا نہ رہ سکی، اتنے میں بارات کا شور اٹھا تو وہ بھی باقی لڑکیوں کے ساتھ اٹھ کر باہر آ گئی، بلیک ڈنر سوٹ میں وہ دولہے کے ساتھ ہنستا مسکراتا آ رہا تھا، لڑکیاں ان پہ پھول برسا رہی تھیں، جب وہ رملی کے قریب سے گزرا تو، ہلکی سی سرگوشی کی۔

"ہائے پرنسس۔" رملی نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا، لیکن کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا، وہ گھبرا کر وہاں سے ہٹ گئی، جہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا وہاں پہنچ کر اس نے سکھ کا سانس لیا اور خاموشی سے ایک سائیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو پرنسس تم اس طرح سب سے چھپتی کیوں پھرتی ہو۔" اس نے چونک کر دیکھا، وہ اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ رملی نے اپنے ہاتھوں اور پیشانی پہ پسینے کے قطرے محسوس کیے، وہ اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا، رملی وہاں سے جانے لگی تو اس نے سامنے آ کر راستہ روک لیا، وہ مزید گھبرائی، لیکن پھر الجھتے ہوئے بولی۔

"راستہ چھوڑیں میرا۔"

"ہم کوئی بھی کام چھوڑنے کے لئے نہیں کرتے۔"

"سمیر..... سمیر یار..... کدھر ہو۔" اسے کسی نے آواز دی تھی، تو وہ یہ کہتے ہوئے چل دیا۔

"اور تمہاری مسکراہٹ کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنے کے لئے جلد آؤں گا۔" املی بہت دیر تک ساکت سی کھڑی رہی، یہاں تک کہ نائمہ اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئی، رخصتی تک وہ سمیر کی نظروں سے بچتی رہی، لیکن وہ اس کی طرف ایسے دیکھتا جیسے وہ اس کی ملکیت ہو، گھر پہنچ کر اس کا کسی بھی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا، الجھی الجھی سی رہتی تھی، دادی نے بہت دفعہ پوچھا لیکن وہ کچھ نہ کہتی بس خاموش رہتی، اس کا دل چاہتا کہ وہ ڈھیر سارا روئے، جانے کون سا جذبہ تھا جو اسے بے چین کیسے ہوئے تھا۔

شادی کے پورے پندرہ دن بعد اقصیٰ ہنستی مسکراتی اس سے ملنے آئی تھی، اقصیٰ کے چہرے پہ اتنے رنگ تھے کہ رملی حیرت سے دیکھتی، کسی کا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہو جانے کے بعد انسان اتنا بدل جاتا ہے؟ اس نے اقصیٰ سے پوچھا، تو اقصیٰ نے ایک بھرپور قہقہہ لگا کر بولی۔

"بالکل جیسے مسٹر سمیر علی بدل گئے ہیں تمہیں دیکھ کر۔"

"کیا؟" رملی نے چونک کر پوچھا، تو اقصیٰ بولی۔

"سمیر ایاز کے خالہ کے بیٹے ہیں اس لحاظ سے وہ میرے دیور بھی ہوئے، سمیر بھائی نے ہمیں ہنی مون پہ بھی نہیں جانے دیا، کہتے بارات والے دن جو سفید فراک پہنے اداس سی شہزادی تھی وہ کون تھی جب میں نے بتایا کہ میری فرینڈ رملی حسان ہے، تو بس انہوں نے مجھ سے کہا آپ جائیں اور اسے ہمیشہ کے لئے میرا بنانے کے لئے بات کریں ان کے گھر والوں سے۔" وہ سانس لینے کے لئے رکی اور پھر سٹارٹ لیا۔

"ایاز نے بہت کہا نئی نئی شادی ہوئی ہے ہماری، ہمیں دعوتوں اور ہنی مون سے فارغ ہو لینے دو پھر بات کرینگے، لیکن وہ مانے ہی نہیں، اب میں اپنی امی، سمیر کی ممی کے ساتھ دادی سے تمہیں مانگنے آئیں گے، سمیر تو کہہ رہا تھا آج ہی لے جائیں سب کو، لیکن میں نے کہا تمہاری اداس شہزادی سے تو پوچھ لوں، وہ کیا کہتی ہے۔" اس لمحے رملی کے چہرے پہ ایسے رنگ بکھرے اور آنکھوں میں اتنے خوبصورت جذبے ابھرے کہ، اقصیٰ ایک پل میں سمجھ گئی، پھر رملی کو اس نے بولنے ہی نہیں دیا۔

☆☆☆

لڑکے کا اپنا کروڑوں کا بزنس تھا اور تھا بھی اکلوتا، دادی کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔

رملی کے لئے اتنا اچھا رشتہ انہوں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا، سمیر امی اتنی اچھی تھیں رملی سے اتنے پیار سے ملیں، کہ اسے یقین نہیں آیا اتنے پیسے والے ہو کر بھی ان میں غرور نام کی کوئی شے نہیں تھی، عام سی رملی ایک دم اتنی اہم ہو گئی تھی، رسمی طور پر دادی نے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا تھا، پھر انہوں نے عثمان انکل کو چھان بین کے لئے کہا، کچھ ہی دنوں بعد عثمان انکل نے سب کچھ اوکے ہے کا سگنل دے دیا تھا۔

رملی تو ہواؤں میں تھی، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی جلدی وہ سب پا لے گی جس کی اس نے خواہش کی تھی، اقصیٰ اور نائمہ کہتی تھیں تم بہت خوش قسمت ہو، اتنا ہینڈسم بندہ اتنی شان سے تمہیں اپنا بنا رہا ہے اور وہ مغرور سی ہو جاتی، دادی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے شادی کی تیاریاں کریں ان کا دل کبھی کبھی ڈرنے لگتا تھا اتنے اونچے لوگوں میں رشتہ کر کے کہیں وہ غلط تو نہیں کر رہیں، لیکن جب وہ سمیر علی سے ملیں تو ان کے سارے خدشے دور ہو گئے، دھیمے سے لہجے میں بات کرنے والا، مہذب سا سمیر ان کے من میں اتر گیا تھا، پرسکون سی ہو گئی تھیں وہ سمیر کی ممی نے بہت خوبصورتی سے یہ کہہ کر دادی کا دل جیت لیا تھا کہ۔

"سمیر میرا اکلوتا بیٹا ہے ہمارے گھر کسی سے کی کمی نہیں ہے رملی میرے بیٹے کی پسند ہے، بس آپ وہ دے دیں ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔"

☆☆☆

آخر کار شادی کا دن بھی آ گیا، دادی نے رملی کو چھاخاصا زیور پہنایا تھا۔

رملی پر خوب روپ آیا تھا، سمیر بہانے بہانے سے دولہن بنی رملی کو چور آنکھوں سے دیکھتا، لیکن اس کی شوخ سی کزنز اس کی چوری پکڑ کر کوئی ایسا جملہ کہہ دیتیں کہ رملی خود میں سمٹ کر رہ جاتی۔

"جب اسے کمرے میں بٹھایا گیا تو رملی کو ایسا لگا کہ وہ پھولوں کے دیس آ گئی ہے، سارے کمرے کے فرش پہ سرخ گلاب بچھے ہوئے تھے،

وہ ابھی مکمل طور پر کمرے کا جائزہ نہیں لے پائی تھی کہ قدموں کی آواز پہ سر جھکا کر بیٹھ گئی، اسے لگا آج تو دل پسلیاں توڑ کر باہر آ ہی جائے گا، سلام کر کر سمیر اس کے قریب بیٹھا تو، اس کے وجود سے اٹھتی مہک رملی کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی، سمیر نے گھونگھٹ اٹھایا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں، سمیر کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی، رملی تمہاری اس معصومیت اور پاکیزگی نے ہی تو مجھے لوٹ لیا تھا پھر تمہاری مسکراہٹ اتنی خوبصورت لگی کہ میں نے سوچا میں ہمیشہ کے لئے اس مسکرانے والی لڑکی کو اپنا بنا لوں۔"

"میری ممی بہت اچھی ہیں مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں، میں بہت چھوٹا تھا جب ڈیڈی کی ڈیتھ ہو گئی، بس ممی ہی میری کل کائنات ہیں، وہ میری شادی اپنی دوست کی بیٹی فضہ سے کرنا چاہتی تھیں، شاید انہوں نے بات بھی کر لی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ میں ان کی بات کو حکم سمجھ کر مانتا ہوں، پھر جب انہوں نے مجھ سے بات کی تو، میں نے نا چاہتے ہوئے انکار کر دیا، پھر تمہارے بارے میں بتایا، ممی خاموش ہو گئیں میں جانتا تھا کہ یہ ان کی ناراضگی کا اظہار ہے، وہ زبان دے چکی تھیں، میں بھی چپ رہا، پھر حیرت انگیز طور پر اگلے ہی دن ممی میرے بیڈ روم میں آئیں، میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر نے میرا چیک اپ کیا تھا، ممی نے پیار سے میرے بالوں میں انگلیاں پھریں اور کہا سمیر بیٹا تم مجھے بہت عزیز ہو، کوئی بھی بات دل پہ مت لینا، مجھے تھوڑا ٹائم دو میں فضہ کے گھر والوں سے ذرا طریقے سے معذرت کر لوں، میرے دل کی کلی کھیل اٹھی، پھر چند دنوں میں ہی ممی خوشی خوشی تمہیں بیاہ کر لے آئیں، رملی میں تمہیں پا کر بہت خوش ہوں، میں تمہیں بہت خوشیاں دونگا۔"

رملی چپ چاپ سب سن رہی تھی، سمیر نے مخملی ڈبیا میں سے جڑاؤ کنگن نکالے اور رملی کے ہاتھوں میں پہنا دیئے، پھر اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا لیا، بہت ہی خوشگوار احساس نے رملی کو گھیر لیا، سمیر نے اس کے قریب ہو کر کان میں سرگوشی کی۔

"پرنسس بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

رملی مزید خود میں سمٹ گئی، پھر وہ مزید پیاری بھری سرگوشیاں کرتا رہا اور رملی کو لگا کہ وہ اپنی زندگی کے حسین ترین لمحے گزار رہی ہے۔

☆☆☆

سمیر کی محبت میں اتنی شدت تھی کہ کبھی کبھی رملی خوفزدہ ہو جاتی، پھر وہ اپنے اندیشے سمیر کو بتاتی۔

"آپ اتنا پیار مت کریں مجھے ڈر لگتا ہے میں کہیں کھو نہ دوں آپ کو۔" جواب میں سمیر خوب ہنستا، پھر بڑے پیار سے رملی کا ہاتھ تھام کر کہتا۔

"میری پیاری بیگم دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے، لیکن سمیر رملی کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا، چاہے کچھ ہو جائے۔" رملی چپ چاپ اسے دیکھتی رہتی، پھر وہ کہتا۔

"جب ہم بوڑھے ہو جائیں گے نا، تو میں کمزور سی آواز میں تمہیں مخاطب کر کے کہونگا رملی جانو آئی لو یو اور تم بھی ویسی ہی آواز میں کہو گی، اجی کچھ تو خیال کریں ہمارے بچوں کے بھی بچے ہو گئے ہیں، لیکن آپ نہیں بدلے۔" اس بات پہ رملی خوب ہنستی اور سمیر اس کی مسکراہٹ پہ قربان ہو جاتا۔

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ممی ہمیں ہنی مون پہ کیوں نہیں جانے دے رہیں، حالانکہ وہ کہا کرتی تھیں، سمیر شادی کے بعد تم اپنی بیوی کے ساتھ پوری دنیا گھومنا، ٹکٹ میں تمہیں گفٹ کر دونگی، اب پتہ نہیں کیوں وہ مجھے جانے نہیں دے رہیں۔" سمیر نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے کہا، رملی اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''ممی اگر نہیں جانے دے رہیں تو آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں، وہ ماں ہیں اگر روک رہی ہیں تو کوئی بہتری ہوگی نا۔''

''کیسی بہتری ہاں، سب لوگ شادی کے بعد ہنی مون پہ جاتے ہیں۔'' سمیر کا موڈ کافی خراب تھا، پھر اچانک اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، رملی گھبرا گئی۔

''کیا ہوا سمیر؟'' پھر جلدی سے پانی کا گلاس دیا، سمیر بولا۔

''پتہ نہیں کیا ہوا ایک دم سر میں شدید درد ہوا، پہلے بھی کبھی ہوتا ہے، لیکن آج تو بہت شدید تھا۔''

''چلیں ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' رملی فوراً بولی۔

''رملی پریشان مت ہوا کرو سر میں درد تو معمولی سی بات ہے بس ممی کے انکار کی وجہ سے پریشان سا ہو گیا تھا، آخر میں نے بھی بہت خواب دیکھے تھے پھر تمہاری بھی تو کچھ خواہش ہوگی۔'' رملی مسکرا کر بولی۔

''میری خواہش صرف یہ ہے کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ ہمیشہ خوش رہیں۔'' سمیر کو اس پہ ڈھیروں پیار آ گیا، رملی اس کے موڈ کو بھانپتے ہوئے بولی۔

''وہ آج دادی کے ہاں جانا تھا، میں تیار ہوں آپ بھی چینج کر لیں۔'' سمیر ایک آہ بھر کر اٹھ گیا تھا اور بولا۔

''شام تک واپسی ہے تمہیں رکنے نہیں دونگا۔'' رملی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

سمیر نے دادی کو بہت فورس کیا تھا کہ وہ یہاں اکیلی مت رہیں، ان کے ساتھ چلیں، رملی خود بھی تو یہی چاہتی تھی، لیکن دادی کہاں ماننے والی تھیں، سو وہ دونوں چپ ہو گئے لیکن رملی ان کے بارے میں پریشان رہتی تھی، ہر دوسرے دن ضرور چکر لگاتی تھی، جبکہ دادی کہتی تھیں۔

''اپنے گھر رہا کرو اچھا نہیں لگتا بھاگ بھاگ کر میکے آنا۔'' لیکن وہ بھی نہیں مانتی تھی۔

☆☆☆

''رملی بیٹی یہ فضہ ہے میری بہت اچھی دوست کی بیٹی۔'' وہ اور سمیر ڈنر سے واپس آئے تو ممی ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، تعارف ہونے پہ رملی جان گئی کہ یہ وہی فضہ ہے جس کی شادی سمیر سے ہونی تھی، فضہ نے اپنا گورا ہاتھ رملی کی طرف بڑھایا، رملی نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا، فضہ نے سمیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تمہاری شادی تو اٹینڈ نہیں کر سکی، لیکن آج یہ دیکھنے آئی تھی کہ تم نے مجھے ٹھکرا کر کس حسینہ سے شادی کی ہے، میں تو سمجھتی تھی وہ دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی ہوگی مگر یہ......؟'' رملی کے چہرے کا رنگ بدل گیا، سمیر کو بہت غصہ آیا، لیکن وہ مسکرا کر نرم لہجے میں بولا۔

''مس فضہ آپ میری آنکھوں سے رملی سمیر کو دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو کہ دنیا میں اس سے خوبصورت معصوم اور پاکیزہ لڑکی کوئی ور ہے ہی نہیں۔'' خوشی اور تفاخر سے رملی کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی تھی، جبکہ فضہ کافی شرمندہ ہوئی تھی، پھر اپنی شرمندگی مٹاتے ہوئے بولی۔

''ایم سوری، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' پھر وہ وہاں سے چلی گئی، ممی اس کے پیچھے اسے پکارتی ہوئی لپکی تھیں، حالانکہ سمیر نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی کہ وہ ناراض ہو جاتی، سمیر نے رملی کی طرف دیکھا اور بولا۔

''بیگم دل چاہ رہا ہے تمہارے ہاتھ کی چائے پیئو۔'' رملی بھی مسکرا کر بولی۔

''آپ چلیں میں ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔''

☆☆☆

''بیٹی سمیر کدھر ہے۔'' ڈرائنگ روم میں رکھے گلدان میں تازہ پھول لگاتی ہوئی رملی نے مڑ کر دیکھا، پھر بولی۔

''ممی وہ بتا رہے تھے کہ ان کے کوئی دوست لندن سے آئے ہیں ان سے ملنے گئے ہیں، رات دیر سے آئیں گے۔'' املی نے محسوس کیا کہ ممی ایسے پریشان ہو گئی ہیں جیسے سمیر دس سال کا بچہ ہو وہ ان کے پاس آ کر بولی۔

''ممی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' وہ چونک کر بولیں۔

''ہاں، رملی سمیر کو اس طرح اکیلے باہر مت جانے دیا کرو، رات جب وہ واپس آئے تو اسے کہنا پہلے مجھ سے ملے۔'' یہ کہہ کر وہ چلی گئیں، رملی پہلے تو تھوڑا الجھی، پھر اس نے سوچا، ماں ایسی ہی ہوتی ہے دادی بھی تو میرے لئے ایسے ہی پریشان ہو جاتی تھیں، یہی سوچتی سوچتی وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی، گھر میں اتنے نوکر چاکر تھے اسے تو کوئی بھی کام کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، لیکن پھر بھی جب سمیر کہیں چلے جاتے تو وہ چھوٹے موٹے کام دیکھتی رہتی تھی۔

☆☆☆

''رملی پتہ نہیں ممی کو کیا ہو گیا ہے، اب وہ کہہ رہی ہیں کہ میں آفس نہ جاؤں بلکہ تمہارے ساتھ لائف انجوائے کروں، وہ خود آفس کا سارا کام دیکھ لے گیں، لیکن میں جانتا ہوں کہ آفس کے بہت سارے کام ہیں جو میرے بغیر نہیں ہو سکتے، ٹھیک ہے پہلے ممی ہی سارا بزنس سنبھالتی تھیں لیکن اب کافی عرصے سے وہ آفس نہیں گئیں، اب اچانک وہ سب نہیں دیکھ پائیں گی، شادی کے بعد وہ مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہی ہیں۔''

سمیر نے بستر پہ جوتوں سمیت لیٹتے ہوئے کہا، رملی نے اس کے جوتے اتارے، پھر بولی۔

''آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں، ممی چاہتی ہیں کہ میں اور آپ کچھ عرصہ اس لائف کو انجوائے کریں، پھر ساری عمر آپ نے بزنس ہی دیکھنا ہے۔'' وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

جانے دو رملی ممی نے ہنی مون پہ تو جانے نہیں دیا۔'' سمیر نے اتنا کہہ کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، اس کے سر میں درد اتنا شدید تھا کہ وہ چیخے بنا نہ رہ سکا۔

''ممی...... ممی......!'' رملی بھاگ کر ان کو بلا لاتی تھی وہ ممی سمیر کو دیکھتے ہی پریشان ہو گئی اور دادی سے بڑھ کر ڈاکٹر کو فون کیا۔

ڈاکٹر نے چیک اپ وغیرہ کر کے سمیر کی ممی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا، سمیر اب ٹھیک تھا اور بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، ممی کے جاتے ہی رملی اس کے پاس بیٹھی تو آنسو اس کی آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے، سمیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا۔

''رملی جانو، دیکھو میں بالکل ٹھیک ہوں، تم اپنی اتنی پیاری سی آنکھوں سے آنسو کیوں بہا رہی ہو، میں آپ کی ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولی، سمیر مسکرانے لگا، پھر بولا۔

''اس کمرے میں میرا دم گھٹ رہا ہے، چلو باہر چلتے ہیں۔''

''لیکن آپ کی طبیعت۔'' رملی نے پریشانی سے کہا، تو وہ بولا۔

''اوہ ہو، کچھ نہیں ہے مجھے اٹھو۔'' ممی کے کمرے کے آگے سے گزرتے ہوئے رملی بولی۔

''ممی کو تو بتا دیں، وہ ہمیں یوں غائب دیکھ کر پریشان ہونگی۔'' سمیر نے اثبات میں سر ہلایا، وہ کمرے کے دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ ممی کی سسکیوں کی آواز سن کر ٹھٹھک کر رک گئے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

''دیکھیں میڈم آپ نے سمیر کی شادی کر کے اس معصوم لڑکی پہ بہت ظلم کیا ہے، میں نے آپ سے یہ ضرور کہا تھا کہ سمیر کی ہر خوشی کا خیال رکھیں، لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی زندگی بھی برباد کر دیں، سمیر کا ''برین ٹیومر'' اس اسٹیج پہ پہنچ چکا ہے کہ انہیں بہت کیئر کی ضرورت ہے، آپ ایک پڑھی لکھی اور سمجھدار خاتون ہی اس کے باوجود آپ نے یہ سب کیا، پھر سمیر کو میڈیسن بھی تو ٹھیک طرح نہیں مل رہی نہ ہی اس کا علاج ہو رہا ہے، آپ پلیز اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروائیں، مزید دیر مت کریں، ہم اس بیماری کو کنٹرول کرنے کی پوری کوشش کرینگے، رملی کو لگا اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور اس کے سر سے کسی نے سائبان چھین لیا ہو۔'' جبکہ سمیر اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا، رملی چکرا کر گرنے لگی تو سمیر نے اسے بانہوں میں تھام لیا، اتنے میں ممی اور ڈاکٹر بھی شور سن کر باہر نکل آئے، جلدی سے رملی کو لٹایا اور ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد خوشخبری سنائی۔

''مبارک ہو مسٹر سمیر آپ باپ بننے والے ہیں۔'' خوشی کے بجائے سمیر کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا، یہی رملی کی کیفیت تھی، جبکہ ممی سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

''ممی آپ اتنی خود غرض ہو سکتی ہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، آپ میری ماں ہی ہیں کوئی سخت الفاظ بھی آپ کے لئے استعمال نہیں کر سکتا۔'' اتنے میں رملی دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں آئی، لہجے میں خوشگوار بناتے ہوئے بولی۔

''ممی آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا میں نے آپ کے روم میں بھجوا دیا ہے، بلکہ ایسا کرتے ہیں میں ادھر ہی منگوا لیتی ہوں، ہم باتیں بھی کرینگے اور سمیر آپ یہ دودھ پی لیں، نہیں بیٹی میں اپنے روم میں ہی کھا لونگی۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں، پھر رملی کے قریب آ کر بھیگی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا پھر نظریں جھکا کر باہر چلی گئیں۔

اگلے ہی ہفتے سمیر کو ہاسپٹل میں شفٹ کر دیا گیا تھا وہ دن رات سمیر کی خدمت میں لگی رہتی اس کے ساتھ دنیا جہاں کی باتیں کرتی ہنساتی اور خود بھی مسکراتی رہتی سمیر سے کہتی

''سمیر بیماری انسانوں کو ہی لگتی ہے، اگر یہ بیماری دکھ اور تکلیف نہ ہو تو ہم خدا کو بھول ہی جائیں، پھر معجزے بھی اس دنیا میں انسانوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں بس ہمیں اپنے خدا پہ بھروسہ رکھنا چاہیے۔'' سمیر ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹا چپ چاپ اس معصوم سی لڑکی کا حوصلہ دیکھتا رہتا، اس نے رملی کو روتے نہیں دیکھا تھا، لیکن جانتا تھا کہ وہ تنہائی میں آنکھوں کے راستے اپنے دل کا غبار نکال لیتی ہے، انہی دنوں پھر دادی کی اچانک موت پہ وہ اقصیٰ کے گلے لگ کر اتنا روئی کہ در و دیوار بھی لرز اٹھے، پھر رملی نے شکر کیا کہ اس نے دادی کو سمیر کی بیماری کا نہیں بتایا تھا ورنہ وہ یہ بوجھ لے کر دنیا سے جاتیں۔

''رملی...... جانو......'' سمیر کی آواز پہ چونک گئی، سمیر سوئے تھے تو وہ سامنے چیئر پہ بیٹھ کر جانے کن سوچوں میں گم تھی۔

''جی...... جی......'' وہ اس کے قریب آ گئی، سمیر بولا۔

''رملی میرے قریب بیٹھو، بہت قریب۔'' پھر رملی کے ہاتھ تھام کر بولا۔

''جانو جب ہم مستقبل کے پلان بناتے ہیں، بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں تو تقدیر ہم پہ ہنستی ہے، قہقہے لگاتی ہے اور کہتی ہے، اے نادان انسان، تو کیا جانے تو نے کل صبح کا سورج بھی دیکھنا ہے یا نہیں، رملی ہم سب جانتے بوجھتے بھی انجان بنے رہتے ہیں، جانو تم مجھے

معاف کر دینا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ساری عمر تمہارے ساتھ گزاروں گا لیکن میں تو اپنی عمر کے چند سال بھی نہ گزار سکا اور ہمارا آنے والا بچہ....." سمیر کی آواز آنسوؤں میں روندھ گئی تھی، رملی اپنے آنسو اندر ہی اندر اتار رہی تھی تھی، تڑپ کر سمیر کے سینے سے لگی اور بولی۔

"بس چپ کریں، چپ کریں، آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور نہ ہی میں آپ کو کچھ ہونے دونگی۔" سمیر نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار تنگ کر دیا، لیکن وہ دونوں ہی شدید اذیت سے گزر رہے تھے، وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیا تھا۔

اگلے دن سمیر کا آپریشن تھا۔

"سمیر آپ پریشان نہ ہو، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپریشن ہو تو آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں۔" یہ بات کہتے ہوئے رملی کو بھی اندازہ تھا کہ اس کا لہجہ کتنا کھوکھلا ہے، سمیر نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو تھام کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور بولا۔

"مجھے معاف کر دینا۔" رملی تڑپ اٹھی تھی۔

وہ ہی جانتی تھی کہ وہ کس اذیت سے گزر رہی ہے، اس نے بھی تو سمیر کو دل و جاں سے چاہا تھا، سمیر اگر چلا جاتا، تو وہ ہر دکھ ہر تکلیف سہنے کے لئے اکیلی رہ جاتی، پھر اس کا آنے والا بچہ، باپ کی شکل تک نہ دیکھ پاتا، آج وہ سمیر کے سامنے اپنا حوصلہ ہار گئی، اس کے سینے سے لگ کر رو دی تھی۔

وہ نہیں جانتی کہ آپریشن نہ جانے کتنی دیر جاری رہا، لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ جب تک آپریشن جاری رہا ان گھنٹوں کا ایک ایک سیکنڈ اس پہ قیامت بن کر گزر رہا تھا، وہ ویران اور اجڑی آنکھوں سے ایک بینچ پہ بیٹھی تھی، ممی کو آج اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا، اچھی طرح دوپٹا اوڑھ کر وہ جائے نماز پہ سجدے میں پڑی تھیں، ان کی سسکیاں اور آہیں سن کر ہر آنے جانے والا لرز اٹھتا تھا، اللہ کو شاید ماں کی یہی ادا پسند آ گئی تھی کہ وہ موت سے مڑ کر زندگی کی طرف پلٹا تھا۔

"مسٹر سمیر یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا نے آپ کو دوبارہ زندگی دی ہے، میرے کیریئر میں بے حد مشکل کیس تھا اور نہ برین ٹیومر سے انسان کا بچانا ممکن سا ہے پھر جب بیماری آخری اسٹیج تک پہنچنے والی ہو، میرے ساتھ ساتھ سب ڈاکٹرز حیران ہیں۔" ڈاکٹر کی بات سے کمرے میں موجود رملی، ممی اور خود سمیر کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلملا رہے تھے، پھر ڈاکٹر اعجاز نے سامنے والی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہم ڈاکٹرز تجربہ اور تحقیق پہ یقین رکھتے ہیں، مسلمان ہونے کے ناطے معجزات اور تقدیر پہ بھی ایمان ہے، لیکن آج مجھے ایک پرانا واقعہ یاد آیا جو میں آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہوں گا، جب میں بہت چھوٹا تھا تو میری دادی اماں نے ایک واقعہ سنایا تھا، مجھے ٹھیک طرح تو یاد نہیں ہے لیکن پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنی بات کی وضاحت کر سکوں، اس وقت نہ تو اتنی سمجھ تھی اور نہ ہی اتنا اس واقعہ پہ یقین کیا تھا، آج مجھے یقین آ گیا اور آپ کو بھی آ جائے گا، بہت پہلے کی بات ہے ایک جوڑا بے اولاد تھا عورت کسی بزرگ کے پاس گئی وہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے عورت ان سے کہتی کہ خدا سے دعا کریں وہ مجھے اولاد دے، اس بزرگ نے کہا، بی بی اولاد تو تیری قسمت میں ہے لیکن اس کی عمر بہت کم ہوگی بیٹا ہوا یا بیٹی وہ پندرہ سال سے زیادہ جی نہیں پائیں گے، عورت نے کہا میں پندرہ سال تو اپنی اولاد کو دیکھ سکوں گی نا، آپ بس دعا کریں، اس عورت کو بیٹا ہوا جب وہ تیرہ سال کا ہوا تو اس نے اس کی شادی کر دی سوچا خدا اس کی بھی کوئی اولاد دے گا تو ہماری نسل چلتی رہے گی، اس کے بیٹے کی عمر اٹھارہ سال ہو گئی وہ تین بچوں کا باپ بن گیا، لیکن صحت مند اور تندرست تھا، وہ عورت اس بزرگ کے

پاس دوبارہ گئی اور بولی، آپ نے تو کہا تھا میری اولاد پندرہ سال سے زیادہ نہیں جی پائے گی، وہ تو اٹھارہ سال کا ہو گیا، بزرگ اس کی بات کاٹ کر بولا، بی بی نہ تو تمہاری بہو کی قسمت میں بیوہ ہونا لکھا تھا اور نہ تمہارے پوتے پوتیوں کی قسمت میں یتیم ہونا تو بس پھر تیرے بیٹے کی تقدیر بھی بدل گئی۔" ڈاکٹر اعجاز کی آواز واقعہ سناتے بھیگ گئی تھی، رملی، سمیر اور ممی کی آنکھوں نے سارے بند توڑ دیئے تھے۔

کہ خدا واقعی بے حد رحیم ہے جو اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنے کے لئے بہانے ڈھونڈتا ہے۔

☆☆☆

"سمیر آپ کب تک گھر آئیں گے۔" رملی کی آواز سن کر وہ پریشان ہو گیا، وہ ایک اہم میٹنگ میں بیٹھا تھا، اٹھ کر باہر آ گیا، فون پر پریشانی سے بولا۔

"خیریت تو ہے نا۔" املی بولی۔

"ہاں خیریت ہے بس ایک خبر ہے آپ کے لئے۔"

"میں ابھی آ رہا ہوں بس۔"

"ارے میری بات تو سنیں۔" لیکن رملی کی بات سنے بغیر اس نے فون بند کر دیا، میٹنگ کینسل کر کے گھر پہنچا۔

"املی جانو! کہاں ہو؟"

"ارے آپ آ گئے۔" وہ چہکتی ہوئی باہر آئی۔

"کیا خبر تھی جس کے لئے تم نے مجھے کال کی۔"

"اوہ تو آپ اس خبر کے لئے بھاگے بھاگے آئے ہیں۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنسی تھی، سمیر نے خفگی سے اسے گھورا، تو وہ سیریس ہو کر بولی۔

"اچھا آپ آئیں میرے ساتھ۔" کمرے میں پڑے جھولے میں طلحہ کھلونوں کے کھیل رہا تھا، باپ کو دیکھ کر قلقاری مار کر ہنسا پھر اس کی طرف لپکا، سمیر نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا، پھر پیار کرتے ہوئے بولا۔

"املی تم نے بتایا نہیں۔" وہ ان کے قریب آ کر بولی۔

"طلحہ نے دانت نکال لیا ہے دیکھیں ذرا۔"

"اوہ..... واقعی۔" سمیر نے انگلی سے چھو کر دیکھنا چاہا تو طلحہ نے اپنے چھوٹے سے دانت سے کاٹ لیا۔

"اوئے۔" سمیر نے ہاتھ کھینچا،

"اس خبر کو سننے کے لئے میں نے اتنی اہم میٹنگ چھوڑی اور اب آپ مجھے کاٹ رہے ہو۔" املی مسکرا رہی تھی پھر وہ رملی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اور تم ذرا اِدھر آؤ نہ..... کیوں۔" رملی نے نا سمجھی والے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر اس کی آنکھوں میں والہانہ جذبات دیکھ کر خود میں سمٹ گئی، وہ اس کے قریب آ کر بولا۔

"اتنی اہم میٹنگ چھوڑنے کا کچھ تو فائدہ ہو۔" رملی وہاں سے تقریباً بھاگنے لگی تو، طلحہ کھیلنے والے انداز میں اس کی طرف جھکا تو اسے رکنا پڑا سمیر شرارت سے بولا۔

"اب جا کر دکھاؤ۔" ان کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر طلحہ کھلکھلا کر ہنس رہا تھا، اس کمرے کے در و دیوار بھی ان کی دائمی خوشیوں کے لئے دعا گو تھے۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

محبت زیست ہے

عقیلہ ہاشمی

وہ آج تک یہی سمجھتی تھی محبت جسم کے فریب کا دوسرا نام ہے، جسم کی پیاس اس کے آغاز کا سبب بنتی ہے، جیسے ہی یہ آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے محبت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

محبت کے بارے میں اس کا ایسا سوچنا کچھ غلط نہ تھا، وہ جس ماحول میں رہتی تھی وہاں اس نے اپنے اردگرد یہی سب کچھ دیکھا تھا، عورت صرف اور صرف ایک شوپیس کی حیثیت رکھتی تھی، دل احساس مروت محبت جیسے جذبوں کو کوئی نہیں پہچانتا، یہاں تو صرف یہ دیکھا جاتا تھا کس کے پاس کتنا حسن ہے، اسے کیسے کیش کرواتا ہے، مرد کی نظر میں اشتہا اور ہوس دیکھنے والی کو محبت کی پہچان ہو بھی کیسے سکتی تھی۔

''مجمل! تم لوگوں کو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوتی؟'' اویس فاروقی سے اس کی اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ تھی، وہ اکثر اس سے پوچھتے تھے کہ اس جیسی عورتیں کیسے اس مرض سے بچی رہتی ہیں، پچھلے مہینے وہ ان کے ساتھ ان کے فارم ہاؤس پر تھی، جب انہوں نے وہی پرانا گھسا پٹا سوال دہرایا حالانکہ ایک کال گرل سے یہ سوال کرنا بالکل فضول تھا لیکن پتہ نہیں انہیں کیا چیز اس کے اندر جھانکنے پر مجبور کرتی تھی۔

''فاروق صاحب! ہم اگر محبت کا جھنجھٹ پال لیں تو آپ جیسوں کا کیا بنے، اچھے بھلے دل کو روگ لگا کر جنگلوں میں نکل جائیں تو پھر تو جی لیا ہم نے۔'' اس کا جواب بھی کوئی نیا نہ تھا۔

''پھر بھی یہ دل کسی پر تو آیا ہوگا؟'' پتہ نہیں وہ کیا اگلوانا چاہتے تھے یا پھر ان جیسی عورتوں کے دل پر لیس پچ کرنے کی اسوچ بھی گئی ا...

''معاف کیجئے گا فاروقی صاحب ہمارا دل بھاری بھر کم جیبوں پر آتا ہے، جب وہ ہماری جھولی میں خالی کر دی جاتی ہیں تو پھر ہم چڑیا بن کر پھر ہو جاتی ہیں۔''

شام ہو چکی تھی ان کے ساتھ ایک رات اور دن گزارنے کے بعد اب اسے واپس جانا تھا اس لئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی، فاروقی صاحب کا ڈرائیور اسے گاڑی میں بیٹھا کر شہر کی طرف لے کر چل پڑا۔

فاروقی صاحب وہیں کرسی پر بیٹھے آہستہ آہستہ اترتی شام کے دھندلکوں کو دیکھتے اس کی باتوں پر غور کرنے لگے، ان کا خیال تھا اس لڑکی کے قول و فعل میں تضاد ہے، وہ جو کچھ کہتی ہے اس کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دیتی۔

''ماہی! تمہاری زبان جھوٹ بولتی ہے لیکن یہ جو تمہاری آنکھیں ہیں ناں یہ سچ بول دیتی ہیں۔'' ان آرٹسٹ لوگوں میں یہی خرابی ہوتی ہے اندر کے وہ راز جو خود انسان پر بھی ابھی کھل نہیں پاتے وہ ان سے آشنائی کے دعوے کر دیتے ہیں۔

☆☆☆

اس نے اس وقت فاروقی صاحب کی بات ہنسی میں اڑا دی تھی لیکن آرین مرتضیٰ سے مل کر جانا واقعی ایک حساس دل کبھی بھی محبت جیسے جذبے سے خالی نہیں ہوتا، اس کے دل میں بھی محبت کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی روپ میں موجود تھی تبھی تو آرین مرتضیٰ کی خوشی اسے خوش کر گئی تھی اور اس کے دکھ نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

اس سے مل کر ایک لمحے میں اس کے خیالات بدل گئے تھے، اب اس کا خیال تھا محبت صرف جسم کی پیاس نہیں ہوتی جو ایک پل میں بڑھ کر ختم ہو جاتی ہے بلکہ محبت تو ان گیلے اوپلوں کی طرح ہوتی ہے جو اپنا دھواں اپنے ہی اندر سرایت کرتے رہتے ہیں، جن کی چنگاریاں اندر ہی کہیں دبی ہوتی ہیں، بظاہر اوپر سے پرسکون نظر آنے والے اندر ہی اندر اپنا وجود مٹا ڈالتے ہیں محبت کا بھی یہی وطیرہ ہے۔

☆☆☆

اس روز ساری لڑکیاں چوہدری اللہ یار کی حویلی جانے کے لئے تیار ہو رہی تھیں، چوہدری صاحب کے بھتیجے کی منگنی کی رسم تھی، ساری لڑکیاں تیاری میں مصروف تھیں، وہ سب سے الگ تھلگ خاموش ایک کونے میں بیٹھی تھی، عام سے کپڑوں میں میگزین پڑھ رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا اس کا حویلی جانے کا کوئی موڈ نہیں۔

''تم تیار نہیں ہو رہی؟'' حیا کی تیاری تقریباً مکمل ہو چکی تھی، آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے اس نے مجمل سے پوچھا تو ابھی تک عام سے حلیے میں بیٹھی تھی۔

''ماہی ہمارے ساتھ نہیں جا رہی۔'' جواب اس کی بجائے قریب بیٹھی نگار آنٹی نے دیا تھا۔

''لیکن تمہیں یاد ہے نا عابد رسول پرنس ہوٹل میں تمہارا منتظر ہوگا، ٹائم پر چلی جانا۔'' اس

Scan & PDF
IJAZ AHMED
Friends Korner.com

نے نگار آنٹی سے پہلے ہی بات کر رکھی تھی کہ وہ چوہدری اللہ یار کی حویلی نہیں جائے گی وہ اسے کہیں اور بھیج دے۔

چوہدری اللہ یار کی آنٹی نگار پر خاص نظر کرم تھی، شروع سے ان کے خاص چاہنے والوں میں شمار ہوتا تھا ان کا، وقت گزرنے کے ساتھ اب تو بوڑھے ہوتے جا رہے تھے پھر بھی طبیعت میں رنگین مزاجی نہیں گئی تھی، اب بھی مہینے میں دو ایک بار شہر کا چکر لگا لیتے تھے، بقول ان کے جب وہ نگار کو دیکھ لیتے ہیں تو شوگر کا مرض خود بخود کنٹرول ہو جاتا ہے۔

چوہدری اللہ یار کی حویلی چک نواب میں تھی، اس کا تعلق بھی اسی علاقے سے تھا، اسے وہاں جاتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہیں کوئی اسے پہچان نہ لے۔

خواہشوں کی تکمیل کرتے کرتے انسان غلط راستوں پہ نکل آئے تو ایسا ہی ہوتا ہے اندر کہیں احساس ندامت کنڈلی مار لیتا ہے، یہی احساس ندامت اسے چوہدری اللہ یار سے دور رہنے پر مجبور کرتا تھا۔

وہ یعنی شریں (اسی نام کے ساتھ جنم لیا تھا، مخمل تو یہاں آ کر بنی تھی) چک نواب کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوئی تھی لیکن کہتے ہیں نا کہ نسل اور خون کے ساتھ ساتھ دودھ کا طیب و طاہر ہونا بھی ضروری ہے اگر جنم دینے والی ماں میں کوئی کھوٹ ہو تو نسل اور خون کا اثر بھی جاتا رہتا ہے۔

اس کی ماں کا چال چلن ایسا ہی تھا، ابا اپنی پسند کی شادی کر تو چکا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اب اسے احساس ہو رہا تھا، وہ اماں کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی زندگی نے وفا نہ کی، ایک رات اچانک دل میں درد اٹھا اور چپ چاپ آنکھیں موندلیں گھر والے پہلے ہی اس کی اماں کے خلاف تھے نکال دوسرے دن باہر کیا۔

اماں اسے لیے اپنی دور کی رشتہ دار نگار کے پاس چلی آئی، یہیں وہ شریں سے مخمل بنی، جس ماحول میں نگار آنٹی نے اسے پروان چڑھایا وہ ویسی ہی بنتی چلی گئی، اماں کو تو دو وقت کی روٹی سے سروکار تھا، مایا کو دیکھ کر جینے والی نے کبھی صحیح اور غلط کی پہچان ہی نہیں کی تھی، چند سال پہلے اماں جب اس دنیا سے رخصت ہوئی تو وہ مکمل طور پر نگار کے رحم و کرم پر آ گئی تھی۔

اسے پہلے کبھی اپنی زندگی سے اپنے ماضی سے کوئی گلہ نہیں ہوا تھا لیکن جب سے وہ چوہدری اللہ یار کے بارے میں جان پائی تھی بلکہ ایک بار چک نواب گئی تھی تبھی سے وہ چوہدری سے بچ کر رہنے لگی تھی۔

"چوہدری صاحب ہماری مخمل بھی آپ ہی کے علاقے کی ہے۔"

ایک دفعہ نگار آنٹی نے چوہدری اللہ یار سے ذکر کیا تو وہ اندر سے ہل کر رہ گئی، چوہدری تو اردگرد کے سارے علاقے سے واقف ہو گا اور اب اس سے تفصیل پوچھے گا۔

"کس گاؤں کی ہے بھئی مخمل؟"

یہ تو نیچرل سی بات ہے اگر کوئی آدمی اپنے علاقے کا مل جائے تو انسان اس سے مزید قربت چاہتا ہے، چوہدری اللہ یار کا پوچھنا بھی بجا تھا۔

"چھوڑیں چوہدری صاحب جس طرح ہمارا کوئی باپ نہیں ہوتا اسی طرح ہماری پہچان کسی ایک گاؤں یا شہر سے نہیں ہوتی۔"

کتنی بے دردی سے اس نے بات کاٹ دی تھی، اتنے لوگوں میں اپنے گاؤں اپنے باپ کا نام بتا کر وہ شرمندہ نہیں ہو سکتی تھی، ہو سکتا ہے آج تک چوہدری اللہ یار اس کے باپ کو ایک عزت دار بندے کے طور پر جانتا ہو اور اب اس کے

نئے انکشاف سے اس کے باپ کی جگ ہنسائی ہو۔

تھوڑی دیر میں سب چوہدری اللہ یار کی حویلی چلی گئیں، ٹھیک دس بجے اسے عابد رسول کا ڈرائیور لینے آ گیا، وہ تیار ہو کر اس کے ساتھ پرنس ہوٹل چلی آئی۔

"صاحب ابھی تھوڑی دیر میں آتے ہیں آپ تب تک آرام کریں۔" وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا، یہ ہوٹل اس کے لئے کوئی نیا نہ تھا، وہ اکثر یہاں آتی رہی تھی، اندر بیٹھ کر عابد رسول کا انتظار کرنے کی بجائے وہ باہر نکل آئی، کمروں کے درمیان میں بنی تنگ سی راہداری سے گزرتی وہ ہوٹل کے نیچے والے حصے میں واقع بڑے ہال میں چلی آئی۔

گلاس ونڈوز سے پرے برستی بارش اور تیز ہوا نے اسے ایک کونے میں پڑی ٹیبل پر بیٹھنے پر مجبور کر دیا، موسم بہار کی بارش پھاگن کی مست ہوا کے ساتھ اچھی تال میل لئے باہر لگے پیڑ پودوں کو نہلانے کے ساتھ ساتھ اٹکھیلیاں بھی رہی تھی، درمیان میں کبھی کبھار بجلی کی کڑک سے دونوں تھوڑی دیر کے لئے سہم جاتیں۔

ہوٹل کے اس ہال میں اس وقت کوئی خاص رش نہ تھا، کہیں کہیں کسی ٹیبل پر اکا دکا لوگ سرگوشیوں میں سرجوڑے نظر آ رہے تھے۔

دھیمے سروں میں موسیقی ماحول کو اور سحر انگیز بنا رہی تھی، وہ ٹیبل کی سطح پر میوزک کی تال کے ساتھ ساتھ اپنی انگلیوں کو حرکت دے رہی تھی، آنکھیں باہر گلاس ونڈو سے پرے بارش کی بوندوں پر جمی تھیں۔

"میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔"

وہ مکمل طور پر موسم کی رنگینی میں ڈوبی تھی کہ اچانک اپنے اتنے قریب سے ابھرنے والی مردانہ آواز یہ بری طرح چونکی بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ شکر ہے وہ اچھل کر دوسری کرسی پر نہیں گری، بعض دفعہ انسان کسی کام میں اتنا محو ہوتا ہے کہ اسے کسی دوسرے کا مخل ہونا انتہائی ناگوار گزرتا ہے ایسا ہی کچھ اس کے ساتھ بھی ہوا تھا لیکن یہ تاثر بالکل وقتی تھا، جیسے جیسے اس کی نظر اس سامنے کھڑی آندھی اور طوفان کی طرح چھانے والی ہستی پر ٹکتی چلی گئی اس کے دونوں ہونٹ سیٹی کی صورت اپنے آپ سکڑتے چلے گئے، اس نے بے اختیار بیک گراؤنڈ میں بجنے والے گانے کی دھن گنگنائی۔

"تم کیا سمجھتی ہو اس طرح تم میرے دل تک رسائی حاصل کر لو گی؟" وہ جو ابھی تک اس کا جائزہ ہی لے رہی تھی کہ اس نے دوسرا حملہ کر دیا۔

"توڑتا ہوں میں یہ منگنی، جس پر تم اتنی شیر ہو رہی ہو۔" ساتھ ہی اس نے ایک مہنگی سی رنگ اپنی جیب سے نکال کر اس کے سامنے ٹیبل پر گرانے کے انداز میں رکھ دی۔

وہ ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی، وہ قریب کھڑا شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

اس نے آج تک مردوں کی نظر میں اپنے لئے صرف اور صرف اشتہا اور ہوس دیکھی تھی، آج پہلی بار کسی کی نظر میں اپنے لئے نفرت اور خفگی دیکھ رہی تھی۔

لگتا تھا اسے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی، وہ کسی اور کا غصہ اس پر اتار رہا تھا لیکن جو کچھ بھی تھا اس کے لئے بہت دلچسپ تھا۔

"تم کسی اور کو چاہتے ہو؟" اسی دلچسپی نے اسے سوال کرنے پر مجبور کیا تھا۔

"ہاں بہت چاہتا ہوں اسے، وہ اگر مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گا اور کچھ۔" وہ بدستور اسی لہجے میں مخاطب تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"بیٹھ کر بات کرو۔" اس نے اسے بیٹھنے کی آفر کی، جسے اس نے معاقبول کرلیا تھا۔

"بہت خوبصورت ہے وہ؟" پتہ نہیں اس کا دل کیوں اسے مزید بولنے پر اکسا رہا تھا۔

جواب دینے سے پہلے اس نے اس بار سیاہ شیفون کی ساڑھی سے باہر چھلکتے اس کے مرمریں بدن پر اک نظر ڈالی، اس کے سفید گدے ہوئے بازو، سلیولیس بلاوز سے کچھ ایسے جھانک رہے تھے کچھ بیٹھنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ ہر ہر زاویے سے غضب ڈھا رہی تھی، اردگرد کے لوگ بھی جب سے وہ وہاں آکر بیٹھی تھی موسم کی رنگینی سے نظر بچا کر صرف اور صرف اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"نہیں۔" اس نے برملا اعتراف کیا کہ اس کے آگے تو وہ شاید کوئی حیثیت نہ رکھتی ہو، اس کے اعتراف سے جہاں اس کے سینے کا مخروطی ابھار کچھ اور بلند ہوا وہیں چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ بھی ابھری۔

"تم کیا سمجھتی ہو محبت تن کے ڈھیر سے کی جاتی ہے، میں حریم سے محبت کرتا ہوں اس کے جسم سے نہیں سمجھی تم۔"

اس کی محبت کی سچائی اسے چپ کروانے کے لئے کافی تھی، اس کی آنکھوں میں کیسا خمار تھا محبت کا، حریم کے بارے میں جاننے کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی، وہ جاننا چاہتی تھی ایسا کیا ہے اس کم بخت محبت میں جو نشہ بن کر اس نوجوان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی ہے، وہ ایسے انوال ہو کر سوال کرنے لگی جیسے واقعی وہ وہی لڑکی ہو جسے وہ ٹھکرا رہا تھا۔

"کچھ بتاؤ گے نہیں اپنی حریم کے بارے میں۔" پھر اس نے حریم کی باتیں شروع کیں تو وہیں بیٹھے بیٹھے گھنٹوں گزر گئے لیکن اس کی حریم کی باتیں ختم نہ ہوئیں۔

وہ کہہ رہا تھا وہ تمہاری طرح خوبصورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی میں اسے چاہتا ہوں، وہ اکثر مجھ سے ملتی تھی لیکن مجھے نہیں پتہ تھا اچانک میں اسے چاہنے لگوں گا۔

وہ روز اس پارک میں آتی تھی، میں بھی وہاں واک کے لئے جاتا تھا، اس کے ساتھ دو تین بچے ہوتے تھے، انہیں مختلف جھولوں پر سیر کروا کر روز وہ چپ چاپ خاموشی سے میرے قریب سے گزر جاتی، آہستہ آہستہ ان بچوں کی وجہ سے اس سے ہیلو ہائے شروع ہوئی تو پتہ چلا وہ اس کے بھانجے بھانجیاں تھے، روز شام کو ضد کر کے وہی اسے کھیلنے کے لئے پارک لاتے تھے، اس سے باتیں کرتے پتہ ہی نہ چلا میں کب اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا، میں نے اسے بتایا تو اس نے بڑے عام سے لہجے میں جواب دیا دراصل ہم روز ملتے ہیں اس لئے تمہیں میری عادت ہو گئی ہے تم اسے محبت نہیں کہہ سکتے۔

میں خاموشی سے اس کی بے وزن دلیل پر بھی اسے قائل کرنے کے لئے الفاظ نہ لا سکا کہ مجھے تمہاری عادت نہیں تم سے محبت ہو گئی ہے، میری باتیں، میری پرسنلٹی، میری بے انتہا دولت بھی مل کر اسے امپریس نہ کر سکی، میں بہت مایوس ہو گیا اور پارک جانا چھوڑ دیا، پھر کئی دن گزر گئے، وہ مجھے اب بھی یاد آتی تھی دل کرتا تھا میں پارک جاؤں اسے دیکھوں، اس سے باتیں کروں، لیکن میں نے اپنے آپ کو روک رکھا تھا، دو ہفتے گزر گئے تھے اسے دیکھے لیکن ان دو ہفتوں میں کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرا تھا جب میں نے یہ دعا نہ کی ہو کہ پروردگار اس کے دل میں بھی میری محبت پیدا کر دے۔

پھر اچانک ایک دن وہ مجھے مارکیٹ میں ملی، اس نے مجھے روک کر کہا آرین مرتضیٰ میں شام کو پارک میں تمہارا انتظار کروں گی۔

تمام لو میں پارک گیا تو مجھے پتہ تھا وہ کیا کہنے والی ہے، مجھے اس کے الفاظ سننے اور ان پر غور کرنے کی ضرورت نہ تھی اس کی آنکھوں میں میری محبت کا نشہ کاجل کی طرح پھیلا ہوا تھا اس کے چہرے پر میری محبت شفق بن کر چھائی ہوئی تھی پھر مجھے اس کے اعتراف کا اس کے منہ سے اپنی محبت کے اقرار کا سن کر کیا کرنا تھا۔

ہم دونوں ایک دوسرے کو اتنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے تو شاید دونوں ہی زندہ نہ بچیں۔

وہ خاموش ہوا تو تحمل نے اسے بتایا میں وہ لڑکی نہیں جسے وہ اپنی منگیتر سمجھ رہا ہے، اس کا نام محمل ہے، ویسے اگر وہ لڑکی ہوتی تو اچھا تھا کم از کم وہ آج ہی اسے اس کی حریم سے ملانے کا کام تو کر سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ دعا کرے گی خدا اس کی حریم کو اس سے ہمیشہ کے لئے ملا دے۔

ساری حقیقت جا کر وہ بہت شرمندہ ہوا تھا، کئی بار اس سے سوری کی کہ یہ سب غلط فہمی سے ہوا ہے لیکن وہ خوش تھی کہ چلو غلط فہمی بھی اچھی تھی۔

اس سے پہلے اس نے ایسے انسان کو نہیں دیکھا تھا جو کسی کے ملنے یا بچھڑنے کو اتنا اہم سمجھتا تھا کہ اس کی خاطر زندگی جیسی پیاری چیز بھی داؤ پر لگانے کے لئے تیار تھا۔

رات کافی گزر چکی تھی ادھر عابد رسول صاحب کا بھی کوئی پتہ نہ تھا اور آرین مرتضیٰ سے مل کر اب اس کا اپنا دل بھی کسی اور سے ملنے کو نہیں کر رہا تھا، وہ اسے اس کی حریم سے ملنے کی دعائیں دیتی وہاں سے رخصت ہونے لگی تو آرین نے اسے گھر تک چھوڑنے آفر کی جسے اس نے فوراً قبول کرلیا۔

اپنے گھر کے سامنے گاڑی سے نیچے اترتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے اسے یاد دلایا کہ وہ اس کے اور حریم کے جلد ملنے کی دعا کرے گی اور اگر ایسا کچھ ہو جائے تو وہ اسے ضرور بتائے وہ ایک بہن کی طرح اپنے بھائی کی محبت کے ملنے کی دعا کرے گی، تبھی آرین نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے گھر کے اندر جانے کا کہا، وہ آنکھوں میں محبت کے ہزاروں دیپ سجائے گیٹ پار کر گئی۔

☆☆☆

صبح اسے ڈر تھا کہ اسے نگار آنٹی سے ڈانٹ پڑے گی کہ وہاں عابد رسول ساری رات اس کا انتظار کرتا رہا اور وہ کہاں غائب ہو گئی تھی، وہ جان بوجھ کر آنٹی کے سامنے نہ گئی، دوپہر دو بجے ان سے سامنا ہوا تو وہ ہوسپٹل سے آ رہی تھی، انہوں نے بتایا رات عابد رسول کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، بارش کی وجہ سے اس کی گاڑی درخت سے جا ٹکرائی تھی، شکر ہے اب وہ خطرے سے باہر ہے، اس نے بھی شکر یہ ادا کیا بارش کا اور عابد رسول کا جس کی وجہ سے وہ آرین مرتضیٰ سے مل سکی۔

کچھ دن بعد اسے آرین مرتضیٰ کا فون آ گیا، وہ بہت خوش تھا، اس کے پاپا نے اس کی ضد کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی منگنی ختم کر دی تھی، بہت جلد اس کی اور حریم کی شادی ہونے والی تھی، وہ کہہ رہا تھا جلد ہی وہ اپنی شادی کا کارڈ لے کر آئے گا۔

جب اس نے یہ کہا کہ وہ اس کا شکر گزار ہے اس کی دعاؤں کی وجہ سے وہ اور حریم ایک ہو سکے تو اسے لگا وہ کچھ زیادہ بول گیا تھا، شکر گزار تو وہ اس کی تھی جس نے ایک ہی ملاقات میں محبت جیسے لطیف جذبے کے متعلق اس کے سوچنے کا انداز بدل دیا تھا۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حاصل مطالعہ

فرزانہ سلیم

حدیث نبویؐ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''رات گئے قصہ کہانیوں کی محفلوں میں نہ جایا کرو کیونکہ تم میں سے کسی کو بھی خبر نہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کس کس کو کہاں کہاں پھیلایا ہے اس لئے دروازے بند کر لیا کرو، مشکیزوں کا منہ باندھ لیا کرو، برتنوں کو اوندھا کر دیا کرو اور چراغ گل کر دیا کرو۔''

(بخاری، الادب المفرد)

شگفتہ رحیم، فیصل آباد

اقوال حضرت علی المرتضیٰؓ

O اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس نے تمہارے گناہوں کو اس طرح چھپایا کہ گویا بخش دیا۔

O اللہ پاک کے نزدیک اور وہ غلطی جو تمہیں تکلیف دے اچھی ہے، اس خوبی سے جو تمہیں مغرور بنادے۔

O معافی دینے کا حق اسی کو ہے جو سب سے زیادہ سزا دینے پر قادر ہو۔

O جب عقل پختہ ہو جاتی ہے تو گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

O جو تم کو بری بات سے ڈرائے وہ تم کو خوشی کی بشارت دیتا ہے۔

حمیرا رضا، ساہیوال

ایوانِ صدر

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سادگی، قناعت پسندی اور عجز و انکساری میں اپنی مثال آپ تھے ایک مرتبہ ایک غیر ملکی وفد آپؓ سے ملنے آیا آپؓ کا خادم انہیں شہر سے باہر لے گیا، آپؓ اس وقت حسب معمول دوپہر کے کھانے کے بعد ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے وہ لوگ آپؓ کے خادم سے کہنے لگے۔

''ہم آپ کے خلیفہ سے ملنے آئے ہیں۔''

اس شخص نے جواب دیا۔

''یہ ہیں ہمارے خلیفہ اور جہاں آپؓ آرام فرما رہے ہیں یہ ہی جگہ ہمارا ایوان صدر ہے۔''

ماریہ عثمان، سرگودھا

آپ بھی سنیے

O کچھ لوگ ہوا کی مانند ہوتے ہیں چپکے سے زندگی میں آتے اور چپکے سے زندگی کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

O انسان کو فنا ہے لیکن محبت کو نہیں، تو کیا مرنا محبت کے لئے اختتام کا نام ہے؟

O محبت پربتوں کے دامن سے پھوٹنے والے چشمے کی طرح اپنی سمت اور اپنا راستہ خود بنا لیتی ہے لیکن کچھ محبتیں درگاہ پہ تقسیم ہونے والی نیاز کی طرح ہوتی ہیں جنہیں خالی ہاتھوں سے اپنے قدموں پہ خود چل کر حاصل کرنا پڑتا ہے۔

O کچھ دعائیں بڑی بے ساختہ ہوتی ہیں، اچانک ہی دل کے مندر میں گھنٹیوں کی طرح بجنے لگتی ہیں۔

O محبت کی کشتی میں پہلا سوراخ شک کا ہوتا ہے۔

O اتنے غلط انسان نہیں ہوتے جتنے غلط رویے ہوتے ہیں۔

O کچھ لوگ گھروں کی طرح ہوتے ہیں کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں دل ان کی روح میں سمٹ جانے کو بے چین رہتا ہے۔

O کچھ لوگوں کو اپنی نفرت پر بڑا مان ہوتا ہے تو سینے نفرت کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا، نہ جانے کب آنسو بن کر بہہ جائے اور آنکھوں کے پردوں پر چھپی ہوئی چاہت اپنے پروں کو کھول کر جھلملانے لگے، لہٰذا مان اس پہ کرو جو قابل بھروسہ ہو۔

O کچھ دل بہت نازک ہوتے ہیں ان پر لفظ استعمال کرنے سے پہلے ان کے حوصلوں کو جان لو، ورنہ یا وہ دل ٹوٹ جائے گا یا تم خود۔

ماہ رخ آصف، خانیوال

اختیار کی ایک کوشش

اگر بن میں رہنا مقدر ہے
اور یہ ایک طے شدہ امر بھی ہے
کہ ہر بن میں بس بھیڑیے منتظر ہیں مرے
تو یہ سوچی ہوں
کہ اس صورت حال میں
کیوں نہ پھر!
اپنی مرضی کے جنگل میں جا بسوں!

صائمہ ابراہیم، فیصل آباد

یہ کھلا

دل کعبہ ہے یا گھر موت کا ہے
کچھ تجھی لیکن اسے ڈر موت کا ہے
جسے سفر زیست جان کر طے کیا ہم نے
طے کر کے پھر کھلا یہ سفر موت کا ہے

وفا عبدالرحمان، راولپنڈی

برجستگی

تیمور لنگ نے سمرقند فتح کیا تو مال غنیمت میں دوسری چیزوں کے ساتھ کچھ خواتین بھی آئیں ان میں ایک اندھی عورت بھی تھی، جب اسے تیمور کے سامنے پیش کیا گیا تو اس سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''دولت۔'' عورت نے جواب دیا۔

تیمور ہنس کر بولا۔

''دولت اندھی بھی ہوتی ہے کیا؟''

عورت نے برجستہ کہا۔

''اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو تم جیسے لنگڑے کے گھر کیوں آتی۔''

سدرہ نعیم، شیخوپورہ

وہ لفظ جو دل پہ اثر کریں

☆ لوگوں سے بے رخی اختیار نہ کرو اور نہ ہی زمین پر اترا کر چلو کیونکہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خور کو پسند نہیں کرتا۔

☆ کوئی تم سے بے اعتنائی سے پیش آئے تو جواباً اس سے محبت سے پیش آؤ اپنے رویے کی مٹھاس سے اس کو شرمندہ کرو۔

☆ پیار سے کہی گئی ایک بات نفرت اور غصے سے کہی گئی سو باتوں سے بہتر ہے۔

☆ محبت اور خدمت نہ ہو تو ایسی کوئی ایلفی ایجاد نہیں ہوئی جو کسی رشتے کو جوڑ سکے۔

☆ دیواریں صرف کمروں کی نہیں ہوتیں دل کے گرد بھی ہوتی ہیں، کئی خواب کئی خیال ان ہی میں قید رہ جاتے ہیں۔

زاہدہ اظہر، حافظ آباد

ہوا کے دوش پہ منتشر ہونے والی چند حکایتیں

☆ پوری انسانیت سے پیار کرنا بہت آسان ہے لیکن صرف ایک ہمسائے سے پیار کرنا بہت مشکل ہے۔

☆ اکثر خاوندوں کو یہ تو یاد رہتا ہے کہ ان کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

شادی کب ہوئی تھی لیکن یہ یاد نہیں رہتا کہ کیوں ہوئی تھی؟

☆ بے وقوف ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کسی بھی محفل میں تنہائی محسوس نہیں کرتا۔

☆ گھر وہ جگہ ہے جہاں آپ جمائی لینے کے بعد شرمندہ نہیں ہوتے اور بدمزا کھانا کھانے کے بعد بھی اسے بدمزا نہیں کہتے۔

☆ ایک عقل مند بیوی، خاوند کے سنائے ہوئے لطیفے پر اس لئے نہیں ہستی کہ وہ اچھا ہوتا ہے بلکہ اس لئے ہستی ہے کہ وہ عقل مند ہوتی ہے۔

☆ ایک ایسی بیوی بہتر ہے جو کھانا پکا سکے ہو لیکن نہ پکاتی ہو بہ نسبت ایسی بیوی کے جو کھانا پکا نہ سکتی ہو اور پھر بھی پکاتی ہو۔

☆ محبت ایک ایسا جزیرہ ہے جہاں آپ ارادے کی کشتی میں سوار ہو کر نہیں جا سکتے وہاں صرف بے خبری کی ناؤ ہی جاتی ہے۔

☆ آپ کو چاہیے کہ دوسرے لوگوں کو برداشت کریں کیونکہ دوسرے لوگ بھی آپ کو برداشت کرتے ہیں۔

☆ جیسے چاند کا عکس بہتی ندی میں بہتا ہے پر اس کا حصہ نہیں بنتا ایسے ہی نیک شخص کا وجود دنیا کی ندی میں بہتا ہے پر اس کا حصہ نہیں بنتا۔

☆ ناکام ہو جانے والوں کی عزت کریں کیونکہ ان کی ناکامی کی وجہ سے آپ کامیاب ہوتے ہیں۔

☆ دنیا اگر آپ پر ہنستی ہے تو آپ بھی دنیا پر ہنسیں کیونکہ دنیا بھی تو اتنی ہی مزاحیہ ہے جتنے کہ آپ۔

☆ جو شخص اتنا سست ہو جائے کہ وہ سوچ بھی نہ سکے تو اسے شادی کر لینی چاہیے۔

☆ جب آپ اپنے سائے کو بھی نہ پہچان سکیں تو یقین کیجئے، آپ کو ڈائٹنگ کی ضرورت ہے۔

☆ گدھے اور زیبرے میں صرف ذوق لباس کا فرق ہے۔ (مستنصر حسین تارڑ کی، کارواں سرائے سے)۔

فضہ بخاری، رحیم یار خاں

مہارت

کمیونزم اور جمہوریت میں بڑا فرق ہے کمیونزم میں کوئی بولتا نہیں اور جمہوریت میں کوئی سنتا نہیں، کہتے ہیں کہ تین سرجن ایک امریکی، ایک انگریز اور ایک روسی ایئر پورٹ پر اتفاقاً مل گئے انگریز نے کہا۔

"ہم نے ٹرانس پلانٹ کی فیلڈ میں بڑی ترقی کی ہے، ہم نا صرف دل بلکہ اب تو گردہ اور جگر بھی ٹرانس پلانٹ کر سکتے ہیں۔"

امریکی نے کہا۔

"ہم تو دماغ بدلنے میں لگے ہوئے ہیں۔"

روسی سرجن بولا۔

"ہم نے بھی ٹانسلو کے آپریشن میں بڑی ترقی کی ہے۔"

امریکی سرجن بولا۔

"یہ تو آسان آپریشن ہے۔"

روسی بولا۔

"آسان..... آسان آپ کے لئے ہوگا۔"

ہمارے ملک میں تو منہ بند رکھتے ہوئے ٹانسلو کا آپریشن کرنا پڑتا ہے۔" (ڈاکٹر محمد یونس بٹ کی "خندہ پیش آنیاں" سے)

زوال

کبھی زوال نہیں آتا
اندر کی چپ محبتوں کو
منزلوں میں بھٹکتے لوگوں کو
ان کہی باتوں کو
باتوں میں چھپی حقیقتوں کو
کبھی زوال نہیں آتا
بچپن کی شرارتوں کو
شرارتوں میں چھپی ہنسی کو
ہنسی میں چھپے دکھ کو
چاند سے کی ہزار باتوں کو
کبھی زوال نہیں آتا

حناز بیر احمد، بہاولپور

کچھ لفظ چنے میں نے گوہر سے

☆ کسی کو اتنا تنگ مت کیجئے کہ وہ جواباً آپ کو تنگ کرنا شروع کر دے۔

☆ قدموں کی چاپ سے ڈرنا چھوڑ دیجئے، یہ تو سنائی دیتی ہی رہتی ہیں۔

☆ محبتیں چھپنی یا وصولی نہیں جاتیں، بلکہ رویوں سے کشید کی جاتی ہیں۔

☆ مزا تو تب ہے جب شام ڈھل رہی ہو اور آپ کے اندر سورج طلوع ہو رہا ہے۔

☆ بعض اوقات کٹی پھٹی اور ناہموار زمین پر زلزلے آ جائیں تو دکھوں کے پہاڑ اور خوشیوں کے ذرے ایک ہو جاتے ہیں اور راوی چین ہی چین لکھتا ہے زندگی سیدھی اور ہموار ہو جاتی ہے۔

☆ گڑھوں میں اندھیرے جلدی پھیلتے ہیں جبکہ پربتوں پر سورج سب سے پہلے طلوع اور سب سے آخر میں غروب ہوتا ہے۔

☆ برے وقت کو اپنے وقت پر ہی گزرنا ہے، آپ کے چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی کوئی فرق پڑے گا۔

☆ غلطی قابل معافی ہو سکتی ہے لیکن اگر اس غلطی پر اکڑا اور اترایا جائے تو اسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔

☆ جتنے آنسو بہانے ہوں، جتنی سسکیاں بھرنی ہوں، جتنے زخم دیکھنے، کھرچنے اور پھر سے ہرے کرنے ہوں رات کی تاریکیوں میں کر گزریں، صبح کا سورج اور آپ کی ہونٹوں کا تبسم ایک ساتھ طلوع ہونے چاہئیں، رت جگوں کی لالی آپ کی آنکھوں میں شام کے ارغوانی رنگوں سے شروع ہو کر بڑھتی تاریکیوں کے ساتھ بڑھنی اور ظلمتوں کے خاتمے کے ساتھ ختم ہو جانی چاہیے۔

☆ ہم بعض لوگوں کو چاہنے کے باوجود نظر انداز نہیں کر سکتے اور بعض لوگوں کو ہم چاہتے ہوئے بھی عزت نہیں دے سکتی۔

☆ ہٹ دھرمی پھیکے مشروب کی طرح ہے یہ نہ آپ کو کچھ دے گی اور نہ دوسروں کو۔

☆ کچھ کتابیں باتوں سے سجی ہوتی ہیں جبکہ کچھ باتیں کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں، انہیں سچ ثابت کرنے میں وقت ضائع مت کریں۔

☆ برے سلوک کا بہترین جواب اچھا سلوک ہے، جہالت کا بہترین حل اسے نظر انداز کرنا ہے۔

☆ جب مجھے پتا چلا کہ مخمل کے نرم گداز بستروں پر سونے والوں کے خواب ننگی زمین اور کھلے آسمان تلے سونے والوں کے خوابوں سے مختلف ہیں ہوتے تو مجھے خدائی انصاف پر پورا پورا اعتماد ہو گیا۔

اُم وہاب، ساہیوال

چھوٹی سی بات

○ دیوار میں چنی ہوئی ہر اینٹ دیوار ہے، اگر صرف ایک اینٹ بھی نکل جائے تو دیوار، دیوار نہیں کہلائے گی، کھنڈر کہلائے گی۔

○ مچھلی کا مزا ہی کانٹوں سے ہے، کانٹے نہ ہوتے تو مچھلی اور شکر قندی میں کیا فرق باقی ہوتا۔

○ جل کر کباب ہو جانے سے بہتر ہے کہ انسان کھل کر گلاب ہو جائے۔

○ ہوا میں تعمیر کردہ محل نہایت پائیدار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ آپ خود بناتے ہیں کسی ٹھیکیدار سے نہیں بنواتے۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بیاض

تسنیم ظاہر

حناز بیر احمد ---- بہاولپور

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم لہو دیتا ہے
آہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے
دیکھتا ہوں تو ہزاروں سے شناسائی ہے
سوچتا ہوں تو وہی غم وہی تنہائی ہے

.....

پہاڑ اپنی جگہ ساکت کھڑا ہے
مگر یہ جبر بھی کتنا کڑا ہے
میں اس سے روٹھنا چاہوں بھی کیسے
کہ وہ میرے لئے مجھ سے لڑا ہے

.....

کسی نے دی نہیں آواز مجھ کو
مگر پھر بھی یہاں رکھنا پڑا ہے
بہت چاہا مگر کب مانگ پائی
کہ وہ میری دعاؤں سے بڑا ہے

ام وہاب ---- ساہیوال

شہر کراچی یاد ہے تجھ کو
تیرے شب بیداروں میں
مرزار سا چہتائی بھی تھا
یاد ہمارا یاروں میں

.....

میری خطا پہ سنگ زنی کیجئے مگر
اپنے گناہ تول کر پتھر اٹھائیے

.....

پھر دیے رکھ گئیں تیری پرچھائیاں
آج دروازہ دل کا کھلا دیکھ کر
اس کی آنکھوں کا ساون برسنے لگا
بادلوں میں پرندہ گھرا دیکھ کر

نعیمہ بخاری ---- اٹک

پھر کون بھلا داد تبسم انہیں دے گا
روئیں گی بہت مجھ سے بچھڑ کر تیری آنکھیں
میں سنگ صفت ایک ہی رستے میں کھڑا ہوں
شاید مجھے دیکھیں گی پلٹ کر تیری آنکھیں

.....

کسی بھی بات پر اب بھیگتی نہیں آنکھیں
کہ اپنا حال بھی سوکھے چناب جیسا ہے
کسے سناؤں میں اس دل کی داستاں واثق
شب فراق کا ہر پل عذاب جیسا ہے

.....

تھی جاں بہت عزیز مگر درد درد تھا
حد سے بڑھا جو درد تو جاں سے گزر گئے
تقدیر کا یہ حسن توازن بھی خوب ہے
بگڑتے نصیب اپنے کسی کے سنور گئے

ثمرین زاہرہ ---- خان پور

پھولوں کے نشیمن میں رہا ہوں صدا سے
دیکھو کبھی خاروں سے میرا ذکر نہ کرنا
وہ میری کہانی کو غلط رنگ نہ دے دیں
افسانہ نگاروں سے میرا ذکر نہ کرنا

.....

نرم لفظوں سے بھی لگ جاتی ہے چوٹیں اکثر
دوستی ایک بڑا نازک سا ہنر ہوتی ہے

.....

دل میں نے کبھی جھانکا نہ مساکین کو دیکھا
تسبیح کے دانوں میں خدا ڈھونڈ رہے ہیں
یہ میرا حوصلہ ہے تیرے بغیر
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

نمرہ سعید ---- اوکاڑہ

کتنے ستم ظریف ہیں یاران خوش مذاق

آواز مر گئی تو مجھے ساز دے دیے

.....

ہوئے جاتے ہیں کیوں غم خوار قاتل
نہ تھے اتنے کبھی دل آزار قاتل
مسیحاؤں کو جب آواز دی ہے
پلٹ کر آ گئے ہر بار قاتل

.....

ہر اک شہر کا ماحول ایک جیسا ہے
تو اس دیار میں کتنے مکان بدلے گا

طاہرہ رحمان ---- بہاول نگر

آخری بار ملاقات کی حسرت ہے مگر
تم سے کچھ اس کے سوا اب نہیں کہنا مجھ کو
مجھ کو جاتے ہوئے آواز نہ دینا ہرگز
دیکھنا اور فقط دیکھتے رہنا مجھ کو

.....

کی تھی محبت میں نے سکون دل کے لئے
وہ سینے میں اٹکا رہا چبھن کی طرح
بڑھائے تھے میں نے قدم روشنی کے لئے
وہ جلاتا رہا مجھے بس آگ کی طرح

.....

میری دیوانگی پہ اس قدر حیران ہوتے ہو
میرا نقصان تو دیکھو محبت کم شدہ میری

عمرانہ علی ---- حاصل پور

ہمارے دل بہت زخمی ہیں لیکن
محبت سر اٹھا کر جی رہی ہے

.....

اب تو تنہائی کا یہ عالم ہے فراز
کوئی ہنس کر بھی دیکھے تو محبت کا گماں ہوتا ہے

.....

وہ جس کا ضبط تھا بلند پربتوں کی طرح
کسے خبر تھی روئے گا اک دن بادلوں کی طرح
جانے کیوں گریزاں ہیں مجھ سے احباب میرے
میں تو مخلص تھا ماں کی دعا کی طرح

عظمیٰ جبیں ---- لیہ

آنکھیں مصروف ہو جاتی ہیں بھلا دیتے ہیں لوگ
دور بہت دور نکلتے ہیں منزلیں گنوا دیتے ہیں لوگ
دست طلب اٹھا کے مانگتے ہیں محبت خدا سے
جو ہو دسترس میں تو خود ہی گنوا دیتے ہیں لوگ

.....

جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

.....

کچھ اس لئے بھی میں اسے ضرور مناؤں گا محسن
کہ پھر سے روٹھنے والا بھلا نہ دے مجھے

وردہ منیر ---- لاہور

مشکل کہاں تھے ترک تعلق کے مرحلے
اے دل مگر سوال تیری زندگی کا تھا

.....

تمہیں خبر ہی نہیں کہ کوئی ٹوٹ گیا ہے
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے

.....

نہیں آتی نیند بھی موت بھی چین بھی
نہیں آتا وہ بھی کچھ دنوں سے
ہلکا ہو گیا آج کھل کے رونے سے
بہت بوجھل تھا جی کچھ دنوں سے

رانیا سحر ---- ملتان

کیوں طبیعت کہیں ٹھہرتی نہیں
دوستی تو اداس کرتی نہیں
جس طرح تم گزارتے ہو فراز
زندگی تو اس طرح گزرتی نہیں

.....

بارش سے کھیلتی رہیں پختہ عمارتیں
بجلی گری تو شہر کے کچے مکان پر

.....

غم وہ سفاک ستم کا قطرہ ہے
جو رگوں میں اتر کے بس جائے
زندگی وہ اداس جوگن ہے
جس کو ساون میں سانپ ڈس جائے

FIAZ AHMED
Friends Korner.com

ہم بکھر جائیں گے اب خواب پریشاں کی طرح

.....

تمہارے شہر کی ہر چھاؤں مہرباں تھی مگر
جہاں پہ دھوپ کڑی تھی وہاں شجر ہی نہ تھا

.....

چھینی کسک طلب کی مجھے سکوت وفا یاد
میرے معبود تیرا شکریہ کیا لے کے کیا دیا
مجھ سے فرشتے سیکھیں گے آداب بندگی
میں نے عبادتوں کو محبت بنا دیا
شازیہ نواب ---- علی پور

تجھ سے بچھڑ کر اب تو یوں ہے کہ بزم میں
بے سود بولنا بھی بے کار سوچنا
محسن لگی نا چوٹ نئی پھر خلوص میں
میں نے کہا نہ تھا میرے یار سوچنا

.....

تیری دہلیز کا پتھر ہوئیں آنکھیں میری
ہاں جنوں گے یہی آثار ہوا کرتے ہیں
آج قدموں میں زمانہ ہے میرے پاس ہے تو
ایسے لمحے تو سردار ہوا کرتے ہیں

.....

پھر دیے رکھ گئیں تیری پرچھائیاں
آج دروازہ دل کا کھلا دیکھ کر
اس کی آنکھوں کا ساون برسنے لگا
بادلوں میں پرندہ گھرا دیکھ کر
شمائل وہاب ---- کراچی

یہ میرا حوصلہ ہے تیرے بغیر
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

.....

اپنا سمجھ کے جس کے لئے ہم اجڑ گئے
کل شام جا رہا تھا کسی اجنبی کے ساتھ

.....

جس کو ملنا ہی نہیں تو پھر اس سے محبت کیسی
سوچتا جاؤں مگر دل میں بسائے جاؤں

علینہ طارق ---- لاہور

بات کھلنے پر وہ لے بیٹھا پرانی رنجشیں
ایسا لگتا ہے کہ وہ مجھ سے خفا پہلے سے تھا

.....

دکھوں نے بانٹ لیا ہے تمہارے بعد ہمیں
تمہارے ہاتھ میں رہتے تو کتنا اچھا تھا

.....

بدلا نہ میرے بعد بھی موضوع گفتگو
میں جا چکا ہوں پھر بھی تیری محفلوں میں ہوں
افشاں زینب ---- شیخوپورہ

پانی پہ تیرتی ہوئی لاش دیکھیے
اور سوچیے کہ ڈوبنا کتنا محال ہے

.....

کچی مٹی سے بنا تو لو مکاں پر سوچ لو
بارشوں کو تو برسنے کا بہانہ چاہیے
لاکھ نظروں کو نئے رنگوں کا موسم ہو پسند
دل کو تو لیکن وہی ساتھی پرانا چاہیے

.....

ڈھونڈ اجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں
شاہینہ یوسف ---- عمرکوٹ

رستے پہ نہ بیٹھو کہ ہوا تنگ کرے گی
بچھڑے ہوئے لوگوں کی صدا تنگ کرے گی
مت ٹوٹ کے چاہو اسے آغاز سفر میں
بچھڑے گا تو ہر ایک ادا تنگ کرے گی

.....

سچ نہ بولو کہ ابھی شہر میں موسم ہی نہیں
ان ہواؤں میں چراغوں کا ہے جلنا مشکل
سرسراتے ہوئے جھونکو اسے جا کر کہنا
ہو چکا ہے دل وحشی کا سنبھلنا مشکل

.....

بدن میں چیخ رہا تھا لہو کا سناٹا
تھا کرب روح میں ایسا زباں پر نہ لا سکے
نبیلہ نعمان ---- گلبرگ لاہور

یہ دکھ نہیں ہے کہ وہ سمجھا نہیں مرے فن کو
مخالفت کا سلیقہ نہیں تھا دشمن کو
میں کس مقام سے بولوں میں کس سے بات کروں
کہ خواہشات کا کاسہ ملا ہے اس تن کو
صائمہ سلیم ---- گجرات

اگرچہ تجھ سے بہت اختلاف بھی نہ ہوا
مگر یہ دل تری جانب سے صاف بھی نہ ہوا
تعلقات کے برزخ میں ہی رکھا مجھ کو
وہ میرے حق میں نہ تھا اور خلاف بھی نہ ہوا

.....

نہ جانے کون سا فقرہ کہاں رقم ہو جائے
دلوں کا حال بھی اب کون کس سے کہتا ہے
میرے بدن کو نمی کھا گئی ہے اشکوں کی
بھری بہار میں کیسا مکان ڈھلتا ہے

.....

لب خاموش چشم خشک کیا سمجھائیں گے تجھ کو
جو بارش دل میں ہوتی ہے جو دریا دل میں بہتا ہے
نازیہ جمال ---- چکوال

وہ اک سایا جو تخلے میں دیا تھا اس کو خوابوں نے
وہی اب اس کا آنچل ہے وہی اب اس کا گہنا ہے
لکھا تھا ریت پر اک دوسرے کا نام کیوں ہم نے
نتیجے میں جو صدمہ ہے وہ ہم دونوں کو سہنا ہے

.....

سنتا ہوں اب کسی سے وفا کر رہا ہے وہ
اے زندگی خوشی سے کہیں مر نہ جاؤں میں
اک شب بھی وصل کی نہ مرا ساتھ دے سکی
عہد فراق آ کہ تجھے آزماؤں میں

.....

اپنا ہی تھا قصور کہ طوفانوں میں گھر گئے
اک موج تھی کہ جس کو کنارا سمجھ لیا
سمن رضا ---- چیچہ وطنی

کبھی سائباں نہ تھا ہم کبھی کہکشاں تھی قدم قدم
کبھی مکاں کبھی لامکاں مری آدھی عمر گزر گئی

حیدر رضا ---- جھنگ

اس کو کچھ تو بنا دیا ہے
ہم نے تھوڑا سا دھیان دے کر

.....

خاک اڑتی ہے رات بھر مجھ میں
کون پھرتا ہے دربدر مجھ میں
مجھ کو مجھ میں جگہ نہیں ملتی
وہ ہے موجود اس قدر مجھ میں

.....

مجھ کو تہذیب کے برزخ کا بنایا وارث
یہ الزام بھی میرے اجداد کے سر جائے گا
فاعذہ عبدالمنان ---- کراچی

خلقت نہیں ہے ساتھ تو پھر بخت بھی نہیں
کچھ دن ہی رہے گا تو یہ تخت بھی نہیں
مایوس ہو کے دیکھ رہے ہیں خلا میں گھر
اتنی تو یہ زمین مگر سخت بھی نہیں

.....

تھک گیا ہے دل وحشی مرا فریاد سے بھی
جی بہلتا نہیں اے دوست تیری یاد سے بھی
اے ہوا کیا ہے جو اب نظم چمن اور ہوا
صید سے بھی ہیں مراسم ترے صیاد سے بھی

.....

میرے حق میں مخالف میں کبھی کچھ کہا تو ہو گا
مجھے چھوڑ جانے والا مجھے سوچتا تو ہو گا
یہ اداس اداس پھرنا یہ کسی سے بھی نہ ملنا
ہے یونہی نہیں یہ سب کچھ کوئی سانحہ تو ہو گا
عتیقہ منیر ---- سیالکوٹ

نہیں اس میں کوئی منطق ہے یقین کی بات ساری
کہ جہاں رکھا ہے پاؤں وہاں راستہ تو ہو گا
کوئی درمیاں نہیں تھا کوئی درمیاں نہیں ہے
تو پھر ایسی قربتوں میں کہیں رابطہ تو ہو گا

.....

کہا نہ تھا اسے مت ضبط کرنا
وہ آنسو اب سمندر ہو گیا نا!

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسے پا لیا اسے کھو دیا کبھی ہنس دیا کبھی رو دیا
بڑی مختصر ہے یہ داستاں مری آدھی عمر گزر گئی

....

یہ کیسے فیصلے ہوتے ہیں اوپر
جو نیچے عہد سارے ٹوٹتے ہیں
خوشی کے موڑ پر ہی کیوں یہ آخر
ہمارے خواب سارے ٹوٹتے ہیں

....

ہر ایک شخص کو خواہش ہے روشنی کی مگر
سوال یہ ہے کہ پہلا دیا جلائے کون
شاہین سلیم ---- دیپالپور

تم تو غیروں کی بات کرتے ہو
ہم نے اپنے بھی آزمائے ہیں
لوگ کانٹوں سے بچ نکلتے ہیں
ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں

....

زندگی جس کے دم سے ہے ناصر
یاد اس کی عذاب جاں بھی ہے
اپنے سینے میں تو نفرت کہ نہاں رکھتے ہیں
جانے یہ لوگ محبت کو کہاں رکھتے ہیں

....

کبھی ہم بھی اس کے قریب تھے
دل و جاں سے بڑھ کے عزیز تھے
مگر آج ایسے ملا ہے وہ
کبھی پہلے جیسے ملا نہ ہو
یمن عزیز ---- میانوالی

دل ہی دل میں روتا ہے مگر کچھ کہہ نہیں سکتا
کسی مزدور کا بچہ غباروں کی تمنا میں

....

بس وہ آتے تو وہ یہ اس کی عقیدت ہو گی
شاید اس کو بھی مجھ سے محبت ہو گی
یوں تو چپ چاپ میرے پاس چلا آیا کر
بڑھ گیا پیار تو اک روز مصیبت ہو گی

....

یاد آؤں گی تجھے اچھے دنوں کی صورت
میں مکمل تیری تنہائی نہ ہونے دوں گی
شگفتہ رحیم ---- فیصل آباد

تھکا گیا ہے مسلسل سفر اداسی کا
اور اب بھی ہے مرے شانے پہ سر اداسی کا
میں تجھ سے کیسے کہوں یار مہرباں میرے
کہ تو علاج نہیں میری ہر اداسی کا

....

تتلیوں کی بے چینی آ بسی ہے پاؤں میں
ایک پل کو چھاؤں میں اور پھر ہواؤں میں
صرف اس تکبر میں اس نے مجھ کو جیتا تھا
ذکر نہ ہو اس کا بھی کل کو نار ساؤں میں

....

گزر گئے ہیں جو خوشبو رائیگاں کی طرح
وہ چند روز میری زندگی کا حاصل تھے
اب ان سے دور کا واسطہ بھی نہیں ناصر
وہ ہم نوا جو میرے رتجگوں میں شامل تھے
حمیرا رضا ---- ساہیوال

وہ میرے پاس بیٹھے ہیں کہو لمحوں سے تھم جائیں
کبھی بھی دور نظروں سے نہ وہ جائیں نہ ہم جائیں
عجب ہیں روگ چاہت کے سنو نیندیں نہیں آتیں
کسی کے خواب آنکھوں میں اگر بچپن سے جم جائیں

....

چند کلیاں نشاط کی چن کر
مدتوں محو یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

....

میں ہوں وہ منجمد دریا جسے سورج پہ چلنا ہے
میں وہ سیال مادہ ہوں جسے آنکھوں سے بہنا ہے
ماریہ عثمان ---- سرگودھا

محسن جو بات بات پہ کہتا تھا مجھ کو جان
آخر مجھے وہ شخص ہی بے جان کر گیا

☆☆☆

بلقیس بھٹی

ایسی حالت

بیکر کا انگوٹھا زخمی ہو گیا، وہ اپنے ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے انگوٹھے کو دیکھ کر کہا۔

''گھر جاؤ اور انگوٹھے کو دو تین گھنٹے تک ٹھنڈے پانی میں ڈبوئے رکھو۔''

گھر جا کر بیکر نے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا، اسی اثنا میں اس کی بیوی آ گئی اور پوچھا۔

''کیا کر رہے ہو؟'' شوہر نے کہا۔

''میرے انگوٹھے میں تھوڑی سی چوٹ آ گئی ہے ڈاکٹر کا کہنا ہے، اگر میں دو تین گھنٹے تک اسے ٹھنڈے پانی میں رکھوں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیسا بے وقوف ڈاکٹر ہے؟'' بیوی نے کہا۔

''زخمی انگوٹھے کو ٹھیک کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اسے گرم پانی میں ڈبویا جائے۔''

بیوی کے کہنے پر بیکر نے دو تین گھنٹے تک انگوٹھے کو گرم پانی میں رکھا اور انگوٹھا واقعی ٹھیک ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد اس کی ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا۔

''میں نے تمہارے کہنے پر عمل نہیں کیا تھا بلکہ بیوی کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے کو گرم پانی میں ڈبویا تھا جس کی وجہ سے انگوٹھا ٹھیک ہو گیا۔''

''عجیب بات ہے۔'' ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

''میری بیوی تو ایسی حالت میں ہمیشہ انگوٹھا ٹھنڈے پانی میں ڈبونے کو کہتی ہے۔''

نعیمہ بخاری، اٹک

ٹاس

مچھلی کے شوقیہ شکاری نے اتوار کی صبح دریا میں ڈور ڈالتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

''میں کوئی کام ٹاس کیے بغیر نہیں کرتا اس لئے کبھی ناکام نہیں ہوتا، آج صبح بھی ٹاس کر کے میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ مجھے شکار کو جانا چاہیے یا چرچ؟''

''اور تم جیت گئے ہو گے؟'' دوست نے حیرت سے پوچھا۔

''بڑا سخت مرحلہ تھا مجھے چھ مرتبہ سکہ اچھالنا پڑا پھر کہیں جا کر شکار کے حق میں فیصلہ ہوا۔''

ثمرین زاہرہ، خان پور

نشانہ باز

ایک ماہر نشانہ باز کے پاس ایک اخباری نمائندہ انٹرویو کرنے گیا کمرے میں بہت سی آنکھیں بنی ہوئی تھیں اور ہر آنکھ پر صحیح نشانہ لگا تھا اخباری نمائندے نے نشانوں سے متاثر ہوتے ہوئے پوچھا۔

''آخر آپ ایسا اچھا نشانہ کس طرح لگا لیتے ہیں؟''

''یہ کون سا مشکل کام ہے پہلے ہم نشانہ لگاتے ہیں اور پھر اس نشانے پر آنکھ بنا لیتے ہیں۔''

نمرہ سعید، اوکاڑہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

درخواست

سمیرا نے اپنی دوست کو بتایا۔

''مجھ سے ہزاروں مرتبہ درخواست کی جا چکی ہے کہ میں شادی کرلوں۔''

''کون کرتا ہے تم سے یہ درخواست؟'' سلمٰی نے تجسس سے پوچھا۔

''میرے والدین۔'' سمیرا نے جواب دیا۔

طاہرہ رحمان، بہاول نگر

اصلاح

''میں اور میرے بہترین دوست از میر نے جب پڑھا کہ تمہارا سچا اور حقیقی دوست وہ ہے جو تمہیں تمہارے عیبوں سے آگاہ کرے، تو ہم اس پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ کیا۔''

''اس سے تم دونوں کو اپنی اصلاح کرنے میں کافی مدد ملی ہوگی۔''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ پچھلے پانچ سال سے ہماری بول چال بند ہے۔''

عمرانہ علی، حاصل پور

ناقدری

امیر گھرانوں میں عجیب عجیب نسل کے کتے پالنے کا رواج ہوتا ہے، ایک امیر خاتون کا لمبے بالوں والا چھوٹا سا گول مٹول کتا گم ہوگیا، جو انہیں جان سے زیادہ عزیز تھا، انہوں نے بہت تلاش کرایا، انعام بھی رکھا مگر کتا نہ ملا، آخر انہوں نے بھاری معاوضے پر ایک سراغ رساں کی خدمات حاصل کیں، سراغ رساں کتے کو ڈھونڈ لایا، مگر اس کی حالت اچھی نہیں تھی، وہ گیلا تھا اور مٹی میں لتھڑا ہوا تھا۔

''یہ تمہیں کہاں ملا؟'' خاتون نے کتے کو سینے سے لگا کر روتے ہوئے پوچھا۔

''قریبی مارکیٹ سے۔'' سراغ رساں نے جواب دیا۔

''ایک بلڈنگ کے چوکیدار نے اسے لمبے ڈنڈے کے سرے پر باندھا ہوا تھا اور اس سے کھڑکیاں اور روشن دان صاف کر رہا تھا۔''

عظمیٰ جبیں، لیہ

فہرست

کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو حکم دیا ہے کہ اس ملک کے بے وقوفوں کی فہرست تیار کی جائے۔

وزیر نے عرض کیا۔

''اگر جان کی امان ہو تو سب سے پہلے آپ کا نام ہونا چاہیے، کیونکہ آپ نے اسی ہفتے ایک غلام کو دو لاکھ دینار دے کر دوسرے شہر بھیجا ہے اگر وہ واپس نہ آیا تو......''

''اور اگر وہ خوش قسمتی سے واپس آجائے تو تم کیا کرو گے۔'' بادشاہ نے پوچھا۔

''تب میں آپ کا نام فہرست سے کاٹ کر اس کا نام لکھ دوں گا۔''

وردہ منیر، لاہور

راز داری

''ڈیڈی! میں آپ سے یہ بات کہہ تو رہا ہوں لیکن ممی کو بتائیے گا مت، میرا خیال ہے انہیں بچے پالنے نہیں آتے۔''

''تمہیں یہ خیال کیوں آیا بیٹا؟''

''آپ خود ہی دیکھیں نا، وہ اس وقت مجھے سونے کے لئے بھیج دیتی ہیں جب میں جاگ رہا ہوتا ہوں اور اس وقت مجھے جگا دیتی ہیں جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔''

جواب

اردو کے پروفیسر سے اس کی محبوبہ نے دل لگی کرنے کے لئے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

''میں تم جیسے کتابی کیڑے سے شادی تو دور کی بات ہے، بات کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی، نہ تمہارے دل میں کوئی امنگ ہے نہ ترنگ اس لئے میرے خطوط واپس کر دو۔''

پروفیسر نے جواباً کہا۔

''مجھے بھی تمہارے لکھے ہوئے خط رکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہاری اردو کی لکھائی بہت خراب ہے، تمہارا خط پڑھنے کے لئے اگر میں صبح بیٹھوں تو شام ہو جاتی ہے اور اللہ کی پناہ! تم ایک پیرے میں چھ سات غلطیاں کر دیتی ہو، تم بے فکر رہو، میں ابھی گھر جا کر تمہارے خطوط نما نقشے لے کر آتا ہوں۔''

دانیا سحر، ملتان

فرق

شادی کے ایک ہفتے بعد دولہا، دلہن ہنی مون کے لئے روانہ ہوئے راستے میں دلہن کو ٹھوکر لگی تو دولہا نے فوراً اس کو بانہوں سے تھام لیا اور بولا۔

''ڈارلنگ آرام سے۔'' شادی کے دس سال بعد پھر ایک جگہ جاتے ہوئے دلہن کو ٹھوکر لگی تو دولہا نہایت غصے کے عالم میں بولا۔

''اندھی ہوگئی ہو دیکھ کر نہیں چل سکتیں۔''

حیدر رضا، جھنگ

نمکین غزل

کاغذ گراں ہوا تو بڑا ہی غضب ہوا
اعمال ناموں والا فرشتہ طلب ہوا
اور بارگاہ غیب سے ارشاد رب ہوا
کاغذ کی اس کمی کا بتا کیا سبب ہوا
اس وقت جب زمین پہ اک قتل عام ہے
اعمال لکھے جانے کا کیا انتظام ہے
وہ بولا ہاتھ جوڑ کے اے صاحب کرم
کاغذ کے کارخانوں میں اب بن رہے ہیں بم
کاتب سے کہہ دیا ہے باریک ہو قلم
مضمون مختصر کرو بین السطور کم
ملحوظ رکھو رات دن اس انتظام کو
لکھو تو حاشیہ نہ رہے کاغذ میں نام کو

فائزہ عبدالمنان، کراچی

انتظار

ایک صاحب نے قسطوں پر ٹی وی لینے کے لئے ایک کمپنی کے دفتر میں درخواست فارم جمع کروایا کمپنی نے ریکارڈ چیک کیا تو چلا کہ احسان صاحب کے ذمے پہلے بھی ایک ٹی وی کی چند قسطیں واجب الادا ہیں کمپنی کے منیجر نے احسان صاحب کو فون کیا۔

''جب تک آپ پہلے ٹی وی کی قسطیں نہیں دیں گے ہم آپ کو دوسرا ٹی وی نہیں دے سکتے۔''

''ٹھیک ہے، تو پھر آرڈر کینسل کر دیں میں اتنا طویل انتظار نہیں کر سکتا۔'' احسان صاحب نے ذرا خفگی سے کہا۔

حقیقہ منیر، سیالکوٹ

بے چارگی

ایک آرٹسٹ حقیقت پسندانہ مصوری کرتے تھے، تجریدی تصویریں نہیں بناتے تھے لیکن ان کے ایک شناسا نے بہت اصرار کیا وہ ان کا تجریدی پورٹریٹ بنا دیں، انہوں نے پورٹریٹ تیار کر کے اسٹوڈیو میں رکھی ہوئی تھی، ایک روز ان کا شاگرد اسٹوڈیو میں آیا تو اس نے دیکھا کہ آرٹسٹ صاحب پورٹریٹ سامنے رکھے سر پکڑے بیٹھے ہیں۔

''کیا بات ہے سر! کیا ان صاحب کو اپنی پورٹریٹ پسند نہیں آئی؟'' شاگرد نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں، پورٹریٹ تو پسند آگئی ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ ناک کچھ ٹھیک نہیں بنی ہے، اسے ٹھیک کر دوں۔'' آرٹسٹ صاحب نے مردہ سے لہجے میں بتایا۔

''تو اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات ہے؟ آپ ناک ٹھیک کر دیجئے نا۔'' شاگرد بولا۔

''ٹھیک تو میں کب کا کر چکا ہوتا لیکن مجھے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

یاد نہیں آ رہا کہ میں نے ناک بنائی کہاں تھی۔"
آرٹسٹ نے وحشت زدہ لہجے میں بتایا۔
صائمہ سلیم، گجرات

شوہر

نوبیاہتا سوزی اپنی سہیلی کے کندھے پر سر رکھے رو رہی تھی۔
"شادی کر کے میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں، ہنی مون سے واپس آنے کے بعد لیری نے آج تک مجھ سے پیار کے دو لفظ نہیں کہے۔"
سہیلی نے یہ سن کر ناصحانہ انداز میں کہا۔
"اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہیں اتنی جلدی اس کی بدمزاجی کا پتا چل گیا، ابھی کچھ نہیں بگڑا، تم اکیلی ہو، خوبصورت ہو، تمہیں آسانی سے دوسرا شوہر مل جائے گا، پہلی فرصت میں اس سے طلاق لے لو۔"
سوزی نے روتے ہوئے کہا۔
"دکھ تو یہی ہے میں اس سے طلاق نہیں لے سکتی۔"
"کیوں؟"
"لیری میرا شوہر کب ہے، میری شادی تو رابرٹ سے ہوئی ہے نا۔"
نازیہ جمال، چکوال

ڈائٹنگ

"ڈاکٹر صاحب! آپ نے مجھے ڈائٹنگ کا جو پروگرام دیا ہے وہ کافی سخت ہے، خوراک کی کمی کی وجہ سے میں غصیلی اور چڑچڑی ہوتی جا رہی ہوں، کل میرا اپنے میاں سے جھگڑا ہو گیا اور میں نے ان کا کان کاٹ کھایا۔"
"گھبرانے کی کوئی بات نہیں محترمہ!" ڈاکٹر نے اطمینان سے کہا۔
"ایک کان میں سو حرارے ہوتے ہیں۔"
سمن رضا، چیچہ وطنی

جدوجہد

کرن نے پروفیسر شانزے سے پوچھا۔
"میں آپ کو پروفیسر کہہ کر مخاطب کروں یا مسز شانزے؟"
"معاف کیجئے گا۔" پروفیسر شانزے نے جواب دیا۔
"مسز! مجھے مسز کہہ کر مخاطب کیا کریں کیونکہ مجھے مسز بننے کے لئے زیادہ محنت کرنا پڑی ہے۔"
ایمن عزیز، میانوالی

علاج

آفس سے واپس آنے پر میرے شوہر کے سر میں سخت درد تھا لیکن اس نے ڈسپرین کھانے کے بجائے غلطی سے کتے کی بیماری کی دوا کھالی، میں نے فوراً ڈاکٹر کو فون کیا تو وہ بولا۔
"گھبرانے کی بات نہیں، لیکن اگر وہ بیچ سڑک پر بیٹھ کر چاند کے اوپر بھونکنے لگے تو بلا تاخیر مجھے فون کر دیں۔"
شگفتہ رحیم، فیصل آباد

فوری علاج

ایک ماں کسی ماہر نفسیات کے پاس پہنچی اور کہنے لگی۔
"میں اپنے بیٹے کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں، وہ مٹی کے لڈو بنا بنا کر کھاتا رہتا ہے۔"
"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔" ماہر نفسیات نے کہا۔
"بڑے ہو کر اس کی عادت خود بخود چھوٹ جائے گی، اتنے دن اسے برداشت کیجئے۔"
ماں نے کہا۔
"جناب! کوئی فوری علاج بتائیں، ورنہ میرے بیٹے کی بیوی رو رو کر پاگل ہو جائے گی۔"
حمیرا رضا، ساہیوال

☆☆☆

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

ماریہ عثمان: کی ڈائری سے ایک نظم

اے عشق ہمیں برباد نہ کر ہم بھولے ہوؤں کو یاد نہ کر
پہلے ہی بہت ناشاد ہیں ہم تو اور ہمیں ناشاد نہ کر
قسمت کا ستم ہی کم تو نہیں یہ تازہ ستم ایجاد نہ کر
یوں ظلم نہ کر بیداد نہ کر
اے عشق ہمیں برباد نہ کر
جس دن سے ملے ہیں دونوں کا سب چین گیا آرام گیا
چہروں سے بہار صبح گئی آنکھوں سے فروغ شام گیا۔
ہاتھوں سے خوشی کا جام چھٹا، ہونٹوں سے ہنسی کا نام گیا
غمگین نہ بنا ناشاد نہ کر
اے عشق ہمیں برباد نہ کر
وہ راز ہے یہ غم آہ جسے پا جائے کوئی تو خیر نہیں
آنکھوں سے جب آنسو بہتے ہیں آ جائے کوئی تو خیر نہیں
ظالم ہے یہ دنیا دل کو یہاں بھا جائے کوئی تو خیر نہیں
ہے ظلم مگر فریاد نہ کر
اے عشق ہمیں برباد نہ کر

ماروخ آصف: کی ڈائری سے غزل

اس دل کے جھروکے میں
اس دل کے جھروکے میں اک روپ کی رانی ہے
اس روپ کی رانی کی تصویر بنانی ہے
ہم اہل محبت کی وحشت کا وہ درماں ہے
ہم اہل محبت کو آزاد جوانی ہے
ہاں چاند کے داغوں کو سینے میں بساتے ہیں
دنیا کہے دیوانہ یہ دنیا دیوانی ہے
اک بات مگر ہم بھی پوچھیں جو اجازت ہو
کیوں تم نے یہ غم دے کر پردیس کی ٹھانی ہے
سکھ لے کے چلے جانا دکھ دے کر چلے جانا
کیوں حسن کے ماتوں کی یہ ریت پرانی ہے
ہدیہ دل مفلس کا چھ شعر غزل کی ہیں
قیمت میں تو ہلکے ہیں انشا کی نشانی ہے

صائمہ ابراہیم: کی ڈائری سے ایک نظم

میرے نام سے پہلے
اب کے اس کی آنکھوں میں
بے سبب اداسی تھی
اب کے اس کے چہرے پر
دکھ تھا، بے حواسی تھی
اب کے یوں ملا مجھ سے
یوں غزل سنی جیسے
میں بھی ناشنا سا ہوں جیسے
وہ بھی اجنبی جیسے
زرد خال و خد اس کے
سوگوار دامن تھا
اب کے اس کے لہجے میں
کتنا کھردرا پن تھا
وہ کہ عمر بھر جس نے
شہر بھر کے لوگوں میں
مجھ کو ہم سخن جانا
دل سے آشنا لکھا
خود سے مہرباں سمجھا
مجھ کو دلربا لکھا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اب کے سادہ کاغذ پر
سرخ روشنائی سے
اس نے تلخ لہجے میں
میرے نام سے پہلے
صرف "بے وفا" لکھا

وفا عبدالرحمان: کی ڈائری سے ایک نظم

آبلہ

اداسی کے افق پر جب تمہاری یاد
کے جگنو چمکتے ہیں
تو میری روح پر رکھا ہوا یہ ہجر کا پتھر
چمکتی برف کی صورت پگھلتا ہے
اگرچہ یوں پگھلنے سے یہ پتھر، سنگریزہ تو نہیں بنتا
مگر اک حوصلہ سا دل کو ہوتا ہے
کہ جیسے سرسبز تاریک شب میں بھی
اگر اک زرد رو، سہما ہوا تارا نکل آئے
تو قاتل رات کا بے اسم جادو ٹوٹ جاتا ہے
مسافر کے سفر کا راستہ تو کم نہیں ہوتا
مگر تارے کی چمکن سے
کوئی بھولا ہوا منظر اچانک جگمگاتا ہے
سلگتے پاؤں میں اک آبلہ سا پھوٹ جاتا ہے

سدرہ نعیم: کی ڈائری سے ایک غزل

یونہی بے سبب نہ پھرا کرو کوئی شام گھر میں رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو
کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو
ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں کوئی آئے گا کوئی جائے گا
تمہیں جس نے دل سے بھلا دیا اسے بھولنے کی دعا کرو
مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ محبتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سنا کرو جو سنا نہیں وہ کہا کرو
کبھی حسن پردہ نشیں بھی وہ ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں میرے ساتھ تم بھی چلا کرو
نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمی شوق سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو
یہ خزاں کی زردی شال میں جو اداس پیڑ کے پاس ہے
یہ تمہارے گھر کی بہار ہے اسے آنسوؤں سے ہرا کرو

زاہدہ اظہر: کی ڈائری سے کی ایک غزل

وہی قصے ہیں وہی بات پرانی اپنی
کون سنتا ہے بھلا رام کہانی اپنی
ستم گر کو یہ ہمدرد سمجھ لیتی ہے
کتنی خوش فہم ہے کم بخت جوانی اپنی
روز ملتے ہیں دریچے میں پڑے پھول مجھے
چھوڑ جاتا ہے کوئی روز نشانی اپنی
تجھ سے بچھڑے ہیں تو پایا ہے بیاباں کا سکوت
ورنہ دریاؤں سے ملتی تھی روانی اپنی
دشمنوں سے ہی غم دل کا مداوا مانگیں
دوستوں نے تو کوئی بات نہ مانی اپنی
آج پھر چاند افق پر نہیں ابھرا محسن
آج پھر رات نہ گزرے گی سہانی اپنی

فضہ بخاری: کی ڈائری سے ایک غزل

غرور و ناز و نخوت چھوڑ کر انسان ہونا ہے
بہت دشوار ہوں اب تک مجھے آسان ہونا ہے
یہ دانائی تو گمراہی کی جانب کھینچ لیتی ہے
اسی سے دست کش ہو کر مجھے نادان ہونا ہے
بہت کچھ جان کر جانا کہ اب تک کچھ نہیں جانا
یہی جانا۔ کہ بہتر جان کر انجان ہونا ہے
جو الجھی سوچ رکھتا ہو الجھنا اسی سے بے معنی
مجھے سلجھی سی ایک تحریر کا عنوان ہونا ہے
کیسے فاصلے کردار و شخصیت میں ملتے ہیں
بچھڑ کر مر رہا ہوں میں سو اب یکجان ہونا ہے
یہ انسانوں نے اخلاقی بلندی ہی سے سیکھا ہے
نہیں احسان کرنا سرتاپا احسان ہونا ہے
زمیں سے اس قدر اچھی نہیں وابستگی میری
عدم سے توڑ کر رشتہ مجھے امکان ہونا ہے

ثمرہ شیرازی: کی ڈائری سے ایک نظم

بلاوا

چلو اس کوہ پر ہم بھی چڑھ جائیں
جہاں پر جا کے پھر کوئی واپس نہیں آتا
سنا ہے اک ندائے اجنبی بانہوں کو پھیلائے
جو آئے اس کا استقبال کرتی ہے
اسے تاریکیوں میں لے کر آخر ڈوب جاتی ہے
یہی وہ راستہ ہے جس جگہ سایہ نہیں جاتا
جہاں پر جا کے پھر کوئی بھی واپس نہیں آتا
جو سچ پوچھو تو ہم تم زندگی بھر ہارتے آئے
ہمیشہ بے یقینی کے خطر سے کانپتے آئے
ہمیشہ خوف کے میرا انہوں نے اپنے پیکر ڈھانپتے آئے
ہمیشہ دوسروں کے سائے میں اک دوسرے کو
چاہتے آئے
برا کیا ہے اگر اس کوہ کے دامن میں چھپ جائیں
جہاں پر جا کے پھر کوئی کبھی واپس نہیں آتا
کہاں تک اپنے بوسیدہ بدن محفوظ رکھیں گے
کسی کے ناخنوں ہی کا مقدر جاگ لینے دو
کہاں تک سانس کی ڈوری سے رشتے جھوٹ
کے باندھیں
کسی کے پنجہ بے درد ہی سے ٹوٹ جانے دو
پھر اس کے بعد تو بس اک سکوت مستقل ہو گیا
نہ کوئی سرخرو ہو گا نہ کوئی منفعل ہو گا

مصباح فیصل: کی ڈائری سے ایک نظم

کسی نے سچ کہا ہے یہ
محبت اور کہانی میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا
مگر میری محبت تو
کہانی ہی کہانی ہے
محبت کی کہانی میں
کوئی راجہ نہ رانی ہے
نہ شہزادہ نہ شہزادی
محبت کی کہانی تو
مسافت ہی مسافت ہے
محبت کی مسافت میں
مسافر واپسی کے سارے امکاں پاس رکھتا ہے
محبت کی مسافت میں
مسافر کے پلٹنے کا کوئی رستہ نہیں ہوتا
وہ ساری کشتیاں اپنی
جلا دیتے ہیں ساحل پر
کہ ناامید ہونے پر
پلٹنا بھی اگر چاہیں
تو واپس جا نہیں پائیں
وہیں غرقاب ہو جائیں
محبت کی کہانی میں مسافت کی بشارت تھی
مسافت طے ہوئی تو پھر
جلا ڈالی تھیں میں نے بھی
وہیں سب کشتیاں اپنی
جہاں پہلا پڑاؤ تھا
شکستہ جسم تھا میرا
میرے سینے میں گھاؤ تھا
بھڑکتا اک الاؤ تھا
کسی کی چاہ میں سب کچھ لٹا کر
آ گیا تھا میں
کہاں پر آ گیا تھا میں؟
جہاں پہچان کا اپنی
حوالہ ہی نہیں ملتا تھا
حوادث کے تھپیڑوں سے
سنبھالا ہی نہ ملتا تھا
شب تیرہ سے نکلا تھا
اجالوں کی تمنا میں
مگر مجھ کو کسی جانب
اجالا ہی نہیں ملتا تھا
مگر ہمت نہیں ہاری
مگر ہمت نہیں ہاری
یہاں تک آ گیا ہوں میں
جہاں ہر سو اجالا ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

میری پہچان ہے اپنی وطن میرا حوالہ ہے
مجھے اس نے سنبھالا ہے
اسے میں نے سنبھالا ہے۔
یہی میرا حوالہ ہے

عائشہ شہباز: کی ڈائری سے ایک غزل

چھائی ہوئی گھنگھور گھٹا ہے میرے سر پہ
پھر بار سبو آن پڑا ہے مرے سر پہ
گرد مسافت ہے کہ منزل کا ہیولا
اب کون بتائے کہ یہ کیا ہے مرے سر پہ
کو بہت چکا ہے وہ محبت کا زمانہ
تھوڑا سا مگر قرض وفا ہے مرے سر پہ
اصل ہے محبت مجھے اک جان سخن کی
بیٹھا ہوا کچھ دن سے ہما ہے مرے سر پہ
بے ساختہ یاد آیا ہے کوئی نہ کوئی دوست
پھر کوئی جب آن لگا ہے مرے سر پہ
چاہو تو دستار بھی کہہ سکتے ہو اس کو
یہ تکیر کی سزا ہے مرے سر پہ
ئے گا قتیل اب بھی خطا وار عدو کا
جانتا ہوں میرا خدا ہے مرے سر پہ

رین خورشید: کی ڈائری سے ایک غزل

قدر زخم زخم چہرا ہے
بھی آدمی سا لگتا ہے
طرف میں ہوں اس طرف تم ہو
میں زندگی کا میلہ ہے
کی افراط ہوتی ہے بہت
گھڑی دل کا بھاؤ گرتا ہے
سچ مچ اسے بہت غم ہو
طرح اس نے حال پوچھا ہے
قدر مہربان ہے دنیا
رہنا عذاب لگتا ہے
قدر قرض ہے محبت کا
ہوں تو ہول اٹھتا ہے
کے واجبات کیسے دوں

تم نے کیا میرے پاس چھوڑا ہے

صائمہ مظہر: کی ڈائری سے ایک نظم

یہ بارش خوبصورت ہے
اک عرصے بعد
میری روح میں
سیراب ہونے کی تمنا جاگ اٹھی ہے
مگر بادل کے رستے میں
بہت سے پیڑ آتے ہیں
میں پل بھر کے لئے شاداب ہوں
اور اپنی باقی عمر
پھر صحرا میں کاٹوں؟
میں اپنی پیاس پر راضی رہوں گی
مرے آنسو مرے دل کی کفالت کے لئے
کافی رہیں گے

ایمان علی: کی ڈائری سے ایک غزل

ہم بہرحال دل و جان سے تمہارے ہوتے
تم بھی اک آدھ گھڑی کاش ہمارے ہوتے
عکس پانی میں محبت کے اتارے ہوتے
ہم جو بیٹھے ہوئے دریا کے کنارے ہوتے
جو مہ و سال گزارے ہیں بچھڑ کر ہم نے
وہ مہ و سال اگر ساتھ گزارے ہوتے
کیا ابھی بیچ میں دیوار کوئی باقی ہے
کون سا غم ہے بھلا تم کو ہمارے ہوتے
ساتھ احباب کے حاسد بھی ضروری ہیں عدیم
ہم سخن اپنا سناتے جہاں سارے ہوتے

شاہدہ اسد: کی ڈائری سے ایک نظم

کوئی اپنا نہیں
اس دنیا میں سب ہیں اکیلے
کوئی کسی کا نہیں
کیسی محبت کیسی وفائیں، کیسے پیار کے سپنے
آج خیالوں میں بھی نہیں ہیں ساتھ جو تھے کل

☆☆☆

حنا کی محفل

عین غین

رانا محمد شہزاد ناصر ------ عارف والا

س: عین غین بھائی کیا آپ نے چھٹیوں کا کام مکمل کر لیا ہے؟ اگر نہیں تو عارف والا آجائیں میں آپ کی مدد کر دوں گا؟

ج: اپنا کام تم دوسروں سے کرواتے ہو اور میری مدد کرنا چاہتے ہو حیرت ہے۔

س: عین غین بھائی ایمانداری سے بتایئے دن میں کتنی نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں؟

ج: تم نے کیا صلوۃ کمیٹی جوائن کر لی ہے؟

س: عین غین بھائی سنا ہے کہ آپ کی منگیتر نے آپ کی تصویر دیکھ کر منگنی کی انگوٹھی واپس کر دی ہے؟

ج: انگوٹھی دیکھ کر واپس کی تھی ٹھیک کروانے کے لیے اور وہ انگوٹھی ٹھیک کروانے کے لیے ایسے غائب ہوئے کہ جیسے تمہارے سر سے سینگ۔

س: کریم لگانے کے ساتھ ساتھ گرلز کالج کے سامنے دھوپ میں کھڑے ہونے سے گریز کریں کیونکہ دوائی کے ساتھ پرہیز ضروری ہے ورنہ ------؟

ج: لگتا ہے کہ تجربہ بول رہا ہے۔

فریدہ خانم ------ لاہور

س: حال کیسا ہے جناب کا؟

ج: کیا خیال ہے آپ کا؟

س: آخر بھینس کے آگے ہی بین کیوں بجائی جاتی ہے آپ کے آگے کیوں نہیں؟

ج: اس لیے کہ میں آپ جیسا رسپانس نہیں دے سکتا۔

س: اول فول کب بکا جاتا ہے؟

ج: جب انسان اپنے آپ سے باہر ہو۔

س: گھگھی کیوں بندھ گئی؟

ج: تمہیں دیکھ کر۔

س: کوئی اچھی سی دعا؟

ج: خوش رہو۔

محمد سعید نوکی ------ عارف والا

س: وہ چپکے سے پیچھے کھڑی ہو کر میری آنکھوں پر نرمی سے بڑے پیار سے ہاتھ رکھ کر بولی؟

ج: اٹھو جا کر برتن دھوؤ۔

س: ذرا جلدی سے یہ بتائیں کہ زندگی کا سب سے حسین سانحہ کیا ہے؟

ج: محبت۔

س: ہمیں دیکھتے ہی ان کا رنگ زردے کی طرح پیلا کیوں ہو جاتا ہے؟

ج: سمجھ جاتے ہیں کہ اب دو تین گھنٹے آپ کی سننی پڑے گی۔

س: ان سے مل کر ہم کچھ بدل سے گئے ہیں بھلا کن سے؟

ج: جو آپ سے برتن دھلواتے ہیں۔

س: درود میٹھا ہو تو رک رک کے کسک ہوتی ہے؟

ج: مٹھاس زیادہ ہو جاتی ہے نا اس لیے۔

س: بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ج: اداسیوں کا سماں محفلوں میں چھوڑ گئی
بہار اک خلش سی دلوں میں چھوڑ گئی

س: میں تیرے درد کی طغیانیوں میں ڈوب گیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پکارتے رہے تارے ابھر ابھر کے مجھے
ج: ایک مشت خاک اور وہ بھی ہوا کی زد میں
زندگی کی بے بسی کا استعارہ دیکھنا
س: دل ہر بلائے زلف گرہ گیر ڈال دی
تو نے مصیبت اے میری تقدیر ڈال دی
ج: یہ کہہ کر اپنی محرومی کو بہلاتا ہے دل اپنا
اگر وہ چاند ہے تو پھر اسے تسخیر ہونا ہے
آصفہ انبساط نائیک ——— حافظ آباد، سٹی

س: وہ کہتے ہیں "موقع محل دیکھ کر بات کیا کرو"
آخر وہ محل کہاں ہے جہاں موقع دیکھ کر بات کی جاتی ہے؟
ج: ان سے کہو نا کہ تمہیں ایک بار دکھلائیں
میرے ساتھ جاؤ گی تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔
س: کل لوگ تمہارے سامنے لال رنگ کا رومال کیوں لہرا رہے تھے؟
ج: تمہیں جو گزارنا تھا اس لیے سڑک پر ٹریفک روک رہے تھے۔
س: مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری سدا خوش رہوں یہ دعا ہے ہماری؟
ج: کون سی شادی؟
نامعلوم نام ———

س: کیا دنیا واقعی گول ہے؟
ج: کون کہتا ہے نہیں ہے؟
س: کچھ تو سوچو؟
ج: سوچ ہی تو رہا ہے۔
س: اپنی ہی کیوں ہانکتے ہو؟
ج: اور کیا تمہیں ہانکوں۔
لائبہ رضوان ——— فیصل آباد

س: لوگوں نے محبت کے نام کو بدنام کیوں کر رکھا ہے؟
ج: لوگوں نے محبت کے نام کو نہیں محبت کو بدنام کر رکھا ہے۔
س: آج کل لوگوں کی مسکراہٹ میں بھی طنز ہوتا ہے؟
ج: اسی کو طنزیہ مسکراہٹ کہتے ہیں۔
س: اس مطلب کی دنیا میں کوئی کسی کا نہیں؟
ج: مطلب کی دنیا سے باہر بھی جھانک کر دیکھو۔
توفیق نعمان ——— لیہ

س: بوجھو تو میں کون ہوں؟
ج: نام سے صاف ظاہر ہے۔
س: دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہے؟
ج: لیکن آنکھیں ظاہر کر دیتی ہیں۔
س: بتاؤ تو وہ کون ہے؟
ج: کس کے بارے میں پوچھ رہی ہو؟
ممکن حسن ——— کراچی

س: یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے؟
ج: کوئی سگریٹ سے دل بہلا رہا ہو گا۔
س: چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے؟
ج: کو کے گلشن میں آؤں؟
س: آخری بار دیکھ لو مجھ کو؟
ج: ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے۔
ثروت راؤ ——— خانپور

س: تمہیں میری حالت کی خبر نہیں کیا؟
ج: میں ڈاکٹر تو ہوں نہیں۔
س: یہ دامن چھڑا کر جانا تھا تو؟
ج: تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔
س: یہ محبت کا دستور نہیں ہے؟
ج: میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتی ہو۔
پلوشہ ——— چارسدہ

س: یہ برسات کا موسم یہ رم جھم کا سماں یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا؟
ج: یہ برسات کا موسم یہ چھپتی ہوئی دھوپ اور بند ہوا۔
س: یہ دل بہلتا ہی نہیں کسی پل؟
ج: ایسے گندے موسم میں دل کیا بہلے گا۔
س: میں نے اسے پانے سے پہلے ہی کھو دیا؟
ج: اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

☆ ☆ ☆

خبرنامہ

عبداللہ

ہے جذبہ جنوں تو.....؟

اداکار شاہد کپور کا اپنے متعلق کہنا ہے کہ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میں اسٹار بن جاؤں گا، میرا تعلق مڈل کلاس فیملی سے ہے جب میں تین سال کا تھا تو میرے والدین کے درمیاں علیحدگی ہو چکی تھی میں اپنی والدہ کے ساتھ کرائے کے مکان میں رہتا تھا، اس سب باتوں کے باوجود میں نے ایک نارمل زندگی گزاری ہے چھوٹی موٹی ناکامیوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، میں ایک کامیابی پر مطمئن ہو کر بیٹھنے والوں میں سے نہیں، میں اس وقت ایک ایسے مقام پر ہوں کہ ہر کوئی میرے ساتھ کام کرنے کا خواہش مند ہے زندگی سے میں نے یہی سیکھا ہے کہ ہر کام ممکن ہے ناممکن کچھ نہیں انسان چاہے تو سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

شاہد کپور ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی ایک ایسا فنکار ہے جو ہر لمحہ کامیابیوں کی اپنی مٹھی میں بند کرنے کو بے تاب ہے۔

یہ کیسا ایمان ہے؟

اداکارہ ایمان علی کے بارے میں یہ کہنا قطعی غلط نہیں ہو گا کہ وہ کام کے معاملے میں بے حد ایمان دار ہے وہ محنت سے جی نہیں چراتی اور ہر وہ کام جس کے لئے وہ اگر ایک بار ہاں کر دے تو پھر اس پوری دلچسپی لیتی ہے، ایمان کی اسی خوبی کی وجہ سے شعیب منصور اپنی پہلی فلم "خدا کے لئے" کے بعد دوسری فلم "بول" میں ایمان کے ساتھ ہی کام کرنا پسند کیا اس دوران گزرے تین سالوں میں ایسا نہیں کہ کسی اور پروڈیوسر کو ایمان کی فنی صلاحیتیں نظر نہیں آئیں۔

نہیں ایسا ہرگز نہیں "خدا کے لئے" کے بعد بہت سے پروڈیوسر ایمان کو فلم میں کام کی آفر کی لیکن ایمان سب سے یہ کہتے معذرت کر لی کہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اس سے اچھا کام صرف شعیب منصور لے سکتے ہیں باقی سب تو جس طرح ہیروئین کو سلور اسکرین کی زینت بناتے ہیں وہ ایمان کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔

حالانکہ اگر ایمان علی کا اسٹائلش فوٹو شوٹس میں دیکھا جائے تو ایک لمحے کے لئے دیکھنے والا اس سوچ میں پڑھ جاتا ہے کہ آیا یہ ایمان ہی ہے نہ تو پھر یہ فلم کے حوالے، وہ ایسے خیالات کیوں رکھتی ہیں، یہ تو وہی بات ہوئی کہ میٹھا کھائیں اور کلگلوں سے پرہیز۔

کیا کوئی بنے گا میرا کا پتی

میرا خبروں میں رہنے کے لئے کچھ نہ کھ کرتی رہتی ہے، ان دنوں میں وہ ایک نجی چینل پر ''کون بنے گا میرا کا پتی'' کرنے میں مصروف ہے اس چینل پر گاہے بگاہے جو اس پروگرام کے کلپس دکھائے جاتے ہیں اس میں میرا نے دلہن کا جو گیٹ اپ جس قسم کا کیا ہوا ہے اسے دیکھ کر ''عمر رسیدہ'' کا تصور فوراً ذہن میں آتا ہے جبکہ ابھی پچھلے دنوں اس کھلونا گرل نے ایک بار پھر اپنی پچیسویں سالگرہ منائی ہے۔

خیر اس پروگرام میں میرا سے شادی کرنے والے خواہش مند ایک سے بڑھ کر ایک امیدوار شامل ہو رہے ہیں کہ میرا یہ کہنے پر مجبور ہو لی کہ اگر مرد کی طرح عورت کو بھی چار شادیوں کی اجازت ہوتی تو وہ کم از کم چار کا تو انتخاب کر سکتی۔

مجبوری ہے میرا جی معاملے تو ایک پر ہی طے ہو گا اور وہ ایک بھی نہ جانے آپ کو لے جا سکے گا یا نہیں اس کے بارے میں کچھ کہنا، ابھی قبل از وقت ہو گا، انتظار کرتے ہیں آپ کے ساتھ ہم بھی میرا نام کی یہ لاٹری کس کے ہاتھ لگے گی۔

لمی جدائی کے بعد

فوک گائیگی کے حوالے سے ریشماں، ساری دنیا میں مشہور ہیں ایک پس ماندہ علاقے سے تعلق رکھنے کے باوجود فن گائیگی میں انہوں نے جو نام کمایا ہے اور جس طرح پاکستان کا نام پوری دنیا میں روشن کیا وہ اپنی شان آپ ہے، ان کے گائے ہوئے گیت پاکستان کے علاوہ بھارت میں بھی بے حد مقبول ہے ان کے گائے ہوئے بے شمار نہ صرف پاکستان بلکہ بھارت میں بھی بے حد مقبول ہوئے کچھ عرصہ قبل وہ گلے کے کینسر میں مبتلا ہونے کے بعد گانا چھوڑ چکی تھیں لیکن اب وہ ایک لمبے عرصے کی خاموشی کے بعد دوبارہ سے اس قابل ہو گی ہیں کہ جو عارضی جدائی ان کے موسیقی کے درمیان پیدا ہو گی تھی اس کو ختم کر سکیں یوں انہوں نے کچھ نئے گیت ریکارڈ کروائے ہیں ان کے اس نئے آنے والے البم کو ''پکھی داس'' کا نام دیا گیا ہے۔

پیشہ ورانہ جیلسی یا کچھ اور

بعض اوقات ابتدائی کامیابیاں انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم کر دیتی ہے اور وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ وہ دنیا کا کامیاب ترین انسان بن گیا ہے، اپنی کامیابی کے نشے

میں وہ یہ بھول بیٹھا ہے کہ جس رب نے اسے یہ کامیابی دی وہ جب چاہے اس سے چھین بھی سکتا ہے، مگر انسان روز اول سے کم عقل ہے اس کے پاس اتنی گہرائی میں جانا کا وقت ہی نہیں ہو گا کچھ ایسی ہی کم عقلی اور بیوقوفی کا مظاہرہ آج کل اداکارہ سوناکشی سہنا کر رہی ہے اس کی پہلی فلم کامیاب کیا ہو گی کہ اس کے خود کو سپر اسٹار سمجھ لیا، ابھی پچھلے دنوں پاکستانی کرکٹ ٹیم کی بھارت کے ہاتھوں ناکامی پر اپنی ویب سائٹ پہ غیر مہذب اور قابل مذمت تصویریں جاری کر کے خود کو چاہنے والوں کی نظر سے گرا لیا اور اب دوسری حرکت یہ کہ بھارت کی مقبول ترین ہیروئین قطرینہ کیف سے الجھنے کی کوشش کی ہے اور خود ہی یہ خبریں اِدھر اُدھر پھیلا دیں کہ قطرینہ کی تین اشتہاری اور کمرشل فلموں میں قطرینہ کو کٹ کر کے سوناکشی کو لیا گیا ہے، اب یہ افواہ کہاں تک سچ ہے یہ وقت ہی بتائے گا ہمیں تو یہی لگتا ہے کہ سوناکشی قطرینہ کیف سے ذہنی طور پر خوفزدہ ہے دونوں کا ہی تعلق سلمان خان سے ہے، دوسری طرف سلمان اس سچویشن میں بالکل خاموشی اختیار کیئے ہوئے ہے کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ سلمان خان سے سوناکشی کی بڑھتی ہوئی دوستی نے قطرینہ کیف کو بھی پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔

اب کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن ایک بات ہم ضرور کہیں گے سلمان خان ایک ایسا پارس ہے جو چھونے والے کو سونا بنا دیتا ہے اگر یقین نہیں تو ان تمام ہیروئین کے متعلق معلومات اکٹھی کریں جنہوں نے سلمان کے ساتھ کام کیا اور ایک ہی جمپ میں آسمان پر جا پہنچی۔

ڈیمانڈ کیا ہے

بے شک صائمہ کی عمر بڑھتی جا رہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی ڈیمانڈ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور دو چار فلمیں جو جو بھولے بھٹکے شروع ہوتی ہیں ان سب کی پہلی چوائس صائمہ ہی ہوتی ہے، اب بھلے صائمہ کے مقابل افتخار ٹھاکر ہیرو ہو یا اسٹیج ایکٹر ظفری خان ہو صائمہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کا بینک بیلنس میں اضافہ ہوتا رہے اس کے لئے یہی اہم ہے، اس سلسلے میں وہ اپنے شاہ جی کے بھی نہیں سنتی۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حنا کا دستر خوان

ثمینہ احتشام

کھٹا پلاؤ

اشیاء

چاول	ایک کلو
گوشت	ایک کلو
املی	۱۲۵ گرام
نمک	حسب ذائقہ
ادرک، لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
لونگ	چار عدد
ثابت سیاہ مرچیں	ایک کھانے کا چمچہ
بڑی الائچی	دو عدد
دار چینی	ایک عدد
پیاز (درمیانے سائز کی)	دو عدد
ہری مرچیں	چھ عدد کٹی ہوئی
دودھ	آدھا کپ
زردے کا رنگ	تھوڑا سا
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد
تیل	آدھا کپ

ترکیب

چاولوں کو دھو کر بھگو دیں، املی کو بھی پانی میں بھگو دیجئے، پیاز کے باریک لچھے کاٹ لیں، ایک دیگچی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر گولڈن براؤن کر لیں، اب اس میں زیرہ، لونگ، بڑی الائچی، سیاہ مرچیں اور دار چینی ڈال کر بھون لیں۔

اس کے بعد اس میں ادرک، لہسن پیسٹ اور نمک ڈال کر اچھی طرح بھونیں، اس کے بعد گوشت اور کٹی ہوئی ہری مرچیں ڈال کر بھونیں جب گوشت کا پانی سوکھ جائے تو دو کپ پانی ڈال کر ڈھکنا بند کر دیں اور پکنے دیں۔

جب پانی خشک ہو جائے اور گوشت گل جائے تو بھگوئی ہوئی املی میں سے بیج نکال کر تمام گودا اور پانی ہنڈیا میں ڈال کر پکنے دیں جب املی کا آمیزہ گاڑھا ہو جائے تو آنچ ہلکی کر دیں۔

اب ایک دیگچی میں ایک تہ چاولوں کی لگائیں اور پھر اس کے اوپر سارا گوشت مصالحے سمیت ڈال دیں، اب آدھی پیالی دودھ میں تھوڑا سا زردے کا رنگ ملائیں اور اسے چاولوں کی اوپری تہ پر چھڑک دیں اور لیموں کا رس اس پر چھڑک کر دم پر رکھ دیں پندرہ بیس منٹ بعد لذیذ کھٹا پلاؤ گرم گرم سرو کریں۔

چنے کی دال مصالحہ

اشیاء

چنے کی دال	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
کٹی لال مرچیں	ایک چائے کا چمچہ
لہسن، ادرک پیسٹ	دو چائے کا چمچہ
ثابت گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچہ
پیاز (چوپ کر لیں)	ایک عدد
تیل	آدھا کپ
پودینہ، ہری مرچیں	چوتھائی چائے کا چمچہ
گرم مصالحہ پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچہ
پیاز (سلائس کاٹ لیں)	ایک عدد

ترکیب

دال کو صاف کر کے پانی میں ڈال کر تیس منٹ کے لئے بھگو دیں ایک پتیلی میں دال ڈال کر اس میں نمک، کٹی لال مرچیں، لہسن، ادرک پیسٹ، ثابت گرم مصالحہ، پیاز اور حسب ضرورت پانی شامل کر کے دال کے گل جانے تک پکائیں، اس کے بعد اس میں پودینہ، ہری مرچیں اور گرم مصالحہ پاؤڈر ڈال دیں۔

فرائنگ پین میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر براؤن کریں اور دال پر اس کی بگھار لگا دیں مزے دار چنے کی دال مصالحہ تیار ہے۔

کڑاہی قیمہ انڈے والا

اشیاء

قیمہ (ہاتھ کا موٹا کٹا ہوا)	ایک کلو
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
انڈے (سخت ابلے ہوئے)	دو عدد
سرخ مرچ (کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچہ
ادرک، لہسن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
ٹماٹر	آدھا کلو
قصوری میتھی	ایک کھانے کا چمچہ
ادرک (لمبائی میں کٹی ہوئی)	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا، ہری مرچیں	گارنشنگ کے لئے
تیل	ڈیڑھ کپ

ترکیب

سوس پین میں تیل گرم کر کے اس میں قیمہ ڈال کر بھونیں، براؤن ہو جانے پر اس میں نمک، کٹی ہوئی سرخ مرچ، ادرک، لہسن پیسٹ، ہلدی پاؤڈر، ادرک، ٹماٹر ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔

انڈوں کے کٹر سے ٹکڑے کر لیں قیمہ گل جائے تو اسے خوب اچھی طرح بھون کر اس میں قصوری میتھی ڈال کر دو منٹ تک بھونیں اب احتیاط سے انڈے مکس کر کے ڈش میں نکال کر ادرک، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر گرما گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

فرائیڈ کرسپی چکن

اشیاء

مرغی (درمیانے ٹکڑے کاٹ لیں)	ڈیڑھ کلو
انڈے	دو عدد
میدہ	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
پیپریکا	ایک چائے کا چمچہ
خشک ساج	آدھا چائے کا چمچہ
سرخ مرچ (کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچہ
لہسن، ادرک پیسٹ	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
تیل	فرائنگ کرنے کے لئے
پارسلے یا واٹر کریس	گارنشنگ کے لئے
سرکہ	دو کھانے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب

مرغی کے گوشت کو دھو کر ایک پیالے میں ڈالیں اس میں نمک، سرخ مرچ، لہسن، ادرک پیسٹ، سرکہ، ہلدی پاؤڈر، ڈال کر خوب اچھی طرح مکس کر کے دس سے پندرہ منٹ تک ایک طرف رکھ دیں۔

اس کے بعد گوشت کو ایک چاول چھاننے والی چھنی میں ڈال کر بیس سے پچیس منٹ کے لئے رکھ دیں تا کہ گوشت کا سارا پانی نکل جائے۔

ایک پلاسٹک بیگ میں سیاہ مرچ پاؤڈر، پیپریکا، خشک ساج ڈال کر مکس کریں گوشت کے ٹکڑوں کو ایک ایک کر کے اس تیار مکسچر میں کوٹ کر کے پہلے سے گرم تیل میں ڈال کر ڈیپ فرائی کریں اور گولڈن براؤن ہونے پر نکال کر کچن پیپر پر رکھ کر اضافی چکنائی جذب کر لیں، اسی طرح ایک ایک کر کے گوشت کے تمام ٹکڑوں کو کوٹ کرتے ہوئے ڈیپ فرائی کر لیں، مزے دار فرائیڈ کرسپی تیار ہے، سرونگ پلیٹ میں رکھیں اور پارسلے یا واٹر کریس سے سجا کر سرو کریں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ہرے مصالحے کی بوٹی

اشیاء

گوشت (بوٹیاں بنالیں) آدھا کلو
ہری مرچیں (پسی ہوئی) دس عدد
پودینہ (پسا ہوا) چوتھائی کپ
ہرا دھنیا آدھا کپ
کوکونٹ پاؤڈر دو کھانے کے چمچے
نمک حسب ذائقہ
کچا پپیتا (پیس لیں) دو کھانے کے چمچے
زیرہ ایک چائے کا چمچہ
لہسن، ادرک پیسٹ ایک چائے کا چمچہ
گرم مصالحہ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
سرکہ چوتھائی چائے کا چمچہ
کھانے کا رنگ چند قطرے
لیموں کا رس دو کھانے کے چمچے
تیل تین کھانے کے چمچے

ترکیب

گوشت دھو کر خشک کر لیں، اب اس میں ہری مرچیں، پودینہ، ہرا دھنیا، کوکونٹ پاؤڈر، نمک، پپیتا، زیرہ، لہسن، ادرک پیسٹ، گرم مصالحہ پاؤڈر، سرکہ، کھانے کا ہرا رنگ، لیموں کا رس اور تیل لگا کر دو، تین گھنٹے کے لئے چھوڑ دیں، میرنیٹ کیے ہوئے گوشت کو سیخوں پر لگا کر باربی کیو کر لیں یا سوس پین میں ڈال کر پکا لیں اور بھون کر کوئلے کا دھواں دے دیں، پراٹھے اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

اسپائسی چکن ڈرم اسٹک

اشیاء

چکن ڈرم اسٹک آٹھ عدد
ادرک، لہسن پیسٹ دو کھانے کے چمچے
ہلدی پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
سرخ مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچہ
نمک حسب ذائقہ
سرکہ آدھا کپ
گرم مصالحہ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
لیموں کا رس دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا دو کھانے کے چمچے
ثابت سیاہ مرچیں دو کھانے کے چمچے
تیل حسب ضرورت

ترکیب

ڈرم اسٹک میں ادرک، لہسن پیسٹ، ہلدی پاؤڈر، سرخ مرچ پاؤڈر، نمک، سرکہ اور گرم مصالحہ پاؤڈر ملا کر تین گھنٹے کے لئے میرنیٹ کر کے اسے تیل میں ہلکی آنچ پر فرائی کر لیں۔

جب براؤن ہو جائے اور آدھی گل جائے تو اس میں لیموں کا رس اور ہرا دھنیا ڈال کر پکائیں آخر میں کٹی ہوئی سیاہ مرچیں ڈال کر دو سے تین منٹ پکائیں، کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

میکس بٹ سیلڈ سوپ

اشیاء

قیمہ ایک پیالا
یخنی چھ کپ
سلاد کے پتے ایک گٹھی
نمک ایک چائے کا چمچہ
مکئی کا آٹا آدھا چائے کا چمچہ
سیاہ مرچ ایک کھانے کا چمچہ
گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچہ

ترکیب

قیمہ میں مکئی کا آٹا، نمک اور سلاد کے پتے اچھی طرح دھو کر ملائیں، یخنی کو سوس پین میں گرم کریں، جب یخنی ابلنے لگے تو قیمہ ڈال دیں اور دھیمی آنچ پر پکائیں، گرم مصالحہ بھی شامل کر دیں، جب سوپ تیار ہو جائے تو اس میں سیاہ مرچ چھڑک کر پیش کریں، اگر آپ پسند کریں تو چلی

ساس بھی ملا سکتے ہیں۔

چٹ پٹی بھنڈی، چنے کی دال کے ساتھ

اشیاء

چنے کی دال آدھا کپ
تیل تین کھانے کے چمچے
کلونجی آدھا چائے کا چمچہ
پیاز (سلائس کر لیں) دو عدد (درمیانی)
ادرک (کش کر لیں) ایک چائے کا چمچہ
میتھی پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
لہسن کے جوے ڈیڑھ چائے کا چمچہ
سرخ مرچ پاؤڈر ڈیڑھ چائے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر چوتھائی چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچہ
املی کا رس تین کھانے کے چمچے
تازہ سرخ مرچ دو عدد (سلائس)
بھنڈی (چوپ کر لیں) ایک کپ
ٹماٹر (سلائس کر لیں) ایک عدد

ترکیب

چنے کی دال دھو کر پانی میں ابال لیں، جب گل جائے تو چھان کر ایک طرف رکھ دیں، ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور اس میں کلونجی ڈال کر کڑکڑائیں، اس کے بعد اس میں پیاز ڈال کر سنہری ہو جانے تک تل لیں اور آنچ ہلکی کر کے اس میں میتھی پاؤڈر، لہسن، ادرک، سرخ مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر اور دھنیا پاؤڈر شامل کر لیں۔

بھنڈی کے ساتھ املی کا رس بھی کڑاہی میں ڈال دیں، اس کے بعد اس میں تازہ سرخ مرچیں ڈال کر بھنڈی کے گل جانے تک پکائیں، آخر میں دال اور ٹماٹر ڈال کر مزید تین منٹ کے لئے پکائیں اور گرم گرم پیش کریں۔

کریمی چیز ٹلس

اشیاء

بریڈ کرمز ڈیڑھ کپ
پیاز ایک عدد
ہری پیاز کے پتے آدھا کپ
ہرا دھنیا (چوپ کر لیں) آدھی گٹھی
ہری مرچیں چار عدد
ٹماٹر ایک عدد
چیز ۲۵۰ گرام
گاجر ایک عدد
کریم دو کھانے کے چمچے
نمک حسب ذائقہ
میدہ تین کھانے کے چمچے
کارن فلور تین کھانے کے چمچے
دودھ چار کھانے کے چمچے
تیل ڈیڑھ کپ
انڈا ایک عدد
بیکنگ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
سیاہ مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچہ
نمک حسب ذائقہ
چائنیز نمک آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب

ایک پیالے میں بریڈ کرمز، ہری پیاز، نمک، پیاز، ہرا دھنیا، ہری مرچیں، ٹماٹر، گاجر، کریم اور چیز ڈال کر اچھی طرح ملا لیں، بیٹر بنانے کے لئے انڈے میں میدہ، کارن فلور، دودھ اور بیکنگ پاؤڈر ڈال کر ملا لیں۔

اس کے بعد سیاہ مرچ پاؤڈر، چائنیز نمک اور نمک ڈال کر پھینٹ لیں، کڑاہی میں تیل گرم کر کے ٹلس کو آمیزہ میں ڈبو کر گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کریں، کیچپ اور بن کے ساتھ سرو کریں۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

مئی کے شمارے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اس دعا کے ساتھ کہ اس وقت ہمارا پیارا پاکستان اور اس کے معصوم شہری جن مشکلات سے گزر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں خیر و عافیت سے اس امتحان میں کامیاب کرے اور ہمارے پیارے وطن کو اپنی حفظ و امان میں رکھے (آمین)۔

آیئے آپ کے خطوط کی طرف چلتے ہیں یہ پہلا خط ہم شائع کر رہے ہیں یہ ہماری ایک بہت پیاری ہر دلعزیز مصنفہ قرۃ العین رائے کا ہے قرۃ العین کی طبیعت ان دنوں ناساز ہے آپ سے التماس ہے کہ ان کے لئے خصوصی دعا کریں اللہ تعالیٰ اسے جلد از جلد صحت یاب کرے اور دنیا کی سب سے منفرد اور سچی خوشی اس کے آنچل میں ڈال دے آمین، آیئے دیکھیں وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے ناں کہ ساری کہانی آپ کے ذہن میں تخلیق پا جاتی ہے مگر صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کے لئے ابتداء کے الفاظ ہاتھ نہیں آ رہے ہوتے خط لکھتے ہوئے بھی میں ایسی ہی کیفیت کا شکار ہوئی لکھنا چاہ رہی ہوں کافی دنوں سے مگر الفاظ ہے کہ سوجھ ہی نہیں رہے لہٰذا تھک ہار کر یہ سوچا کہ جو دل میں آتا ہے لکھ ڈالوں یا شاید مجھے سعدیہ عابد کے ناول ''رب دلاں وچ رہندا'' کے ان جملوں کا سہارا لینا چاہیے کہ ''اللہ نے میری برسوں پرانی دعا کو اس وقت شرف قبولیت بخشا جب مجھے ضرورت تھی نہ ہی تمنا، مگر اللہ کو یہ ہی وقت مناسب لگا،'' واقعی نہیں معلوم کس دعا کے پورا ہونے کا کون سا وقت مناسب ہے ہم تو بس مانگتے چلے جاتے ہیں اور وہ دینے کی آس بندھا کر یکدم اس دعا کو دوبارہ آسماں کی جانب پلٹ دیتا ہے تب خالی ہاتھ کچھ پل کے لئے حیرت زدہ گنگ ہوتے سمجھ نہیں پاتے کہ یہ کیونکر اور پھر وہ جو دل میں رہتا ہے اور اپنے بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا دل سے صدا دیتا ہے کہ ابھی اس دعا کو پورا کرنے کا وقت نہیں تھا اگر تم بہترین چاہیے ہو تو اس وقت کا انتظار کرو جب میں تمہاری التجا، پوری کرتے ہوئے تمہیں واپس لوٹا دوں گا اس وقت تک کے لئے صبر کرو اور فوزیہ جی یہ صبر کرنا، حوصلہ کرنا اتنا آسان نہیں ہے ناں اچانک دل بے صبر اور بے کل ہونے لگتا ہے تب آپ جیسے دوستوں کے میسجز اندھیرے میں ننھے جگنوؤں کا کام کرتے ہیں ان کی ٹمٹماہٹ اندھیرا پل میں ختم کر ڈالتی ہے زندگی کے اس مشکل اور دکھ کے ان لمحات میں واقعی آپ جیسے پیارے دوستوں نے مجھے بے حد حوصلہ دیا آپ کا شکریہ آپ کے میسجز میرے موبائل پر سیف ہو چکے ہیں جب دل اداس ہوتا ہے نہیں نکال کر پڑھتی ہوں آپ کا پیار بھرا رویہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ ہی میں سپاس گل جی جنہوں نے اپنے خط میں مجھے اتنی اچھی رائٹرز کے ساتھ شامل کرتے ہوئے سلام دعا بھیجی کی مشکور ہوں اور آپ کو بھی بہت سلام اور دعا، اُم رباب اور ردا فاطمہ ڈیئرز آپ دونوں کی تعریف جو میرے افسانے کے متعلق لکھی پڑھ کر بہت اچھا لگا اور آپ دونوں کے تعریفی جملوں نے ہی مجھے ایک بار پھر قلم اٹھانے پر اکسایا ورنہ جس طرح میں آج کل ایک ذہنی اور جسمانی کرب سے دو چار ہوئیں اور Depression کے لمحات میں بے اختیار قلم ہمیشہ کے لئے چھوڑنے مایوسی اور ناامیدی کو اوڑھنے کا ارادہ کر بیٹھی تھی اچانک ان جملوں نے مجھے احساس دلایا کہ ایسا کر کے میں اپنے ساتھ ہی نہیں شاید اپنے پیاری قارئین کے ساتھ بھی زیادتی کر جاؤں گی، فاطمہ ڈیئر تم نے کہا ہے کہ میں ذرا جلدی جلدی لکھا کرو تمہاری فرمائش سر آنکھوں پر کوشش کروں گی بس آپ سب دعا کیجئے گا کہ میں بہت جلد دکھ، کرب اور کچھ کھو جانے کے احساس سے باہر نکل آؤں اسکی رضا پر راضی ہو سکوں اور وہ جب عنایت کریں تو واقعی ہی اس کا مناسب وقت ہو (آمین)۔

فوزیہ جی! حنا ڈائجسٹ کی تبدیلی بہترین کی جانب جاتی تبدیلی اچھی لگی پروف ریڈنگ بھی Improve ہوئی ہے اور صفحات بھی بہتر ہو گئے ہیں یہ تبدیلی ایک خوش گوار تبدیلی ہے مبارک ہو آپ کو میری خواہش ہے کہ آپ میرا یہ خط پورا شائع کیجئے گا آخر میں اپنے پیاروں کا ایک بار پھر شکریہ جس میں ایک بہت خاص اور اہم ہے میرے لئے جن کی دوستی پر فخر اور مان ہے مجھے اور جو میرے اللہ کا خاص تحفہ ہے مجھ حقیر اور گناہ گار سے انسان کے لئے کہانیوں پر تبصرہ بھی ضرور کرتی مگر میں نے ابھی صرف سعدیہ عابد کا ناول ہی پڑھا آپ جانتی ہیں ابھی میں لکھ اور پڑھ نہیں پا رہی ہاں یہ ضرور سعدیہ سے کہنا یا پوچھنا چاہوں گی کہ اس ناول میں انہوں نے سوہا کے گونگے پن کی وضاحت نہیں کی اگر تو یہ پیدائشی ہے تو پھر اسے بہرہ ہونا چاہیے کیونکہ پیدائشی بہرے ہی بولنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اسے میری جانب خامی کی نشاندہی نہیں بلکہ اصلاحی تنقید جانیے گا، گو میں اس قابل بھی نہیں ہوں باقی موضوع اچھا تھا، آپ سب کو سلام دعا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی پرخلوص دعائیں بہت جلد مجھے اس خیز سے نکال لے گیں، انشاءاللہ۔

قرۃ العین رائے اب کیسی ہیں آپ؟ آپ کے کہنے پر ہم نے آپ کا خط مکمل شائع کر رہا ہے، آپ حوصلہ نہ ہاریں انشاءاللہ، اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کو اپنی رحمت سے نوازے گا، وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو اپنی ذات سے مایوس نہیں کرتا، بس آپ اس سے وابستہ امیدیں کو کبھی ٹوٹنے نہ دیجئے گا پھر دیکھئے گا وہ کس طرح آپ کو نوازتا ہے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت یاب کرے آمین۔

سوہا کے بارے میں سعدیہ نے کہانی کے درمیان بتایا تھا کہ ایک حادثہ کی وجہ سے ان کی گویائی ختم ہوئی تھی، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا۔

عفت سجاد: شجاع آباد سے لکھتی ہیں۔

گرمی کے اس آگ برساتے موسم میں مئی کا حنا ساون کی ٹھنڈی میٹھی بارشوں کا احساس دلا گیا، یوں تو میں ایک طویل عرصے سے حنا کی قاری ہوں لیکن اس میں شرکت پہلی مرتبہ کر رہی ہوں اس امید کے ساتھ آپ کی اس محفل میں مجھے بھی ضرور تھوڑی سی جگہ مل ہی جائے گی، میرے خط لکھنے کی وجہ اُم مریم کا ناول ''میرے ساحر سے کہو'' ہے اُم مریم آپ اس تحریر کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے والا معاملہ ہے آپ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ناول کے ہر کردار کے ساتھ انصاف کیا اس ناول میں میری دلچسپی اس لئے بھی حد سے زیادہ ہے کہ اس کے دو کردار ''پریشے'' اور ''طارق'' کو میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے ان دونوں کی پاکیزہ محبت لطافت اور ناکامی کے تینوں ادوار کی میں گواہ ہوں آپ کے ناول کا تانا بانا ان دونوں کرداروں کو لے کر بنا گیا ہے، آپ نے آخر میں کیا دکھانا ہے میں نہیں جانتی، لیکن اپنے گرد بسنے والے ان

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دونوں محبت کے پروانوں کو جب بھی میں ملتی ہوں تو ایک شکوہ اللہ تعالیٰ سے کیے بغیر نہیں رہتی کہ یارب العالمین کیا تھا اگر یہ دونوں اکٹھے ہی خوشیوں کو حاصل کرتے، تیرے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں آنی تھی'' اور پھر آنکھ کی نمی کو چپکے سے صاف کرتے ہوئے خود کو بہلانے کی کوشش یہ کہہ کرتی ہوں کہ ''بے شک ہمارا رب ہمارے لئے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اللہ کرے کہ مریم آپ کا قلم پرپیشے اور طارق کی قسمت میں نا آسودگی اور ہجر کو رقم نہ کرے آمین، اب بات ہو جائے فوزیہ غزل کے سلسلے وار ناول ''وہ ستارہ صبح امید کا'' فوزیہ جی اتنا خوبصورت اور دل کو چھو لینے والا ٹائٹل آپ نے کہاں سے چرایا یا خدا آپ کی تحریر کا عنوان اتنا خوبصورت ہے کہ کئی مرتبہ مایوسی کے لمحوں میں نے اس مصرعے سے اپنے اندر نئی توانائی کو محسوس کیا، ہمیشہ کی طرح آپ نے اس مرتبہ بھی چھا گئی ہیں منفرد موضوع بہترین اور جامع معلومات اس تحریر کے ذریعے ہمیں مل رہی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے آپ ہمیشہ اپنے قارئین کے لئے ایسی تحریریں لکھتی رہیں، ''رب دلاں وچ رہندا'' سعدیہ عابد لے کر آئیں اگر میں غلطی پر نہیں تو سعدیہ عابد اور نازیہ مغل دونوں ہی نیا اضافہ ہیں حنا کی مصنفین میں، دونوں مصنفہ نے بڑے خوبصورت انداز میں لکھا، اگرچہ سعدیہ کے ناول میں کہیں کہیں کہانی کمزور تھی لیکن پھر بھی پڑھتے وقت دلچسپی برقرار رہی، نازیہ مغل، کے ناول میں کچھ جگہ پر نازیہ کی گرفت پلاٹ پر مضبوط نہیں تھی مکمل تبصرہ تو اس کا بقی حصہ پڑھ کر ہی کیا جا سکتا ہے، ناولٹ، ''محبتوں میں حساب کیسا؟'' مدیحہ تبسم نے مخصوص چلبلے اور نٹ کھٹ کزن کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں مزے آ رہا ہے اس کو پڑھنے میں، آج کل تو مصنفین نے تقریباً جوائنٹ فیملی پر لکھنا بند کر رکھا ہے ایسے میں مدیحہ کی تحریر بے حد پسند آئی ہمیں، یقین ہے کہ اپنے سابقہ انداز کو برقرار رکھتے ہوئے مدیحہ اینڈ بہت اچھا کریں گی، ہما عامر کا ناولٹ ابھی پڑھا نہیں اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتے، افسانوں میں صرف فرحت شوکت اور سباس گل کو پڑھا، فرحت شوکت کا افسانہ تو اس موضوع پر بہت لکھا اس لئے اس میں کوئی نیا پن نہیں تھا، سباس گل کی تحریر اچھی تھی لیکن سباس ڈیئر بہت سی جگہ تحریر وضاحت طلب تھی، آپ نے یہ نہیں بتایا کہ شنو بی کی والدین اس کی شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ والدین چاہیں غریب ہوں یا امیر سب کی اولین خواہش بیٹی کو جلد از جلد اپنے گھر کی کرنے کی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ وڈیرے یا جاگیر دار ہوں جو اس لئے بیٹیوں کی شادی نہیں کرتے کہ ان کو جائیداد میں سے حصہ دینا پڑے گا، وہاں بھی ماں ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جو یہ چاہتی ہے کہ ہر صورت وہ اپنی بیٹی کا گھر بسا سکے جب کے آپ کی تحریر میں شنو کی والدہ کا رویہ انتہائی ناگوار تھا پلیز آپ وضاحت کریں گی، مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح پسند آئے ہر سلسلہ بہترین تھا۔

عفت سجاد! اس محفل میں پہلی مرتبہ شرکت کرنے پر خوش آمدید مئی کے شمارے کو پسند کرنے کا بے حد شکریہ، عفت آپ کے تبصرے کو پڑھ کر احساس ہوا کہ آپ کے اندر ایک لکھاری موجود ہے کیا آپ نے کبھی افسانہ وغیرہ لکھنے کا نہیں سوچا، اگر نہیں تو پہلی فرصت میں یہ کام کیجئے، آپ کی تعریف و تنقید ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جا رہی ہے، ہم آئندہ بھی آپ کی پرخلوص رائے اور محبتوں کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

سارا ظفر: سرگودھا سے لکھتی ہیں۔

مئی کا شمارہ بہترین تھا حمد و نعت، پیارے نبیؐ کی پیاری باتوں کی تو تعریف کی ہی نہیں جا سکتی، کیونکہ ان کو پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے، انشاء نامہ بھی بے حد مزے کا تھا، انٹرویو شائستہ واحدی کو دیکھ کر اچھا نہیں لگا، اچھی خاصی عمر ہونے کے باوجود محترمہ الہڑ مٹیار جیسی حرکتیں کرتی نظر آتی ہیں، آگے بڑھے اور اُم مریم کی تحریر میں کھو گئے، ویل مریم ہم نے کہانی کو جس انداز میں آگے بڑھنے کا سوچا تھا آپ نے ہو بہو ویسے ہی لکھا بے حد مبارک باد، فوزیہ غزل آپ کی تحریر ''وہ ستارہ صبح امید کا'' ہماری امیدوں پر پورا اتر رہا ہے، مدیحہ تبسم ناولٹ کی اس قسط کے آخر میں آپ ہمیں چونکاتے ہیں، کامیاب ہونے لگی، دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے، سعدیہ عابد کی تحریر بھی اچھی لگنے لگی، نازیہ مغل کے ناول کی آخری قسط پڑھ کر رائے دیں گے۔

افسانے بھی پسند آئے اور مستقل سلسلے بھی ہر بار کی طرح پسند آئے خصوصاً حنا کا دستر خوان بے حد پسند آیا، آپی پلیز کبھی ہماری فرمائش بھی پوری کر دیں آپ پلیز سارا چوہدری، عائزہ ملک اور محبت سے ضرور ملاقات کروا دیں۔

سارا ظفر آپ کی پسندیدگی کا شکریہ آپ کی فرمائش نوٹ کر لی گئیں ہیں انشاء اللہ جلد پوری کریں گے، اپنی رائے سے نوازتی رہیے گا شکریہ۔

نوشین عرفان: پنڈی باغاں سے لکھتی ہیں۔

سب سے پہلے اُم مریم کے ناول ''میرے ساحر سے کہو'' بہت زبردست جا رہا ہے، ویلڈن مریم جی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اور میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے ہی لکھتی رہیں مریم جی بھی آپ اپنے بارے میں بھی کچھ بتائیں، کوئی انٹرویو دیں اور مدیحہ تبسم آپ کا ناولٹ ''محبتوں میں حساب کیسا؟'' بہت اچھا اور منفرد ہے اور طرز تحریر بہت بہت پسند ہے مجھے آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابنِ انشاء

اردو کی آخری کتاب	185/-
خمارِ گندم	200/-
دنیا گول ہے	225/-
آوارہ گرد کی ڈائری	200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	180/-
نگری نگری پھرا مسافر	175/-
خط انشاجی کے	300/-
بستی کے اک کوچے میں	165/-
چاند نگر	165/-
دل وحشی	165/-
آپ سے کیا پردہ	250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو	200/-
انتخاب کلام میر	60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر	160/-
طیف غزل	120/-
طیف اقبال	120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

اور مستقل سلسلوں میں تمام سلسلے اپنی جگہ بہترین تھے مگر ''میری ڈائری'' بہت اچھی لگی کیونکہ میرا انتخاب بھی شائع ہوا تھا اور باقی عمار بن خالد اور حیدر رضا کی پسند اچھی لگی۔

رنگ حنا میں نازیہ مغل اور ایمان علی نے اچھا لکھ کر بھیجا، بیاض میں عمار بن خالد، ایمن عزیز اور ام رباب کے اشعار پسند آئے، حاصل مطالعہ میں کنول فریاد کی نماز نہ پڑھنے والی بات پڑھ کر دل کانپ اٹھا اور پیارے نبی کی پیاری باتوں سے ہمیشہ کی طرح معلومات میں اضافہ کیا۔

آپی میں نے پہلے بھی فرمائش کی تھی کہ ایف ایم ہنڈرڈ کے آر جے عتیق خان کی انٹرویو شائع کریں اور ایف ایم زیرو نائن کے آر جے عارف ملک اور عظمیٰ کا انٹرویو لیں، پلیز پلیز یہ میری خواہش سمجھ لیں اور آپی مجھے اُم مریم اور مدیحہ تبسم کا سیل نمبر چاہیے یعنی آپ ان سے پوچھ لیں میں پھر خود ہی آپ سے رابطہ کرلوں گی، پلیز پلیز آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے میرے خیال میں یہ اتنا طویل خط کوئی پڑھ کر بور ہی نہ ہو جائے اور آئندہ آپ میرا خط ہی نہ شامل کریں۔

نوشین عرفان کیسی ہو آپ؟ مئی کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ اُم مریم کا ناول جب اپنے اختتام کو پہنچے گا تو انشا اللہ وہ ضرور آپ کے سوالوں کے جواب دیں گی اور اپنے متعلق بھی بتائیں گی بس آپ بھی ہماری طرح انتظار کریں اور اپنی رائے اور تحریروں کے ساتھ حنا میں شرکت کرتی رہیے گا شکریہ۔

فزین: جہلم سے لکھتی ہیں۔

میں اور میری کزن حنا میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہیں اور امید کرتی ہیں کہ آپ ہمارا خط ضرور شائع کریں گی، قسط وار ناول بہت اچھے ہیں اور مریم آپی کا ناول ''میرے ساحر سے کہو'' میرا فیورٹ ناول ہے، پلیز ماہ نور اور طارق شیرازی کی غلط فہمیاں دور کر دیجئے گا اور آپ کی کہانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو دین کا بہت نالج ہے، تو آپی آپ جانتی ہوں گیں کہ بیوی کے ہوتے ہوئے خاوند کا دوسری عورت سے میل جول رکھنا ہمارے مذہب اور معاشرے دونوں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا مذہب میں تو جائز نہیں، (آپ کی کہانی میں پریشے اور طارق شیرازی کا کردار) سوائے دوسری شادی کے یہاں پر آپ کچھ غلط کر رہی ہیں، کہانی کا مقصد سبق حاصل کرنا ہوتا ہے اور اپنی درستگی کرنا ہوتا ہے، پلیز اپنی کہانی کو اچھا کیجئے گا اور یہ یاد رکھیں گا کہ اس سے پورا معاشرہ لپیٹ میں آجائے گا، اگر آپ کہانی میں کچھ غلط لکھیں گی، اگر کچھ غلط لکھا تو معذرت خواہ ہوں، امید کرتی ہوں کہ آپ میری رائے کو اہمیت ضرور دیں گیں مہربانی۔

اور عبداللہ بھائی جان سے ریکوسٹ ہے کہ فراز احمد فراز کی زندگی کے بارے میں حنا میں کچھ ضرور شائع کیجئے گا۔

فزین خوش آمدید، آپ نے اپنی کزن کا نام صاف کر کے نہیں لکھا پڑھا نہیں جا رہا اس لئے معذرت چاہتے ہیں کہ اس کا نام شائع نہیں ہوا، حنا کو پسند کرنے کا شکریہ، آپ بے فکر رہیں ام مریم ناول کے کسی بھی کردار سے بے انصافی نہیں کریں گی، آپ کی فرمائش عبداللہ بھائی تک پہنچا دی ہے آئندہ بھی آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ

☆☆☆

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com